فاعتبروا یا اولی الابصار

بفضل خالق ذو الجلال والاکرام درین ایام فرخندہ فرجام
باجازت سرکار عالی نظام تاریخ لاجواب
المسمی بہ

[illegible]

از تالیف فاضل ادیب عالم اریب مورخ محقق مولوی ابو تراب محمد عبد الجبار خان صاحب
صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی صدر مدرس
عربی و فارسی مدرسہ اعزہ

در مطبع حمادی واقع محلہ [illegible] طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل الانسان اشرف المخلوقات بالعلم والعرفان وفوقہ علی الحیوانات بالنطق والبیان ۔ والصلوٰۃ علی افضل الموجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الطاہرین الکرام وعلی اصحابہ الراشدین العظام اجمعین حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الجبار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی ارباب سخن کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میری مؤلفہ تاریخ دکن المسمیٰ بہ محبوب التواریخ متعدد مجلدات پر شامل ہے اور اسکی ہر ایک جلد بذاتہٖ مستقل ایک ایک کتاب یگانہ ہے اور ہر ایک کے مضامین بھی جداگانہ ۔ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ہے ۔ بناءً علیہ میں نے ہر ایک جلد کو الگ الگ نام سے نامزد کیا ۔ چنانچہ یہہ جلد شعرائے دکن کے تذکرہ پر شامل ہے ۔ اسکا نام بھی دوسری جلدوں کی طرح عالیجناب فلک انتساب خورشید رکاب جمشید قباب صاحب جود و کرم بلند حوصلہ و عالی ہمم رعایا پرور فیض گستر قدردان علم و ہنر مربی شعرائے سخنور اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی میر محبوب علیخان

نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر نصیر الدولہ خلد اللہ ملکہ کے نام نامی سے معنون کرکے محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن رکھا۔ اس تذکرہ میں وے شعرا درج کئے گئے جو دکنی المولد والمنشا ہیں۔ یا وہ شعرا جو دکن میں آ گئے۔ خواہ یہاں فوت ہوئے ہوں یا دیگر بلاد میں۔ اور میں نے اس تذکرہ میں شعرا سے اُن شعرا کو درج کیا جو مشاہیر سے گذرے خواہ وہ متقدمین سے ہوں یا متاخرین سے بترتیب حروف تہجی لکھا تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے حال دیکھنے میں دقت نہ ہو۔ بتوفیق اللہ المستعان وعلیہ التکلان

باب الالف

آصف

عالیجناب میر قمر الدین نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر اول بانی ریاست دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن

آپ کی نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے پہنچتا ہے۔ اور حضرت کا سلسلہ خلیفۃ امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے جد مادری عالیجناب سعد اللہ خان بہادر صاحب قران شاہجہان بادشاہ ہند کے وزیر اعظم اور جد پدری حضرت شیخ الاسلام خواجہ عابد المخاطب بہ قلیج خان بہادر تھے آپکے جد بزرگوار شاہجہان کے آخر عہد میں سمرقند و بخارا سے بتقریب زیارت حرمین شریفین ہند میں آئے۔ شاہجہان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے آپکی بہت تعظیم و تکریم کی نہایت عزاز و اکرام کے ساتھ ملا۔ لب فرش تک مسند سے اُٹھکے استقبال کیا۔ اول ہی ملاقات میں چھ ہزار روپیہ بطور مدد خرچ و فرش و نشست پیشکش فرمایا۔ اور مہمان عزیز کو بادشاہی منزل میں اوتارا۔ اور مہمانی کا اہتمام

نہایت تجمل وشان سے ادا کیا گیا ۔ آپکے ہمرکاب مریدین و طالبین تقریبًا ایکسو سے
زیادہ تھے ۔ تمام کے ساتھہ حسن سلوک کیا ۔ پھر شاہجہان نے دوسری ملاقات مین
آپسے درخواست کی کہ آپ یہان تشریف رکھین ۔ اور اہل ہند کو اپنے فیض سے
سرفراز فرمائین ۔ آپ عالم فاضل و فقیہ کامل جامع علوم معقول و منقول تھے ۔ اور
بخارا مین شیخ الاسلام و صدر الاسلام کے لقب سے ملقب تھے اور بخارا مین بہت تک
نذر محمد خان اور اُسکے فرزند سبحان قلی خان کے عہد مین صدر عدالت رہے ۔ آپنے
بادشاہ کے اصرار سے ہند مین سکونت اختیار کی منصب چار صدی سے سرفراز کرکے شاہزادہ
عالمگیر کی اتالیقی پر مقرر فرمایا ۔ آپ شاہزادہ کی رفاقت مین رہے ۔ شاہزادہ صوم و صلوٰۃ کا
پابند تہا ۔ اور خواجہ صاحب بھی دین و اسلام کے آشفتہ ۔ شاہزادہ آپکی مصاحبت سے بہت خوش
ہوتا تہا ۔ آپکی تعظیم و تکریم مین مبالغہ کرتا تہا ۔ جب شاہزادہ دکن مین آیا آپ بھی ہمراہ آئے
خواجہ صاحب باغ فرمان باڑی برہانپور مین باضافہ دو صدی و خطاب خانی سے مشرف
ہوکے فراغت کے ساتھہ زندگی بسر کرتے تھے ۱۰۶۷ھ ہجری مین دارا شکوہ بسبب بیماری
بادشاہ وکالتًا امور سلطنت کو انجام دینے لگا ۔ اور عالمگیر کے وکیل عیسی بیگ کو جو
حضور مین رہتا تہا قید کیا اور اسکا گھر ضبط کر لیا ۔ اور جسونت سنگہ اور قاسم خان کو
عالمگیر کے روکنے کے لئے بہیجا ۔ عالمگیر دکن سے مع جمعیت بہ بہانہ عیادت پدر بزرگوار
روانہ ہوا ۔ دار الفتح اجین مین دونون سے مقابلہ کیا ۔ عالمگیر کامیاب ہوا ۔ دونون شکست
پاکے چلے گئے ۔ آپنے جسونت کے مقابلہ مین دلیرانہ کام کئے ۔ اور مخالفین کو بہگا دیا ۔
منصب ہزاری و پانسو سوار سے سرفراز ہوئے ۔ پھر اسی سن مین باضافہ ہزاری دو صد
سوار دو ہزاری و ہفتصد سوار سے سربلند ہوئے ۔ پھر آپ ۱۰۷۱ھ ہجری مین بجائے شیخ میر صدر کے

صدر ہوئے۔ خواجہ کی پارسائی و پرہیزگاری مشہور تھی۔ عوام الناس خواجہ کے عدل و انصاف سے بیحد خوش تھے۔ پھر آپ سنہ پنجم عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۷۲ ہجری مین مع اصل و اضافہ بمنصب سہ ہزاری پانصدی ہزار و دو صد سوار سے سرفراز ہوئے اور سنہ ۱۰۷۷ ہجری مین باضافہ ہزار و شش صد سوار و خلعت و فیل صوبہ داری اجمیر سے ممتاز ہوئے۔ اور سنہ چہاردہم عالمگیری م سنہ ۱۰۸۲ ہجری مین صوبہ داری ملتان پر سربلند ہوئے۔ اور سنہ ۱۸ عالمگیری م سنہ ۱۰۸۵ ہجری مین ملتان سے حضور مین بلائے گئے اسی سال مین آپ امیر حاج ہوکے حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور سنہ ۱۰۹۰ ہجری مین غائبانہ مخاطب بہ قلیچ خان ہوئے۔ اور بادشاہ نے ایک اسپ تازی با ساز طلا میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین فیروز جنگ کے سپرد کیا کہ بندر سورت مین خواجہ کے پاس پہنچو۔ پھر سنہ مذکورہ مین سورت سے آنیکے بعد خلعت صدارت سے سربلند ہوئے اور سنہ ۱۰۹۳ ہجری مین خلعت خاصہ و اسپ و نقارہ سے بلند آوازہ ہوکے عالمگیر کے ہمراہ دکن مین آئے۔ خافیخان نے لکھا کہ سنہ مذکورہ مین عالمگیر نے خواجہ صاحب کو ابوالحسن تاناشاہ کے پاس سفارۃً بھیجا تھا۔ پھر آپ سنہ ۱۰۹۶ ہجری مین ظفرآباد کے صوبہ دار ہوئے۔ قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین پدر و پسر دونون عالمگیر کے ہمرکاب تھے۔ گولکنڈہ کے معرکہ مین نمایان کام کئے آخر سنہ ۱۰۹۸ ہجری مین قلعہ مذکور کے محاصرہ مین خواجہ کے دہنے ہاتھ پر زنبورک کا گولہ پہنچا۔ خواجہ باستقلال تمام گھوڑے پر سوار خیمہ مین آئے۔ ایسے مستقل مزاج و قوی دل تھے کہ ضرب گولہ کی کچھ پروا نہین کرتے تھے۔ جمدۃ الملک اسد خان وزیر حسب الحکم بادشاہ آپ کی عیادت کے لئے آئے۔ اسوقت جراح استخوان شکستہ کے ریزے زخم سے چن رہا تھا

خواجہ صاحب فراغت سے مسند پر بیٹھے ہوئے تھے۔ متقربین سے باتیں کر رہے تھے قہوہ کا دور چل رہا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ جراح ٹانکہ لگا ہوا لا ہوشیار ملگیا ہے دو تین روز کے بعد بتاریخ چہارم ربیع الاول سنہ ۱۰۹۸ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ گولکنڈہ کے قریب حیدر آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔ زیارت و تبرک ہر سال آپکا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب سخی المزاج تھے مکہ و مدینہ میں بیشمار روپیہ مجاورین و شرفا کے لئے بھیجتے تھے۔

اور آپکے والد ماجد یعنی میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ بہادر باپ کی رحلت کے بعد رفتہ رفتہ منصب ہفت ہزاری تک ترقی کی اور غازی الدین خان فیروز جنگ عالمگیری امرا میں اکابر الامرا شمار کئے جاتے تھے۔ عالمگیر آپکو بڑی عظمت و محبت سے دیکھتا تھا۔ دکن کے معرکوں میں آپکی جان نثاری و عرق ریزی و دلیری دیکھ کے فرزندوں سے زیادہ چاہتا تھا۔ جب آپکی کوشش و جانفشانی سے بیجاپور کی فتح حاصل ہوئی اسوقت آپکے خطاب کے ساتھ فرزند ارجمند کا فقرہ اضافہ فرمایا۔ رقعات میں لکھتا تھا (فرزند نامی پیوند غازی الدین خان فیروز جنگ بہادر) بیجاپور کے معرکہ میں دکنیوں نے عالمگیری لشکر میں رسد کی آمد و رفت بند کر دی تھی لشکر میں بسبب عدم غلہ و دانہ کے کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ تمام بیقرار و جان بلب ہو رہے تھے عالمگیر رسد کے نہ پہنچنے کی خبر سے نہایت ہی بیچین و بیقرار تھا۔ رات کے آٹھ بجے فیروز جنگ کو بلایا اور رسد پہنچانیکی بابت کہا۔ فیروز جنگ بہادر اسیوقت مستعد ہوئے مع جمعیت و رسد ہمراہ لیکر عالمگیری لشکر میں مخالفین سے قتال و جدال کرتے ہوئے قریب چار بجے صبح کے پہنچے۔ رسد لشکر میں تقسیم کرکے فی الفور عالمگیر کے پاس آئے

اثر فتح جنگ ۱۲

اور عالمگیر کو رسد پہنچانیکی خبر دی۔ اسوقت عالمگیر بہت ہی خوش ہوا۔ اور فیروز جنگ
کی تعریف و تحسین کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ اور دو رکعت شکرانہ ادا کرکے
دعا چاہی۔ خدایا آج تیموریہ خاندان کی جسطرح غازی الدینخان فیروز جنگ نے عزت
و آبرو بچائی۔ اوسیطرح تو اسکے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک قائم رکہہ۔
دیکہو عالمگیر کی اس دعا سے کسقدر آصفیہ خاندان کی عظمت و بزرگی ثابت
آپ عالمگیر کی رحلت کے بعد شاہ عالم کے عہد میں گجرات کی صوبہ داری پر مقرر
ہوئے۔ آخر آپنے سنہ ۱۱۲۲ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی۔
آپکے خلف الصدق عالیجناب فلک انتساب فردوس آرامگاہ حضرت آصفجاہ
بادشاہ دکن ہیں۔ آپکا اصلی نام میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر
خطاب ہے و آصف تخلص ہے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں ہندوستان میں
واقع ہوئی۔ ولادت کی تاریخ بحساب جمل (نیک بخت) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپکا
نشو و نما آسائش و آرام کے گہوارہ میں ہوا۔ ناز و نعم کے ساتہہ آپکی تربیت ہند کی
آب و ہوا کی آغوش میں ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے آغاز میں آپکی تعلیم
و تربیت عرب و عجم و ترک و ہند کے علماے افاضل و فضلاے اکابر سے شروع ہوئی
آپکے والد ماجد عالیجناب میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان بہادر نے
تعلیم و تربیت کا عمدہ اہتمام کیا تہا۔ اور اخلاق و آداب کی درستی کے لئے برگزیدہ
پسندیدہ ہوشیار و تجربہ کار معمر رسیدہ اتالیق و ادب آموز متعدد مقرر کئے تہے۔ خلد مکان
عالمگیر بادشاہ بہی آپکے حالات و آثار دیکہہ کے سمجہتا تہا کہ یہہ ہونہار ہے تاکید مزید
کرتا تہا کہ تعلیم علوم کا انتظام عمدہ طرح سے ہونا چاہئے۔ اور حکم کیا کہ میر قمر الدین کو

از احکام البلاد والحکام ۱۲

ہر ہفتہ مین ایکبار سلام و کورنش کے لئے ہمارے پاس بہیجتے رہین۔ چنانچہ فیروز جنگ بہادر ہمیشہ فراغ تحصیل تک حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ جب آپ عین عالم شباب مین علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور بزرگان سلف کی طرح معقول و منقول و فقہ و اصول مین ایسی لیاقت و مہارت حاصل کی کہ اقران و امثال سے فائق و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر مین بی نظیر تہے۔ عربی فارسی و ترکی و ہندی زبان مین استعداد کامل رکہتے تہے۔ فاضل ادیب عالم لبیب تہے۔ ہر ایک زبان مین نظم و نثر لکہنے مین ملکۂ تامہ و مدرکۂ کامل رکہتے تہے۔ فتوحات آصفیہ کے مولف نے تعلیم و تربیت کے محل مین لکہا کہ مولانا احمد یار خان مخاطب بہ ترکی خان آپکے اتالیق تہے ترکی زبان آپکو سکہلاتے تہے۔ مرآت الصفا کے مولف نے لکہا کہ آپ موزون الطبع تہے شعر گوئی و شاعری کے آشفتہ تہے۔ مرزا عبد القادر بیدل سے اصلاح کلام فرماتے تہے ذکاوت و سنجیدگی طبع خداداد تہی جو کچہہ آپکے زبان و قلم سے کلام موزون و مضمون بلاغت مشحون نکلتا تہا۔ نہایت ہی شستہ و صاف ہوتا تہا۔ اصلاح غیر کا محتاج نہین ہوتا تہا اس فن کے اساتذہ آپکا لوہا مانتے تہے۔ بجز تحسین و آفرین کچہہ نہین کہتے تہے۔ واقعی آپکے دو دیوان فارسی ضخیم جو مطبع سرکار آصفیہ مین اعلیحضرت بندگانعالی متعالی کے حکم سے مطبوع ہوے ہین اُن سے ہمارے معزز مورخین کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے مولف فقیر کے پاس دونون دیوان موجود ہین اُن کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہون ناظرین کیلئے بطور نمونہ ہر ایک دیوان سے اشعار انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون تاکہ ناظرین آپکے تبحر علم و مذاق شاعری سے واقف ہو جائین اور اُن کو اسبات کی پوری تصدیق ہوجائے کہ آپ عالم و حکیم و صوفی تہے۔ آپ[1] ابتدا مین شاکر تخلص اشعار مین لکہتے تہے

[1] از خزانہ عامرہ ۱۳

اس دیوان کے اشعار تقریباً دو ثلث تصوف و معرفت کے مضامین ہین ڈوبے ہوے ہین
ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہین - اور ہر ایک فقرے سے فقیری
و خاکساری کے کنوز عیان ہین - اور بعض اشعار سے اولیاء کرام و اتقیاء عظام کے
ساتھہ آپکی حسن عقیدت و ارادت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے زہدیات و پند و حکم
و امثال پائی جاتی ہین - اور ہمدردی و رحم دلی غرباء کی بھی [illegible]
معلوم ہوتی ہے - علی ہذا القیاس دوسرے دیوان کے اشعار بھی [illegible]
فرماتے ہین مضامین متفرقہ علی الخصوص تصوف کا خزینہ ہے) اور آپنے عشق حقیقی
خط و خال و ابروے رشک ہلال و چشم غیرت غزال و رخسارہ مہ پارہ کی توصیف
و تعریف مین عالم عالم مضامین رنگین گلشن و گلشن معانی شیرین سے صفحات [illegible]
رشک فردوس برین بنادیا - اور استعارات و تشبیہات سے [illegible]
آراستہ کیا کہ ارژنگ چین کہا دیا - آپکے دونو دواوین کی عبارت [illegible]
با محاورہ مثل اہل زبان ہے - میرے نزدیک ایک گلستان گل بوستان ہے - [illegible]
اس زمانہ میرے کلام پر قہقہہ ماریں گے - اور کہیں گے کہ [illegible]
کیا ہے - واقع مین مبالغہ نہین ہے غور سے ملاحظہ کرین منصفانہ داد دین
آپکے دو دواوین کی نسبت مین نے جو کچھہ لکھا امر بدیہی ہے برہان و دلیل کا محتاج نہین
اب مین یہان سے آپکی حکمرانی و کامرانی و عطیہ سلطانی و تعلق سلاطین تیموریہ
گورگانی و غیرہا کی کیفیت بطور گوشوارہ مشتے نمونہ از خروارے گزارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین آپکے مجمل حال سے واقف ہوجائین - یہان تفصیل و تشریح کا محل
و موقع نہین ہے - مینے آپکا تفصیلی حال شرح و بسط کے ساتھہ محبوب الوطن

تذکرۂ سلاطین دکن کی تیسرے حصہ مین پورے طور سے لکہا ہے جو شائق ہوگا وہان ملاحظہ کریگا - احوال الخواقین کے مولف نے لکہا کہ آپ خلد مکان عالمگیر کے عہد مین عالم شباب مین چین قلیچ خان خطاب و منصب پنجہزاری سے سربلند ہوئے - اور بادشاہ موصوف کے آخر عہد مین بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز اور شاہ عالم کے زمانہ مین خاندوران بہادر خطاب و صوبہ داری اودہ سے ممتاز ہوئے - پہر آپ نے چند روز بسبب ناواقفیت امرائے سلطنت منصب و امارت ترک کرکے درویشی اختیار کی گوشہ عافیت مین معتکف ہوئے - پہر آپ نے حکمت عملی و دانائی سے اسلئے اختیار کیا تہا کہ اسوقت شاہزادگان عالمگیر مین فتنہ و فساد برپا تہا - ہر ایک سلطنت کا مدعی بن رہا تہا - امرا نفس انسانی کے سلاسل مین بندہے ہوئے تہے - کوئی کسیکی نہین سنتا تہا - فتنہ کا بازار گرم تہا - ایسے ہنگامہ بیجا مین آپ درویشی و گوشہ نشینی اختیار نکرتے تو کیا کرتے آپ گوشہ مین بیٹہکے تاک رہے تہے کہ کیا کرنا چاہئے - آپ اگرچہ بظاہر گوشہ نشین و فقیر لباس بنگئے تہے - لیکن منتظر تہے کہ اونٹ کروٹ بدلے - پہر آپ جہاندار شاہ کے اصرار سے گوشہ ترک کرکے حضور مین آئے - اصل منصب و خطاب سے سرفراز ہوئے اور محمد فرخ سیر کے سنہ جلوس کے ابتدا مین فتح جنگ نظام الملک بہادر خطاب و ہفت ہزاری منصب و صوبہ داری دکن سے سربلند ہوئے - چند روز کے بعد دکن کی صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علیخان کے تفویض ہوئی - آپ دار الخلافہ مین پہنچے - مرادآباد کی حکومت پر مقرر ہوئے - پہر آپ نے رفیع الدرجات کے عہد مین مالوہ کی صوبہ داری پائی آخر آپ نے امرائے حضور سے نفاق و کینہ کی بو قوت شامہ سے محسوس کی بیدل و پریشان ہوئے - اور دل مین عزم بالجزم کیا کہ ملک دکن کو جو ایک ضلع زرخیز ہے -

اور امرائے حضور کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے ملک زرخیز مین غنیم مرہٹہ کی نذر
ہو جائیگی - ایسا زرخیز ملک ہمارے اہل اسلام کے دست قدرت سے چلا جائیگا تسخیر کرنا چاہیے
تاکہ اسلام کے قبضہ مین رہے - بناءً علیہ آپ سنہ گیارہ سو بتیس ۱۱۳۲ ہجری مین مالوہ سے
دکن کی طرف متوجہ ہوئے - نربدا سے عبور کرکے اولاً قلعہ آسیر پر پہنچے - اسوقت سید
طالب علیخان سادات بارہ سے قلعدار تہا - آپنے قلعہ کو سید موصوف سے صلحاً
مسخر کیا کشت وخون کی نوبت نہ آئی - اسیطرح شہر برہانپور کو محمد انور خان صوبہ دار
سے تسخیر فرمایا - دونون مقامون سے بیشمار زر وسامان بسیار ہمدست ہوا - پہر تیرہ تاریخ
ماہ شعبان سنہ مذکورہ مین آپنے سید دلاور علیخان برادرزادہ حسین علیخان امیر الامرا سے
جو آپ سے محاربہ کے لئے بہ ترغیب سادات بارہ دار الخلافہ سے مقرر ہوکے آیا تہا موضع
حسن پور علاقہ سرکار ہنڈیہ مین قتال وجدال کے بعد فیروزی وکامیابی پائی - دلاور علیخان
مقتول ہوا سادات بارہ کی فوج درہم برہم ہوگئی - آپنے کامیابی کے بعد بلدہ برہانپور
مین مراجعت کی - پہر چہٹی تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین سید عالم علیخان برادرزادہ
امیر الامرا حسین علیخان سے جو صوبہ دکن کا نائب تہا - بالاپور ضلع برار کے اطراف مین
سخت معرکہ ہوا - بفضل خدا اس معرکہ مین بہی آپکو فتح وفیروزی حاصل ہوئی - اور
عالم علیخان مقتول ہوا - سادات بارہ کا طبقہ درہم برہم ہوگیا - اون کے اقبال مین
زوال آیا - انہین ایام مین اعتماد الدولہ محمد امین خان جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا
وزیر ہوا تہا فوت ہوا - سنہ ۱۱۳۴ ہجری مین آپ حضور مین بلائے گئے - آپ حسب الطلب
دار الخلافہ مین پہنچے - پانچوین تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین خلعت وزارت سے
ممتاز ہوئے - حاسدین رشک حسد کی آگ سے جلنے لگے - اور آپ جو انتظام کرنا چاہتے

اُسکے مخالف ہوتے تہے اور بادشاہ کو غیر واقع سمجہا کے آپکے نسبت بدگمان کرتے تہے
بعض نے رشک سے وزارت سست تاریخ کہی۔ آپنے سنتے ہی فی البدیہہ جواب مین
تاریخی فقرہ کہاکہ وزارتم بتحمل۔ انہین ایام مین معزالدولہ حیدر قلیخان اسفراینی
ناظم گجرات نے بغاوت اختیار کی۔ فردوس آرامگاہ محمد شاہ نے صوبہ داری گجرات
و مالوہ کو وزارت و امارت دکن کا ضمیمہ کرکے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اور حیدر قلیخان کا
مہم آپکے سپرد کیا۔ آپ حسب الحکم فی الفور جہابودہ قریب گجرات مین پہنچ گئے۔
حیدر قلیخان مقابلہ کی تاب نہ لا کے مجنون بنگیا مقابل نہین ہوا۔ پھر آپ اپنے
عم بزرگوار حامد خان بہادر کو نیابتاً صوبہ داری گجرات پر مقرر کرکے صوبہ مالوہ مین
آگئے۔ مالوہ کی صوبہ داری پر عظیم اللہ خان بہادر اپنے پہوپوزاد بہائی کو نیابتاً معین کرکے
دار الخلافہ مین مراجعت کی۔ بادشاہی امرا آپکی وزارت کے مخالف تہے۔ لہذا بادشاہ کو
خلاف واقع سمجہا کے ورغلایا اور آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ بادشاہ نے دکن کی
صوبہ داری آپسے تغیر کرکے مبارز خان ناظم حیدر آباد کے تفویض کی۔ اُسوقت
آپنے حضور مین عرض کیا کہ دار الخلافہ کی آب و ہوا میری مزاج کے مخالف ہے۔ اور
مراد آباد کی ہوا موافق ہے۔ مراد آباد جانیکی رخصت عطا کیجیے۔ آپ کی درخواست
حضور مین منظور ہوئی۔ آپ سرعت و تعجیل کے ساتہہ دکن کے طرف روانہ ہوئے
تہوڑی مدت مین دکن پہنچ گئے سنہ ۱۱۳۷ ہجری محرم کی تیسری تاریخ مقام شکرکہیڑہ
برار مین مبارز خان صوبہ دار دکن سے مقاتلہ و مقابلہ ہوا۔ مبارز خان مع فرزندان
مقتول ہوا۔ تمام ملک دکن آپکے قبضۂ اقتدار مین آگیا کوئی مانع و مزاحم نہین رہا
بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی صوبہ گجرات پر مبارز الملک سربلند خان تونی۔

اور صوبہ مالوہ پر گردہر بہادر کو مقرر فرمایا۔ پھر چند ایام کے بعد فردوس آرامگاہ محمد شاہ
آپ کی دلجوئی و دلداری کرنے لگے۔ سنہ ۱۱۳۸ گیارہ سو اڑتیس ہجری مین آصفجاہ خطاب سے
سرفراز فرمایا۔ پھر سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین دوبارہ بمبالغہ تمام دارالخلافہ مین بلایا۔ آپ حسب الطلب
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ خلف صدق کو نیابتاً دکن مین مقرر کرکے بادشاہ کے
حضور مین روانہ ہوے۔ آخر ربیع الاول سنہ مذکورہ مین دارالخلافہ مین داخل ہوے
دو مہینہ کے بعد بادشاہ نے آپ کو غنیم کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور اکبرآباد و مالوہ
کی صوبہ داری عطا کی۔ آپ اکبرآباد آئے محی الدین قلیخان کو جو سعداللہ خان
وزیر کے نبائر اور آپ کے قرابتداروں سے تھے۔ اکبرآباد کی صوبہ داری پر نیابتاً مقرر فرمایا
اور آپ عازم مالوہ ہوئے۔ رستہ مین دریائے چنبل کے کنارے بہت تکلیف سہنی پڑی
پائین اکبرآباد دریائے جمنا سے عبور کرکے مشرقی جانب روانہ ہوئے۔ اٹاوہ ہوتے ہوے
پائین کالپی دوبارہ دریائے جمنا سے گذر کے ملک بوندیلہ مین آئے۔ بوندیلہ کا
راجہ مع جمعیت ہمرکاب ہوا۔ منازل طی کرتے ہوئے بھوپال مین پہنچے۔ باجی راو
مرہٹہ با فواج سنگین دکن سے برآمد ہوا۔ ماہ رمضان سنہ مذکورہ مین بھوپال کے
اطراف مین باہم جنگ و جدل کی آگ مشتعل ہوئی۔ طرفین مقابلہ مین برابر ہم پلہ
تھے کسیکی شکست و کشائش نہین تھی۔ کہ نادرشاہ کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی۔
آپ نے ایسے وقت مین صلح کو جنگ پر ترجیح دی باہم جلد صلح کرکے دارالخلافہ
مراجعت کی۔ نادرشاہ سے معرکہ ہونیکے بعد آپ ہی کے توسل سے باہم صلح ہوئی
بہ نسبت امرائے دیگر بادشاہ نے آپ کے ساتھہ بہت حسن سلوک فرمایا۔ آپ کی
بزرگی و دانائی کی تحسین کی۔ دہلی کا قتل عام آپ ہی کی عذرخواہی و سفارش سے

معاف ہوا۔ امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کے مقتول ہونیکے بعد امیر الامرائی
کا منصب آپکے دیگر مناصب کا ضمیمہ ہوا۔

انہیں ایام میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے مفسدین کے ورغلانے سے خلاف
و بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ آپ حضور بادشاہ سے رخصت لیکر فرزند دلبند کی
اصلاح کے لئے سنہ ۱۱۵۳ ہجری میں وارد دکن ہوئے۔ بیسوین تاریخ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۴ ہجری
میں اورنگ آباد کے اطراف مغربی جانب پدر و پسر کے فیمابین جنگ واقع ہوا۔
نظام الدولہ زخمی ہوکے پدر مہربان کے ہاتھ آیا۔ پند و نصائح کے بعد قصور معاف
کیا۔ سنہ ۱۱۵۶ ہجری میں کرناٹک کی تسخیر کا عزم بالجزم کیا۔ اول ترچناپلی کے قلعہ پر
محاصرہ کرکے فتح کیا۔ اور ملک ارکاٹ کو قوم نوائط سے مسخر فرمایا۔ سنہ ۱۱۵۸ ہجری میں
قلعہ بالکنڈہ علاقہ حیدرآباد پر محاصرہ کرکے مقرب خان دکنی کے ہاتھ سے مسخر کیا
آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں برہانپور میں آئے۔ بیمار تھے سنہ مذکورہ میں فردوس برین روانہ ہوے
نعش مبارک کو برہانپور سے روضہ خلد آباد میں لاکے حضرت شاہ برہان الدین غریب
کے پائین قبر دفن کئے۔ یزار و یتبرک۔ آپکا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ فقرا و مشایخ کو
طعام دیا جاتا ہے۔ اسی سال محمد شاہ بادشاہ و اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر
نے عالم بقا کو رحلت کی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ موزون کی ؎

سہ رکن سلطنت ہند از جہان رفتند ۔۔۔ فغان و حیف سہ در یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ ۔۔۔ نماند شاہ زمان و وزیر آصف دہر

آپ سنہ ۱۰۸۲ دولت تیموریہ کے اعاظم امرا سے تھے۔ عالمگیر کے تربیت یافتہ۔ عالمگیر کے
زمانہ سے محمد شاہ کے آخر زمانہ تک بارتبہ وزارت کی صدارت پر صدر نشین رہے

از سرو آزاد بلگرامی ۱۲ انتخاب تحفۃ الہند قدرے ۱۲

تقریباً تیس سن تک شش صوبجات دکن کی حکومت پر حکمران رہے۔ محمد شاہی دربار مین اکثر امراء آپکے قرابتدار تھے۔ تمام آپکی خدمت مین نیاز مندانہ تسلیم بجالاتے تھے۔ دربار شاہی مین عقیل و فہیم و متین باوقار و تمکین اگر تھے تو آپ ہی تھے۔ آپکا نظیر کوئی نہین تھا اکثر امراء آپسے رشک حسد کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھہ حسن سلوک فرماتے تھے دوست و دشمن کے ساتھہ ہمدردی مساعدت کرنے مین کوتاہی نہین فرماتے تھے۔ علما و صلحا و فقرا کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ہر ایک آپکے عطیہ عام سے بہرہ تربیت پاتا تھا۔ عرب و عجم و ماوراء النہر و خراسان و سمرقند و بخارا و ہندوستان سے آپکی خدمت مین آتے تھے۔ آپکے خوان کرم سے سیراب و تازہ ہوتے تھے۔

آپ کے یادگار دکن مین متعدد عمارات ہین۔ برہانپور کی شہر پناہ جو آپنے ۱۱۴۱ ہجری مین تیار کی۔ دوم نظام آباد کی آبادی۔ مسجد و کاروان سرا و تھانہ وغیرہ کو تعمیر کیا کہ رب اجعل ہذا البلد آمنا سے تاریخ[۱] ختم تعمیر آبادی برآمد ہوتی ہے یعنی ۱۱۴۳ ہجری۔ سوم حیدرآباد کی شہر پناہ کی تکمیل کی۔ چہارم ہرسول کی نہر جو عنبر کے زمانہ سے جاری تھی ازسرنو اسکی ترمیم و تعمیر کرائی۔ بعض مورخین نے لکھا کہ آپنے عنبری نہر کے سوا علیحدہ ایک نہر تعمیر کی۔

فہرست امراء آصفجاہی جو دہلی سے دکن مین ہمرکاب آئے ہین

۱ معز الدولہ صلابت جنگ نواب حامد خان عم آصفجاہ۔ ۲ نصیر الدولہ عبد الرحیم خان عم دوم ۳ عوض خان عضد الدولہ قسورہ جنگ شوہر عمہ آصفجاہ۔ ۴ رعایت خان ظہیر الدولہ برادر محمد امین خان اعتماد الدولہ وزیر محمد شاہ۔ ۵ متوسل خان رستم جنگ بہادر داماد آصفجاہ

۱ از تاریخ فتحیہ ۱۲

[۶] ہدایت محی الدین مظفر جنگ آصفجاہ بہادر اول - [۷] قادرداد خان عرف شیخ نور اللہ انصاری
[۸] حیرت اسد خان نبیرہ سعد اللہ خان وزیر برادر علامی متوسل خان - [۹] طالب محی الدینخان
نبیرہ سعد اللہ خان وزیر برادر متوسل خان - [۱۰] حسن محی الدین بن محی الدینخان
[۱۱] حفیظ الدینخان - و [۱۲] محمد سعید خان پسران عنایت خان نبیرہ لطف اللہ خان مرحوم
[۱۳] محتشم خان بہادر - [۱۴] حشمت اسد خان - [۱۵] ارادت خان بن میر ہدایت اللہ خان
[۱۶] ہدایت اسد خان - [۱۷] میر حافظ خان بن ہدایت اسد خان - [۱۸] خدابندہ خان نبیرہ
شائستہ خان امیر الامرا - [۱۹] محمد عنایت خان - [۲۰] رحیم اسد خان بن عنایت خان
[۲۱] عزیز بیگ خان - [۲۲] خواجہ عبد اللہ خان - [۲۳] خواجہ سعد الدین - [۲۴] امید خان مرزا مہدی
[۲۵] شیخ عاقل خان کنبوہ - [۲۶] محمد انور خان - [۲۷] میر مرزا خان - [۲۸] میر سیف الدینخان - [۲۹] ابراہیم بیگ خان
[۳۰] میر اسمعیل المخاطب میر مسافر خان - [۳۱] برق انداز خان - [۳۲] پورنچند دیوان - [۳۳] مرزا محمد
[۳۴] حکیم عبد الحسین خان - [۳۵] صف شکن خان مجاہد جنگ - [۳۶] میر اعظم ارادت خان
[۳۷] ہاشم قلیخان عرف میر محمد ہاشم حیرت تخلص - [۳۸] شیخ محمد انور مرادآبادی - [۳۹] محمد عاقل خان
عاقل تخلص - [۴۰] محمد امین خان متخلص مطلع - [۴۱] حکیم محمد امین الدین اصفہانی
[۴۲] حکیم محمد جعفر شیرازی - [۴۳] حکیم محمد اصفہانی - [۴۴] حکیم جعفر ثانی - [۴۵] محمد ولایت -
[۴۶] محمد نیابت - [۴۷] مرحمت خان بن امیر خان - [۴۸] طالب علیخان - [۴۹] حکیم محمد تقی خان
[۵۰] رحیم خان مغل رفیق قدیم - [۵۱] فتح اسد خان بہادر عالمگیری - [۵۲] فتحیاب خان برادرزادہ
فتح اسد خان - [۵۳] راو رنبہا بنالکر - [۵۴] سید جمال خان بن قسورہ جنگ - [۵۵] شیخ ابو الخیر خان
[۵۶] محمد غیاث خان بہادر - [۵۷] علی اکبر خان - [۵۸] فدوی خان - [۵۹] سیادت خان - [۶۰] دیانت خان
[۶۱] اسد اللہ خان بن عمدۃ الملک امیر خان - [۶۲] عنایت اسد خان - [۶۳] اسمعیل خان خویشگی

کشور رجا نچند بہادر بن راجہ ستر سال - خواجہ قلیخان - بہادر دل خان قلماق - راجہ گوپال سنگھ - ہمت یار خان - بایزید خان - منور خان خویشگی - ترکتاز خان باجیراو - راجہ ساہو - سید غضنفر علیخان - رائے بسالطانجی نبالکر - عبد الحمید خان عبد اللہ خان - طاہر خان - عطا یار خان - محمد یوسف خان تورانی سوائے تاریخ فتحیہ عبد الفتاح خان - عبد العزیز خان - میر عبد الرزاق خان - میر مصطفی اللہ خان میر شمس الدین خان لشکر خان - سید شریف ..... ہیں ۔ نے ان تمام امراء کے حالات چوتھی جلد محبوب الزمن تذکرہ امرائے دکن میں لکھے ہیں -

مشائخ وقت معاصر آصفجاہ اوّل

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی - میان شیخن - شاہ محمود نقشبندیہ - شاہ جہانیان شاہ نور اللہ - شاہ محمد علی - میر محمد شاہ - غلام حسن قادری - شاہ یونس درویش سید شاہ علی - میان یار محمد - شاہ محرم وغیرہم قدس سرہم اجمعین -

آپ کی اولاد

شش پسر - پنج دختر - کل (۱۱)

محمد پناہ المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ ثانی - میر احمد المخاطب نظام الدولہ ناصر جنگ - میر محمد خان المخاطب صلابت جنگ - میر نظام علیخان اسد جنگ خواجہ شریف خان بہادر بسالت جنگ - میر مغل علیخان بہادر - دختر اول مسمی خیر النسا بیگم منکوحہ متوسل خان - دوم منسوب با خلاص خان بن سعد اللہ خان سوم با میر ابراہیم خان بن میر کلان خان قلعدار بیدر -

ناصر جنگ کی ہمشیرہ حقیقی کی نسبت کس سے ہوئی معلوم نہیں ہوا -

انتظام مملکت

آپ جب دکن میں دلاور علیخان و عالم علیخان و مبارز خان کے مقابلہ و مقاتلہ سے فارغ ہوئے تب انتظام مملکت کے طرف متوجہ ہوئے۔ اسوقت دکن کے تمام بلاد و قصبات و دیہات میں محمد شاہی امرا و افاغنہ کرنول و شاہنور و بدنور و کڑپا وغیرہا بلاد مذکورہ پر قابض و متصرف تھے۔ مالکانہ تصرف کرتے تھے۔ اگرچہ اونکو ملک سے دیہات و قصبات بصیغہ جاگیرین دئے گئے۔ لیکن وے اسکو جاگیر التمغا یعنی جاگیر نسلاً بعد نسل بتصور ارث تھے۔ اور بادشاہ کو سالانہ بطور پیشکش و نذرانہ کسیقدر رقم بہیجدیتے تھے۔ اور امرا وزرا کو بھی تحائف و نذرانہ معقول دیکے فراغت سے من مانے حکمرانی کرتے تھے۔ بیچارہ رعایا اُن کے تابع و مطیع تھی۔ رعایا مظلوم کی دادرسی و فریادرسی کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ افاغنہ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ آپکو باوجود کامیابی دکن میں امرائے بادشاہی و افاغنہ مرفوع القلم کا تابع کرنا دکن کے معرکون سے زیادہ مشکل [illegible] تھا۔ آپنے دانائی و حکمت عملی و بردباری کا طریقہ اختیار کیا۔ ہر ایک فرد امرا و افاغنہ کے ساتھ خوش خلقی و حسن لطف سے پیش آتے تھے۔ اور اُنکی دلجوئی و دلداری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرماتے تھے۔ اور اُن کے خواہش کے موافق کاربند ہوتے تھے۔ اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تھے کہ اے برادران من! مین نے ملک دکن جو زرخیز ہے اس غرض سے تصرف مین لیا۔ کہ اہل اسلام کے ہاتھ سے غنیم مرہٹہ کے تصرف مین نجائے۔ آپ خوب جانتے ہین کہ امرائے بادشاہی اغراض نفسانی کے شکنجہ مین مبتلا ہین۔ اور حضرت بادشاہ عیش و عشرت مین مصروف ہین۔ علاوہ اِس وابستگان دربار مین باہم اتفاق نہین۔ نفاق کا بازار گرم ہے۔ افاغنہ و امرای بادشاہی

آپ کی جادو بیانی سے مسحور ہوئے - اور آپکے مطیع و معین ہوئے - جو نذرانہ وپیشکش بادشاہ کو دیتے تھے - آپکی خدمت مین پیش کرنے لگے - آپ بھی ہر ایک کو بحسب منصب خلعت و انعام و خطاب عطا کرتے تھے -

کرنول وکڑپہ کے افاغنہ اولاً آپ کی اطاعت سے انکار کرتے تھے - اور کہتے تھے کہ ہم اور آصفجاہ ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہین - ہم باہم مساوی درجہ ہین - ہان ہم اس شرط پر اطاعت کرین گے - اور آصفجاہ کے معین و مددگار ہونگے کہ آصفجاہ ہم سے مساوی طریق سے ملین - اور ملاقات کیوقت ہمارا استقبال کرین - اور ہم کسیقدر جھکے سلام کرین گے - اور دربار مین بازو مین بیٹھین گے - آپنے افاغنہ کی تمام شرائط قبول کین - اور اونکو اطاعت کے دائرہ مین لیا - افاغنہ نہایت خوشی سے مطیع و فرمان بردار ہوئے -

اسیطرح مچھلی بندر کے صوبہ دار خواجہ عبد اللہ خان و خواجہ رحمت اللہ خان دونون بھائی بھی آپ کے حسن اخلاق اشفاق دیکھکے صلحاً تابع ہوگئے - تخمیناً ایک کرور روپیہ نذرانہ و پیشکش دیا - آپ خواجگان عالیشان سے بہت ہی خوش ہوئے - اور خلعت ہائے فاخرہ و انعام وافرہ و جاگیر معقول سے سرفراز فرمایا - اور اپنے خاندان کی ایک دختر نیک اختر سے شادی کردی - خواجگان تا بہ زندگی آپکے مطیع و تابع رہے - اور خدمات جلیلہ پر فائز المرام ہوتے رہے - چوک کی مسجد خواجہ صاحب کی یادگار ہے - مین نے خواجگان عالیشان کا حال محبوب انجمن تذکرہ امرائے دکن مین مفصل لکھا ہے -

علی ہذا القیاس جب آپ دورہ مین نکلے - شاہنور پہنچے - وہان عبد المجید خان میانہ حکمران تھا - آپ بیرون بلدہ میدان پر فضا مین فروکش ہوئے - آپکے ہمراہ

جمعیت پیادگان و سواران ایکہزار سے زاید تہے - علاوہ این نقبا و چوبداران و خدم و حشم بہی تہے - آپنے خانصاحب کو یاد فرمایا - خانصاحب غرور و رعونت مین ڈوبے ہوے تہے - ملاقات کے آنے مین پیش و پیش کرنے لگے - لیکن آپکی لطف و مدارات جادو کا اثر کرتی تہی ملنے کیلئے راضی ہوا - اور کہا مین آصفجاہ سے اس شرط پر ملونگا کہ انکا صاحبزادہ میرے لینے کے لئے آئے - اور عند الملاقات آصفجاہ میرا استقبال کرین - آپنے خانصاحب کی درخواست قبول کی - فی الفور ناصر جنگ کو مع جمعیت سواران و پیادگان خانصاحب کے پاس بہیجا - خانصاحب خوشی کے مارے پہولے کے جامہ مین نہ سمائے - ناصر جنگ کے ہمراہ آپکی خدمت مین آئے - آپنے نہایت خندہ پیشانی سے چند قدم استقبال کرکے خانصاحب سے معانقہ و مصافحہ کیا - خانصاحب آپکی مدارات و خاطرداری سے ممنون و مشکور ہوئے - اور اپنی غلط فہمی کی معافی چاہی - اور پیشکش و نذرانہ پیش کیا - آپنے نہایت ہی مسرت کے ساتھ منظور فرمایا - اور خانصاحب کو خلعت و جاگیر [illegible] بدستور سابق بحال کہا - اسی طرح آپنے آہستہ آہستہ دکن کے تمام امرائے بادشاہی و افاغنہ و راجگان و نایکان کو مسخر فرمایا - آپکے مزاج مین تحمل رحم زیادہ تہا - تالیف قلوب لطف و مدارات سے کام لیتے تہے - اور سرکاری امور مین عجلت نہین فرماتے تہے -

مالگزاری کا انتظام

جب آپ ملک کی کشائش [illegible] شاہی کی تسخیر سے فارغ ہوئے - تب زمین [illegible] کی طرف رجوع ہوئے - دکن[1] مین زمین کی پیمائش و غلہ کی تقسیم کا [illegible] قانون مقرر نہین تہا - ایک جہوٹی بیل کی زراعت [illegible]

تھوڑا سا محصول مقرر کرلیتے تھے۔ پرگنات و بلاد میں مختلف طور سے لیا جاتا تھا غلہ کی آمدنی کی کمی و بیشی کی کچھہ باز پرس نہین ہوتی تھی۔ اور سلاطین چغتائی و راجگان دکن کے قیام میں معارکے و محاربے ہونیکی وجہ سے دکن کے اکثر پرگنات و دیہات ویران و خراب ہوگئے تھے۔ بی چراغ و بی مکین پڑے ہوئے تھے۔ رعایائے مالگزار فرار ہوگئی تھی۔ کوئی زمیندار وطن کیطرف رخ نہین کرتا تھا۔ روز بروز ویرانی بڑہتی جاتی تھی۔ مرشد قلیخان صوبہ دکن عالمگیری نے جو سیاق دان ہوشیار و متصدی پیشہ تھا دکن مین ٹوڈرمل اکبری کے طرح ایک دستور العمل مرتب کیا۔ ملک کی آبادی میں کوشش کرنے لگا۔ ہر ایک ضلع میں امنائے فہمیدہ و متدین مقرر کئے۔ اور زمین کی پیمائش شروع کی۔ زمین پیمائش شدہ کو رقبہ کے نام سے ملقب کیا۔ اور زمین کو دو حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک قابل زراعت دوم غیر قابل یعنے زمین کوہ و ہاسوئی۔ ہر ایک گانون و پرگنہ مین پٹیل مقرر کیا جس مقام مین اصلی مقدم سابق کے وارث ہوتے تھے تو اُنکو بحال کرتا تھا۔ اور جہان مقدم قدیم مفقود الخبر ہو تو وہان متدین شخص کو جدید مقدم کرتا تھا۔ اور زمینداروں کی تالیف قلوب مین ہمہ تن مصروف رہتا تھا۔ زمینداران نادار کی بیلون اور بایحتاج زراعت سے بطریق تقاوی اعانت و امداد کرتا تھا۔ اور موسم فصل پر مقدم کے ذریعہ سے قسط قسط وصول کرتا تھا۔

محصول کے وصول کے طریقے

محاصل کے وصول کے تین طریقہ تھے ایک یہہ غلہ کا تودہ تخمینہ کرکے ثلث یا نصف لیتے تھے۔ یا ثلث و نصف غلہ کی قیمت اندازہ کرکے وصول کرتے تھے۔

دوسرا یہہ تہا غلہ کی تقسیم یعنی بٹائی تین قسم پر تہی - اولاً جو غلہ بارش کے پانی سے پیدا ہوا اوس سے نصف لیا جاتا تہا - ثانیاً جو غلہ کوئین و باولی کے پانی سے پیدا ہوا اوسمین سے ثلث لیا جاتا تہا - اور غلہ کے سوا جو چیز مثلاً انگور و انجیر و نیشکر و خشخاش و ہلدی و زیرہ وغیرہ پیدا ہو اوسکا نوان حصہ لیا جاتا تہا - مولف فتحیہ نے لکہا کہ نوین حصہ سے چوتہی تک لیتے تہے - ثالثاً جو چیز ندی و نل و چشمہ کے پانی سے پیدا ہو اوسکا قاعدہ مقامات کے لحاظ سے نوان حصہ یا اوس سے کم و بیش مقرر کیا جاتا تہا - تیسرا طریقہ غلجات و بقولات کے ہر ایک جنس سے ربع لیا جاتا تہا - مزروعہ کا مقدار نرخ مشخص کرکے فی بیگہ دستور العمل مقرر کیا تہا - پچاس کے بعد ہر ایک جنس سے مختلف طور پر محصول لیا جاتا تہا - یہہ قاعدہ دکن کے تین چار صوبجات مین جاری ہوا تہا - اسکو مرشد قلیخان کا دہارہ کہتے تہے

اعلیحضرت آصفجاہ قدس سرہ کے

عہد میمنت مہد مین بموجب دہارہ مرشد قلیخان عمل درآمد رہا - بعد مین مختلف طریقے رہے - اکثر تعلقداروں کو ایک ضلع بالمقطع دیا جاتا تہا - تعلقدار سے ایک معتدبہ رقم سالانہ مقرر کی جاتی تہی - علاوہ این سالانہ پیشکش و نذرانہ حسب موقع و مقتضائے وقت لیا جاتا تہا - تعلقدار ضلع کے سفید و سیاہ کا مالک و مختار ہوتا تہا - جسقدر چاہتا تہا رعایا سے وصول کرلیتا تہا - اسوجہ سے رعایا تنگ حال رہتی تہی - اکثر زمیندار تعلقداروں کی سختی و بیرحمی سے جلاوطن ہو جاتے تہے - دیہات و مواضع ویران و بیچراغ پڑے رہتے تہے - سرکاری محاصل پر نقصان پہنچتا تہا - کوئی اس نقصان کیطرف توجہ نہین کرتا تہا - جاگیرات مین بہی اس قسم کی بدانتظامی

ا ز روزنامچہ آصفی مولفہ لچھمی نراین ۱۲

رہتی تہی۔ جاگیرداروں کے نائب جو چاہتے تہے کرتے تہے۔ رعایا کے لئے کوئی قانون و دستور العمل نہین تہا جسکی پابندی ہو۔ اسیطرح سے عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مرحوم اوّل کے زمانہ وزارت تک پریشانی رہی۔ پہر عالیجناب نے از سر نو پیمایش کرائی۔ خراج و محاصل کے قوانین و دستور العمل مرتب کرائے۔ بالمقطع دینا بالکلیہ موقوف کیا۔ سرکار انگلشیہ کی طرح زمینداروں کو قول و پیمان سے زمین دینے لگے اور محاصل واجبی مقرر کئے۔ تاکہ کسیکو موقع شکایت نرہے۔ مین نے عالیجناب مدار المہام کی سوانح عمری تفصیل کے ساتہہ محبوب انجمن تذکرہ وزراء دکن مین لکہی ہے۔ یہان اُسکا موقع و محل نہین ہے صرف بطور نمونہ لکہدیا۔ میرے پاس تین روزنامچے بطور گزیٹیر ایک اورنگ آباد۔ دوسرا بیدر۔ تیسرا برار موجود تہے۔ اُنمین محاصل زمین کی کیفیت شرحاً مرقوم تہی۔ افسوس صد افسوس وہ تینوں روزنامچے میرے کتبخانہ نوادر کے ساتہہ موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگئے۔

فہرست خدمات مفوضہ خانسامان یعنی دیوان خانگی

۱ تقرر و تبادلۂ اہل خدمات شاگرد پیشہ	۲ جواب محاسبات و وجوہات مطالبات	۳ دستور کارخانجات و خزانہ
۴ فرمائش حضور	۵ تصفیہ کرایہ و اجرت	۶ تصفیۂ حساب سوداگران و کرایہ گاڑیان وغیرہا
۷ جواب التماس متصدیان کارخانجات	۸ افراد عرض کارخانجات	۹ دستخط اسناد انعام
۱۰ روزنامچہ صوبجات و روزنامچہ رکاب	۱۱ دستخط بر عرضی عرض	۱۲ تقسیم تنخواہ ملازمین شاگرد پیشہ و متصدیان
۱۳ تصدیقات حاضری داروغہ و امناء و مشرف تحویلداران	۱۴ عرض کارخانجات	۱۵ تشخیص قیمت جنس پیشکش
۱۶ نذر خیرات و سوغات	۱۷ تصدیق انعام جنسی و انعام بصاحب رسالہ تعلقدار	۱۸ جانوروں کا یومیہ خوراک مقرر کرنا۔

١٩	٢٠	٢١
باربرداری کارخانجات کو تقسیم کرنا۔	دستکات اجناس سنگوار جو کارخانہ سے دیئے گئے	بادشاہ زادوں کی شادی کا انتظام و اہتمام
دستک راتبہ طعام پر نسبت کمی و اضافہ بدفتر خانساماں	طوامیر تحصیل محاسبات بخشیان بدفتر خانساماں	ضبط اموال باقی خانساماں
طرح عمارات	تعیین مقامات روا	سرانجام کارخانجات
نرخ اجناس		

خدمات مفوضہ میر آتش متعلقہ توپخانہ

جماعت امیدواران بندگی از ہر کہ اسپ بکار آید و مستعفی شود و سبب ہر کہ اضافہ باید گرفت استادہ نماید۔ پیش کند	برقندازان تیراندازی و دستخط چہرہ ملاحظہ کنند
دستک داغ و تصحیحہ چوکی برقندازان از دفتر میر آتش نوشتہ شود	دستک متصدیان توپخانہ و افواج و صوبجات و متصدیان داغ تصحیحہ از دفتر میر آتش نوشتہ شود
مدالیہ عرضی بعرض کنند	دستک تنخواہ اجناس توپخانہ و افواج و قلعجات بمہر میر آتش
سوال تنخواہ حاضری و دیگر مقدمات بدستخط میر آتش	روزنامچہ داغ و تصحیحہ بدفتر میر آتش

آپنے دار الخلافہ میں وزارت کے بعد انتظامات ذیل محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں خیر خواہانہ عرض کئے

حاسدین نے بادشاہ کو آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ وہ انتظامات خارج میں موجود نہونے پائے

آپ دل مین کشیدہ و رنجیدہ ہوئے - اسی قسم کے اسباب ہان یعنی دربار شاہی سے نکلنے کے مہیا ہوئے -

تفصیل انتظامات

اول - محال خالصہ کا اجارہ موقوف کرنا چاہیئے - اس لئے کہ اجارہ و مقطع ملک کی خرابی و تباہی کا باعث ہے -

دوم - رشوت جو نامزد پیشکش ہے اوسکو موقوف کرنا چاہیئے - اسطرح سے لینا بادشاہون کی شان کے خلاف ہے -

سوم - جزیہ ہنود پر بدستور مثل زمانہ خلد مکان عالمگیر جاری رکہنا چاہیئے

چہارم - عرض کیا کہ ہمایون بادشاہ شیر شاہ کی وجہ سے ایران گیا تہا - اور شاہ ایران نے اعانت کی تہی - فی الحال افاغنہ ایران پر حملہ کر رہے ہین - اسوقت اگر شاہ ایران کی اعانت کی جائے تو آیندہ تیموریہ خاندان کا یہ نام ہمیشہ تک باقی رہیگی محمد شاہ نے فرمایا کسکو روانہ کرون - آپنے فرمایا آپ جسکو تجویز کرین وہ حکم کی تعمیل کریگا - ورنہ اس خانہ زاد کو تجویز کرین بدل و جان کوشش کرے گا -

ایضاً

آصفجاہ مرحوم نے ۱۱۳۵ ہجری مین دکن کا پورے طور سے بندوبست کیا - اور رعایا کو زمینداران مفسد و مقدمان ظالم و مالکان سرکش کے شکنجہ ظلم سے رہا کیا - تمام سرکشون کو مطیع و مسخر فرمایا - اور واکنکیرہ و پرگنات گلبرگہ و سرکار ایلگندل وغیرہا کے راستون و جہاڑیون کو رہزنون کی تاخت و تاراج سے پاک و صاف کیا - کوئی راہزن باقی نہین چہوڑا - آپکے اہتمام سے تمام راستے جاری ہوئے - مسافرین و تجار کو

امن و آرام بلا فراغت سے آمد و رفت کرتے تھے کیا مال و اسباب تاراج و غارت نہیں ہوتا تھا نہ کسی کی جان ہلاک ہوتی تھی۔ تمام رعایا آپ کے عدل و انصاف سے خوش تھے۔

۲ایضاً

ساداتِ بارہ نے مرہٹہ کو دکن کے محاصل سے چوتھ کی سند عطا کی تھی۔ اور جاگیردار چوتھ سے مستثنیٰ تھے۔ لیکن مرہٹہ کے گماشتے جاگیرداروں سے بھی ظلماً چوتھ لیتے تھے۔ اور علاوہ چوتھ فی صدی دس روپیہ حق دیسکھی بھی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ رعایا پر سخت ظلم و ستم ہوتا تھا۔ آپ جب دکن میں حکمرانی کرنے لگے۔ تب آپ نے ایسا بندوبست کیا کہ چوتھ کا معاوضہ زرِ نقد صوبہ حیدرآباد کے خزانہ سے دیا جائے۔ اور مرہٹہ رعایا و جاگیرداروں سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ اور آپ نے حق دیسکھی کو موقوف فرمایا۔ اور چوتھ و حق دیسکھی کے محصلین کو برخاست کیا۔ تمام رعایا و جاگیرداران دکن آپ کے حسن انتظام سے خوش و خرم ہوئے۔ اور مسافرین بھی آپ کے شکر گزار ہوئے۔ سر دیسکھی و راہداری کے گماشتے مسافرین تجار کو بہت تنگ کرتے تھے۔ مرہٹہ کے ظلم سے تجارت کا بازار سرد تھا۔ آپ کے عہد میمنت میں تجارت کا بازار گرم ہو گیا۔ سوداگر مال و دولت سے مالا مال بن گئے۔

انکے دیوان کے اشعار منتخبہ جسمیں آپ آصف تخلص فرماتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں

آصف

حرف الف

اشتیاق دیدن آن بیوفا داریم ما	گو کدورت در دلش باشد صفا داریم ما

۲ اثر خافی خانی جلد دوم ۶۳۹ صفحہ ۱۲

از پناه دیگران باشد پناه ما قوی — هر کس اینجا گر کسی دارد خدا داریم ما
در حضور نفس پست شادن عبث بهر درست — این بنا را در نگاه او بپا داریم ما
از یکی ده بشنود نقدی که کس را میدهیم — در میان کیسهٔ خود کیمیا داریم ما
تو بتابی در ضیا بخشی ازین بهتر کجاست — در فضای چشم خود آن خاک پا داریم ما
سر شبها روز های دنیا پریشان باد و بس — در دل خود شیوهٔ تسلیم رضا داریم ما
از تصور کردن رخسار چمن پیرای او — در نظر آصف چه باغ دلکشا داریم ما

وله

گریه و نالهٔ شبینهٔ ما — هست مفتاح گنج سینهٔ ما
در نوا صبح نشان رفعت است — پستی ما شده است زینهٔ ما

وله

با صاحب آنی سرو کار است دلم را — با سرو روانی سرو کار است دلم را
شد سینهٔ من چاک ز عشق رخ صافی — با ماه و کتانی سرو کار است دلم را
شد شهرهٔ عالم دل بیتاب بهجرت — با نام و نشانی سرو کار است دلم را
آصف شده ام کشتهٔ گفتار نگاهی — با تیغ زبانی سرو کار است دلم را

وله

در کار ها رعایت اسباب لازم است — باشد کمان چو تیر جدا تیرزن جدا
تنها نه ماه شهره شد از دود آه ما — تا گشته ایم آصف از ان سیمتن جدا

وله

درد و سوز و وجد و ذوق دل بود سامان ما — عشق نازل کرد این آیات در شان ما
می کند آن مه جفا و ما تحمل میکنیم — شد با حسانش مقابل صورت احسان ما
در جدائی گرم بیتابی ست عضا یک قلم — می طپد دل در ره وصلت برنگ جان ما
مهر و تیم آصف بکوی او سبکتر از نسیم — هیچ ننشیند غبار راه بر دامان ما

وله

رونقی دارد ز عشق ماه رویت کار ما — همسری با عرش جوید گوشهٔ دستار ما

بسکه یکرنگیم با نیرنگ حسن از عشق تو — کفر از زلف تو باشد رشتهٔ زنار ما
صرف کن ای بوالهوس فهمیده نقد خویش را — جز متاع درد عشقی نیست در بازار ما
هر چه می باید ز مشک و عنبر سارا دروست — زلف خوشبوی تو باشد طبلهٔ عطار ما
حیف آصف عشق با یک لحظه پنهان نماند — آشکارا می کند فریاد دل بیمار ما

وله

دعا گفتم از شور جنون امروز طاقت را — که ما دیدیم در جولان آن قامت قیامت را
نه آسانست عاشق گشتن ای دل غم بخور چندی — در آیین محبت جلوه پروانیست محبت را
ز میدان وفا ننگست سر برداشتن رفتن — ازین شیرین پسر کس نه فهمید اینقدر حسنها
ضرور افتاده طالب را ذکاوی در سبق خواندن — ندارد گر کسی همت چه فهمد نکتهٔ کات را
نیازست آصفا باید نقد جان نیازی — غنیمت دان برای سود خود امروز فرصت را

وله

بود از موجها چین جبین محفل دریا — هوائی گر نباشد حل شود این مشکل دریا
اگر پروانه کس را لجهٔ هستی برون آید — ز هر موجی باد آماده باشد ساحل دریا
محیط عشق و بحر شوق باشد در دل آدم — کشد از خاکساریها درینجا محمل دریا
خراج از بحر میگیرد ببین همت انسان را — حباب گوهرست قطرهٔ آصف حاصل دریا

وله

درد سر از فکر دنیا می کشی ای دل چرا — چون قناعت صفحه داری می شوی غافل چرا
خودنمائی می کند کس را ز معنی بی نصیب — همچو خط موج دریا گشته باطل چرا
هستی بی همتان را چون سرآب بگو — کشت زاری بود پیدا گشت بی حاصل چرا

حرف الثاء

وله

چندان نبود معتقد محض توکل — تا بر کمر خویش کسی زاد سفر بست
چون رواج بد درین دوران بود — اعتبار شخص در پاچیگر بست

هر کرا باشد نظر انسان بود — هر که بشناسد گهر را جوهریست

مغز هر کارست محو او شدن — ولہ — ورنه کار هر دو عالم سرسریست

بود همراه دلِ آصف ا بیکه حافظ گفت — سلامت همه آفاق در سلامت تست

بعجز کوش که مقصود یابی ایدل زار — ولہ — که دام صید مراد تست خاکساری تست

دلیر عفوِ تو امروز کرد آصف را — گناهگار بامید پرده پرداریست

پاس مهمان وشتن آمد ضرور — ولہ — هر نفس خود مهمان دیگر است

حرف دال مهمله

در حال تردد نرسد شخص بجائے — مانده است بره هر که نگاهی به قفا کرد

عاشق ز موج گریه دلے شاد میکند — ولہ — هر روز سے آب خانه آباد میکند

سزاوار محبت نیست قطع دوستی کردن — ولہ — نبرد یار ما گر پیش می باید کمی پرسد

زیاران زبانی نیست امید وفا هرگز — خوشا یارے که در شادی بیاید در غمی پرسد

بر رگِ غفلت تواند نشتر تیزی زدن — ولہ — هر که مژگان را ز اشک ناب است تر کند

میرسد از صحبت نیکان بدان را فیضها — عاقبت آمیزش اکسیر مس را زر کند

فیضِ چشم اشکبار آصف تماشا کردنیست — آب در گوهر چو باشد قدرش افزون تر کند

عاصیان هم قائل حدت چو هنگامی شوند — هر عرض پیش نظرها جلوهٔ جوهر کند

حرف راے مهمله

تقاضے کن وافزاے جانفشانی ما — ولہ — که کار پیش نیاید بحجه سستی مزدور

همچنان کز التجا جام دلم لبریز هست — کیسه طبع نگار از نقد استغنا ست پر

عفو ست گل تازه ا فضالِ الٰهی — از شرم عرق ریخته در دامن گیر

بجلوه گاه تو بیگانه گشت دل ز شعور
چنانکه دل شده نیست غافل از یادت
بکیسه داشت چو رنگینی لبش شبهای
ز گرمیی که کشیده است در جوانی طبع
قوی ز نشئه شده پیر گشته است ضعیف
ظهور راحت و رنج است در فضای جهان
تفقدی کن و افزای جانفشانی ما
بحیرتیم ز قرب و بعد جلوه او
بجای آن نشد چشم ما نمی بینیم
بسمع قامت او عرض می کند آصف

ولہ
دل سراسر ز خیال آن بت زیباست پر
شیشه های باده میگردد ز می خوردن تهی
نازها چون قطره دریا موج حسن لبریز است
نیست پای جستجو را تا نهی در راه عشق
در دل روشن ندارد جا صنف غیر یار

ولہ
درمیان گلرخان دارد تبسم آن دیگر
گو رہائی گرچه این خوبان نگاهی می کنند
چون زبان با دل یکی شد لذت توحید یافت
گر [illegible]

ولہ
غبار راه تو گرمی شود بود معذور
تغافل تو کند کار را برین دستور
دمید سبزه خط همچو جستن زنبور
سفید گشتن ریش است شهرت کافور
ز اتفاق چو زنجیر میشود صف مور
ز آتش است و زبان پر تمام صحن تنور
که کار بیش نیاید بجوش نادلی مزدور
که یار راست نظر دیک نفس نیست از او دور
بهار حسن تو در غیبت است هم بحضور
که بهر سوختنم در تنور روشنی است ضرور

ولہ
از فروغ صورتت چشم این تماشا است پر
چشم او بینا ولی همواره این مینا ست پر
از هجوم قطره صحن خانه دریاست پر
گرچه خار مغیلان دامن صحرا است پر
از فروغ جلوه او دیده بیناست پر

ولہ
کعبه مقصود من دارد از و شانی دگر
گوی دلها ببر خوبم بچوگانی دگر
من نگهبانم چو شیشی را از نمکدانی دگر
[illegible] دگر

وله

ای چه پیری زما ز درد دوریهای یار — در پریدنهای رنگ ماست مطلب آشکار
استقامت کی کند بر شعله یکساعت سپند — لیک دل در عشق خوبانست بر آتش سوار
گرد تشویشی نمی بینیم ما در راه عشق — در نگاه ما نمی آید بجز خطش غبار
ای بهار خوبی جاوید یک آن جلوه کن — تا کجا آصف کشد از بهر دیدن انتظار

وله

چون برآرد از میان غرفه خود یار سر — دانه سان بهر تماشا سر کشد بسیار سر
دیدنت مقصود چشم و الفتت محبوب دل — جامه را تن خواست تا خواسته دستار سر
پیش ما صبح امیدت کمتر از شبنم مباش — گر ترا سودای خورشیدت بود بردار سر
دفع سودای کردنت لازم بود پیش از گزند — کوهکن باید چو پیشش کوه آرد بار سر
دور کن سودای دنیا از سرت آسوده زی — موی چون گیرد از سر می شود بیزار سر
آصف از درد محبت پیشت آیی رو چه شد — ما ز بلبل کشته در محفل گلهای سر

وله

از رنگ گل آئینه رخسار تو بهتر — از ماه بود چهره دیدار تو بهتر
خوبان دل و جان برده ز عیاری دیدش — زان جمله بود دیده عیار تو بهتر
نقشی که زمانی ست درین صفحه عالم — زان سبزه خط لب پرکار تو بهتر
ای دل گشش از رهبری خضر تو منت — با وصل بود امروز بره یار تو بهتر
ای برهمن از رشته تسبیح ریائی — در پیش نظر رشته زنار تو بهتر
بی لطف بود رفتنت از پهلوی آصف — در آمدنت خوبی رفتار تو بهتر

وله

از گل هزار جا رخ یار است خوب بهتر — رنگینیش ز رنگ بهار است خوب بهتر
جز دل مکن تو روی سوی صید آهوان — صید دل از تمام شکار است خوب بهتر
از سرمه گر چه روشنی آید بچشم کس — در جلوه گاه یار غبار است خوب بهتر

آصف بهار پستهٔ خندان اگرچه خوب … سنجیده ام از آن لب یارست خوبتر

وله

دل از تو چه پیدا و میدارد … هر جان چه رسید پا و میدارد

ابروی تو روز وصل آن شوخ … تیغی که کشید پا و میدارد

تیر تو رسید چه دل و جان … هر جا که رسید پا و میدارد

صیاد چشم زلف تست آصف … دامست چه کشید پا و میدارد

وله

حلقهٔ زلف بتان را دام گیر … در کمندش ای صید دل آرام گیر

کار لقمان و فلاطون عشق نیست … پیش عشق این بچگان را خام گیر

کارها کردن بموقع خوشنماست … دامن رخ صبح و زلفش شام گیر

در عتاب گلرخان لطفی بود … لذتی از دادن دشنام گیر

گر هوای سیر باغ آصف تراست … دامن عشق بت گلفام گیر

وله

لب پر خنده و خال و قدش آید بنظر … نخل امید و لم کرد گل آورد ثمر

سنگدل می شود آنکس که کند ترک تلاش … دست و پا چون بزند قطره بدریا گهر

وله

بی ثباتست آشنائی یار … منتظم هر قدر که هست شمار

مزرع وصل سبز اگر خواهی … عرق افشان براه تخم بکار

جهد کن تا مراد دل یابی … مقصد آئینه ایست در کف کار

گفت خذ ما صفا الی آخر … جز محبت ز غیر دل بردار

فرصت خویش را ز دست مده … که بود هر نفس ببرق سوار

وله

این کرم آنکس نمیگوید مجال آرزو … هرچه خواهی کن تو لیکن در رضا اختیار

عالم ایجاد باشد نعمتی از خوان حق … شکوهٔ ناشکری بود از کار و بار روزگار

جاست تا محو تماشا شغل ما حیرانیست
پرده سازیش چه هم افشا نکرد
بسکه از توفیق او یاری [illegible] می شود
میکند آماده عجز ای دل حیات تازه
اصل در انبیاست [illegible] ساز دوام
دل بهشت است هرجا خواهی ای بیدل برو
آن علامت ز خاک راه
نقش قدم ببین و قدم بر قدم بنه
از خوف [illegible] نشانت در نظر
پشیمانی کند [illegible]
بعد صحبت میرسد [illegible] پایان غم مخور
آشنایها مبدل شد چو با بیگانگی
مانع فیض عرقی نیست اسباب [illegible]
[illegible] آنکه [illegible] صدف [illegible]
در صحنه صحبت یک نقطه [illegible]
بر [illegible] نیست این جای تو
[illegible] به بینا کس نا گزید لیکن
از فیض خاکساری سوزست درد ما
[illegible] صحبت [illegible] باز [illegible] نیست

[illegible] بیا و دوست از خاطر برآمد
وله عشق او در گوش میگوید که با [illegible]
هر نفس با نفس سرکش [illegible] را کارزار
[illegible] دگر [illegible]
[illegible] چه بند [illegible] گردد [illegible]
[illegible] نقش [illegible]
وله هر کجا [illegible] شو [illegible]
وله از رفتگان [illegible] نشان [illegible] در نظر
کیفیت بهار و خزان [illegible] در نظر
وله درین پرده خطای [illegible] نگهدار
وله عمر دارد آفتاب [illegible] پایان غم مخور
ای دل غافل ز بهر آشنایان غم مخور
سایبان ابر دارد موج باران غم مخور
گر نشد پیدا درین پرده پنهان غم مخور
وله ز نزد عاشقان [illegible] اعتبار دیگر
وله [illegible] با شه جهان دگر
وله دنیا بچشم [illegible] آید بسی محقر
وله خاکستریست هر جا پنهان [illegible] دگر
وله خریدار شو از دکان دگر

ردیف حرف زای منقوطه

بناز گشت مرا یار و شد پشیمان باز ॥ که بعد ازین نکند گیسوی پریشان باز
بهار ناز نگارم ز عالم دگر است ॥ ندیده ام بهم این گل به باغبان باز
نشسته تا بحت زلفت پریشان ... ॥ کنند شیوه ... فروش ... باز
ز روز عید بود بیش در نشاط آصف ॥ رهی که در نظر شوق کرد باز باز

وله

وسعت عشق از لوث دنیای دنی آزاده ॥ نیست جز ... هیچ چیزی در ... باز
عالم از صوت و صدای گیر و دار او پر است ॥ شور محشر کند دریوزه از غوغای باز
از نیاز آصف بیتاب رشک پیری ॥ باید ت پرسید قدر بی نیازی های باز

وله

در راه طلب همدم حیرت شده بودی ॥ ای دل تو درین بحر چه لنگر زده باز
ای دل پی دلدار شدی گرم تردد ॥ یارا تو درین راه چرا خسته باز
قطع طمع از هوش کند همت آصف ॥ از دیدن چشمش تو که ساغر زده باز

وله

صبح شد پیر و رخ مهر پدیدار است هنوز ॥ دل افسرده گل ... پیچیده است هنوز
از ره عشق خبردار دل او نبود ॥ او چه داند که در ... دیده هنوز
چشم او ظرف بلایست که صد رنگ درست ॥ نگهم از گل این فتنه چه ... هنوز

وله

گر بود تحریک دست کس با دادریا ॥ وانه تسبیح ما ز رشتهٔ زنار سبز
چون بموقع هر چه افتد از قامت سالم است ॥ نیست بد باشد اگر باشد تیغ جوهر دار سبز
موج بارانست آصف تا اگر فیض بهار ॥ گشته است امید کم را کرد آن دلدار سبز

وله

بهار آمد و دلدار چون بهار امروز ॥ برای باده کشی چیست انتظار امروز
گذشتم از خود و گشتم با دو چار امروز ॥ بزور شد و جنون کرده ام چه کار امروز

بیا بیا که ز بهر قبلهٔ اشک چشم تر هم
ز پرده دامن از گوهر ثنا را امروزند
دلم بدام سخن نغمه یار می گوید
که صید را نبود هیچ اختیار امروزند
بهار چهرهٔ رنگین او نگر آصف
شگفته است چه گلها بباغ یار امروزند

ردیف السین المهمله

عاقلان را یک اشارت هم کفایت میکند
گر درون خانه فهم ست کس یک حرف بس
هر که را توفیق باشد احتیاج پند نیست
تا زیانه نیست حاجت چیست باشد گر فرس

ولہ

خاکساری می کند منعم بر دل
خانه ها بر پا ز دیوار است و بس
از سماجت جان من آگاه نیست
درد دلم مقصود اظهار است و بس
دامنش آصف بود نارست گیر
زندگی یعنی همین کار است و بس

ردیف الشین المنقوطه

از خاطر ما دوئی بود دور
دریا و لبت شکر فراموش
آصف نرود بجز در تو
کرده است در دگر فراموش

ولہ

از بار فراق تو قدم شد چو کمان خم
از قامت موزون خود امروز عصا بخش
ای جذبهٔ عشق تو فزاینده نگاهت
مائیم خریدار تو این قبله نما بخش
چون ما نبود هیچ گنهگار بعالم
جز تو نبود هیچ کس امروز خطا بخش
آصف نکند تا در ره عدل تجاوز
او را ز کرم چاشنی خوف و رجا بخش

ولہ

هم از ذکر نامت نیست خاموش
بیجز یادت ز دل جمله فراموش
حضور یار جز مستی عزن دهم
بهار آمد بیا و هم جام می نوش
هوای دل از تنت ـــــ بر آید
گرفته مهر را شبنم در آغوش

ز تاثیرش چون جوشد هوایی
اگر بینی تو آن عشق بیکس بوش

وله
برون از دام گیسویش نمی‌بینم صیدی را
تعلق دارد این دنیا و مافیها بگیسویش

نه گلزار نگارم سینه‌ها اقفت عبیر دل دیگر
صبا می‌پرسد از تو تا کجا باشد بکویش

وله
خوبی آزادگی آزاد بیند روشنش
سرکشی با شعله‌ها باشد زارد چه گرانیش

جلوه گاه ناز شوخ ما فضای دل بود
آن پری آمد ولی بی شیشه نتوان [illegible] پیشش

وله
بسالک در ره عشقش نه بخشد سود هر راهی
مگر همت درین وادی ببیند دورگرد راهش

ز خاموشی براحت بود هم آغوش جان آصف
بیاد جور آن بدخو فغان و ناله‌ام وادیش

وله
گرد از برق خلعت میبرد امروز شمشیرش
مگر خونریزی بسیار گرد و عنان گیریش

لبش شیرین و شیرین‌تر از آن افتاده تقریرش
بود هر حرف او دام دلم آنجاست نخچیرش

فضای نامه یکسر شعله‌ریز شوق دل باشد
قلم را نیست طاقت برندارد دامان تحریرش

وله
دمی که تیغ کشد غمزه‌های بیباکش
خورد دلم دم آبی ز دست چالاکش

چو کار و بار جهان جلوه کرد پیش نظر
محبت ست که کرد اختیار ادراکش

گل محبت دنیا نمیگذاشت دلی
بباغ دهر نبودی چو خار و خاشاکش

چو اختیار زمین کرد عجز را آصف
بهار رتبه‌ی والا شگفت از خاکش

وله
ز بنا اعتقادش کافر و گبر و مسلمانست
بهر رنگی موافق هست شاید خال هندویش

وله
الهی پرده می‌کشد نگاه ز برون
جان نیست بتن تا که بیارم بگواهش

باکت قدم پاکی را [illegible]
نبخشند از این را مگر جرم گناهش

وله
هر که بهر جست [illegible]
ز فلک کم بود ز بیک قالبش

بورش پا شمرده بگذاریم
که دهد بار پاس ادبش

بقدر طاقت خود از بدان گریزان باش ... زکرده‌های خودت اندکی پشیمان باش

ز هرچه خوب نکردی ازان پشیمان باش ... برای بد شدن خود بفکر درمان باش

چو سرو شیوهٔ آزادگی درین گلشن ... اگر مراد تو باشد به بند احسان باش

وله

کم نسازد مایهٔ دولت نمود بخششت ... مشک با خود دارد و بیرون ز خود هم بوی خویش

آشیانی بهر هر طایر درین گلشن بود ... تیر او را جای بنمایم در پهلوی خویش

ردیف صاد مهمله

گل خوشبوست کجا بوی وفای تو کجا ... نیست عطری که بود همدم بوی اخلاص

چشمهٔ خضر چسان دعوی مساوات زند ... آب کوثر چو برد رشک بجوی اخلاص

ردیف طاء مهمله

وله

گرد سیه چشم عدو کار میکند ... شد منکر صفای لبت پایمال خط

وله

بیگانه گشت یار و دلم می‌طپد ز غم ... رفت آشنا ز کار کجائی تو ارتباط

بیگانگی گرفته ره کوی یار را ... راهم نما که رهنمائی تو ارتباط

وله

گر دارو طبیب بود موجب شفا ... بخشد شفای تازه به بیمار احتیاط

بیمار را ز بار مرض سبب دوا کند ... مانند تندرست سبکسار احتیاط

وله

روشن نموده ست دلم را سرور وصل ... شد جلوه‌گر در آینه‌ام چهرهٔ نشاط

روز وصال بهر تماشای تو ای نگار ... جان بلب رسیده بود نقد در بساط

ردیف ظاء منقوطه

در اتفاق کار جهانراست رونقی ... دل برد حسن معنی خوب نگار لفظ

در لفظ معنی چو نباشد مکدر است ... گردد بلند بیش نظرها غبار لفظ

ردیف حرف عین مهمله

حرف ترکیست [illegible] با هم شنا [illegible] — [illegible] نه مطلب [illegible] سحر [illegible]
هر که را مطلب آسودگی در دل بود — در دل عشاق [illegible] [illegible] سحر [illegible]

ردیف حرف غین منقوطه

کی توان بیرون [illegible] [illegible] بار [illegible] — [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] باغ
فرق باشد در میان ناقص و کامل عیان — میوه‌های پخته خوب است پیش ناخام باغ

وله

گذشت عمر با امید وصل یار افسوس — نیامده ست بت شوخ در کنار دریغ
بجستجوی تو فرسوده شد سراپایم — نیارد و نگرد یکی هم بوقت کار دریغ
سخن ز لعل لبش سر زد و هزار افسوس — پیاله‌ای که اگر نیست در بهار دریغ
بغیر آه ز ما جز لبی نماند اثر — نشد رفیق بما کس هزار بار دریغ
دم فراق ندیده ست چشم خونبارم — نکرد سیر گل و موج آبشار دریغ
رسید بر تن بیجان و دل نگار آصف — کنون که نیست بکف این گل نثار دریغ

ردیف حرف فا

آن غمزه که سینه زند ناوک اگر بهر طرف — ای دل غمزه جوی او سینه خود نما هدف
دل چه بحر صدف [illegible] واکن و قدر خود نگر — [illegible] است بگو بری عیان قیمت خویش در صدف
ناوک غمزه اش چه شد کز دل و جان ما گذشت — هر قطره سیاه او هست بجای او خلف
حاصل عمر و زندگی دیدن یار آشنا [illegible] — بی تو دمی که بگذرد ضایع و حیف [illegible] تلف
جنبش دست در دعا گر ز تو هست [illegible] — [illegible] سر او تو بو [illegible] هر دو کف
صدف یقین جان ما بکند آصف این سخن — یار کسی است هر کسی جامی ما شد نجف

عالم ز دل نیست ولی آگهی کجاست — وله — آیینه هست و جلوهٔ دیدار نیست حیف
هستند عیان که کیست مسلمان که کافر است — در دست یار رشتهٔ زنار نیست حیف
در جلوه هست یار و ندارد کسی آگهی — وقت سحر که دیدهٔ بیدار نیست حیف
آصف نه اوست آمد نه یار منکر است — خود گفته است و اهل اقرار نیست حیف

وله
جمال عصمتی چون دید چشم روشن یوسف — نشد آرایش حسن زلیخا رهزن یوسف
فضای عالم از شادی و غم خالی نمی باشد — که در زندان و چاه و تخت آمد مسکن یوسف
ندارد کار دنیای دنی خبر افترا آصف — از آنرو پاک از تهمت نباید دامن یوسف

حرف ردیف قاف

آن دل که زنده نیست بود بی نیاز عشق — در عالم حیات بود امتیاز عشق
شبنم مکن بشور قیامت که دیده ای — صورت و نسبتی تازه بود دیار ساز عشق
از زیب لفظ رتبهٔ معنی بود زیاد — انسان چو لفظ و معنی آن سرفراز عشق
آصف به پیش حسن که سنجی تو دل — جز درد نیست پیش نظر کارساز عشق

حرف ردیف کاف

از فروغ ماه می باشد کف دریا نمک — ماهتاب از چهرهٔ یارم کند پیدا نمک
در ادای شکر آصف بند لذت می دهد — بر لب هر یک بود در خامشی گویا نمک

وله
درد ما را تویی دوا عینک — دیدن تست مدعا عینک
تا کجا انتظار تو بکشم — نور چشمی بیا بیا عینک
از برای خدا تو روی نما — بهر ما هم بود خدا عینک
هیچ آصف در انتظار تو ماند — مردم چشم ما بیا عینک

حرف ردیف کاف فارسی

محمود از صفات پسندیده ذات است — بخشد بمیر گل نازک گلی عذار رنگ

گر بنگری به آصف گوئی سخن بجاست — بوئی خوش است زگل هم زرکنار رنگ

حرف ردیف لام

کامل آنست که نقصان نپذیرد گاهی — ماه هم نیست دریغا اگره از اهل کمال

شده است نشو و نما آصفی درین گلشن — وله گرپید است خزان از ریا بهار قبول

عمل زرو یادهٔ اغیار چون بود دستور — زبی ریائی خود دارد برشتها قبول

دلت بدست تو سررشتهٔ عمل پیدا — اگر برشتهٔ تسبیح نیست تار قبول

سخن چگونه شود سبز در جهان آصف — اگر به همیشه نیست اعتبار قبول

خندهٔ گل لب گل دهن گل خوبی گفتار گل — وله در جهان جز باغ حسن نیست پیدا چهار گل

بوئی مقصود آصف در مشام آنجا رسد — بیشک بی شبه باشد صحبت ابرار گل

کس بکس نیست در امداد بجز صاف ضمیر — وله آید از آئینه امروز مددگاری دل

آرایش ظاهر کجا مقبول اهل باطنست — وله رنگ دوئی امروز ما داریم پنهان در بغل

پیوسته در آغوش ما دل می طپید در یاد حق — تعظیم ما واجب بود داریم قرآن در بغل

ترا چون آشنائی نیست با کار — وله اگر علم جهان دانی چه حاصل

اگر راحت بدلها نیست از تو — بدولت گر تو خاقانی چه حاصل

برو چون عاقبت باشند خاکی — اگر خورشید تابانی چه حاصل

قبول آصف تمنا بخش دلهاست — جز این گر سبحه گردانی چه حاصل

پلاوت زیرهٔ کرمان که دارد — تو آخر رزق کرمانی چه حاصل

چو نعمتهائے دنیا نیست پاوار — تو بر این خوان که مهمانی چه حاصل

ولہ

شوخی که بر بنجار بلا می — مشغول دعا شدن مشکل
خواهی که بپیش تو بیایم — راضی برضا شدن مشکل

ردیف حرف میم

فریاد میکنم چو دلم اوست با دلم — افتاده است کار من امروز با دلم
از فیض عشق نیست غم از گرم و سرد مهر — تا آشیانه ایست بروے هوا دلم

ولہ

تا شود وا روئے الفت کار گرد درم را — بر نگین خاطر خود نام جانان می کنم
کندن جان در وفایش عمر جاوید آمده است — این زمین را از برائے آب حیوان میکنم

ولہ

حرف شد اوقات در باطل تمام — حیف قدر زندگی نشناختیم

ولہ

دل را جنون بدامن صحرا بہ ہمون — امروز هم بخاطر یاران نشسته ایم
آصف ز درد عشق چو شد کار ما تمام — آسوده دل ز خواهش درمان نشسته ایم

ولہ

جز آن گل از دو عالم بیخبر گردیده ام — آشنائے یکدلی ها زین هنر گردیده ام
شوق منزل با مراعات رفیقان گشته یار — شد فراهم معتدل تا راهبر گردیده ام
شبنم را در گلستان از حقارت مینگرید — همسر خورشید من هم دیده ور گردیده ام

ولہ

گر باین خوبی بجولان آن نگار آید بچشم — موج گل رنگ چمن جوش بهار آید بچشم
نیست آصف شش جهت خالی ز نور آفتاب — هر طرف نظاره ام تا زد که یار آید بچشم

ولہ

دل میکشد بسیر گل اما کجا روم — تا همرهم نه تن تنها کجا روم
سامان عیش و زندگی من وصال تست — نی دست بیتو دارم و نی پا کجا روم

ولہ

دارد نه مروت و وفا هم — بر ما که کند ستم جفا هم

به لطف تو هست چشم آصف — چون درد تو میدهی دوا هم

وله

دیدن کجا که نیست صدا در حرام و — در گوش هم اثر شنیدن نیافتیم

وله

هر چند که ما بروئے تو امروز ندیدیم — لیکن همه جا صورت صدائے تو شنیدیم

آصف نگر آن رشک پری برق خرام است — هر چند دویدیم بگردش نرسیدیم

وله

شعلهٔ عشق سر کشید ز دل — روز روشن چراغ می بینم

نیست محروم بد که در گلشن — رنگ طاوس و زاغ می بینم

در چمن چون رسید یار آصف — خرمن گل بباغ می بینم

وضع او شوخ و شنگ می بینم — وسعت کار تنگ می بینم

وله

یافتم ز اشک چشم نشو و نما — داد این چشمه آب حیوانم

میکنم بحث با فلاطون لیک — با تو گفتن جواب نتوانم

آصف امروز دعوت سیفی — پیش ابروی یار میخوانم

وله

صادق بود هر طرف جانب آن تیر میرویم — بر روش تیر راست سوئے نشان میرویم

گر نرسد دست ما هیچ بدامان او — از پی دلدار خود نعره زنان میرویم

وله

نیست جز آرزوی بوس و رنت — زاد راهی که در کمر داریم

از وفا و محبت و الفت — هر چه خواهی تو بیشتر داریم

وله

تیرم بنشان رسد به پیری — پیر زور فتاده این کمانم

لب شکوه او نکرد آصف — بیرون بود از حد بیانم

از روئے گل نه بوئے گل درین گلزار میگیرم — چه هستی اگر پرسی من بیت تا بسر چنگم

نمی گویم که با یار هم نگویم — خموشی پیشه از راه ادب آهسته میگویم

بجست جوی تو گر جان رود چه باک بدل   که جان تازه از شوق استعاره کنم
گذشته ام ز خودی بی تاملی آصف   بکار خیر چه حاجت استخاره کنم

وله

درجهان تحصیل دنیا تا نگاهم می دوید   عبرتی از هرچه میدیدم که برمیداشتم
گر نمیرفتم ز خود در دوربینی مردبین   در دولت از زوال امید اثر میداشتم
مرهٔ چشمم که آصف راه طاقت بسته است   نالها میکردم آوازی اگر میداشتم

وله

نشان غفلت دل را بود موی سفید   دمیده صبح نمایان دگر چه خواب کنیم
ز لغزشی که به پیری کنیم از ره حرص   چو ریش گاو شدن حمل بر شباب کنیم
کار را بر خویش از آه آسان می کنم   غنچهٔ دل زین نسیم فیض خندان میکنم
گرچه طوفان میکند پیش نگاهم دور بیش   طرح طوفان دگر از چشم گریان می کنم

وله

خاکساریهای ما بر نفس غالب کرده است   باز بر پرستی نفس از زیر دستی میکنیم
نشاء از بس میکند آصف ز هستی بیخبر   تا بجای خودپرستی می پرستی میکنند

وله

رفتار تو چون خاک کند دانهٔ دل را   گر سرمه کشم در پی او ریشه دوانم
تا مرتبهٔ عجز بمن گشت نمایان   دل خاک شود در رهت امروز برانم
بر غفلت خود چو زدم جان دلم جست   آئینهٔ بیداری خواب دگرانم
پیوند کند آصف اگر دل شکند یار   گر شیشه شکن اوست من آن شیشه گرانم

وله

صید دل بسکه بود محو جمال دامش   آشکارا بنظر جلوه کند صیاد دم
تا بجنبش دانش بود شعلهٔ دل   در ره عشق چو او خواست بپا استادم
فهم هر رمز ترا می کنم از دولت عشق   نکته نیست که تعلیم نکرد استادم
چون سمندر که ز آتش نکشد پیچ آصف   در جهان هستم و از فکر جهان آزادم

گر خم می بی رخت چو شد از تفضل الهی
از غمش گشتم ضعیف و ناتوان و بیهی لیک
دلم پسند کرده است شیوهٔ محبوب
دلم که هست در آزادگی علم چون سرو
در عضو عضو پیکر من جلوه می‌پرست
نازو نیاز هر دو بکار خود اند گرم
دراعتدال وضع بود مژدهٔ نجات
بحمد الله برآمد از لب لعل بتان کام
بحمد الله که ایام بهار جلوه افشان آمد
دمد بر روی امیدِ دلم صبح مراد آصف
تار رشتهٔ تسبیح من را از دولت گفت
تا نرگس او دوا ز کاتم ز نگاهش
در دوری آن صاف دل از چشم تر آصف
پیش خوبان که ترا مد نظر داشته ام
در فراقت چو زدم آه و اثر کرد ترا
همتم اوج رسائی بدر او دارد
آصف از مهر سیه رو و لب شیرینی
وهنت غنچه بجا موشی و در حرف گل است
زادیان رنگ نو و تازه بلبل لب تو

چون تنگ آب بی نم از چشم وی جوشش کنم
قامت خم گشته خود حلقهٔ گوشش کنم
دنیا بو رزم و من کار نیکنام کنم
بذوق حلقهٔ زلفش نه بنده ام کنم

وله

چون دل ازانکه سر بسر آئینه خانه ام
گر ناوک است آن مژه من هم نشانه ام
آصف براه خوف در چادر میانه ام

وله

لبم از خنده بگشاد آن شکر خنده جانم
بکام دل هم آغوش طرب گردید ایامم
خبر آید ز آمد آمد آن ماه گرشامم

وله

من بهر چه دل بسته زنار نباشم
امروز چرا مالک دینار نباشم
پیوسته چرا ابر گهربار نباشم

وله

دل بجز دوستیت از همه بر داشته ام
شکر کردم که درین نخل ثمر داشته ام
زاد از قوت دل تا بکمر داشته ام
در بساط دل خود شیر و شکر داشته ام
به بهار چمن آرای دهان تو قسم
میتوان خورد برنگینی پان تو قسم

وله

گر غبار ما بدامان تو ننشیند چه باک
ما ز عجز و خاکساری ره بجا آورده‌ایم

دور بودیم اندر دشت گشتیم خاک درگهت
ما کجا بودیم خود را تا کجا آورده‌ایم

در جمیع کارهای مشکل آصف با صدق
رو بفضل و لطف تائید خدا آورده‌ایم

وله

گر سحر در خاطر امید دل جا میکنم
دولت جاوید وصلت را تمنا می‌کنم

در تلاش وصلت و جویت گر بکار پیکرم
خاک راحت را در آنم جز و اعضا میکنم

اینکه می‌بندم دل خود را بمهر این بتان
شیشه را من آشنا با سنگ خارا می‌کنم

وله

خاک ما دادی بباد و هر نسیمی گویدت
من ز شیدائی لبت خط غبار آورده‌ام

نوبهارم گفت می‌آید نگارت شاد باش
من نشان جلوهٔ آن گلعذار آورده‌ام

چیست آهنگ ترحم ای بیابان جنون
دامن خود را برای نیشخار آورده‌ام

وله

سرمهٔ چشمش برای ماست اکسیر مراد
ما نگاه مست را کیمیا دانسته‌ایم

دوستی کردن بجانان عاریت باشد غلط
آصف این بیگانه را آشنا دانسته‌ایم

وله

نسبت گیسو و زلفت را بسنبل میکنم
طرهٔ گل را مشابه من بکاکل می‌کنم

بیشتر بتیان تا جورت نمی‌بیند دلم
چون ستمهای تو می‌بینم تحمل می‌کنم

وله

بیش رفت کار ما بوده است در جنون
نامهٔ فتح دل از چاک گریبان خوانده‌ایم

گر سخن گفتیم از حال خود آصف پیش یار
قصهٔ از درد دل در پیش دربان خوانده‌ایم

وله

اگر نیکم و گر بد وانهم او را
ازو هستم در اینجا هر چه هستم
چه میپرسی کرا آصف پرستی
بتی دارم که او را می‌پرستم

وله

می‌طپد دل در برم بگذار دستی بر دلم
نقش گر دو و گرنه در جهان آب و گلم

از بیابان گردیم صبا و نیش آزاد ساخت
کرد آسان و احمد رفیق بدارش مشکلم

به ماه نو چو بینند خلق من روی تو می‌بینم — که هم‌شکل هلال عید ابروی تو می‌بینم
نشان مسجد آمد دیدن محراب مردم را — چو خواهم قبله را جویم با بروی تو می‌بینم

وله

ز عصیانم عجائب خوفها در دل بود پیدا — رجای هست از جان پشیمانی که من دارم
ندامت پیشه کن ای دل اگر داری شفا مقصد — جز این مرهم ندارد داغ عصیانی که من دارم

وله

ای بهار زندگی تا حسن رویت دیده‌ام — بهر عیشت طالب عمر خضر گردیده‌ام
حکمت العینت نه فهمد جز شهید ناز تو — از اشارتهای ابرو درس آن فهمیده‌ام
زعفران را نیست رنگ زرد و من از زرد عشق — از نشاط عشق او همرنگ گل خندیده‌ام
کاروان عمر می‌بندد چو محمل هر نفس — آگهی تا گم نگردد چون جرس نالیده‌ام
هر بلا را سروری آصف نزیبد در جهان — در میان گل‌رخان آن شوخ را گزیده‌ام

وله

چو رسیده درد و سوزت بدل شکسته گفتا — چه بجبری تو اینجا که بمقصدت رسانم
نبود ز لطف و قهرت غرضی بجز رضایت — نه بسود هست میلی نه تنفر از زیانم
ز غم تو چشم آصف همه بخت اشک خونین — چو عیان فنا و جانم چه کنی تو امتحانم

وله

بنیو تا خود را سلامت دیده‌ام — جان و دل را غرق خجلت دیده‌ام
حرمت بیعت داده‌ام با شیخ جام — تا گشایش در ارادت دیده‌ام
من شباب عمر را صیاد داره — در کمین صید فرصت دیده‌ام
دیدم آصف گه عتاب یار را — لیک در عین لطافت دیده‌ام

وله

حرف لب نازکش نغمهٔ داود بسی — باز سماع عشق بوجد رقص کنان میرویم
نام خدا در نظر هست نشان نبی — تا بسوی کشور نام و نشان میرویم
شعلهٔ شوق بپرواز درآمد شب هجر — شمع افروخته در راه طلب بال و پرم

خاک گشتم بر بهشت اوج مرا سیر نما　　در پی تا فلات هست نمایان اثرم
هر کجا می نگرم موج ظهور دریاست　　قطره در بحر نموده ست و بخشکی گهرم
رهبری کرد زبس کار توکل همه جا　　خطری چهره نیفروخت بره در سفرم
نیست جز رنگ رخ یار بچشم آصف　　محو نظارهٔ گلزار بوجه دگرم

وله

بغیر درد محبت کرده‌ام ست بپا　　بنای کار جهان را خراب می بینم
چه خوش بود که کنم عبرتی بدل حاصل　　که کار عمر عجب در شتاب می بینم

وله

غرض بود ز وطن راحتی و آرامی　　بذوق وصل براه تو من وطن دارم
زبان کشاده پی وصف خوبی قدر ایست　　نشان هر سر موئی که من بتن دارم
در دل خود محبتش دارم　　در جدائی حضور دلدارم
سوز و درد محبت و عشقت　　بهزار آرزو خریدارم
ای صبا از من بگو آن یار را　　یوسف عهدی خریدار توام
گوید آصف کای دکان یار　　طالب هر جنس بازار توام

وله

وزرا هران بدر دنشا نی نیافتیم　　تصویر بو دگر می جانی نیافتیم
پیری ز رنج هرزه دویدن نجات داد　　مثلش لطیف راحت جانی نیافتیم

وله

از تارکان دنیا هرچند ما نباشیم　　لیکن بکوی ایشان ما نقش بوریائیم
درد محبت او هر دم شفای جان ماست　　بگذر طبیب از ما کی طالب دوائیم
قدر شناس خاکساران فهمیده زن قلم را　　هر جا که در خرامی ما خاک زیر پائیم
سودای یار آصف افزود قسمت ما　　از دولت محبت ما جنس بی‌بهائیم

وله

یاد آیا می که یار مهربانی داشتیم　　در بهار عمر وقتش آشیانی داشتیم

یاد آن صحرا که پیش شوخی صیاد خود — ما دل از صید گشتنها گمانی داشتیم

یاد آن آهی که هر بانگ جرس آه از دلت — بود تا بر لب نفسها کاروانی داشتیم

یاد آن سودا که در کوچهٔ زلف بتی — جنس دل را چیده بودیم دکانی داشتیم

تشنه لب مردیم در هجران او با آنکه ما — در فضای چشم خود آب روانی داشتیم

یاد آن ساعت که سودا بود آصف رهنمون — ما سر خود را بخاک آستانی داشتیم

وله

ز حال دل که در محبت چیست پرسیدم — نمود آئینه تا محرم اسرار گردیدم

چو او در عالم و بیرون ز عالم هست از شوقش — درون پیرهن بیرون از آن من نیز بالیدم

اگر باور نداری متن تشنه خوان ای خضر — بجائی میرساند رهنمائیهای تقلیدم

وله

نه از جوش مستی از الست و از بلی آگه — ازین دانی که امروز ای صنم عشق تو ورزیدم

شناسائی بود تکلیف آرا در جهان آصف — لباس عافیت تا دل بحیرت زیست پوشیدم

وله

بعشق آن پریرو خویش را دیوانه میسازم — دلم را گرد شمع عاشقش پروانه میسازم

بدل توحید تا بخشید از اهلیتم سوزی — باهل خانقاه و کعبه و بتخانه میسازم

رسائی نیست آصف در فراقش خبر بفریادی — بیاد چشم او با نعرهٔ مستانه میسازم

وله

بشارت اشک را داده چشم پرنم شبنم — که هر برگ گلی در بوستان شد همدم شبنم

بهر شاخی که گل وا کرد چشم عبرتی برخود — مهیا گشت در بزم چمن چون جام جم شبنم

عرق از بسکه بر روی تو باشد صاف نازکتر — توان گفتن درین گلزار او را ابن عم شبنم

دلم قمریست بر سرو قدش آصف بیا خاکی — زمین و آسمان دارد خبر از عالم شبنم

وله

در آئین نیازم جبهه سائی نقش استاده — بهر جا یار پا بگذاشت بهر سجده رو کردم

ظهور کارها را جوش طاقت می کند یاری — بقالیعنی و تا جانم بره هست جستجو کردم

دل صد چاک می گوید که عشرت نیست بی تنگی
برنگ شانه سیر زلف خوبان موبمو کردم

وله

به پیدا نامهٔ شوق این دل بیتاب می آرد
که بالی پر بود موجود در کار طپیدن هم

درین گلشن سراسر شادی و غم پهلوی هم باشد
بود گل غنچه گاهی گاه سرگرم شگفتن هم

وله

چون برات عاشقان بر شاخ آهو گفته اند
پاک زین تهمت نباشد که ما پروانه ایم

ناتوانی را ز جوش باره کم نتوان شمرد
ذره کوی تو گرم لغزش مستانه ایم

وله

در نفی خودی جلوهٔ اثبات نگارست
آگاه ز هستی هیم و محو جمالیم

پیوسته تویی بسکه بدل حاضر و ناظر
کفر است که گوییم که سوی یار خیالیم

وله

شکر احسان نیست جز احسان نمودن مثل آن
بر لب شیرین او دستی پر از شکر زدم

تا عرق در گرمی جولان نگاک تا عشاند
دانهٔ موران در زیر پای نازکش سر بر زدم

وله

سرو هر او آصف استاده در چمن راستی
آنکه تعظیم خلق خوی کند یا قیام

وله

گرد عالم همدم باد صبا گردیده ایم
همچو روی او گل خوشبو بسی کم دیده ایم

در گلستان محبت رتبه باشند بلند
تا به بندیم آشیانه بر سر او بالیده ایم

آصفا زور و سر دنیای دون را چه غم
صندلی بر جبه از خاک در ش مالیده ایم

وله

لطف کن لطف کن که در پیش تو باز آمده ایم
با کف پا زپر از نقد نیاز آمده ایم

پیش آن مه بقد خم شده آصف چه رسید
گفت آن ماه که با ناله نواز آمده ایم

وله

عشق بازی نبود سهل که مشکل کاریست
هر کجا پای نهی من سر خود را بازم

وله

در دل آزادگان دنیای دون را جای نیست
نقش خود ننشاند هرگز بر سر دریا قدم

اتفاق آیینه مقصود روشن میکند
جذب از یار و نفس در راه او از ما قدم

وله

زور دم یار آگاه نیست افسوس
که محمود دم نمیداند ایازم

نشود مقبول کس از خاکساری
کنم گر خدمت محمود ایازم

چو یک کس بی ضرورت نیست آصف
بود در خاکساری امتیازم

وله

اختلاطی نیست پیدا لیک در راه وفا
انتظار گرم جوشیهای یاران می کشم

گر مددگاری کند حیرانی نیرنگ حرص
دست خود از مهر این دنیا چه آسان می کشم

سینهٔ گل چاک می بینم چو خود آصف بباغ
تا سر خود را در آنجا از گریبان می کشم

وله

حرص دنیا هیچ کمتر از گزند مار نیست
تا بجنبش آید ز رفتارش عصا برداشتیم

از پی درد سرم گر در ضرورت ره نیافت
تا ز زیر پای او خاک شفا برداشتیم

وله

صید دل تا رسید در کویت
از حرم حرف هم ز رحل گفتیم

وله

هر کجا باشد طلوع آفتاب مهر یار
می نهد در گم شدن دنیا و ما فیها قدم

همچو عیسی هر که در تجرید باشد سر فراز
می گذارد بی سخن بر عالم بالا قدم

وله

وارد این دنیای دون بر لب پیغام غم
خودنمائی کرد در آئینهٔ او ما هم هم

کام آگاهان بود شیرین ز عیش معرفت
غفلتش بسیار و آگاهیست در ناکام هم

در تلاش شهرتش حاصل جز این چیزی نشد
بر جبین خویش دارد از عرق گمنام هم

از نصیب خویش هر یک را بود شکر بلب
برد فیض از آئینه اسکندر و از جام جم

پختگان را سر بلندی در نظر هیچ نیست
میشود از بار صحبت قامت هر خام خم

بی مضرت کی بود گر خرمی در نغمه است
میکند بی شبهه تاثیر در اجسام سم

پند ما بشنو که هیچ دولتت محکم شود
کامیابیها بود در شیوهٔ خودکام کم

تا نهنگ آسا ز خون عاشقان رنگین کند
می گشاید حلقهٔ آن زلف عنبر فام خم

قطره از ابر و بهتر بود آصف ز بحر
در بساط شعر تشنه دارد سر پا نام نم

در جهان ظلم ست بیش و عدل کمتر در نظر
خاک کم باشد بکوه آصف چو هم سنگ بیش

رسان ای طپش بر کف پائے یارے
نیابم وگر خنجر جانبازی آصف

مسلمان کی در حلقهٔ گیری او افتد
کند ناصب همان کارے که فرماید منیت آنرا

بت سنگین دلم آصف نپرسد هیچ از حالم
رمی که طالب آن دلبر پری وفا شده ام

ز سوز درد محبت چه شد که سوخت دلم
بهار لاله ز خاکم دمد که جا دارد

ز ناتوانی تن رشته ایست هر رگ من
بچشمش نظر افتد مگر ز دور آصف

به نیک و بد خبر کرده ایم از درد
لب از شکر و شکایت پر زبان است

دل با همین خاکساری گفت
نیست گر طاقتی بدل آصف

نه همین گرد که غباری دیدم
شب چو بیدار نشستم آصف

تا تیر از انشک مژه جانب بالا زده ام

وله

تا اول کار خود بی هر رایت و معمار کم
بی رحم در جهان خلقی بود غمخوار کم

وله

درین خون فشانی حنائے که دارم
براه وفا رهنمائی که دارم

وله

ندارد کار غری ره در حرم زلفش برهمن هم
چو آن بهر میکند پامال از نعل توسن هم
که آزار دوست رحمی بحینین از رحمی دشمن هم

وله

بتحاشه عاده هر روز مبتلا شده ام
هنوز قابل عشق بتان کجا شده ام
شهید خنجر مژگان سرمه سا شده ام
لباس پوش که چون حرف قبا شده ام
غبار وار پی یار بر هوا شده ام

وله

بهر ست و بهر شیار گفتیم
ز گل حرف و سخن از خار گفتیم

وله

مثل آن قطرهٔ چکیده رسم
بر آن دلربا طپیده رسم

وله

شکر شد که سوارے دیدم
صبحدم چهرهٔ یارے دیدم

وله

پنجه بر آبروئے ورد هویدا زده ام

ای ره کوی محبت مکن از من گله
شب چو آخر شود از شمع اثر کی ماند

وله

دل صیاد و پاره ام بیاد آید
پیش تیغ دو ابرو پیش آصف

وله

تا نظر بر چهرهٔ آن شوخ و شنگ انداختیم
تا ببینم آن گل رخسار غیر سر کشید

وله

بجبر تند نویسندگان اعمالم
سر من است و همان خاک آستانهٔ تو

وله

اگر در دست بود سر را بر آن در زمین مالم
بگوییم از لب شیرین او تا حرف شیرینی

وله

با قصه‌های درد ز لبها شنیده ایم
فردای محشر است مگر روز وعده است

وله

نظر بر مهر مکتوب و در اسناد باید کرد
پی اسباب بنیاد در تعب کی افگنم دل را

هر قدم را السر آبلهٔ پا زده ام
سر دشمن نه به تیغی بهوا زده ام

وله

سبحه را تا شمار می کردم
وصف آن ذوالفقار می کردم

وله

با جنون و عقل کامل طرح جنگ انداختیم
با درون کاسه آتش قدری رنگ انداختیم

وله

کز اشک چشم تر مستی شود گم
در ترانهٔ بهشت برین به کف ندهیم

وله

ز خاک پای آن گلزار صندل بر جبین مالم
ز شان شوق آصف به لب خود انگبین مالم

وله

یک شب در فراق که شبها شنیده ایم
هر روز از زبان تو فردا شنیده ایم

وله

که از نقش نگین در هر دو عالم نام میخواهیم
که جان کندن نگین آسا برای نام میخواهیم

ردیف حرف نون

نقش نیکی بعد مردن هم نخواهد شسته شد
جز نگین هر نقش آصف می تواند شسته شد

وله

خط آرا ابجم بمنزلگاه مقصودم رساند
گوش هوشم می کند تفریق کذب و صدق را

مردگان را می کنند این نقش احیا چون نگین
نقشها بسیار دیدم نیست ما چون نگین

وله

راه گر دیده است طی از پا کشیدنهای من
بر کفش آئینه دارد شنیدنهای من

هست در پرواز بیتابی رسیدنهای من — بال و پر افشانده در راه طپیدنهای من

ابنه دعوی بالب شیرین خوبان کرد و گفت — میبرد دل چون لب پاکش کمینهانهای من

در مقام کوششش آصف این ترنم می کند — برق را افکند در خجلت دویدنهای من

وله

الفت ما از رسیدنهای او گردد فزون — گوهر نایاب باشد بها از حد برون

در عروج آل نبی ما هست اینجا اعتبار — بیشود خورشید هم هنگام شعر سرنگون

وله

جلوه پیدائی کند گر آن گل رعنائی من — در تماشا محو او گردد ز سر تا پای من

شور محشر نیست گر در پیش ما هی هوی عشق — سربلند از دولت در دشت و شور غوغای من

وله

صفای نام در اینجا ز آب پیدا نیست — بدست کار سیاهی نشست و شوق نگین

اگر نصیب من آصف ز نام نیک بود — روان بود بر خشش آن بروز جوی نگین

وله

رحم و لطفت ساز یارم یا محمد تاج دین — از عنایت سازگارم یا محمد تاج دین

دانه تسبیح باشد دل بدست شوق من — نام پاکت می شمارم یا محمد تاج دین

جبهه سایان بخاک درگه نورا نیست — بیشتر ابدا اعتبارم یا محمد تاج دین

چهره نورانی خود را نما خورشید وار — بر درت در انتظارم یا محمد تاج دین

خاک راهت گشته ام در آرزوی پابوس — در هوای تو غبارم یا محمد تاج دین

گر تو صیادی بود صیاد دلم در دام تو — در خم زلفت شکارم یا محمد تاج دین

بیش الطاف تو آصف قایل از جان و دل است — جز تو دیگر من کدارم یا محمد تاج دین

وله

بسیار در فراق تو خواهم گریستن — دل را ملول بیش کند کم گریستن

در وصل آفتاب جهانتاب آن نگار — تدبیر ضایع است چو شبنم گریستن

آصف مزاج خلقت عالم همین بود — بر بیش خنده کردن و بر کم گریستن

گر ز هستی عشق بر خیزد نیست غیر از هوا غبار شکن
غیر تسلیم نیست زیر فلک گردن بخت این سوار شکن

وله

چه غم دارم اگر طوفان کند موج تردها که باشد همدم و مونس رفیق ره خدا من

وله

بباد میرود از جنبش ریا کردار ازین به است پشیمانی گنه کردن

وله

همتی باید که در آغوش مقصد جا کند بگذر از جان کار مشکل را تو آسانش ببین
دل اگر در یاد او تسبیح گردانی کند برفراز تخت مقبولی سلیمانش ببین

وله

جزای یک حسنه میدهند ده حسنه چه لطف اوست که یک را حساب ده کردن

وله

میدهد حسنت بشارت از عروج دولتم در زنخدان تو دیدیم چو یوسف جاه من
آصفا مدام بلندیهای بخت و طالعت تا نظر کردم بسرو قامتان شاه من

ردیف حرف واو

بعرصه گاه جهان راه و جاده بسیار بجز طریق محبت بهیچ راه مرو

وله

ای چه میجوئی ز دنیای دنی آرام دل نیست جز تشویش خاطر زلف سیاه او
نفعی ز باغ دهر اگر هست مقصدت چون شاخ باردار ازینجا خمیده رو
آخر نتیجه بخشش بود کوشش تمام باقیست تا نفس پی این عقیده رو

وله

دلم در سینه دارد مهر گیسوی چو دام تو که از روز ازل نقش نگینم گشته نام تو
بملک دیده و در عالم دل ایمنم خواهم بود دائم چو حکم حاکم عادل نظام تو

وله

نام من زیر فلک عمر درازی یابد دیده ام زلف بتی نقش نگین دارم ازو
دل یکی یار یکی اوست چو آئینه فکر نه بدل فکر ز دنیا نه ز دین دارم ازو

وله

تا دیده ایم دلبری چشم مست او رفت اختیار ز جان و دل از دست او

ردیف حرف هائے هوز

تا بشام دهر ای گلچهره خوشبو کرده — بهر صید عالمی پنهان نگاپو کرده

تا بسنجی نیک و بد ابنای دهر چشمت وا ندید — ای چرا خود را تو غافل بین ترازو کرده

اشکبی سازو نمازی ساخت سجاده را — مژده بادت گر وضوئی زآب بین جو کرده

ولہ

می تواند آشنا گشتن به پشت پا زدن — گر دلت را آگر از نیرنگ دنیا کرده

میتوان گفتن از آن اسرار با ما شمه — نرگس حیران چه در گلشن تماشا کرده

ولہ

جز فیض نسیمت نبود حاصل گفتار — از برگ درختان که شنیدیم ترانه

گر بشنوی ای مخلب از ما سخن خویش — بشنو ز رباب نی و هم چنگ و چغانه

ولہ

نمک از آن لب شیرین خود بجان زده — که تا کباب کنی آتشی در آن زده

چه سنگ های ملامت بسر فتاده من — تبارک ای سحرین جان ناتوان زده

ولہ

دل چه سنجید بمیزان گل رعنائی تو — چشم بد دور که از پیش و چندان شده

در مندی من اسباب نشاطت افزود — گریه ها کرده ام ای یار که خندان شده

غیر احسان نبود در دولت آصف چو مراد — پیش دلدار تو شایسته احسان شده

از اشارات دو ابروی دو چشم بیمار — نکته دان گشته ای یار و شفادان شده

ولہ

روشن بود که گوهر کان مروت ست — سر را براه الفت احباب داده

در نظر ما سبحه گردانی نباشد جز ریا — اینقدر خود را توانی هدیه رسوا کرده

چو ذو الفقار عدو افکنی ست در درست — بدر نمائے بما یا علی ولی الله

ولہ

تا کجا ها بار دنیا می کشی — گر ببندد از هی ز سر این بار به

گر عمامه بندی از بهر ریا — سر برهنه بودن از دستار به

از ریا اعمال باطل می شود — از چنین تسبیحها زنار به

ردیف حرف یای تحتانی

مشکل نباشد یافتن حالی فی البطبع را — باید تامل کردنت در کار دنیا اندکی

با عسر یسر آمد مگر ناخوانده زان بگذاشتند — بسیار کردی جور را رحمی بفرما اندکی

ولہ

تو ار بهیری کنی عالم مسخر — بخاطر فکر بسیاری نداری

همین بندگیست جمله آزاد — ازین صنعت گرفتاری نداری

بخاطر کینه آصف همچو یاران — هزاران شکر کین یاری نداری

ولہ

چیزی به بساط دو عالم — بهتر نبود ز آشنایی

از زشت جهان هر آنچه بینی — بدتر نبود ز خود نمایی

ولہ

ای دل آغشته دنیای دنی چون شده — در نظر آنهمه خوابست تو هم بیداری

ولہ

رنج سفرت چهره نمای برکاتست — اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی

ولہ

از گنج قناعت نبود هیچ نصیبت — تا در دل و جان لفت درویش نیابی

ولہ

منمای صرف هیچ تو نشب عزیز خود را — بجهان دگر نیابی ز متاع زندگانی

ولہ

در روت اگر نصیب دل و جان شنا شدی — جان بخش تر ز آب حیات دوا شدی

ولہ

ای دوست کجائی بوطن باز کی آئی — در راه نگاه تم بر من باز کی آئی

ولہ

بدست آویز آصف نیست آمد — سلیمان وار چون عالیجنابی

ولہ

مکن در فعل بد تعجیل هرگز — بکار نیک آمد شتابی

ولہ

دل رمیده کجائی که یار در برماست — جمال بینی اگر باز در وطن آئی

ولہ

راحت جاوید ایدل ز غربت خواهی ار — گر بلی آسوده کرونهای جهان بشنوی

ایدل از رمز محبت گر بیانی شنیده　　درمیان عاشقان از اهل عرفان میشوی
دربهار وصل آصف سبز گردد کشت دل　　درفراق یار اگر چون ابر گریان میشوی

وله

تعب کش در سفر گردد حریفس　　بکار اینجا نباید میرزائی
جهان پرگشت از نور تو لیکن　　نه بیند کس که در عالم کجائی

وله

غنیمت بشمر ای غافل که فرصت حاصل عمرست　　بود خرمن عالم همین امروز و فردائی
فروغ جلوه اش پیداست اما کس نمی بیند　　بود خالی تماشاگاه او از چشم بینائی
متاع زندگی آن به که صرف آشنا گردد　　سحرها را بغفلت گر که بندی هست سودائی

وله

دلست آئینه و از صیقل او　　نمی بینم بجز یاد الهی
مکن در مو سفیدی خواب غفلت　　ز جای خویش خیز و کن نگاهی

وله

وارسته نیستی اگر از خویش نگذری　　آگه نه ز غفلت اگر از پیش نگذری
تفریق نیک و بد ثمر آگهی دهد　　است ره درین میانه ز تفتیش نگذری
سیر بهار گلشن دولت بود محال　　تا در دولت تو از کم و بیش نگذری
آصف درین بساط بود نقش نیک تو　　خدمت نکرده از سر درویش نگذری

وله

محبت میدهد هردم گواهی　　که دل را میبری خواهی نخواهی
اگر پرسی تو حال ما ز مردم　　دو عالم میدهد پیشت گواهی
در اصلاح گناهم خجل دارد　　پشیمانی ندامت عذرخواهی
علامتهای فیروزی فتح است　　نشانهای دعا و طوع و ماهی
بحال خاکساران محبت　　تفقد کن که صاحب دستگاهی
دهد آئینه را اعزاز صیقل　　دل آصف شد از یادت مباهی

دل حیرت زده را دیده حیران مددی	شرط یاریست بهر کار ز یاران مددی
دل بظلمتکده فکر جهان افتاده است	شمع روشن توئی ای پرتو ایمان مددی
گنج معموری عالم متصور نبود	تا بشاهان ننماید گدایان مددی
درد عشق است که منت ز دوائی نکشد	درد مهجور تو نخواهد ز طبیبان مددی
بیکدگر بود از ربط فوائد بسیار	تا نخورش یافته در لذتش از نان مددی
آصف از یاری ما یار تنفر دارد	کی طلب میکند از مور سلیمان مددی

وله

بجز دامت ندارد صید دلها آن آرامی	بنای خانه عاشق ز زلف حلقه دامی
نشان پخته کاریهاست بر جورش شدن راضی	امید از لطف او بردن بود اندیشه خامی
اگر سوی حرم روی توجه هست حاجی را	بطوف زلف مشکین آصف بسته احرامی

وله

دامن خواهش بیا چه دراز افتاده است	وقت آنست که ای خار مغیلان مددی
آصف از گاو و خر امداد نه بندد صورت	کند انسان بهمه باب بانسان مددی

وله

برنگ روییم از عشق ست از روی	دلم دیوانه شد آیا چه کردی
نخواهی یاد دوران کرد ای دل	اگر محرم بجو پیمانه دردی
بروید گلشنی از خاکت آصف	بزیر پای نیکان گر تو گردی

وله

برخاست من از دل تا رو بره نهادی	نظاره ماند تا بیم هر جا که ایستادی
زین بوستان خرم در بابت غنی هست	آوازها بگوشت هر دم زند منادی
گر ممکن است آصف میکوش در تدارک	فرصت غنیمتی بود از دست حیف دادی

وله

تجاوز کردن از حد نیست دستور ادب هرگز	تعرض با تو می پیچد چو بی دستور بنشینی
نشست و خاست باید کرد آید سادر حضرتگاه	بحکم پادشه برخیزد ز جا مأمور بنشینی

چنان از غیر آصف بیخبر جز یار باید شد
که روی آن پری بینی اگر با جور بنشینی

وله

مروت تو اگر چند عام هست چه سود
ز حال خستهٔ ما هیچگه نپرسیدی

ز پخته هیچ صدائی نمیرسد در گوش
بکار عشق تو ای خام چون خروشیدی

وله

باشد بلند همچو علم در صف نماز
در گوش اهل سجاده اذان محمدی

در رتبه اش تنزل دیگر ضرور شد
عیسی چو گفت بعد من اسمه احمدی

هر جا که میروی بیت آصف گرفته است
تو مقتدای فتی و ما همه مقتدی

اگر نقاب ز رخ لحظه برانداز همی
شوم چو مهرهای تو گرم مهربازی

سخن بلند ز لب همچو سرو شد آصف
بیاد سعدی شیرین زبان شیرازی

وله

در نظر زلف سیه شبرنگ آید ناکسی
نازش کیفش مگر در چنگ آید اندکی

معنی مشوش ندارد لفظ غیر از سستی
این لغت پیدا نه در فرهنگ آید اندکی

وله

لذت افزائش نعمت نصیب کام تست
گر تو شکری بزبان از زرق زرن میبری

شکر شد چشم غیر همچو ما رویت ندیده
ای پری خود را نهان از پیش هر زن میبری

نوبیند شن و حرفی بس اگر در خانهٔ کس باشد
اثر در آشنا خواهد نمود از دوستان حرفی

کند پرواز شهرت در فضای عالم دلها
اگر دارد ز جوش معنی برجسته جان حرفی

وله

دل میبرد آن دلبر طناز نهانی
واغی بجگر مبند از بهر نشانی

در دست توانائی ما نیست جز افسوس
تا همدم برقی شده ایام جوانی

در باغ جهانست خزان آفت پیری
پیداست ازین رو که بهارست جوانی

وله

با این همه ستم که تو دلدارم آمدی
صد شکر می‌کنم که خریدارم آمدی

در هیچ مذهبی نبود این ستم روا
زینسان که چون نهنگ تو خونخوارم آمدی

چیست راز دل نمیداند کسی — حل این مشکل نمیداند کسی
عالمی در جستجوی ساحلند — کیست بر ساحل نمیداند کسی

وله

شدیم خاک و ز هستی همین بود کافی — گواه سجدهٔ کویت زمین بود کافی
گواه درد محبت چه شد که نیست کسی — به پیش یار دل پرحزین بود کافی

وله

چه بودی آن پری رو یک نفس همراز من بودی — زمانی همدم و از لطف با من همسخن بودی
نبودی جز همین پروانه گشتن شیوهٔ جانم — شبی قد موزون تو شمع انجمن بودی
ایدل فدای غمزهٔ خونخوار کیستی — ایدل بدام کاکل پرکار کیستی
تنها نمیکشی تو که صد پاره می کنی — در بسملان بگوی که در کار کیستی

وله

ندیده ام از تو من امروز نگاه عجبی — که دلم هست تپشش گواه عجبی
بدعا دست برآری اگر از دل آصف — در خطرها نظر هست پناه عجبی

وله

ای یار شگفته رو کجائی — وی شوخ فرشته خو کجائی
دل بستهٔ موی تست آصف — ای کاکل مشکبو کجائی
ما بیخبریم در جدائی — ما ایم کجا و تو کجائی

وله

تا ننشینی چو خاک بدریا نمی شوی — جوهرشناس گوهر لیا نمی شوی
هرگز حضور دل بتو روئی نمی کند — یکسو اگر ز هر وهم و بینا نمی شوی
چه بس مزخرفات جهان داردت حزین — تا آشنا بترک تمنا نمی شوی
آزاد تا نمی شوی از یار و نبوی آصف — همرو ریاض گلشن عقبی نمی شوی
کرمهای تو عام است و ما تنها در حسرت — هزار افسوس قدر الفت ما نمیدانی
بحیرت رفته است آصف بپیش جلوهٔ نازت — نمیدانم که میدانی ز حالم یا نمیدانی

بی روئے تو یک ذرہ نداریم قرارے ‌ ‌ با صبر نباشد دل ما را سروکارے

روزیکہ دوچارش شدم این عرض نمودم ‌ ‌ آنکس کہ دلم برد توئی گفت کہ آرے

وله

ونہ گوسرہ جائے خود غبارم را بجا باشد ‌ ‌ کہ دارد آشنا از آشنا امید اعزازی

محبت نیست محتاج محرک در طلب آصف ‌ ‌ بغیر بال و پر دل میکند سوئے تو پروازی

وله

ز خاکساری ما بوی خوش جہانگیر است ‌ ‌ زپائے ہمچو گل خود کہ بر زمین داری

نگشته خاکپای گرد آستان نرسی ‌ ‌ برون ز خود نشوی تا بآنجہان نرسی

بغیر جنس تو از راز دل بگو آصف ‌ ‌ خموش باش تو تا پیش ہمزبان نرسی

داد اند ترا دیدۂ بینا تر از ان ہم ‌ ‌ از جام جم روشن جمشید چہ پرسی

رنج سفر چہرہ نمائے برکات ست ‌ ‌ اینجاست عیان راحت جاوید چہ پرسی

جز یار تسلی نہ دہد جان مرا ‌ ‌ ایدل خبرم او کہ نہ پرسید چہ پرسی

انوار رخش بسکہ عیانست بعالم ‌ ‌ آصف خبر از مطلع خورشید چہ پرسی

وله

ای پری رخسار تو آئینہ روشن بود ‌ ‌ دیدہ ام چون قرص ماہ را در حسن از ان بالاتری

خورشید و مہ را کی رسد ہمسری با حسن تو ‌ ‌ از طرۂ طرار خود از بسکہ صاحب افسری

وله

دردت اگر نصیب دل و جان ما شدے ‌ ‌ جان بخش تر ز آب حیات دوا شدے

آصف کسے چو چشم کشادے بعبرتے ‌ ‌ ہر مشکلے نماندی و ہر عقدہ وا شدے

وله

ہمرہان را چون قفا بگذاشتی ‌ ‌ پردہ از رو بعد از ان بر داشتی

ای برآصف چون نکردی اعتماد ‌ ‌ بر طریق دیگران پنداشتی

وله

دل را نشد ز جلوہ اش ای یار آگہی ‌ ‌ حیران ندارد از روش کار آگہی

در گلشن مراد سرافراز می شود ‌ ‌ بر نخل قامتے کہ بود بار آگہی

میدهد دولت جاوید بسایه حسنت — که بفرق سر ما بسکه ایما هما ئی
طالب بدین روست نبود از چه دل زار — درد مند تو بود آصف ای یار شفائی

وله
ای شوخ چیست سوی گلستان نمیروی — گلها شگفته است به بستان نمیروی

وله
بعهد خویش نگار استوار باستی — انیس جان و دل بیقرار باستی
چه سود از ینکه بهار آمده است سبزه دمید — که یار گلرخ ما در کنار باستی
بهتر از وضع ملائم نیست جانرا حارسی — آب سیبی بد باز صدمهٔ سنگ کسی

وله
آهن زنجیر باشد زر کامل عیار — سختی خوبان هندی هست سنگ پارسی
جلوهٔ گلزار دنیا هست آصف همچو برق — نیست جا بگذر ز رنگ گل درینجا فارسی

وله
فریاد و ناله است و صدا و فغان یکی — مقصود ما ز شور جهانست آن یکی
چون یکدمی مفید سرانجام کار ماست — غم نیست گله را اگر آید شبان یکی

وله
از رنج خار راه اگر جبهه چین ندید — گلهای تازه بوی بداماں کند کسی
نقشی بر آب سینه نا تنگ معصیت — آیندهم که نقش خویش پشیمان کند کسی
پیری ربود خواهش عیش و طرب ز دل — آمد خزان چه سیر گلستان کند کسی

وله
می کند هوش و دل از غم چو جدا میگردی — بعهد بستی نروی باز چرا میگردی
نیست امید که از دست تو بینم آرام — گر شوم خاک تو ای شوخ هوا میگردی

وله
بوسه گاه لب افلاک بود جای علی — اوج امید گرفته است چمن پای علی
نیست جز جود و جودش کرامت خالی — حل مشکل شود از ناخن زیبای علی
الفت اوست چو ارکان مسلمانی من — شده ام شیفته و واله و شیدای علی
بی‌نیز قیمتش افزون ز دو عالم آصف — بی بها هست ز بس گوهر یکتای علی

حریص را نبود روز حشر قدرت نطق — ولہ — وان پرست از ان در جواب معذوری
جمال یار ز خورشید نیست کم آصف — اگر بہ پیش رخش نیست تاب معذوری

دیوان دوم کے اشعار منتخبہ جسمین آپ شاکر تخلص فرماتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں

ردیف الف

صبح دمید باده ده ناله عذرخواه را — پاک ز زنگ جہل کن آئینۂ گناه را
اوج مقام جاه او کرده بعرش همسری — سرمۂ بینشی کشم دیدۂ اشتباه را
کشت مراد منکر است طرفه ترانکه بهر او — گوش نمیکند کسی عذر نہ گواه را
خندۂ گل نمیشود رنگ روائی گلشنم — شاکر اثر بود بسی گریۂ صبحگاه را
لالۂ داغ ست دل خستۂ سودائی ترا — گل بود ساغر خون محرم مینای ترا
چشم دل فاخته سان گرد سرت می گردد — دیده تا سرو قد سرکش رعنای ترا
دی شنیدم که بلا ناکس مسیحا میخواند — بر فلک شاکر پر شور غزلهای ترا

ولہ

در بهار خط صفائی حسن افزون میشود — آب یکدم میزند بر رخ غبار آئینه را
از حدیث مهر و کین پیش منافق دم مزن — تا نه بیند راز پنهانی بیار آئینه را

ولہ

در فراقش هر سر موئی حلهٔ آهست آه — میرود از عرش برتر ناله و فریاد ما
راستیها رهبر آزادی شاکر شود — قامت سروی درین فن گر بود استاد ما

ولہ

بسکه تصویر کشی سیماست انسانی را — تا تماشا کنی این انجمن فانی را
گذر انصاف بمعموری عالم کوشند — شاه در خواب نه بیند غم ویرانی را
خار و گل پیش نگاهش همه یکسان گردید — هر که پوشید بخود جامه عریانی را

زلف مشکین تو کجا فطرت مانی ز کجا | قلم صنع نوشت این خط ریحانی را
محرم معنی خویش است درینجا شاکر | هرکه در سجده نخواند خط پیشانی را

وله

نگاه میفروشش پرکند مینای خالی را | رخش از خون تری بخشد بهار برشگالی را
نه هر صورت بود لازم که معنی آشنا باشد | شکوه پنجه صولت نباشد شیر قالی را
ز شور میکشان تا واعظان را فرقها باشد | بحرف و صوت کی نسبت بود اشعار حالی را
بچشم همت خود در نیارد وضع درویشی | نه طاق مشتری شاکر نه ایوان شمالی را

وله

مدعی از رشک میسوزد چو شمع | گریه بیند گرمی بازار ما
خار فکر باطل از دل برکشم | گر بود صاحبدلی غمخوار ما

وله

جنابش آستان بی نیازیست | گدا در سجده و سلطان هم آنجا
ز محنت میرسد هرکس براحت | الم هر جا بود درمان هم آنجا
شکر خواهی بشکرش کوش شاکر | که باشد لطف هم احسان هم آنجا

وله

هرسو رویم یار مقیم خیال ماست | او را چه غم که رنج سفر می‌کشیم ما
از حال ما چو آینه اینجا گراست غم | گر زحمت خود بهلاک گرمی کشیم ما

وله

در بیابان طلب راه حرم گم کرده‌ایم | یک مدد از خواجه احرار می‌خواهیم ما
عمر در راه حاصل گیتی چه باید جست آشنا | آه گرم و دیده خونبار می‌خواهیم ما

وله

بستر آسودگی در خاکساری یافتیم | بر زمین پهلو چو نقش بوریا داریم ما
جام ما از درد و صاف عرض مطلبها تهیست | شاکریم از خود دل بی مدعا داریم ما

وله

تو درینجا فسرده همه گرداب گوهری | بطبیبش ببند رخت دل بجهان گر کشا
نبود جز جنون دوا مرض کار بسته را | همه در ببند بر رخت ز دل چاک در کشا

آه و زاکودی باید مرا	وله	نغمهٔ داکودی باید مرا
شکر شد فارغم از نیک و بد		نی زبان بی سوهی باید مرا
سوختن تا داغ محبت دل پروانهٔ ما	وله	شمع گردید بگرد سر پروانهٔ ما
چهره بنماید و از شاکر اگر دل طلبد		نیست جز دادن جان تحفهٔ شکرانهٔ ما
خوش ندارم صحبت عاقلان	وله	صحبت مجذوب می باید مرا
نیست از دشمن غمی چون دستگیر ماست پیر	وله	در جناب حضرت والتجا داریم ما
محو آن زلف پریشان چکند سامان را	وله	بر در خانه مگر جای دهد طوفان را
پاس عشق بحرص مده اختیار را	وله	محرم مکن بدیدهٔ هوش این غبار را
شاکر چو شرع پاک نبی حکم ایزد است		بی رخصت رسول مکن هیچکار را
کار جهان برشتهٔ تدبیر بسته اند	وله	وابستهٔ عنایت او کارهای ما
اما چه میشود که دران حلقه بشمرند		شاکر رسان بخلوت یاران دعای ما

ردیف بای موحده

صفای عارض گلرنگ یار را دریاب		چمن طرازی این نوبهار را دریاب
زیاد دوست مشو یک نفس جدا شاکر		بکنج خلوت دل آن نگار را دریاب

ردیف تای فوقانی

ز سرد و گرم جهان فارغند آزادان		گذشتن از سر او هم کار مرد است
ز جان گذشته بجانان رسیده ام شاکر		متاع وصل این نقط سخت ارزانست
محتسب را بر در میخانه هرگز بار نیست	وله	منکر آنرا با تماشاگاه جنت کار نیست
دامن هر عشرت و راحت بدست محنت است		عمرها گشتم درین گلشن گلی بیخار نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور وصل اوست — بیجمال یار یکدم زندگی در کار نیست

گریهٔ گوهر فشان شاکر بهار دیگرست — همچو سیل آشوب چشم ابر دریابار نیست

وله

هوسم عیش است و جای دلکش و دلها جوان — در چنین هنگامهٔ عشرت هوای قهوه است

وله

در دل ما اثری از طرب عالم نیست — غیر درد تو درین خانه کسی محرم نیست

میرود عمر زکف تا دلت آگاه شود — غنچه تا چشم گشاید بچمن شبنم نیست

وله

چمن عشق و محبت گل درویشانست — پردهٔ راز الهی دل درویشانست

جلوهٔ همت ایشان مقامیست بلند — منزل خلد کجا قابل درویشانست

جوهر آزادی ما را فروغی دیگرست — هر کجا دل صاف گردید از گهر روشنتر است

کیمیای بی نیازی همت درویش است — کبریای فقر از ما دا و این خاکستر است

سوزِ جگر و دل قبول عبادتست — آن زهد کافریست که در وی نیاز نیست

بیفرع راه اصل نمایان نمی شود — شاکر مگو دلیل حقیقت مجاز نیست

وله

هر یکی را نمکی دیگر و حالی دگرست — رنگ گفتار دگر صورت قالی دگرست

گر شکوهٔ زمانه کنی مختصر بس است — عیش دوام رستن ازین درد سر بس است

در باغ آرزو و هوس رنگ و بو گر است — ما را خیال آن گل خوشرو همین بس است

وله

دل از خیال تو یک شهر خرمی دارد — همین لطف تو اینخانه دولت آباد است

بود فزونی نعمت بشاکر مسکین — شکر واجبست نعمتی خدا داد است

وله

اینخانه تن پرستی و تن آرمیدنیست — از ساغر عمر نغمهٔ ناهی شنیدنیست

شاکر ز عیب خلق بعبرت شو آشنا — این ساز دیدنی که تو وارهی ندیدنیست

وله

الفت او تا بروز حشر زنجیر منست — مهربانیهای افسون تسخیر منست

نصرت دین باورم گر وید شاکر شکر کن — آشنای از لطف علی در جوی شمشیر من است

ولہ

پیر وعقل است هرکس تا می گلفام نیست — عالمی گمراه میگردد چو شیخ جام نیست

از طراوت دستگاه رنگ دارد هر گلی — هرکه شاکر نیست در ره بوی از اسلام نیست

ولہ

مست الفت را شراب بیگری درکار نیست — گردش چشم تو دیدم ساغری درکار نیست

هرکرا باید سفر کردن اقامت آفت است — کشتی طوفانیم را لنگری درکار نیست

ولہ

عیش اگر در وطن بود شاکر — ما توان هرکجا شد وطن است

درد مندانرا زباشد دیگر است — هر طپش در دل بیانی دیگر است

گلشن ایجاد را کاین رنگهاست — تربیت از باغبانی دیگر است

ولہ

حب وطن باعث آزار ماست — شوق سفر پیشه و کار ماست

الفت دنیا بدل ما نزد — این بد از خواجه احرار ماست

ردیف ثاء مثلثه

یار رنجید ز ما باز چه باشد باعث — یار رقیبان شده همساز چه باشد باعث

شمع این بزم جهان پرتو نازش هر جاست — ما نه پروانه پرواز چه باشد باعث

مدتی دلبر بیرحم بما بود رحیم — باز گردد آن ستم آغاز چه باشد باعث

ناله ها گردم و زین کوه صدائی نه رسید — همچو نخ بسته شد آواز چه باشد باعث

شاکر آن را که دل از راه می پوشید — خود بخود گشت بما باز چه باشد باعث

ردیف الجیم

مستی عشق نباشد بهاران محتاج — نبود شور قیامت به نمکدان محتاج

فکر آرایش خود شیوه آزادان نیست — گردن سرو نباشد بگریبان محتاج

از دل چاک منت اوج غرورش شاکر نیست با شانه چه از زلف پریشان تخلج

ردیف حای حطی

هر کس کجاست محرم آنجه هوائے صبح داغ ست آفتاب بذوق صفای صبح
انجام هر نفس بود آغاز جلوه اش در ابتدائے صبح ببین انتہائے صبح

وله

میدوزد آفتاب بصد تار زرنگار تا چاک شد ز غفلت عالم قبائے صبح
بہر علاج مرگ گران خواب غافلان شاکر بود مسیح دم جانفزائے صبح

ردیف خاء

نکرده ست بت سیمبر من لب از پان سرخ شده ز خوردن خونہائے عشقبازان سرخ
بیاض گردنش از خون من خطے دارد غریب نیست اگر باشدش گریبان سرخ
نگر ز خاک شهیدان گذشته امروز که شد لباس تو از گرد این بیابان سرخ
قبول فیض مدان جز بقدر استعداد بہو بہار نشد رنگ باغبانان سرخ

ردیف الدال مهمله

آن کیست بر سفر بگذارد بنائے خود هر کس خوش ست در غم و شادی بجائے خود
هر چند دل ز درد و غم هجر داغ شد شاکر نگفته ایم بکس ماجرائے خود

وله

عارفان را رغبت شوق تماشا نیست دیده عبرت بروئے اینجهان وا کرده اند
بیخبر از سیر دل بگذر که خوبان جهان انجمن در خلوت آئینه ما کرده اند
از نسیم صبح توفیق رسا صاحبدلان کار دنیا را چو گل شاکر بسر کرده اند

وله

بر سر خاک شهیدان گذرے خواهی کرد در دولت گر هوس دیدن گلها باشد
شمع کاشانه بفریاد دل ما نرسد آتش افروز جنون دامن صحرا باشد

زناوکی که از نگه او بما رسید — صد رنگ نوبهار گل مدعا رسید
جان و دل و جگر صید گاه اوست — هرجا رسید ناوک شوخش بجا رسید
برآسمان ز سوز جنونم فسانهاست — کارم بعشق او ز کجا تا کجا رسید

وله

چه حالتست درین عمر کز تغافل چرخ — دعای خسته دلان کارگر نمی آید
نظام کار دو عالم باختیار کسی ست — ز دست کوشش ما هیچ بر نمی آید

وله

بدوستی چشمت می و ساغر نمی ارزد — بان نگینی عارض گل احمر نمی ارزد
نسیم طره اش دل نمی رباید کسی و گرنه — ببوی گیسوی او طبله عنبر نمی ارزد
کجا مجذوب با سالک تواند همسری کردن — بذوق قطره یک تشنه صد گوهر نمی ارزد

وله

یک گل ازین بهار با آرزو نمی رسد — سنبل خوش است لیک بگیسو نمیرسد

وله

عنان بدست نویسندگان تقدیرست — باختیار کسی را کجا گذاشته اند
بلاکشان محبت بسجده تسلیم — چه نقشها بمقام رضا گذاشته اند

وله

باز صد بیگانه بهر آشنا باید کشید — رنج کوشش بهر یک مدعا باید کشید
دامن مقصود تا افتد بدست آرزو — در بیابان طلب بس رنجها باید کشید

وله

محبت چشمه دل از جور الفت برنمیدارد — حباب هم سر پیش موج تیغت برنمیدارد
چو شبنم از زمین سر نخواهد داشتن شاکر — نقاب از رخ گران خورشید طلعت برنمیدارد

وله

دوستیها که بیریا باشد — همچو عنقا و کیمیا باشد
فارغم ز رنجهای بیگانه — یار می باید آشنا باشد
نتوان در حساب آوردن — الفتی را که انتها باشد
شاکر از ما لیان تخلص را — هرکه دل بسته وفا باشد

نگاهی سوی مستان هم نتوان کرد
بمژگان تیرباران می توان کرد

بنور شمع حسن عالم افروز
شب ما را چراغان میتوان کرد

چه از نیکی نباشد هیچگاهی
بدشمن نیز احسان می توان کرد

درین گلشن ز رنگ و بوی اخلاق
گلی شاکر بدامان می توان کرد

وله

مفتیان رسمی بعالم کرده اند
باده نوشیها بعالم کرده اند

مست جام آشنایی هم دیده اند
سرخوش ذوق و صفا هم کرده اند

کوشش یاران غمم افزوده است
گرچه تدبیر ملالم کرده اند

در گلستان صحبت اهل دل
از کرم شاکر نهالم کرده اند

وله

بمحفلی که مراد شه و گدا بخشند
چه میشود که دل زار را بما بخشند

بشکر کوش ز اخلاص روز و شب شاکر
که گنج نعمت جاوید از این ادا بخشند

وله

بهر کشادن در میخانه شیخ جام
در دست ساقیان ز ره نو کلید داد

شاکر بعیش کوش که ساقی ببوی گل
ما را نوید شوق بجام نبید داد

وله

ای آنکه نا امید شدی از گناه من
یارب ببین که فضل الهی چه می کند

آگاه نیست زاهد خودبین ز حال ما
این بیخبر خیال تباهی چه می کند

وله

بنور روی تو خورشید شد بجا شاگرد
دگر بغیر جهالت شود کرا شاگرد

عنان خدمت استادگی ز دست مده
شود شهنشاه معنی گر آشنا شاگرد

وله

دلم از درد پیش آشنا خالی شد و پر شد
برنگ جام می کی جا بجا خالی شد و پر شد

بهارتی و خزانی روز و شب در کار می بینم
ز رفت و آمد خلق این سرا خالی شد و پر شد

کلام عالیست این از صفا شاکر اثر دارد
دل پاکان از هر مدعا خالی شد و پر شد

وله
گوشه گیری قطره را گوهر کند — کامل آنکس کز جهان پا می کشد
شاکر آگاهم نه مکر آرزو — در کمند مهر دنیا می کشد

وله
شاکر از گنج قناعت هر که فیض اندوز شد — منت احسان کی از ارباب دولت می کشد

وله
هر کمالی را زوالی در قفاست — غفلت آخر ها پشیمانم کند
زنده ام شاکر باین امید و بس — دردمندیها مسیحانم کند

وله
چون می دیرینه در آفاق شهرت میکند — منزوی شد هر که در یکرنگی یکسان ماند

وله
بی برگ ز آفات جهان باک ندارد — رنجست نخلی که ثمر داشته باشد
از عالم راحت طلبی بهره ندارد — آن شخص که در پیش سفر داشته باشد

وله
کم کن سخن که حرف تو بی آب میشود — این شیوه ننگ صحبت احباب می شود

وله
در هوا بهار ندا دوای کند — سعی نسیم غنچهٔ دل وا نمی کند

وله
نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر — آئینها و آئینه ساز آفریده اند
ز آغاز کار ست پدید گیسو دراز را — دشمن گداز بنده نواز آفریده اند
شاکر بمعنی تو و من وارسیده را — صد بار نیست کرده و باز آفریده اند

وله
ندارد زیب حسنت حاجت مشاطه دیگر — جهان را بی سپاهی شاه عالم گیر میگیرد
ز رنگ بی نیازیهای ناز او چه پردازم — بصد تقصیر می بخشد بیک تقصیر می گیرد
بلند و پست ما از عشق گردد در نظر یکسان — ز سیلاب این بنا صورت تعمیر می گیرد
دل میرود ز دست و نداریم اختیار — مطرب درین بساط چه آهنگ ساز کرد
دستش ز دامن مقصود کوته است — هر کس که بر بساط ادب پا دراز کرد

وله
تمیز کامل و ناقص نماند در عالم — درین زمانه رواج گهر خزف دارد

فلک مدد گر خلق است لیک شاکر ما — امید گوشهٔ چشم از شه نجف دارد

وله

نعمت ز خاکسار محبت دریغ نیست — اگر فروغ مهر به دیوار می رسد

ای غرهٔ فریب هوسهای زندگی — غافل مشو که مرگ به یکبارگی رسد

وله

افزون کنیم شکر و بهر حال شاکریم — هر چند غم ز دست تو بسیار می رسد

وله

تدبیر عزیزان چه کند با من محزون — دل کی خوش شود از نسترن و نشتر گریه خندد

خوردیم بسی غصه درین بحر با امید — شاید که بگیریم با من گوهر چند

وله

دارم امید گوشهٔ چشم از عنایتش — حافظا که خاک را بنظر کیمیا کند

وله

در ابروش اشاره تحقیق مدعاست — در پیش ما ز قبله نما جلوه می کند

وله

نیستم ممنون احسان بهار — دامنم پر گل تو گل می کند

هر که شاکر نخست دل ریز در چشم — دامن مقصود پر گل می کند

وله

بفکر خستن من نیست خاک کوشش دشمن — نفس چون خار ماهی نیشتر در آستین دارد

وله

گشتیم پاک دارد و زشکست طوفان — کار ما شد از جوی افتاده ما ساز شود

وله

جوش غم و نشاط جهان پایدار نیست — بیدار مشو کر اندک و بسیار بگذرد

پرگشته عالمی ز مریدان شیخ جام — کو محتسب که بر در خمار بگذرد

وله

طینت اهل کرم از آفت مرگ ایمن است — نیکنامی تا قیامت کار هستی می کند

هر که شاکر آشنائی معنی تحقیق شد — گرچه در بتخانه باشد حق پرستی می کند

وله

آنها که در حمایت همت سفر کنند — اندیشه کی ز وادی خوف و خطر کنند

دانا دلان که نسخهٔ آداب خوانده اند — هر چند قرب بیش حذر بیشتر کنند

وله

وصل کمال پیروی کامل است بس — در منزل آن رسد که پی پیر میرود

وله

ز دنیا در لباس دوستیها — فریب دشمن جانی به بیند

وله

بر اوج فلک سایه کند طرف کلاهم — از گوشهٔ چشمش نگهی گر بمن افتد

جائے گله اش نیست که نعم البدلے یافت — از کشور هند آنکه بملک دکن افتد

ایمان بدل از حب وطن ریشه دوانید — خوش وقت غریبی که بفکر وطن افتد

تا خاک شدن دیگریش از کف نگذارم — کو بخت که دامان تو در چنگ من افتد

وله

گر رشتهٔ ما را سیاستی نیست — کی کار جهان نظام دارد

وله

پیری ز سینه جوش شبابم نمی برد — ذوق شراب و میل کبابم نمی برد

وله

مرا از ذکر محمود و ایاز این نکته شد روشن — که صید عشق خوبان عاقبت محمود میگردد

وله

صلاست باده پرستان که یار می آید — بچشم مست و سر پر خمار می آید

وله

فصل گل ست امروز دیوانه می توان شد — با لیلی جنونی همخانه می توان شد

حرف الذال المعجمه

در فراق تو نهادم چو قلم بر کاغذ — تر شد از اشک من آن رهبر هر کاغذ

رقم نامه ام از بدنگاه شوق ست — یافت زین تار رسا رشتهٔ مسطر کاغذ

خط شناگر طپش دل برساند بر یار — نیست محتاج بپرواز کبوتر کاغذ

حرف الرار المهمله

دل برده میکند طلب از من بسے دگر — با زلف او فتاده مرا مشکلی دگر

با یاد جانفزائے تو سر سبز گشته ام — در کشت عمر کو به از این حاصلی دگر

وله

من ندارم جز تو دلسوزی و غمخواری دگر — غیر حسرت در دل من نیست دلداری دگر

بهر زاهد سبحه و زنّار بهر برهمن — بر سر و سودائے دیگر هر کس و کاری دگر

هیچ فایده نکند مرو از بهر یاری بیشتر
می‌شود سبز تماشا گرد اندامید وار
شود رنگ فزون طبع چون گهر دلگیر
چرا از اهل محبت ملول میگردی
ای محبت تنگ گرم بر سر مژگان ببر
نیست حاجت اینقدر سختی تماشا گردنت
نقش و نگار منظر اقبال دیده گیر
هر جا و هر مقام که قصدت رسید نشست
دنیاست زهر بار قناعت فسون او
باغ امکان مظهر رنگست از ایوان یار
مصرع برجسته هر گاه موزون میکنم
ساغر چشم تو دارد باده ناب دگر
خواب مخمل فرش راه غفلت آرائی بود
در خم ابروی او مذهب پرستش عشق را
جز روی یار نیست نگاه خوشتر دگر
ممتاز هست [illegible] نسیم
چشم ابر نوبهار [illegible] دانه هاست
نیست موجودی [illegible] گلشن که بی داغش بود
رنگ شهرت نگاه خود نمائی بیشتر

وله
آدم با حلم باشد اعتباری بیشتر
چون زمین هر که باشد بردباری بیشتر
وله
برنگ آب روان نیست از سفر دلگیر
که طبع مخمل نگردد از خطر دلگیر
وله
یعنی از دل شیشه نذر پریان ببر
جان عشق چون نفس بر لب بود آسان ببر
وله
عرض مکرر از لب دولت شنیده گیر
منزل گزیده گیر و بانجا رسیده گیر
پیش از گزند آفت افسون میده گیر
وله
صبح هستی نیست جز گل کردن قربان یار
انتخاب بیت ابرو نیست از ایوان یار
وله
موج خیز نثار او هست سیلاب دگر
جسم او دارد درین راحت سر خواب دگر
بهتر از تسلیم گشتن نیست آداب دگر
وله
این گل یقینی ست درین نیست شک دگر
همرنگ او کجاست بحسن نمک دگر
وله
جز متاع دل نمی جوید در دوران یار
ابر و رعد و شعله و دود است در ستان یار
وله
بالله از اظهار الفت آشنائی بیشتر

دست از تدبیر نیاز هوش نتواند کشید　　بخشد از کار جهان غفلت‌های پیشتر

وله

نمی‌شود بفراق تو آشنا کده آخر　　ز سعی جان بلب آمد گذشت راه آخر

مکن ملامتم ای مدعی که عارف پاک　　نوشته‌ست خط نسخ حسب جاه آخر

وله

بکدم بیا بر سر این خفته کن گذر　　ببینم سیر یکدمت آهسته کن گذر

وله

تماشا گسته نیست پای ترا گلشن دگر　　در باغ دل بصورت تماشا کن گذر

وله

محبت تو بدل می‌کنم بجان اظهار　　مفید آنچه بود کرده‌ام بهان اظهار

رسانده عرض محبت بیار خاموشی　　فضولیست که سازیم با فغان اظهار

از نگاه عالم عقل و هوش و جان ببر　　چون دلم آخر تو خواهی برد با سامان ببر

تا به گلزار دلت درد محبت گل کند　　نقش خواهشها ز لوح سینه دریان ببر

ردیف الزاء المعجمه

دل عاشق ز درد آسوده هرگز　　که دید این شعله را بی دود هرگز

ز دل فاش است اسرار محبت　　نشد پوشیده بوی عود هرگز

دل شاکر که از هجر تو تنگ است　　کشاید نغمهٔ داؤد هرگز

وله

صبا به آن بت شیرین ادای صبرگداز　　بگو سلام من خسته دل ز روی نیاز

بیا که خانهٔ دل بی غبار رنگ و بویست　　صفائی آیینه در راه تست پا انداز

ز صبح فیض عنایات محی الدین　　صفای قلب طلب میکنم بعجز و نیاز

وله

برون نداده فغانم نوای پردهٔ راز　　شکسته رنگی من گشته اینقدر غماز

قبول بندگی درگهم کند چه شود　　جناب سید گیسو دراز بنده نواز

دل شکسته را دست شیخ جام آورد　　گنهکار رند در روزه بوسه بنماز

رسید موسم گل ساز عیش کن آغاز
بجام و شیشه و نقل و کباب و می در ساز

ببین همت آن پیشوای اهل سخن
نموده ام غزلی نذر حافظ شیراز

وله

خرمی گل کرد جز با غم نمی سازم هنوز
در چمن آمد بهار و رنگ می‌بازم هنوز

داغ انجام وفا شاکر کجا باید شمرد
دیدهٔ محرم نشد از رنگ آغازم هنوز

درد عشقش را ز چاک سینه خود چاره ساز
گر گشاد کار میخواهی گریبان پاره ساز

صیقل کردی بوجه احسن و روی سفید
سیر این مهتاب در آئینهٔ رخساره ساز

اجتماع لفظ بد تاثیر دارد در کلام
نفس را گر زور باشد دور از اماره ساز

وله

از جوش بهار قدمت گشت چمن سبز
بلبل بنوا آمد و گردید سخن سبز

در فصل خزان سیر چمن نیز توان کرد
زان روی که گردید بدل یاد وطن سبز

از باد خزان نخل بهشتی نبرد رنج
از فیض حق و لطف نبی هست دکن سبز

شاکر نتوان خانه نشین ساخت جنون را
امروز که صحراست نه از طرف چمن سبز

وله

دادند تا بدست بتان اختیار ناز
رنگین تر از بهار گل آمد بهار ناز

شاکر چو وضع شبنمی بگلشن بود صواب
جز گوهر نیاز نزیبد نثار ناز

وله

ز هستی کی شوی واصل بدلدار
غبار ره توئی از راه برخیز

بلطف مولوی رومی و جامی
ببین شاکر جمال شمس تبریز

ردیف سین مهمله

آشیان در هر کجا بستیم بی زحمت نبود
گوشهٔ آرام ما چاه زنخدانست و بس

کسی از خوان قسمت روزی خود می خورد
رزق غفلت پیشگان اندوه و حرمانست و بس

وله

بباغ دهر مگو نیست بار ور نرگس
شه و گدا همه دل بسته اند بر نرگس

درین چمن دلی از حب جاه خالی نیست — هنی نساخته پهلو ز سیم و زر نرگس
فروغ باغ ز نرگس بود از آن شاکر — که هست از همه گل صاحب بصر نرگس

ردیف شین معجمه

آسوده ز اندیشهٔ هر سود و زیان باش — چون آینه از عالم حیرت زدگان باش

وله

هر کجا رخت راحت می‌رسد — دردمند و خسته و بیمار باش

وله

تلاش معرفت خویش از آن و این غلط است — مرو بهیچ طرف گوشه گیر دامان باش

وله

غافل مشو ز خاک نشینان چو آفتاب — ای صدر آستان خبرے می گرفته باش
ایدل چنین به بستر راحت چه خفته — از غم کشتگان خبرے می گرفته باش
چون عاقبت ترا بتهٔ خاک رفتن است — غافل ز آنجهان خبرے می گرفته باش

وله

طالب درد ایم درمان نباشد گو مباش — پرسش جوئی از طبیبان گر نباشد گو مباش

وله

ای سخن در وصف خوبان بر لب امید باش — از فروغ این معانی کوکب امید باش
جز محبت نیست امید و گر در خاطرم — ای محبت در دل من مطلب امید باش
تا بفهمی معنی اشک محبت را که چیست — همچو طفلان روز و شب در مکتب امید باش

وله

بشوق کوئے محبت ترددے داریم — شبے بود که بیاید بچشم ما سحرش
فغان که یار بفریاد ما دمے نرسید — هزار ناله کشیدیم و نیست یک اثرش
ز فیض نقش فزون تر بود از وہمے — کسی نام محبت مکند بر جگرش
نهالے صبر نشانی اگر بدل شاکر — بقدر حوصله یابی حلاوت از ثمرش
خاکسار رہہائے من بود بنقش پای یار — خواب راحت می کنم در سایهٔ دیوار خویش

وله

طرح گلشن ریزد از خنده یادش — غنچه ها را وا کند با لبید نش

هست رنج شور و شر در آبشار / عاشق آسوده است از نالیدنش

وله

سیر عالم نیست پابند همین پا سودنی / گر خیال تو رسائی میکند سیار باش

گر خبر داری ز راز اقرار لسان تصدیق قلب / در چمن زار بیان گفتار با کردار باش

ردیف صاد مهمله

در محبت خلوص می باید / می کند جست و جو وفا اخلاص

جز محبت کجاست درمانی / درد بیمار را شفا اخلاص

فرق باشد در آسمان و زمین / زاهدان در کجا کجا اخلاص

وله

بی نصیب از وجد و حال افتاده اند این صوفیان / می نیاید جلوه اینها گوشه دستار رقص

غافلان را نیست تکبیری بغیر از وجد و حال / میکند خوابیده را از های و هو بیدار رقص

ردیف ضاد معجمه

با مقدم بهار نداریم با غرض / در دل بود رسیدن آن آشنا غرض

تن پروران با کل و شرب بند مبتلا / از نرو که آشناست آب و هوا غرض

بر در گهش که نیست غباری جبین ماست / شاکر کجا فتاده و باشد کجا غرض

ردیف طاء منقوطه

تا بنازم سر به تیغ ابروت جانا چه حظ / کفر زلفت گر نه در راه دل ایمان را چه حظ

عیش ما جز پیرهن چو حوے لطف تو آماده نیست / گر نباشد میزبان خوش خلق مهمان را چه حظ

وله

در دولت نا نعیم نباشد غمگساران را چه حظ / بی امید یاریت امیدواران را چه حظ

رخت بیماری ز تن افکند بیرون نا صبا / ای ز درد عشق تو پرهیزگاران را چه حظ

چون رود افسرگیها از چمن بی لطف ابر / جلوه بیهر اگر نکردی خاکساران را چه حظ

لذت احسان ز ناشکران نمی‌یابد کریم — گر ببارد بر زمین شور باران را چه حظ
درد عضوی می‌برد اعضای دیگر را ز کار — گر بود یاری سپیر رنج یاران را چه حظ
تا نماند غنچهٔ دل تنگ ساغر غیر ازین — زین روا رود در جهان باد بهاران را چه حظ

ردیف عین مهمله

دلها چو عجب ساخت خم زلف یار جمع — مردم شوند بهر امان در حصار جمع
تا دل علم بعشق شد از خویش می‌برود — کی مانده هست میوه سر شاخسار جمع
کز پرتو جمال و سواد نگاه — در چشم خلق آمد لیل و نهار جمع
چون موج کز جدائی بحر است مضطرب — در دوری تو نیست دل بیقرار جمع
شاکر امید شد که کشد دامن دلم — تا گرد یار از مژه اش خار زار جمع

ولہ

سراپایش بهار کفر و ایمانست در واقع — کجا زلف و چه رخ زنار و قرآنست در واقع
چراغ عالم افروزست شاکر عارضش بیشک — جبینش همگمان خورشید تابانست در واقع

ولہ

پیش آن رخسار تابان گر بسوزم نام شمع — آتش خاموشی فتد در زبان و کام شمع
نیست جز بر باد رفتنها درینجا حاصلی — غفلت ما را اشارت می‌کند انجام شمع

حرف غین معجمه

تازه شد از بوی گیسوی تو سودائی دماغ — فکر من شمع دل افروخت اندرون دو چراغ
وحشتم را رهبر بادیهٔ گمنامی است — که دران بادیه گرد پر عنقاست سراغ

ولہ

بهوس چون سحر آمدم که رسیدیم بباغ — پیرهن پیرهن از یاس بدیدیم بباغ
چون گل آخر ز جهان قطع تماشا کردیم — ساغری چند بهر رنگ ودیدیم بباغ
باغبان گرچه ره از چمن پنهان داشت — رونق تازه دل غنچه شنیدیم بباغ

شاکر از خاطر ما رفت خیال دو جهان — دل ربا نالهٔ امروز شنیدیم بباغ

حرف فا

نالهٔ زارم نشد همدم بگوش یار حیف — می سزد گفتن بجای ناله‌ها صد بار حیف

در هوای ابر و جوش سبزه و فصل بهار — جلوه پیرائی ندارد قامتش بسیار حیف

بر هنرور می کند تعطیل ظلمی آشکار — ناوک مژگان او باشد اگر بیکار حیف

جز به بیدل شاکر نباید راز عشق او — آشنا گردد اگر گوشی باین اسرار حیف

ردیف قاف

گر شود شوق طلب یار رفیق — می توان رفتن بمنزل با رفیق

بهتر از شوقش رفیقم نیست کس — ورد جانم شد از آن رو یار رفیق

پاس انفاسم دریغا شد ضرور — تا دمی همراه شود آنجا رفیق

ولہ

نظر بلطف تو دارند یک جهان مشتاق — همین بسم بجفاهای تو بجان مشتاق

زمان زمان بحسرت سایهٔ شوقش نازد — تو هم شوا ز سر انصاف یکزبان مشتاق

مرنج گرچه رقیب از درش ترا راند — که نیست هیچ خسیسی بمیهمان مشتاق

ولہ

یار شمع است و دل سوخته پروانهٔ عشق — داغ کافیست همان چارهٔ دیوانهٔ عشق

بر در دوست گدائیست ز شاهی بهتر — گنج دولت همه فرشیست بویرانهٔ عشق

ولہ

گر شود تشویش دنیا خار دامنگیر شوق — قطع اسباب موانع می کند شمشیر شوق

خضر باید اقتدا اینجا به همت کند — تا دامن شده امشب بهر شبگیر شوق

ردیف کاف تازی

رسید غم ز دلم شد چو او بنزدیک — ز شب اثر نبود چون شود سحر نزدیک

ز قرب وعدهٔ او جوش عشق افزاید
درین جهت سخنم سربگشت در عالم
دعای صاف دلان مستجاب میگردد
دماغ نازک یارم ز بوی گل گیرد
هجوم خلق بخلوت گزین زیان نکند
فدای مصرع برجسته ام که شیخم گفت
سخت تر میسازی از بهر شکستم دل سنگ را
با وجود سخت جانی نیستم هیچ وش اشک
زیاد عاقبت کار در بدایت حال
فغانم آن بت بیرحم هیچگه نشنید
اگر بعشق شهادت طلب کنی شاکر
باین نشاط که داد هوای کرناتک
چه شرح آب هواش دهم نمیدانم
کشادگی طبع عالمی دارد
ز آبیاری حسن بتان ماه جبین
غبار او همه ز رنجش تر ز اکسیرست
عروس ملک باین زیب بدنی دارد
ز کوس نصرت دین محمدیست بلند
ز فیض سایهٔ عدل محمدی امروز

بیال کسب هوا چون فتد سفر نزدیک
که آه خسته دلانست با اثر نزدیک
دران زمان که شود شهر باشکر نزدیک
وله
بناله گرم مشو ای جرس نداری باک
شکر نصیب تو شد از مگس نداری باک
هزار جان بلب آری ز کس نداری باک
وله
کردهٔ این بیضهٔ فولاد را حاصل ز سنگ
در محبت کرده ام آئینه حاصل ز سنگ
وله
برنگ غنچه درین باغ مانده ام دل تنگ
گداز درد رهی وا نکرد دل تنگ
گواه درد دلم نیست جز پریدن رنگ
وله
کجاست خلد چه عشرت سرای کرناتک
که صبح جامه درد بر صفای کرناتک
سواد گلشن بهجت فزای کرناتک
چو جوی شیر بود کوچه های کرناتک
چه گویم از عمل کیمیای کرناتک
که دوخته اند ملائک قبای کرناتک
اذان بمنبر بتخانهای کرناتک
گرفته خواب عدم فتنهای کرناتک

گر از تجمل کونین در نظر آید / دمی که سایه فگن شد همای گرناتک

کشودن در فردوس هم همین باشد / وگر چه وصف کنم فتحهای گرناتک

ز عاشقان نظر از میبرد دل و دین / برنگ خط بتان سبزهای گرناتک

ببین بچشم بتان میبرد چه سرمه بکار / غبار کشور گو هر صفای گرناتک

فزون بود بمراتب ز خسروان عجم / بطمطراق تجمل گدای گرناتک

عجب مدار گر از شوق بسته‌ام زنار / دلم ربوده بت خوش ادای گرناتک

دل شکسته درونهای تازه گلجوست / باین صفت چمنی کو سوای گرناتک

ز سیب تا به بهشت آرزو چه بهره برو / مگر دوباره چشند انبهای گرناتک

کسی نیافتم اینجا ستمکش افلاس / فگنده سایه بعالم همای گرناتک

درین ظربکده آشنا ز غنچه نتوان یافت / که یک گلست بسر فضای گرناتک

گلی درین چمن از رنگ نازنین خالی نیست / پری ست جلوه گر از شیشهای گرناتک

یکی ز صد نتوان گفتن و صدی ز هزار / بدور بلبل نهار از ثنای گرناتک

ز جنس تا قبهای و مشجر زرباف / کشیده سر بفلک خیمهای گرناتک

ز کشت زار کرم میبد بجب امید / بجای دانه گهر خوشهای گرناتک

نهشاده طرب انبساط شاکر را / فزون ز باده بابست لای گرناتک

ولہ

ظلم ست وضع هر شی در غیر موضع او / عرفان چو رو نماید بر اهل آن مبارک

آئینه حضوری جای حضور حسن است / دیدار دیدن او بر حاضران مبارک

آشفته شد نه تنها جانم ازآن دو گیسو / بیدار بودن ما بر پاسبان مبارک

ردیف لام

در بهاران میفزاید رونق رخسار گل   موج آبی تازه می آید بروی کار گل
جلوهٔ حسن خزان کم نیست از جوش بهار   می رباید هوش بلبل شوخی رفتار گل
بنجها باید کشیدن حسن را انجا سفت نیست   گل توانی چید اگر بینی جفای خار گل
نیست آسان محرم راز سبحان شدن   هست هر برگی زبان خامش گفتار گل
فکر گلریان کند شاکر اگر جا در سرم   بیشو دوستار من نگین تر از دستار من

وله

شور جنون فکنده در آفاق بوی دل   تسخیر کرده هر دو جهان های و هوی دل
جولان کس بعالم معنی نمیرسد   سعی قدم کجا و کجا جست و جوی دل
مینا ز می تهی کن و ساغر بسنگ زن   لبریز راز کن ز محبت سبوی دل
غنچه با انتظار آن تبسم میکشد   کی نسیم صبح بگشاید گره از کار دل
ای خریدار محبت از متاع درد و داغ   هر قدر خواهی مهیا گیر در بازار دل

وله

تا خیال آن پری رو تنگ دارد در بغل   شیشهٔ دل صد هزاران تنگ دارد در بغل
از دل زاهد کجا سختی برون خواهد شدن   شیشهٔ قلبی است کاین بی ننگ دارد در بغل
فاضل بیمعنی این عصر از بهر جدال   خشت جای نسخهٔ فرهنگ دارد در بغل
تا کند وضع با هل عالم اندکی ارتباط   گل بجای خشت بهر جنگ دارد در بغل

وله

سخن بی نیست چون رویش گر گل   کجا این رنگ و بو باشد بهر گل
درین گلزار بی آن مهر تابان   جمال آب و رنگی نیست در گل
بدنیا بسکه دل بستند یاران   شگفته نیست یک خاطر مگر گل
چو شاکر گشت تسلیم رضایش   برنگ شاخ گل شد سرسبز گل

وله

باتفاق نوان عالمی مسخر کرد   هر آنکه چه به آئین با صحبت گل

برنگ و بوی دو عالم مسخر است اینجا — بدوش شاه و گدا می‌برد رایت گل

وله

گر الفت علمی است بجانت چو آینه — از گوشهٔ قبول کنی شست و شوی گل

وله

طبع یارم گلشن است و غنچهٔ رخسار گل — بلکه در پیشش خجالت می‌کشد صدبار گل

گر ز مستی نرگسش ساغر بگیرد در چمن — می‌نشیند گوشهٔ چون زاهدان بیکاره گل

از دوام رنگ دارد حسن او نسبت به حق — جلوه‌گر تنها گریبانی بشود یکباره گل

حرف میم

خاطرم دارد هوس تا حرف مشکل بشنوم — از لب آئینه یعنی چیزی از دل بشنوم

آرزو دارم که رمزی از لب جان‌بخش یار — با ادب از دور بنشینم مقابل بشنوم

واعظ بیدرد از افسونهای پوچم می‌کشد — پند جان‌بخشی مگر از صاحبدل بشنوم

بیدل صاحبدل تنها گرچه خوش فرموده است — هرچه لیلی گویدم باید ز محمل بشنوم

وله

بی جمالت در چمن جام تمنا نکشم — گر نمایند بهشتم سر آنجا نکشم

تیغ و خنجر نشود سد ره الفت من — محو تسلیم توام گردن از اینها نکشم

عشرت زندگی آنست که دلها را اینجا — ورنه زین یکی و نفس منت بیجا نکشم

بچه کار آیدم این دست معطل فردا — تنها گر امروز اگر دامن او را نکشم

وله

وقت آنست که دل محو پریزاد کنم — گوشهٔ حیرتی از آینه ایجاد کنم

جستجوئی حرم پایهٔ جامی دارد — کو جنونی که بطور خودش استاد کنم

ای تمنا بادب باش که آن محرم راز — حرف دل می‌شنود هرچه فریاد کنم

وله

بسکه شوقت بدل رقم زده ایم — نفسی غیر آه کم زده ایم

نسخهٔ دل نقوش او دارد — بر خیال دگر قلم زده ایم

وله

لباس آن پری پرواز پر طاؤس می بافم
زداغ شمعش گرفته فانوس می بافم

درین گلشن هزار تنگ رنگ همتی دارم
همین نام و پیراهن ناموس می بافم

وله

تماشای بهار همیشه حالی میکنم
خانهٔ دل را ز فکر غیر خالی میکنم

مخمل و دیبا بخواب خاکساری کی رسد
زین خماش از بهر بارش فرش قالی میکنم

خانه بهتر درینجا از بنای عجز نیست
ظرف دل از خاکساری ها سفالی میکنم

وله

در وصف خط او سخنم سبز شد مدام
چون خضر یافت ز آب بقا لبم

جز درد نام او نبود آرزو دگر
با دل موافق است درین مدعا لبم

شاکر درین دکان هوس صبح آئینه
حیفی سنجیده است یک مدعا لبم

وله

تا یاد یار را ببر خود گرفته ام
خوش میوه از این شجر خود گرفته ام

در کیش خاکساری عاشق همی کجاست
از نقش پای او اثر خود گرفته ام

از جوش فیض دیدهٔ بیدار شاکرم
فال مراد ازین سحر خود گرفته ام

وله

هر شبنم بیدار دارد حیرت افزا جلوه
میخرم چشمک چو انجم پاسدار کیستم

وله

مهر می از بزم انجم و پیت می سازم
چه شود با زیبائی بسرت جان بازم

شاکر از رهبری یاد با پیوست کرد
شوق از آن دوست که شد بال و پر پروازم

وله

سراغ راحت منزل درین وادی نمیدانم
تلاش هست و جو بیهوده چون ریگ روان دارم

وله

آئینه محو آن رخ گلفام کرده ام
خیال پری بشیشه ازین وام کرده ام

شاکر بغیر شکر ندارم وظیفه
تا دل اسیر آن بت خود کرده ام

یاد آن رخسار کردم گل دمید از پیکرم
نوبهار تازه جوشید امشب از برم

با وجود گریه تو میدار صحبت نیستم
گوهر افشانست در راه بتان چشم ترم

آشنای شکوه کی گردد لب تسلیم من
در جفا و جور خوبان از ته دل شاکرم

وله

اگر از رہ محبت شد دل دیوانه ام
گشت لبریز زلال معرفت پیمانه ام

وله

دل را به سیر دیدهٔ خونبار می بریم
دیوانه را بدیدن گلزار می بریم

مست عشقیم و با سرار جنون پی برده ایم
ما عنان دل بعقل دوربین نسپرده ایم

وله

نامه بیرنگ و کرا قاصدی درکار نیست
هست بربال نگه پیغام از خود رفتنم

شاکرم از سیر جهان بنگاه نارسا
دوختم از طول امل صد رشته بر پیراهنم

وله

ز درد و داغ و فا سوختم کرا گویم
رنگی ندارد این هوس فکر کار خود خرم

وله

رسته ام از غم و بستگی کار جهان
بستهٔ سلسلهٔ کاکل پیچان توام

گر غبارم نرسیده است بکامی اینجا
روز محشر برسد دست بدامان توام

وله

سوختن از بس در جدائیها سراپا پیکرم
عالمی گردید پنهان در دل خاکسترم

دانهای اشک اگر از هجر میریزم بخاک
پای بر تاج شهان دارد ز عزت گوهرم

می نگارد بسکه نقش طرهٔ او خامه ام
کوچهٔ زنجیر باشد سطرهای نامه ام

حرف نون

کیست گویا تو آن کن این مکن
جز ترحم بر من مسکین مکن

مخمل و کمخواب رنگ اعتبار
دستگاه بستر و بالین مکن

راه و رسم هجر و یرا دل مده
پادشاه خویش را فرزین مکن

وله

هست دنیا زراعت عقبی
غافل مرو ز کار فردا کن

وله

خاک درگاه ترا مالیده ام تا بر جبین
کی گذارم چون فروغ مهر بر سر در جبین

صورت تدبیرها میدید و تمثال هوس
داشت بر آئینه را گر اسکندر جبین

بدیدن دل بود مائل چه دیدن دیدن یار را　　الهی دور کن ظلمت چه ظلمت هجران

حرف واو

جسم بیجا بینم ما را دستگاه ناز کو　　بال ناپیداست دیگر شوخی پرواز کو
رنگ گلزار جهان شاکر ز فیض اولیاست　　غافلست آن که گوید حافظ شیراز کو

وله

از گفتگوی بیهده باید ببست لب　　شاکر دران بکوش که آید بکار تو

وله

در ملک دلبری همه جا سکات زدند　　صاحبقرانی بکشور و خوبان غلام تو
بر روی نیک و بد در آئینه هست یار　　روشن برنگ صبح بود فیض عام تو
هر که شد مبتلای تمناکو　　جان نبرد از بلای تمناکو
سوخت خود را بآتش دوزخ　　هر که شد آشنای تمناکو

حرف هاء هوز

زلف تو تا دل برد از گره　　بهر همین ست مرا هر گره
ابرویت ای شوخ گره گر زند　　لطف نمای از دل من بر گره
عقده بکار تو ز تر دامنیست　　وا نشود هیچ چو شد تر گره
هر گرهی هست ندامت طلب　　چشم تامل که بود بر گره
زد بسر زلف تو شاکر بشوق　　از دل صد پاره مکرر گره
جز روی تست روی دگر دیدنم گناه　　یارب مرا نمای بسویت ز لطف راه
خم گشت پشت زاهد و آهش اثر نداشت　　چون حلقهٔ کمان که شود چله اش تباه
جز درد دل بیار نگفتیم مطلبی　　شاکر سخن زیاده کسی چون کند تباه

وله

دل براه انتظار جلوه ات بیچاره　　بینوا ان بر حال کردن ترحم پاره

درد مندیها نیامد خالی از آسودگی ‌‌ | ‌‌ شد طپیدنهای ما از بهر دل گهواره
شب بسر بردیم در فکر دل آواره خست ‌‌ | ‌‌ پشت چشمی بود در انتظارش صبح چون سیاره
از دعاییم چون دل احباب فارغ شد ز غم ‌‌ | ‌‌ زخم چه تنها گر نباشد حاجت غمخواره

وله

می کند سیر لوح و کرسی عرش ‌‌ | ‌‌ آنکه گردید خاک پای همه
شور عالم کجا بود بیجا ‌‌ | ‌‌ داشتی گوش بر صدای همه

ردیف یای تحتانی

نیست دردی در دل از عاشقی دم میزنی ‌‌ | ‌‌ نقش بر بادست آئینی که برهم میزنی
بگذر از تشویش و نیاید کی آسوده شو ‌‌ | ‌‌ تا بکی غافل نفس زین بیش از کم میزنی

وله

بمکتوبی دلم را شاد کردی ‌‌ | ‌‌ محبت خانه آباد کردی
دل از نقش دورنگی پاک گردید ‌‌ | ‌‌ ز زنگ آئینه را آزاد کردی
خراب آباد ملک بیخودی را ‌‌ | ‌‌ بخوابم آمدی آباد کردی
نمی آید ز شاکر غیر شکرت ‌‌ | ‌‌ گر انعام و اگر بیداد کردی

وله

بخط جادهٔ تسلیم پا از خود رفت ‌‌ | ‌‌ عنان کار نباشد در اختیار کسی
ببین این گل و گلزار کی شوم مایل ‌‌ | ‌‌ دلم فریفتهٔ سست الفت بهار کسی

وله

بمردن هم هوس ست از عزیزان بر نمیدارد ‌‌ | ‌‌ کشد و مرده صد سال از حرص کفن چشمی
کجا دوری شود شاکر حجاب ره که مجنون را ‌‌ | ‌‌ ز بینش عشق لیلی گشته سر گرد رهی چشمی

وله

یک قلم روی زمین زیر نگین عاجزیست ‌‌ | ‌‌ یاد می باید گرفت از بوریا افتادگی
سرکشیها دوزخست و خاکساریها بهشت ‌‌ | ‌‌ آرزو میم عاجزی و مدعا افتادگی

وله

سرنوشت آمدم ره موزخی شنود ‌‌ | ‌‌ که بفریاد و بینوا برسی

وله

گر او آرام جان بودے چه بودے
انیس هم بکران بودے چه بودے
گل روی تو اے گلزار جانی
جهان عاشقان بودے چه بودے

وله

نهان ناله می کارم گل سودا بسر دارم
اسیر شوق دیدارم توهم ای شوخ میدانی

وله

صبح گاهے از دل صد چاک من
سیر کن گلزار و گل چیدن اندکے

وله

ترا از حیرت دل آگهی نیست
طریق پاکبازان را چه دانی
نسوزد تا دلت از آتش عشق
حدیث جانگدازان را چه دانی
ز استغنای حسنت آگهی نیست
مزاج بادشاهان را چه دانی
تو خوناب جگر ناخورده شاکر
بهای لعل خوبان را چه دانی

وله

درینجا اختر کاهشتهاست مسجود جهان گشتن
مه نو گر به بینی شکل محراب است پنداری
بنه پیمانهٔ دشمن سخت نتوان شد درین دریا
گلو را گر بگیرد قطره گرداب است پنداری

وله

اگر از لطف بکاشانهٔ ما می آئی
دل و جان ما فدایت که بجا می آئی
بر سر خاک شهیدان گذرے افتاده است
که ترا امروز چنین لعل قبا می آئی

وله

جان ز تن خواهد رمیدن فکر کار خویش کن
گر سلیمانی که روزی وداع این خاتم شوی
از دو عالم گوئے اقبال سعادت برده
گر به نیکان یکنفس از صدق دل همدم شوی
چون نباشد کاروبارت بے بقا شاکر چه سود
گر به بخشش شهرهٔ آفاق چون حاتم شوی

وله

قصر جهان ندارد بنیاد و پائداری
درگل نشسته نهی رفته بآب نهی
آسودنت درینجا باعتدال سیاست
یعنی بسایه نهی در آفتاب نهی
زین بحر قطره ها را یکسان نمی توان یافت
چون گوهرست نهی همچو حباب نهی
معموری جهان بود چون شیشهای ساعت
آباد گشته نهی تا شد خراب نهی

زان اشکہا کہ در ہجر شاکر ز دیدہ ریزد — چو شعلہ ہست نیمے ہمرنگ آب نیمے

ولہ

خاک ما بر باد خواہد داد آخر آسمان — دانہ چون شکست دارد زحمت پرویزنی
ہمچو عیسی نیست ممکن رو بمقصد بردنش — ہر کہ با خود دارد اسباب تماشا سوزنی

ولہ

ہمہ تن حضور گردد دلت از فروغ حیرت — اگر از ادب نمائی بصفا رسیدہ باشی

ولہ

شمع بزم ماست امشب روئے تابانِ کسی — بادہ در جامیم از لعل درخشان کسے
عمر ما شد از بد و نیک دو عالم فارغیم — نیست ما را از خیال کفر و ایمان کسے
فارغیم از خلد رضوان در خیال عارضش — نیست ما را آرزوئے باغ و بستان کسے

ولہ

قدم بردار ازین گلزار کلفت سوئے صحرائے — مگر بوئے بری دل از گل خود روئے صحرائے
ز اسبابِ تعلق خویش را بیگانہ کن شاکر — اگر وارستگی خواہی نشین پہلوئے صحرائے

ولہ

جہان را بیک چشم اگر دیدہ باشی — بد و نیک ہستی چہ فہمیدہ باشی
ندیدی سر انجام احوال خود را — چہ حاصل دو عالم اگر دیدہ باشی

ولہ

دوریت نیست کم از رنجوری — می طپم عمرہاست از دوری

ولہ

الٰہی با طرب پایندہ باشی — برنگ گل سراپا خندہ باشی
ز خردمندان قدم برتر زند تدبیرے — میدہند در پائے شیران سبزۂ زنجیرے
ہر دو عالم حاصل سوز محبت آمدہ است — نغمہ با تاثیر شد نخواہ در جا گیرے

ولہ

ساختۂ عاشقم باز پشیمان توئی — منتظرم بر رہت پائے بدامن توئی
باختہ ام جان و دل تا عوض آمد بدست — در تن و در جسم من ہم دل و ہم جان توئی
عشق تو برباد داد صبر و قرار دلم — خاک ضعیف مرا ہمرہِ جولان توئی
چون تو بتان را کجاست صد ہنر دلبری — مالک دلہا شدی صاحبان توئی

از تو بود هر چه هست نیک و بد ای ادب　　در دنگویم ترا صورت و زبان تو ئی
ذره صفت شاکریست محو فروغ رخشت　　بر فلک دلبری مهر درخشان تو ئی

وله

خوبان تمام انجم و خورشید آن یکی　　از گلرخان شهر دلم جز عیان یکی
کثرت نمودیست بجز پردهٔ خیال　　در پیش چشم آمد و هفت آسمان یکی
دل داده ایم ما بجهان یک نگار و بس　　چون ممتحن یکیست بود امتحان یکی
نیرنگ این جهان نفریبد اگر دلت　　گردد بپیش بهار و خزان یکی
وضع خوشست اشاره بتوجیه میکند　　جز یک سخن مگوی که باشد زبان یکی

وله

شاکر فریب ظاهر و باطن نمیخوریم　　با ما چو یار هست نهان و عیان یکی
فریاد و ناله است صد آه و فغان یکی　　مقصود ما ز شور جهانست آن یکی
چون یکدلی مفید بسر انجام کارهاست　　غم نیست گله را اگر آمد شبان یکی
نقصان براستی نشود جمع هیچ جا　　بالیده پای پای سرو در آب روان یکی

وله

زکوی یار خبر یابد از هزار یکی　　بقصد صید جهان میکند شکار یکی
باختیار تو کردیم کارها و نبود　　ز هیچ وجه از نیها باختیار یکی

وله

احتمال صدق با کذب خبر باشد یکی　　نیک و بد محسوس در پیش نظر باشد یکی
ظاهر و باطن جهان یک جلوهٔ یارست و بس　　در خبر باشد یکی و در نظر باشد یکی
محنت و آرام یکرنگانه صحبت داشتند　　پیش تسلیم و وفا چون خیر و شر باشد یکی
سعی دنیا را مکن نسبت بعیش آخرت　　راحت و آسودگی با سفر باشد یکی

وله

ز اختلاط اهل اغراض است نفرت ایمنی　　به بود زین آشنایها رم بیگانگی
دام پنهان کی نماید صید را را داما(ن)　　آفت نفس ست پیش از دشمنان خانگی

گر ترا بود دامن عشقش نباشد بهره — همتی دریوزه کن از عالم مردانگی

وله

می شود ز گوهر مقصود دامنش — گر بپیری بدیده گریان کند کسی

پیری ربود خواهش عیش و طرب ز دل — آمد خزان چه سیر گلستان کند کسی

هر آفتی که هست ز گوش و دست و چشم — تا چند احتیاط ز یاران کند کسی

جز جان ناتوان چه بود در بساط مور — گر عرض هدیه اش بسلیمان کند کسی

وله

بازی و بهره از گل رعنای طبع تو — گاهی چو رنگ پخته گهی خام می شوی

از سعی ما چه فائده حاصل شود بگو — از خویش میرویم که تا رام می شوی

وله

فرصت ابا بده چو آئینه بحر حیرت است — تا بهر رنگ درین باغ تو وا میگردی

دولت راحت اگر کس بر داز سایه تو — جلوه پرواز پر و بال هما میگردی

وله

بوسه گاه لب افلاک بود جای علی — اوج امید گرفته است چو من پای علی

نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی — حل مشکل شود از ناخن زیبای علی

برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است — چهره افروخت درین باغ سراپای علی

میشود زنده بحرفش تن بیجان بیشک — چشمه آب حیات است سخنهای علی

راه مقصود باین نور به بیند همه کس — روشنی وار بخورشید و مه رای علی

میبرد قیمتش افزون ز دو عالم شاکر — بی بها هست بس گوهر یکتای علی

رباعیات

منزلگه عاشقان مکانی دیگر است — در سبزنگاه شان جهانی دیگر است

در دیر و حرم گر نروم معذورم — پیشانی من بر آستانی دیگر است

گر و ید سفید مویت از سیر بها — داری ز خضاب صولت شیر بها
چشمت مژه ریخت در تماشا وهنوز — با هرزه نگاهیست بدل سیر بها

وله

از جور تو ام لطف نهانی دگر است — با دل ز خیالت امتحانی دگر است
هرچند میکشی ز شوق بعیت — هر دم به تنم چو شمع جانی دگر است

وله

شور دل هر کس ز جهانی دگر است — در حنجر گه عاشقان فغانی دگر است
زین ناله و آه نتوان برون — در عالم عشق امتحانی دگر است

وله

مهرت بدل خلق بیاض بغلی است — خطش وسط است نی خفی و نه جلی است
چون آئینه روی عالمی جانب تست — در طبع تو زبسکه جوهر صاف دلی است

وله

هرچند جهان نقش نگینت باشد — یا خنگ فلک بزیر زینت باشد
هرگاه بحال خویش وا می نگری — او نیست که در سجده جبینت باشد

وله

من با تو چو شیشه با بمل نزدیکم — با آب بقاز وضع پل نزدیکم
در پیش تو ام گرچه بظاهر دورم — ای غنچه بتو چو بوی گل نزدیکم

وله

دریا رتو ام از تو جدا نزدیکم — چون دل بخیال مدعا نزدیکم
وا بیم بتو روی هر کجا خواهی بود — دایم بتو چون قبله نما نزدیکم

وله

از حسن خیالت بصفا نزدیکم — وز پرتو مهرت بضیا نزدیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست — من در یاد تو با خدا نزدیکم

وله

ای آنکه بحسن خویشتن مغروری — بر بستر ناز و خرمی مسروری

شاگر چو غبار جلوه گاهت باشد
گر بر سر رفتار نه سعدی

آصف تخلص

آصف تخلص - میر محبوب علیخان نام - فتح جنگ نظام الملک مظفر الممالک آصفجاہ بہادر ششم خطاب ہے - آپ غفران منزل میر تہنیت علیخان افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ پنجم بادشاہ دکن کے صاحبزادے بلند اقبال ہین - آپکی ولادت باسعادت بتاریخ شب ششم ماہ ربیع الثانی یوم جمعہ یا المومنین سنہ ۱۲۸۳ ہجری شہر حیدرآباد دکن مین واقع ہوی - پیدا ہوتے ہی خوشی مبارکبادی کے رسوم تجمل و تزک کے ساتھہ ادا ہوئے - یعنی چند توپین بتقریب شلک کی گئین - اور خوشی کے نقارے اور مبارکبادی کے شادیانے بجوائے گئے - تمام ارکان دولت دارائے سلطنت و مشائخ دکن و علمائے زمن نے تہنیت کی نذرین پیش کین - غفران منزل فرزند دلبند کی میلاد سے بہت ہی خوش ہوئے - کثرت خوشی مین امرا و مشائخ و علما و فقرا کو انعامات و ادرہ و خلعتہا فاخرہ سے سرفراز کیا - خوانق و مساجد مین فقرا و غربا کے لئے طعامہاے لذیذ و حلوائے شیرین بہیجے - و طوائف ارباب نشاط بہی صلات و انعام سے مالامال ہوئے چند روز تک راگ و رنگ کا جلسہ آوازہ مزمار و چنگ کا ہنگامہ گرم رہا شعرائے زمانہ نے تاریخی قصائد پیش کئے - مناسب مناسب انعام اور خلعت سے ممتاز ہوئے - حسب معمول قدیم دستور کے موافق پیشگاہ دیوانی سے تحف تجمل و عظمت کے ساتھہ حضور مین بہیجے گئے اسیطرح امیر کبیر کی جانب سے بہی مراسم مبارکبادی ادا ہوئے - حسب الحکم حضور آپ کی تربیت و رضاعت و حضانت کے لئے متعدد اتائین اور دائائین مقرر کی گئین - بقول

بعض مخبرین چار انائین اور چار ماائین خادمہ معین ہوئین - پس آپکا نشو و نما حیدر آباد فرخندہ بنیاد کی آب و ہوا کی آغوش مین ہونے لگا - اور رات دن خوشی کے گہوارہ مین روز بروز نو نہال چمن کی طرح بڑہنے لگا - اور آپ کی حضانت و رضاعت کا اہتمام آپکی جدہ ماجدہ مخدومہ جہان دلاور النسا بیگم صاحبہ کے سپرد تہا - مخدومہ آپکی نگرانی عمدہ طرح سے فرماتی تہین - کثرت محبت سے آپ پر جان نثار ہوتی تہین آپ کو ایک منٹ بہی نظر سے جدا نہین کرتی تہین - حضرت مغفرت منزل آپکو کبہی کبہی دیدار کے لئے طلب فرماتے تہے - اناَئین و ماائین پیش کرتی تہین - حضور نور چشم کے دیکہنے سے خوش ہوتے تہے - اناؤن کو بیشمار انعام دیتے تہے حضور مغفرت منزل کے ہاتہہ مین زر و جواہر مردود تہا - کبہی زر و جواہر کے طرف التفات نہین کرتے تہے - حاتم و معن بن زائدہ - و نیز اکثر بزرگوں کے اسما کو صفحۂ زمین سے مٹاتے تہے چنانچہ آپکے و حضور مرحوم کے مفصل حالات و سیر و عادات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین ذکر کئے جائینگے - شعرا و مورخین نے آپکی ولادت کی تاریخین فقرات ذیل سے بحساب جمل بر آمد کی تہین - ھو ھذا

ہو المختار	چراغ دکن	امیر افضل الملک
سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری

پس آپ سرو تازہ کی طرح نشو و نما مین ترقی کرنے لگے - جب آپ دو برس آٹہہ مہینے کے ہوئے تب یکایک تیرہ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مغفرت منزل عالیجناب افضل الدولہ بہادر جو آپکے والد بزرگوار تہے اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے - اس حادثہ سے امرا و اہل ریاست کو سخت رنج و غم ہوا

شہر مین خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ نوحہ و گریہ کا شور و غوغا بلند ہوا ۔ محلسرا و شہر کے دروازے
بند کئے گئے ۔ نواب مختار الملک بہادر نے دفن سے قبل بمشورۂ امیر کبیر شہر مین
آپ کے حکمرانی کی منادی کر دی تھی تا کہ کوئی فتنہ برپا نہو جائے ۔ منادی ہوتے ہی
عام و خاص مطمئن ہوئے ۔ صاحب عالیشان مسٹر سانڈرس رزیڈنٹ حیدرآباد
و کرنل ٹوڑی صاحب مددگار رزیڈنٹ نواب مختار الملک کے پاس آئے ۔ ملاقات
کرکے فی الفور چلے گئے ۔ پھر مختار الملک بہادر کے حکم سے شہر کے دروازے کھولے گئے
مدار المہام اور امیر کبیر و دیگر امراء و علماء و مشائخ و فقراء بادشاہی محل مین جمع ہوئے مرحوم
کی تجہیز و تکفین کرکے نعش مقدس کو مکہ مسجد مین لائے ۔ نماز جنازہ ادا کرکے
مسجد کے صحن مین سکندر جاہ کے دہنے جانب مین دفن کئے ۔ دفن و کفن مین نصف شب
گذر گئی تھی ۔

جلوس اعلیحضرت

پھر بتاریخ سوم کی فاتحہ مین کل امراء و صاحبان سیف و قلم مثلاً سر سالار جنگ
مختار الملک و نواب شمس الامراء بہادر و مقدام جنگ جمعدار عرب و راجہ نریندر پرشاد
بہادر پیشکار جمع ہوئے ۔ فاتحہ و ختم قرآن سے فارغ ہو کے مراسم تعزیت ادا کئے
اور صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بھی مع دو افسرون کے تشریف لائے
اور ماتم پرسی کرکے چلے گئے ۔ پھر سولہ تاریخ ماہ مذکور دربار منعقد ہوا ۔ مدار المہام
و امیر کبیر و پیشکار و ارکان دولت و جمعداران ریاست و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب
بہادر مع مسٹر فریزر صاحب و ڈاکٹر و نڈو صاحب وغیرہ افسران جلیل القدر
حاضر دربار ہوئے ۔ اور حضور کے تخت نشینی کی تیاری ہوئی ۔ اسوقت آپکی عمر شریف

تین برس آٹھ مہینے کی تھی۔ نواب سر سالار جنگ مختار الملک بہادر حضور کو سفید لباس و دستار مع طرّہ زیب بدن کر کے گود میں لائے اور تخت نشین کئے۔ حسب ایماء جناب سانڈرس صاحب بہادر رزیڈنٹ نے فرمایا مبارک ہو۔ جلوس ہوتے ہی سلامی کی توپیں داغی گئیں اور خوشی کے نقارے بلند آوازہ ہوئے۔ تمام امرائے حاضرین نے تہنیت کی نذریں پیش کیں۔ اور دربار میں یہ امر قرار پایا کہ نواب مختار الملک بہادر مہمات سلطنت کے کفیل اور نواب امیر کبیر شمس الامرا بہادر تا سن شعور نائب حضور رہیں۔ نواب مختار الملک بہادر نے مقرر کر دیا تھا کہ دستور قدیم کے موافق معززین امرا و اہل مناصب جمعداران وغیرہم روزانہ سلام مجرا کے لئے دولتخانہ پر حاضر ہوا کریں۔ جب الحکم تمام ہوتے تھے۔ سلام و کورنش ادا کرتے تھے اور خود نواب صاحب امیر کبیر بھی تشریف لاتے تھے۔ آداب و کورنش بجا لاتے تھے اعلیحضرت کی خیر و عافیت استفسار کر کے رخصت ہوتے تھے۔ جب آپکی عمر شریف پورے چار سال کی ہوئی۔ تب آپکی تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر میں اس جشن کے چرچے کوچہ بکوچہ محلہ بمحلہ ہو رہے تھے۔ تمام اہالی دکن اس جشن کے سراپا مشتاق تھے۔ الحمد للہ کہ وہ زمانہ آیا مشتاقان جان نثار کی مراد بر آئی۔ اور تمام کی دعاؤں نے قبولیت کا اثر پایا۔

جشن تسمیہ خوانی و تعلیم کا ذکر

جب حضور چار برس کے ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر آرائش سے سجایا گیا۔ شہر کے تمام امرا و اہل مناصب ملازمین کو تورے و جوڑے تقسیم کئے گئے بتاریخ دہم شعبان ۱۲۸۷ہجری بڑی عظمت و شان سے دربار منعقد ہوا۔ ارکان دولت

و امرائے ریاست و علما و فضلا وغیرہ حاضر دربار ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی
خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ ارکان دولت نے مبارکباد کی نذرین پیش کین
پھر آپ کی تعلیم کے لئے جامع العلوم حضرت مولوی محمد زمان خان صاحب
شہید ایک ہزار روپیہ ماہانہ سے مقرر کئے گئے۔ شہید مرحوم آپکو نہایت ملائمت
و سہولت سے تعلیم فرماتے تھے۔ جب ساتھہ تاریخ ماہ ذیحجہ ۱۲۹۲ھ ہجری مین مولویصاحب
ایک مہدویہ افغان کے ہاتھہ سے شہید ہوئے۔ تب نواب مختار الملک مدار المہام نے
بجائے شہید مرحوم برادر شہید مولوی مسیح الزمان خانصاحب کو مامور کیا۔ مولویصاحب
کے متعلق اور بھی مہمات محلات وغیرہ تھے بناءً علیہ مولوی صاحب نے حسب الاجازت
مدار المہام اپنے دو مددگار ایک حافظ حاجی مولوی انوار اللہ صاحب قندہاری حیدرآبادی
دوسرے مولوی محمد اشرف حسین صاحب سہسوانی کو مقرر فرمایا۔ یہہ دونون بزرگ
اوقات معینہ پر حاضر ہوتے تھے۔ اور تعلیم دیتے تھے۔ لیکن تعلیم کی نگرانی مولانا کے
سپرد تھی۔ اعلیحضرت کی طبیعت مین ذکاوت و فطانت خداداد تھی۔ آپ اردو
فارسی مین ایسے مستعد ہوگئے کہ املا و انشا درست و صحیح لکھنے لگے۔ اور سنہ مذکورہ
مین آپ کی انگریزی تعلیم کے لئے ولایت سے مسٹر کلارک صاحب بلائے گئے۔ اور
آغا مرزا بیگ المخاطب سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک بہادر کو کلارک صاحب کا
مددگار کیا۔ اور میرزا محمد علی بیگ المخاطب افسر جنگ افسر الدولہ افسر الملک بہادر
بن میر ولایت علی بیگ فشار رسالہ دار نیزہ بازی و جمناسٹک لان ٹی نس کرکٹ
و پولو وغیرہ فنون سپاہگری کے تعلیم کے لئے اور ٹیپو خان بہادر شہسوار سواری
سکہلانے کے لئے۔ اور منشی مظفر الدین خان بہادر خوشنویس۔ و مرزا نصر اللہ خان بہا

دولت یار جنگ وغیرہم مقرر کئے گئے۔ تمام اساتذہ آپ کو علوم و فنون کی تعلیم نہایت سہولت کے ساتھہ فرماتے تھے۔ آپ نہایت ہی ذہین و فہیم تھے سرعت کے ساتھہ علوم و فنون مین ترقی کرتے گئے۔ تائید آلہی سے فارسی وعربی و انگریزی وفن سپاہ گری مین ایسی لیاقت حاصل کی کہ آپ ہی اپنا نظیر ہوئے۔ تقریر و تحریر مین بھی بے نظیر۔ انتظام و تدبیر مین بدرمنیر مین اللھم زد فزد

آپکی جلوسی سواری کا ذکر

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین آپ کی پہلی سواری جلوسی دستور قدیم کے موافق دارالامارۂ حیدر آباد سے نہایت تجمل و تزک شاہانہ کے ساتھہ برآمد ہوئی۔ تمام افواج عرب و حبشی وافاغنہ سوار و پیادہ جلوس مین ہمرکاب تھے۔ رعایا کا ہجوم کثرت سے تھا۔ در و دیوار پر تماشائیون کا مجمع تھا۔ تمام اپنے بادشاہ نونہال بلند اقبال کے دیدار سے خوش ہوتے تھے سواری کے مقابل ہوتے ہی تمام سرو کی طرح تعظیماً ایستادہ ہوتے تھے اور اپنے مالک کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور صدق دل سے دعا دیتے تھے آلہی اس روشن چراغ سلطنت کو تا ابد روشن رکھہ۔ سواری تجمل و شان کے ساتھہ فرمان باڑی غوث لالہ گوڑہ پہنچی۔ وہان تھوڑی دیر توقف کرکے مراجعت کی۔ مراجعت کیوقت رزیڈنسی کوٹھی مین اُترے۔ رزیڈنٹ صاحب نے استقبال کیا۔ کوٹھی مین تھوڑی دیر قیام کرکے رخصت ہوئے۔ وہان سے آکے محلسرا مین داخل ہوئے۔ آپ کی جدۂ ماجدہ نے فقرا مستحقین کو بیشمار صدقات دئے۔

دہلی کا سفر بتقریب جشن قیصری بعہد لارڈ لیٹن گورنر جنرل ہند

اعلیحضرت بتقریب جشن قیصری ۱۹ تاریخ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر

و امرائے ریاست شاہانہ شان کے ساتھہ اسپیشل ٹرین پر سوار ہوکے دلّی روانہ ہوئے
۱۴ تاریخ ذیحجہ سنہ مذکور مین دلّی پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی توپخانہ شاہی سے
۲۱ ضرب توپ سلامی سر ہوئین۔ دوسرے روز گورنر جنرل ہند بھی وارد ہوئے
۱۶ تاریخ ماہ ذیحجہ اعلیحضرت مع مختار الملک بہادر و امرائے دولت گورنر جنرل لارڈ
لیٹن صاحب کی ملاقات کے لئے گئے۔ لارڈ صاحب کے خیمہ گاہ مین پہنچتے ہی
۲۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئین۔ گورنر جنرل نے اعزاز و اکرام سے ملاقات کی
اعلیحضرت نے ایک عربی گھوڑا مع سازوسامان تحفہ دیا۔ ویسرائے نے منظور فرمایا
پھر آپ نے فرودگاہ پر مراجعت کی۔
۱۳ تاریخ ماہ مذکورہ مین نواب گورنر جنرل بہادر اعلیحضرت کے فرودگاہ پر بازدید کیلئے
تشریف لائے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئی۔ اعلیحضرت
گورنر جنرل سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویسرائے
بہادر رخصت ہوئے۔
۱۴ تاریخ مذکورہ کو راجہ بنارس۔ و راجہ جیپور۔ و راجہ ریوان۔ و راجہ ہلکر والی اندور
اعلیحضرت کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ تمام سے حسن اخلاق و محبت کے ساتھہ ملے
تمام حضور کی ملاقات سے محظوظ ہوئے۔
۱۵ ذیحجہ سنہ صدر مین دربار قیصری منعقد ہوا۔ تمام راجے و مہاراجے و رؤسائے ہند
دربار مین رونق افزا ہوئے۔ اعلیحضرت بھی مع امرا پہنچے۔ اعلیحضرت کی کرسی
گورنر صاحب کے مقابل میں حضور کے داہنے بائین جانب امرائے آصفیہ۔ اور امرائے
آصفیہ کے بعد حسب مراتب راجگان و نوابان ہند تھے۔ لارڈ صاحب نے اسپیچ پڑھی

اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ (ملکہ کوئین وکٹوریہ نے قیصر ہند کا خطاب قبول فرمایا -)
جلسہ کے بعد توپخانہ شاہی سے سلامی کی توپین سر ہوئین - جلسہ برخاست ہوا -
۱۹ ماہ مذکور کو بیگم صاحبہ والیہ بہوپال نے اعلیحضرت سے ملاقات کی - اعلیحضرت
حسن اخلاق سے ملے - تہوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئی -
۱۴ ذیحجہ سنہ مذکورہ مین اعلیحضرت دہلی سے حیدرآباد روانہ ہوے - ۲۷ ذیحجہ
مع الخیر والعافیہ شہر حیدرآباد مین داخل ہوئے - اُسروز تمام رعایا و اہل شہر نے
بہت خوشی منائی - اسٹیشن سے شہر تک در و دیوار نقش و نگار سے آراستہ
کئے تہے - جا بجا کمانین بنوائین تہی - سڑک کے دونون طرف سرخ سبز جہنڈیان
قائم کین تہین - اور رات کو تمام شہر مین روشنی کی گئی تہی - اعلیحضرت نے علما
و فقرا کو بیشمار انعام عطا کیا -

اعلیحضرت کا دورہ بطریق سیر رائچور و گلبرگہ و اورنگ آباد

پندرہوین سنہ جلوسی مین اعلیحضرت مع نواب مختار الملک بہادر و اول مع
مصاحبین ۲۷ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳ ہجری مین گلبرگہ تشریف فرما ہوے -
گلبرگہ مین پہنچ کے قلعہ و تعمیرات قدیمہ کو دیکہہ کے تعمیرات جدیدہ جنکو نواب
اکرام اسد خان المخاطب نواب یار جنگ بہادر نے تعمیر کی تہین - مثلاً گلزار حوض
بازار آصف گنج - و باغ گلشن وغیرہ دیکہکر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا - اور
مجلس کے دار الصنائع کو بہی ملاحظہ کیا - نواب یار جنگ نے آپکی تشریف آوری
کی تقریب مین شہر کو آرائش سے آراستہ کیا تہا - اور رات کو شہر مین روشنی
کی گئی تہی - آپ کی تشریف آوری کی بیحد خوشی منائی تہی - اور تین روز اعلیحضرت

گلبرگہ مین رونق افروز رہے ۔ اور ۲۹ تاریخ ماہ مذکور مین تعلقہ ضلع و عدالت ضلع
و خزانہ کا ملاحظہ فرمایا۔ دفاتر کی درستی و خزانہ کی حفاظت دیکھہ کے بہت خوشی
ظاہر کی۔ پہر محبوب گلشن و چڑیا خانہ و مکان کلب کو اپنی رونق افروزی سے زینت دی
غرۂ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری گلبرگہ سے اورنگ آباد روانہ ہوے ۔ وہان رونق افزا
ہوکے بزرگان سلف و اولیائے کرام و جداعلی آصفجاہ اول مرحوم بانی ریاست
آصفیہ و بادشاہ عالمگیر خلد مکان کی زیارت کی ہرایک بزرگ کی درگاہ کے سجادہ و مجاورین
کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ اور بزرگون کے قبور پر غلاف چڑہائے اور اشرفیان
نذر دین۔ علما و فقرا کو خیرات و صدقات سے ممتاز فرمایا۔ ۱۴ تاریخ اورنگ آباد سے
مع الخیر والعافیت حیدرآباد مین داخل ہوئے ۔ تشریف آوری کے روز اہل شہر
بموجب سابق حسن عقیدت سے بہت خوشی منائی ۔

اب وہ زمانہ قریب تہا کہ اعلیحضرت مہمات سلطنت و اقتدارات و اختیارات مملکت
کی باگ اپنے اختیار مین لین ۔ یکایک مختار الملک بہادر اول کی وفات حسرت آیات
کا واقعہ پیش آیا۔ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ڈیوک آف کناٹ بطریق سیر حیدرآباد مین
آیا۔ نواب مختار الملک بہادر نے آپکی دعوت کا اہتمام میر عالم کے تالاب پر کیا
دعوت مین صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و افسران فوجی بہی مدعو تہے
اسی دعوت کے جلسہ مین یکایک اُسی رات کو سوء ہضمی سے نواب صاحب کی
طبیعت علیل ہوگئی۔ ڈاکٹری و یونانی معالجہ کیا گیا مگر کچہہ مفید نہین ہوا۔ آخر
۲۹ تاریخ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری بروز پنجشنبہ ساڑہے ساتہہ بجے شام بعمر
(۵۴) برس کی عمر مین عالم آخرت کو روانہ ہوئے ۔ بروز جمعہ دس بجے میر دائرہ مین

مدفون ہوئے۔ اس وزیر نامور کی رحلت سے اہل دکن کو سخت رنج والم ہوا۔ اور اعلیحضرت کو اس حادثہ عظیم کا نہایت ہی اندوہ غم ہوا۔ جب جنازہ مرحوم کا پورانی حویلی کے قریب سے گذرا تو آپ جنازہ کو دیکھ کے آبدیدہ ہوئے۔ مرحوم کے دونوں فرزند زندہ درگور تھے۔ جنازہ کے ساتھ خلایق کا ہجوم بیس پچیس ہزار سے زیادہ تھا۔ شہر میں گھر گھر کہرام مچگیا تھا۔ ہر ایک کوچہ و بازار میں محشر کا سما نمایاں تھا۔ نوحہ و گریہ کا شور و غل فلک الافلاک تک پہنچا تھا۔ مرحوم کے بعد راجہ نریندر پرشاد بہادر زمانہ مدار المہامی پر مقرر ہوئے۔

سفر کلکتہ واقعہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

حسب الطلب ویسرائے گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب سولہ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری روز دوشنبہ شہر حیدر آباد سے کلکتہ روانہ ہوئے آپکے ہمرکاب امرائے ذیل تھے [1] مہاراجہ پیشکار بہادر۔ [2] نواب شمس الامرا بہادر۔ [3] نواب وقار الامرا بہادر۔ [4] نواب ظفر جنگ بہادر۔ [5] نواب میر لائق علیخان مختار الملک ثانی۔ [6] نواب میر سعادت علیخان منیر الملک۔ [7] فخر الملک بہادر۔ [8] نواب اکرام جنگ بہادر۔ [9] نواب قدیر جنگ بہادر [10] نواب سرور جنگ بہادر۔ [11] نواب افسر جنگ بہادر۔ [12] راجہ مرلی منوہر بہادر۔ [13] راجہ گردھاری پرشاد بہادر۔ [14] نواب میر حشمت علی صاحبزادہ۔ و [15] نواب میر منور علی صاحبزادہ۔ [16] حکیم الحکما میر وزیر علی صاحب۔ [17] ڈاکٹر صفدر علی صاحب۔ [18] سی کلارک صاحب بہادر۔ [19] ولکنس صاحب بہادر۔ [20] وڈالس صاحب بہادر وغیرہ تھے آپ ۲۰ تاریخ ماہ مذکور کلکتہ میں مع الخیر والعافیہ پہنچے۔ توپخانہ شاہی سے ۲۱ ضرب توپوں کی سلامی ادا ہوئی۔ آپ گورنر جنرل بہادر ہند سے ملے

دیر تک باہم مکالمہ ہوتا رہا۔ گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریر و چستی دیکھکے بہت
خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ تخت نشینی و حکمرانی کے لائق ہیں۔ اللہ مبارک
کرے۔ آپ ربیع الآخر ہی مین تخت نشین کئے جائینگے۔ آپنے شکریہ ادا کرکے
فرمایا آپ بہی حیدرآباد تشریف لائے۔ اور مجکو شرکت جلسہ تخت نشینی سے خوش
کیجئے۔ گورنر بہادر نے خوشی سے آپکی دعوت قبول کی۔ زبان مبارک سے فرمایا
مین ضرور حیدرآباد آؤنگا۔ دربار برخاست ہوا حضور رخصت ہوکے فرودگاہ پر آئے

١٩ ماہ صفر سنہ مذکورہ مین محمد رحیم الدینخان و نصیر الدینخان حیدر میسوریہ۔ و
جہانقدر مرزا محمد علی لکھنویہ و نواب عبد الطیف خان بہادر سی ای اے نائبان
صدر کمیٹی انتظامی و جماعت اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ بذریعہ ڈالسن صاحب بہادر
اعلیحضرت سے ملے اور تہنیت نامہ خیر مقدم پیش کیا۔ آپنے اڈریس منظور کرکے
سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور حسب الحکم منجانب اعلیحضرت سرور جنگ بہادر نے اڈریس کا
جواب نہایت محبت آمیز فقرات مین ادا کیا۔ بعد ازین جماعت مذکور رخصت ہوئی

١١ ربیع الاول سنہ مذکور مین اعلیحضرت کلکتہ سے مراجعت کرکے حیدرآباد مین مع الخیر آئے
جس روز اعلیحضرت شہر مین داخل ہوئے۔ اس روز شہر کا کوچہ و بازار رشک گلزار تہا
اسٹیشن سے اعلیحضرت کے محلسرا تک سڑک کے دونون طرف سرخ و سبز جھنڈیان
آویزان کئے تہے اور چند کمانی دروازے بنائے تہے۔ رات کو روشنی بہی کی گئی تہی
اسزمانہ مین روز نوروز اور رات شبرات تہی۔ یہہ تمام آرائش و تکلف اہالی شہر کیطرف
سے تہا۔ سب نے کیا امیر و کیا فقیر آپ کی تشریف آوری کی خوشی حسن عقیدت و صدق
محبت سے منائی تہی۔ اسوقت شہر کے در و دیوار سے یہہ امر ثابت ہو رہا تہا کہ دکن کی رعایا

اپنے بادشاہ و ممالک کے ساتھہ کسقدر جان نثار و فرمان بردار ہے۔

تشریف آوری لارڈ ریڈنگ گورنر جنرل ہند۔

بتقریب جشن مسند نشینی اعلیحضرت اقدس خلد اللہ ملکہ

۲۸ ربیع الاولی سنہ ۱۳۴۱ ہجری میں لارڈ صاحب مع اپنی لیڈی صاحبہ کلکتہ سے جہاز پر سوار ہوکے برآمد ہوئے دوسری تاریخ ربیع الاخری سنہ مذکور میں مدراس پہنچے تیسری تاریخ ماہ مذکور دن کے بارہ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین حیدرآباد روانہ ہوئے۔ اعلیحضرت کیطرف سے مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر منصرم مدار المہام و نواب میر لائق علیخان بہادر مختار الملک ثانی استقبال کے لئے رائچور تک گئے۔ چوتھی تاریخ شام کے ساڑھے چار بجے گورنر جنرل صاحب بہادر مع لیڈی صاحبہ حیدرآباد میں پہنچے۔ لارڈ صاحب کے اترتے ہی ۳۱ ضرب توپوں کی سلامی سر ہوئی۔ اعلیحضرت پانچ منٹ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ امیر کبیر و دیگر امرائے ریاست ہمرکاب تھے۔ کل سولہ امرائے برگزیدہ ساتھہ تھے۔ اول تعظیمی گارڈ نے سلام ادا کیا۔ اور بینڈ بجنے لگا۔ اعلیحضرت نے آگے بڑھکے ویسرائے و لیڈی صاحبہ سے ہاتھہ ملایا۔ ویسرائے نے اعلیحضرت سے ملنے کے بعد امرا سے مصافحہ کیا۔ پھر چوکڑے پر سوار ہوکے لوال روانہ ہوئے۔ ۶ ربیع الثانی سنہ صدر میں دن کے چار بجے لارڈ صاحب مع چند یورپین معززین اعلیحضرت کی ملاقات بازدید کے لئے محلسرائے آصفی میں رونق افزا ہوئے۔ الوال سے محلسرا تک سڑک پر کوتوالی کا کمال انتظام تھا کوئی آمد و رفت نہیں کر سکتا تھا۔ پولس کا انتظام عمدہ تھا۔ محمد عنایت حسین خان بہادر کوتوال و محمد رستم علیخان نائب صدر مہتمم کوتوالی و دیگر افسران فوجی اہتمام و انتظام میں سرگرم تھے۔ جب ویسرائے بہادر محلسرائے آصفیہ میں

داخل ہوئے توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپون کی ادا کی گئی - اعلیحضرت نے دروازہ تک استقبال کیا - گورنر صاحب نے اعزاز کے ساتھہ ملاقات کی تھوڑی دیر کے بعد قیام گاہ پر مراجعت کی -

جشن مہتابی یعنی راتکو لارڈ صاحب و معززین یورپین و امرا کی دعوت کا جلسہ

جشن مسند نشینی کے روز راتکو جناب گورنر جنرل ہند لارڈ ریپن صاحب بہادر و گورنر مدراس کمانڈر انچیف بہادر ہند و غیرہم معززین یورپین و امرائے ریاست کی دعوت کی تیاری شروع ہوئی - دیوان عام مین فرش زرین و قالینہائے رومی و فرنگی و ایرانی بچھائے گئے دیوارون و دروازون پر زربفت و کمخواب کے پردے لٹکائے گئے - اور چھت رنگین و زرین طلسوان سے آراستہ کیا گیا - اور کرسیان طلائی و نقرئی اور کوچ جنپر زربفت و مخمل کے گدے و تکئے تھے ترتیب سے جمائے گئے - اور روشنی کے لئے بلورین جھاڑ و فانوس ہنڈ و جھومر آویزان کئے گئے - اور دیوارون پر دیوارگیریان لگائی گئین - تمام شہر مین باشندگان شہر نے جوش مسرت و حسن عقیدت سے اپنے گھرون مین خوب روشنی کا انتظام کیا تھا - چار منار پر چارون طرف دو دو قندیلین بجلی کی روشنی کی تھین - افضل گنج کے پل سے الوال تک تقریبًا پانچ کوس کا فاصلہ ہے برابر راستہ مین دو طرفہ گلاسون کی روشنی کی گئی تھی - شام ہوتے ہی روشنی کیکبھی کثرت روشنی سے رات دن معلوم ہوتی تھی - اور گلزار حوض مین جو فوارے چھوٹتے تھے اہل نظر اوس سے وجد کا لطف و مزہ پاتے تھے - دربار عام مین نہایت ترتیب پسندیدہ کے ساتھہ کھانے میز پر چنے گئے تھے - شاہی باورچیخانہ مین اقسام اقسام کے کھانے ہندی و انگریزی تیار کئے گئے تھے - قریب آٹھہ بجے گورنر جنرل بہادر و گورنر مدراس

و کمانڈر انچیف بہادر ہنا و غیرہم معززین یورپین و امرائے دولت بادشاہی محل
مین رونق افزا ہوئے۔ قریب دس بجے کہانے سے فارغ ہوئے۔ پہر آتش بازی
شروع ہوئی۔ انواع انواع کی آتشبازی چہوڑی گئی۔ اسکے بعد اعلیحضرت نے ویسرائے
بہادر کو پہولون کا ہار پہنا کر عطر دیا۔ قریب بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ گورنر جنرل
بہادر وغیرہم رخصت ہوئے۔ اس مجلس دعوت مین دو سو دعوتی تہے۔

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے حکمرانی کا جشن

ساتوین تاریخ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ صبح کیوقت سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین عظمت
وشان کے ساتہہ مسند نشینی کا جشن منعقد ہوا۔ تمام شہر آرائش سے سجایا گیا تہا
سڑک پر دونون طرف سرخ و سبز جہنڈیون کے پہریرے لہرا رہے تہے۔ اور ہر طرف
خوشی کے نقارے بج رہے تہے۔ دار الامارت مین ایک طرف جنگیون کا رسالہ۔ دوسرے
طرف جمعیت بیسرم کا گروہ دو رویہ ترتیب کے ساتہہ صف بستہ آراستہ و پیراستہ کہڑے
تہے۔ بیرون محلسرا سڑک پر جمعیت باقاعدہ و رسالہ سوار و پیادہ حسن ترتیب سے
دو طرفہ قیام پذیر تہے۔ افسران کوتوالی نے ہر طرف ناکہ بندی کردی تہی۔ سڑک پر
میانہ و بگی و سواری کا گذرنا دشوار تہا۔ بلکہ پیدل بہی روکے جاتے تہے۔ ہر طرف
تماشائیون کا ہجوم تہا۔ سڑکون پر پانی چہڑکا گیا تہا۔ اسوقت شہر کیا تہا؟
رشک ارم تہا۔ در و دیوار سے سور و سرور کا عالم نظر آتا تہا۔ کوچہ و بازار مین نور علی نور
دکہائی دیتا تہا۔ حسب الحکم اعلیحضرت نواب جان نثار جنگ نے دو سو جوان باقاعدہ
بیسرم کی جمعیت سے بطرز جدید سلامی ادا کرنے کے لئے مع بیانڈ بیرونی گیٹ کے روبرو
ایستادہ کیا تہا۔ دربار آراستہ ہونے کے بعد اعلیحضرت و تمام لارڈ صاحب کے منتظر تہے

یکایک ٹہیک دس بجے صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب مع سپہ سالار ہند آئے۔ اور سوا دس بجے سپہ سالار مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ بعد ازان گورنر صاحب مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف۔ پہر چند منٹ کے بعد لارڈ ریپن صاحب گورنر جنرل ہند چوکڑے پر سوار مع دو سو سوار و توپخانہ شاہی آئے۔ جب دار الامارہ مین پہنچے تب اعلیحضرت مع امرائے عظام استقبال کے لئے بگی تک آئے۔ مصافحہ کرکے اپنے ساتہہ محل شاہی مین لائے۔ حاضرین دربار تمام تعظیماً کہڑے ہوگئے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب کی سلامی ادا ہوئی۔ اعلیحضرت و گورنر جنرل بہادر مطلا کرسیون پر رونق افروز ہوئے۔ اور ارکان دولت حسب مراتب کرسی نشین ہوئے۔ ابہی پانچ منٹ نہین گذرنے پائے کہ گورنر جنرل بہادر کہڑے ہوئے۔ تمام حاضرین دربار بہی کہڑے ہوگئے۔ اولاً لارڈ صاحب نے مختار الملک بہادر مرحوم کے طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ افسوس یہ جلسہ ایسے شخص سے خالی ہے جو اسکی تمنا مین گذر گیا۔ سرکار انگریزی کا محسن و سرکار نظام کا خیر خواہ تہا۔ ثانیاً فرمایا رعایا کو بادشاہ کی طاعت مین ہر وقت مستعد رہنا چاہئے اور بادشاہ کو رعایا پر ایسی شفقت رکہنی چاہئے۔ جیسے والدین اپنی اولاد کے ساتہہ مگر انصاف اس شفقت کا جزء اعظم ہے۔ الخ یہہ اسپیچ طویل ہے۔ آپکے تاریخی حال مین گذارش کیجائیگی۔ لارڈ صاحب اسپیچ تمام کرکے بیٹہہ گئے۔ ایک یورپین افسر نے کہڑے ہوکے اسپیچ کا پورا ترجمہ فارسی زبان مین حاضرین دربار کو سنایا۔ مختار الملک بہادر مرحوم کا افسوس سنکے حاضرین و اعلیحضرت کو بہت رقت ہوئی۔ اللهم اغفر له

ترجمہ ختم ہونے کے بعد اول لارڈ صاحب کرسی سے اٹہے۔ پہر حضور بہی کہڑے ہوئے اعلیحضرت کو مسند کے جانب لیگئے اور حضور کی کمر مین تلوار باندہ کر فرمایا۔ کہ آپکو ملکہ معظمہ قیصر ہند

کے طرف سے سلطنت کے پورے اختیار حاصل ہوئے۔ مبارک ہو۔ تمام یورپین لیڈیون نے آپکے پاس جاکے درجہ بدرجہ مبارکباد دی۔ پہولون کے ہار و عطر دان تقسیم کئے گئے

اعلیحضرت کی تقریر

اعلیحضرت نے لارڈ صاحب کے جواب مین کہڑے ہوکے فرمایا۔ مین نہایت خوش ہون کہ مجھے حیدرآباد مین آپ کے خیر مقدم کا موقع ملا۔ اگر آپ میری مسند نشینی مین شریک نہوتے تو مجھے اور میری رعایا کو بہت افسوس ہوتا۔ بیشک یہ شرف ہمکو اس سبب سے حاصل ہوا کہ آپ کو اس ریاست کی بہبودی کا بہت خیال ہے۔ اور مجھسے آپکو ذاتی محبت ہے۔ یہ امر خوب ثابت ہوگیا۔ اور مین کبھی نہ بہولونگا۔ آپ دونون صاحب کہ گورنر جنرل بہادر۔ اور گورنر مدراس کہ یقین جانین کہ مین دونون کے احسان کو خوب سمجھتا ہون اور توقع رکھتا ہون کہ آپ میری دلی شکر گزاری کو کہ آپنے میرے لئے اتنے سفر دور دراز کی زحمت اُٹھائی۔ اور یہانتک قدم رنجہ فرماکے میری مسند نشینی کی رسم مین شریک ہوکر مجھے شرف اندوز کیا۔ کہ قبول فرمائینگے۔ میری حکمرانی مین آیندہ کیلئے یہہ اچھا شگون ہوا۔ اور مین خوشی سے تسلیم کرتا ہون کہ وہ اتحاد جو مابین سرکار انگریزی اور میرے بزرگون کے چلا آتا ہے اس موقع پر تازہ ہوگیا۔ اور جو نصیحتین آپنے براہ شفقت مجھے کی ہین۔ مین اُنکو بڑی خوشی کے ساتھہ قبول کرتا ہون۔ اور ہمیشہ کوشش کرونگا کہ اُن معاملات مین جنکو اس ملک کی بہبودی اور ترقی سے تعلق ہو۔ آپ سے اور سرکار انگریزی سے جسکے آپ ایک معزز سردار ہین صلاح لیا کرونگا۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ اُن باتون کے خیال رکہنے مین میرا اور میری رعایا دونون کا فائدہ متصور ہے۔ مین امید کرتا ہون کہ آپ جہانتک ممکن ہو جلد میرے اتحاد و وفاداری کی خبر قیصر ہند کو پہنچائینگے۔ اسکے بعد

برخاست ہوا۔ اور گورنر جنرل صاحب وغیرہم رخصت ہوئے۔ پھر دو بجے امرائے عظام وارکان دولت نے نذرین پیش کین۔ اور خطابات و مناصب سے سرفراز ہوئے۔ نواب میر لایق علیخان بہادر کو سالار جنگ منیر الدولہ خطاب و خدمت وزارت و ہفت عدد جواہر سے سرفراز فرمایا۔ اور میر سعادت علیخان بہادر کو غیور جنگ شجاع الدولہ خطاب و خلعت و جواہرات سے ممتاز۔ اور راجہ نریندر بہادر کو مہاراجہ خطاب و منصب ہفت ہزاری پنجہزار سوار و علم و نقارہ و پالکی جھالردار۔ اور نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ۔ و نواب امام جنگ کو خورشید الدولہ اصل و اضافہ و منصب چارہزاری و نہ ہزار سوار۔ علم و نقارہ

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے شکار کا ذکر

اعلیحضرت کے مزاج مین قدرتی چستی و چالاکی ہے۔ فن سپاہگری سے آپ کو خاص طور سے مناسبت و دلچسپی ہے۔ بندوق کی نشانہ زنی مین بے نظیر۔ اور نیزہ اندازی و سواری اسپ مین بھی ممتاز ہین۔ جمناسٹک و پولو ولان ٹنیس و چوگان بازی وغیرہ مین فرد فرید ہین نشانہ زنی مین کبھی خطا نہین کرتے۔ شکار کے شائق ہین آپ نے اکثر شیرون کو شکار کیا ہے۔ اور آپ جفاکش و قوی دل ہین۔ شکار کیوقت اکثر جنگل و جھاڑیون مین گرما کے موسم مین شکار کے تاک مین ایسے جمے رہے ہین کہ بھوک و پیاس کی کچھہ پروا نہین کی بعض مصاحبین تن پرور گرما کے موسم مین مضطرب الحال ہوتے تھے۔ لیکن اعلیحضرت کے خوف سے دم نہین مار سکتے تھے۔ اعلیحضرت کی ایسی رجفاکشی دیکھکے چارنا چار جفاکش و دلیر بنے تھے اکثر اوقات شکار کو گئے ہین۔ اور ہر ایک وقت مین متعدد شکار کئے ہین۔ آپ نے شکار کے موقع مین مظلومین کی دادرسی بھی کی ہے۔ آپ کی طبیعت عالی مین انتظام سلطنت کا جوش اور ملک کی آبادی و رعایا کی آسودگی کا ولولہ موجزن ہے۔ آپکا شکار کیلئے برآمد ہونا

گویا رعایا کی دادرسی کرنا ہے۔ ظاہر مین شکار کا نام تہا لیکن واقع مین ملک کی بہتری
ور رعایا کی آسودگی مطلوب ہوتی تہی۔ چنانچہ آپ سولہ تاریخ ماہ شعبان ۱۳۰۱ ہجری
مین بروز سہ شنبہ شکارگاہ موضع میلواڑہ کے طرف مع صاحب عالیشان رزیڈنٹ
بہادر و نواب مختار الملک ثانی و نواب افسر جنگ بہادر و نواب محبوب یار جنگ بہادر
مع خدم و حشم روانہ ہوئے۔ صبح کیوقت ناوندگی کے اسٹیشن پر سواری پہنچی۔ پہر
وہان سے بسواری اسپ خاصہ خیمہ گاہ موضع مذکور مین رونق افروز ہوئے۔ وہان
پہنچتے ہی اعلحضرت شکارگاہ کے طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک شیر کو ضرب بندوق سے
مار ڈالا۔ اُسی روز راستہ مین ایک مقام پر رعایا نے استغاثہ پیش کیا۔ آپنے مستغیثین
کی درخواستین لے لین اور مدار المہام کو اُن مظلومین کی دادرسی کے لئے ہدایت کی
جب شام کو صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بارگاہ آصفی مین باریاب
ہوئے اور حضور کی سلامتی کا جام نوش فرمایا۔ اور کہڑے ہوکر مبارکباد دی اور فرمایا
بڑی خوشی کی بات ہے کہ اعلحضرت نہ صرف شکار کے لئے برآمد ہوئے ہین بلکہ شکار
کے ساتہہ ملک کی رفاہیت کے طرف بہی توجہ فرماتے ہین۔ مجہے امید قوی ہے کہ
جب سواری مبارک شکارگاہ رونق افروز ہوگی۔ جسقدر حضور شیرونکا شکار فرماینگے
اُسیطرح ملک کی شکایتین بہی دور ہو جاینگی۔ اور مین زیادہ اسبات کا شکریہ ادا کرتا ہون
کہ شکارگاہ مین شکار سے محظوظ ہوا۔ اور حضور کی مہمانی و مدارات سے آرام پایا۔ انتہی کلام
اعلحضرت نے رزیڈنٹ صاحب کے طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مین بہی مشکور ہون کہ
آپ نے میری صحت کا جام نوش فرمایا۔ اور مبارکباد دی۔
سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین بذریعہ لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کیطرف سے

اعلیحضرت کے لئے کی نائٹ گرینڈ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کی خطاب آیا ۔ بارگاہ عالی میں خریطہ پیش ہوا ۔

کونسل آف اسٹیٹ کا ذکر

تاریخ سلخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں اعلیحضرت نے کونسل آف اسٹیٹ قائم کی پہلا جلسہ پرانی حویلی راحت محل میں ہوا ۔ میر مجلس حضور پر نور ہوے ۔ اور ارکین مندرجہ ذیل قرار پاے ۔

نواب[1] سالار جنگ منیر الدولہ مدار المہام ۔ راجہ راجایان[2] مہاراجہ نریندر پرشاد بہادر نواب[3] شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر ۔ نواب[4] بشیر الدولہ امیر اکبر آسمان جاہ بہادر نواب[5] وقار الامرا اقبال الدولہ بہادر ۔ نواب[6] شمشیر جنگ بہادر ۔ نواب[7] شہاب جنگ افتخار الملک بہادر ۔ نواب[8] فخر الملک بہادر ۔ مولوی[9] سید حسین صاحب عماد الملک معتمد مجلس اعلیحضرت میر مجلس نے اجلاس فرماکے ارکین موصوف کے روبرو زبان مبارک سے فرمایا کہ آج شاید حیدر آباد کی تاریخ میں یہ اول روز ہے کہ یہان کے امرا بالاتفاق رئیس وقت کے سامنے سرکاری کامون میں مدد دینے کے لئے جمع ہوے ہین ۔ میری بڑی خوشی و آرزو تھی کہ یہ کونسل مقرر ہو جائے ۔ مجھے امید قوی ہے کہ جن امرا کو مین نے انتخاب کیا ہے اُنسے مجکو اور میرے ملک کو بہت مدد ملیگی ۔ اور مین یہہ بھی امید رکھتا ہون کہ آپ لوگ اپنے ذاتی اغراض کو سرکاری امور مین راہ نہ دینگے ۔ اور سب ملکر بالاتفاق کام کرینگے ۔ آپ لوگ اگر چاہین تو اپنے ملک کی بہت بہتری کر سکتے ہین ۔ اور ملک کی بھلائی گویا میری بھلائی اور عین آپکی بھلائی ہے ۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ لوگ ہر مقدمے مین نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھہ آزادانہ رائے دینگے ۔ آپ لوگ

یقیناً جانیں کہ مجھے ہر فرقے اور ہر گروہ کی رعایت مدنظر ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں
کہ کسی کے واجبی حقوق تلف ہو جائیں۔ میں سرکار اور رعایا دونوں کے حقوق
کی یکساں حفاظت کرونگا۔ اور مہینے میں دو بار پنجشنبہ کے روز کونسل منعقد ہوا کریگی
انتہی کلامہ۔

نواب شمشیر جنگ بہادر نے اجازت کے بعد عرض کیا۔ آج بڑا دن مبارک ہے۔ آج وہ دن ہے کہ ہمارے قدردان جوہر شناس خداوند نعمت کو خدا تعالی نے ہمارا سرکار کر کے ہمارے سروں پر انکا سایہ ڈالا ہے۔ اب ہمارے جوہر کھلینگے۔ اور ہماری قدردانی ہوگی۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

مجلس انتظامی صرف خاص کا انعقاد

حسب الحکم اعلیحضرت غرہ محرم ۱۳۰۳ ہجری میں مجلس انتظامی صرف خاص منعقد ہوئی اسکے میر مجلس مسٹر کلارک صاحب بہادر و نائب میر مجلس نواب اکرام جنگ ثابت الدولہ بہادر اور نواب قدیر جنگ بہادر۔ اور معتمد مجلس مولوی سید یوسف الدین صاحب ہوئے صرف خاص کے تعلقات کے مخارج و داخل کا انتظام اسی مجلس کے متعلق کیا گیا۔ مگر تھوڑے ہی روز کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ اور مولوی سید عبد الرزاق صاحب المخاطب بہ آصف نواز الملک بہادر خدمت معتمدی صرف خاص پر مقرر ہوئے۔ صرف خاص کا کل انتظام معتمد صاحب کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب تا بزندگی انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ صرف خاص کا انتظام بدستور قدیم جو معتمد مقرر ہو آپکے تفویض ہوتا ہے

اعلیحضرت کا سفر نیلگری

اعلیحضرت بغرض تبدیل آب و ہوا۔ رجب ۱۳۰۳ ہجری نیلگری کی جانب روانہ ہوئے

آپ کے ہمراہ امرائے ذیل تھے ۔

اعظم الامرا[1] امیر اکبر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر ۔ نواب عماد نواز جنگ[2] بہادر ۔ منیر نواز جنگ[3] بہادر ۔ و عماد الملک[4] بہادر ۔ و محبوب یار جنگ[5] بہادر ۔ و نواب افسر جنگ[6] بہادر ۔ و حکیم الحکما[7] بہادر ۔ و فتح نواز جنگ[8] بہادر ۔ و آغا سید علی[9] شوشتری ۔ و راجہ مرلی منوہر بہادر وغیرہم تھے ۔ تقریبا دو مہینے وہان بسر کرکے سولہ تاریخ ماہ رمضان مذکور مین واپس آئے

اعلیحضرت کا سفر مدراس کیطرف

اعلیحضرت ۔ لارڈ ڈفرن گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے ۲۴ تاریخ جمادی الاولی ۱۳۰۵ سنہ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر مدار المہام ۔ و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر ۔ و نواب وقار الامرا بہادر ۔ و نواب عماد الملک بہادر ۔ و نواب افسر جنگ بہادر ۔ و نواب محبوب یار جنگ بہادر ۔ و مختار یار جنگ بہادر و منیر نواز جنگ وغیرہم مدراس روانہ ہوئے ۔ ۲۵ تاریخ ماہ مذکور روز سہ شنبہ مدراس مین مع الخیر پہنچے ۔ پندرہوین پلٹن کے سو جوان تعظیما مع بہانڈ و نشان اسٹیشن پر کھڑے ہوے تھے ۔ اعلیحضرت کے پہنچتے ہی ۲۱ ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین ۔ اور تعظیمی گارڈ نے سلامی ادا کی ۔ اعلیحضرت ریل سے اُتر کے بیگم صاحبہ زوجہ نواب کرناٹک کے عمدہ باغ مین فروکش ہوئے ۔ دوسرے روز مع وزیر و چند امرائے دولت گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف فرما ہوئے ۔ گورنمنٹ ہوس مین ۲۱ ضرب سلامی کی توپین شلک ہوئین ۔ ملاقات کرکے فرودگاہ پر واپس آئے ۔ اسی روز شام کے ساڑھے پانچ بجے گورنر جنرل بہادر بھی فرودگاہ پر بازدید کی ملاقات کے لئے آئے ملاقات کرکے رخصت ہوئے ۔ ۲۷ جمادی الاخری سہ پہر کے وقت حضور لیڈی صاحبہ

وٹفرن سے ملاقات کی۔ اور ۲۸ جمادی الاول دن کے گیارہ بجے اعلیحضرت نے
گورنر صاحب مدراس سے ملاقات کی اُسی روز شام کے ۴ بجے گورنر صاحب مدراس
عمدہ باغ مین آئے۔ اور حضور سے بازدید کی ملاقات کی۔ مدراس مین سرکار انگریزی
و اہل اسلام نے حضور کی بے انتہا مدارات و تعظیم کی۔ اور وہان سے اہل اسلام و اہل صناعت نے
تہنیت نامے پیش کئے۔ حضور نے اُن کے جواب مین فرمایا **وھو ھذا**
مین بہت مسرور و خوش ہوا۔ کہ اہل مدراس نے میرے آنے سے ایسی خوشدلی و حسن عقیدت
ظاہر کی ہین۔ مین اُنکا شکریہ ادا کرتا ہون۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ یہان کم اقامت کی
بہت خوشنما یادگار اپنے ہمراہ لیجاؤنگا۔ انتہی کلامہم۔
آپنے مدراس مین پانچہزار روپیہ کمشنر پولس کے ذریعہ سے غربا و فقرا پر تقسیم کیا۔
۲۸ جمادی الاول عمدہ باغ مین کثرت سے روشنی ہوئی۔ اور کثرت سے آتشبازی
چھوڑی گئی۔ بیگم صاحبہ نے اعلیحضرت کی ضیافت تکلف و تجمل سے کی۔ گورنر جنرل
۲۷ ماہ مذکور کو کلکتہ گئے۔ بتاریخ سلخ جمادی الاول اعلیحضرت مع مصاحبین حیدرآباد
روانہ ہوئے۔ غرہ جمادی الثانی کو مع الخیر و العافیہ دار الریاست مین پہنچ گئے۔
امرائے ریاست و جمعیت استقبال کیلئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ پولس کا انتظام درست تھا

اعلیحضرت کے شمائل و مشاغل

آپکے فضائل و شمائل پسندیدہ بیشمار ہین۔ اگر پورے پورے لکھین جائین تو کتاب
ایک دفتر ہو جائے۔ بنابرین مین قلیلے از کثیر و مشتے از خروارے مجملاً بطور گوشوارہ گزارش کرتا ہون
آپ جب تخت نشین ہوئے۔ اور ممالک دکن کے انتظام کی باگ اپنے دست قدرت مین لی
نظم و نسق کے مہمات کو مختارانہ کرنے لگے تو ریاست کی درستی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن

مصروف ہوئے۔ اسوقت سے اتبک برابر رفاہ عام کو مد نظر رکھتے ہین۔ خلائق کی داد رسی
مین توجہ فرماتے ہین مستحقین کے حقوق خواہ اہل اسلام خواہ اہل صنام سے ہون برابر
ادا کرتے ہین۔ اور ہر ایک فریق کو درجۂ مساوات مین رکھتے ہین۔ معاملات مین تو سیدھا کا
طریق ملحوظ رہتا ہے۔ افراط و تفریط سے متنفر ہوں دور رہتے ہین۔ داد خواہان کی داد
و فریاد سنتے ہین مظلومون کو ظالمون کے پنجہ سے بچاتے ہین۔ آپ ہی کے عدل و انصاف
و بذل و الطاف کی برکت ہے کہ تمام اہل کن خوشحال و فارغ البال ہین۔ آپ کے
سایۂ ہمایون پایہ مین آرام سے زندگی بسر کرتے ہین۔ ہر ایک فرد بشر شکر گزار ہے۔ کوئی
شاکی نہین۔ آپ کی ذات بابرکات فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ سے موصوف
ہے۔ عدالت و حکمت و شجاعت و سخاوت مین معروف ہین۔ اگر مین آپ کو نوشیروان
عادل و لقمان حکیم و رستم زال و حاتم و معن بن زائدہ و اسخیائے برامکہ سے تمثیل کرون تو
میری تمثیل و تشبیہ بجا ہوگی۔ ہان اگر یہہ کہون کہ آپ مجسم عدل و حکمت و ممثل شجاعت
و سخاوت ہین تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ ابر کرم و بحر سخاوت ہین آپکے خوان نعمت و آب رحمت سے
سیراب و شاداب ہین کیون نہون آپکے نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے
ملتا ہے۔ اور شیخ کا سلسلہ حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے
بزرگان سلف کی برکت سے آپکے خاندان مین اکثر صاحبان علم و عمل و اہل اللہ مکمل ہوئے ہین
علم و فضل اور ہدایت خلق و افادۂ عوام الناس آپکے خاندان کی موروثی فطرتی صفت ہے
نسلاً بعد نسل یکے بعد دیگرے علم و فضل و معرفت و ہدایت کی کرسی پر جلوہ افروز
ہوتے رہے۔ اسیطرح حکمرانی و ملک کشائی کی صدارت پر صدر نشین۔ چنانچہ خواجہ علا
مخاطب بشیخ الاسلام بخارا مین سبحان قلی خان بن نذر محمد خان والی بلخ و بخارا کے

عہد میں ظاہراً صدر عدالت و باطناً مسند نشین رشادت تھے۔ یعنی قلوب خلائق پر حکمرانی کرتے تھے۔ اور حضرت عزیزان عالم شیخ پدر بزرگوار خواجہ موصوف کی زیادہ توجہ خلائق کی ہدایت اور خالق کی عبادت کے طرف تھی مدۃ العمر ریاضت و ہدایت میں مشغول رہے بلخ و بخارا سمرقند و تاشقند کے ترک و ازبک آپکے معتقد تھے۔ خوانین و ترا کمہ آپکے آستانہ مبارک کو سجدہ گاہ سمجھتے تھے۔ آپکی خانقاہ اندیجان میں دو ہزار سے زیادہ مریدین تہجد گزار رہتے تھے۔ اور حضرت عزیزان مومن شیخ پدر عزیزان درویش شیخ وغیرہم مرتاض و مرجع خاص و عام تھے۔ میں نے آپکے بزرگان سلف کے حالات مسلسل و واقعات مفصل محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن کے مقدمہ میں لکھے ہیں۔ تذکرہ زیر طبع ہے۔ اس تذکرہ کے طبع ہونیکے بعد مطبوع ہوگا۔ شائقین خاص اعلیحضرت قدر قدرت اسکے ملاحظے سے بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت کی بھی وہی شان ہے۔ جو بزرگان سلف کی تھی۔ ظاہر کیطرف آپکا میلان خاطر زیادہ ہے۔ مقتضائے حال بھی اسی میلان کا طالب ہے۔ آپکی طبیعت و فطرت میں اصلی میلان مطلق ہے۔ وقتاً فوقتاً باطنی میلان بھی کبھی ظہور پر جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ آپ حسن عقیدت و ارادت و اخلاق و مروت و استقلال و ہمت۔ دلیری و جرأت سیرت و صورت میں بزرگان سلف کے قدم بقدم ہیں آپکے رگ و پی میں بلخ و سمرقند کی آب ہوا کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور آپکے چہرے مہرے سے بخارا و تاشقند کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ انہیں بزرگان سلف کے خصائل و شمائل سے ہے کہ آپ مشائخ و اہل اللہ سے حسن اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور حسن ارادت سے ملتے ہیں انکی تعظیم و تکریم میں کوئی بات فروگذاشت نہیں فرماتے۔ فی زماننا مشیخت و مشائخ صفت عنقا ہیں۔ جو اہل اللہ ہیں وہ گوشۂ گمنامی میں ہیں۔ اور پیران مرید طلب مریدان پیر طلب کو

خوب پہچانتے ہین۔ ہر ایک کے جوہر کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھتے ہین۔ کہرے کہوٹے کو خوب سمجھتے ہین۔ آپ نقاد انسان ہین انسان کے نقد انسانیت کو اچھی طرح سے آزماتے ہین۔ بہلے برے مین تمیز کر لیتے ہین۔ مگر باوجود تمیز کے سبکی پردہ دری نہین اور سبکی تعظیم و تکریم مین فرق نہین کرتے۔ آپکا حلم و وقار آفرین و تحسین کے لائق ہے آپکی قوت فیصلہ ایسی مستقل ہے کہ فی الفور معاملہ فیصلہ طلب کا تصفیہ کر دیتے ہین اور منتظرہ حالت مین نہین رکہتے۔ اور استقلال کے رستہ سے کبہی نہین ہٹتے۔ اور حکم آپکے قلم عطارد رقم سے جاری ہوتا ہے وہ کبہی رد نہین ہوتا۔ گویا وہ قلم تقدیر ہے کسی کے مٹانے سے نہین مٹتا۔ سنا گیا ہے کہ بعض اوقات آپنے کسی مشائخ یا سائل کی عرضداشت وظیفہ پر بجائے سو ہزار لکہدیا۔ اہل دفتر نے عرض کیا۔ بجائے سو ہزار ہوگئے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپنے فرمایا جو کچہہ ہوا درست ہے ہمارا حکم مبرم ہے ہزار ہی جاری کیا جائے۔ اور بہی اسی قسم کی بہت سی روائتین حکائتین ہین۔ آپکے تاریخی واقعات مین لکہونگا

آپکی قدردانی ارباب علم و ہنر

آپ علم دوست و ہنر پرور ہین۔ آپکی قدردانی و مہمان نوازی کی شہرت نے اکثر عجم و عرب و ترک و یورپ کے ارباب علم و ادب کو زمین دکن مین کہینچ لایا۔ اور آپکے خوان کرم سے ہر ایک مستفید و سیراب ہوا۔ آپ علما و شعرا و حکما کی بہت قدر کرتے ہین۔ اور مشائخین و منجمین کو بہی بیحد دیتے ہین۔ ملک دکن فی زمانا دار العلوم و الفنون ہو گیا ہے۔ بلحاظ آسائش و آرام غربائے امصار و دیار کے لئے دار الامن و الامان بنگیا۔ آپ ہی کی قدردانی و جوہر شناسی کی برکت ہے کہ شہر کے ہر ایک چپہ بازار مین جابجا مدرسے و شفاخانے و شعرا کے جلسے قائم ہین۔ کہین فقہ و حدیث کا درس۔ کہین تشخیص مزاج و علاج کا ذکر۔ کہین

قافیہ و ردیف کا چرچا ہو رہا ہے۔ مساجد و خانقاہون مین ذکر بالجہر و بالخفی کا بازار گرم ہے

آپ کی شعر و شاعری کا ذکر

چونکہ اس تذکرہ مین آپ کی شعر و شاعری کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ مین نے جو کچھ آپ کے حالات تفصیلی کا ایک مختصر و مجمل گوشوارہ گویا مشتے نمونہ از خروارہ ہے۔ مین نے آپکے تفصیلی حالات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین شرح و بسط کے ساتھ گزارش کئے ہین وہ ابھی طبع نہین ہوا ہے۔ زیر طبع ہے قریب مین اشاعت کے زیور سے آراستہ ہوکے جلوہ نما ہوگا۔ بناءً علیہ اب یہان شعر و شاعری کا ذکر واجب و لازم ہے گزارش کرتا ہون۔ **فھوھذا۔**

جب آپ سن شعور کو پہنچے اور تخت نشین ہوئے۔ ملکی انتظام مین مصروف ہوئے۔ اور خلائق کی آسائش و آرام کی فکر کرنے لگے۔ فطرۃً و قدرۃً آپکی طبیعت مین شعر و شاعری کا جوش موجزن تھا۔ اور مزاج مین سخن سنجی سخن فہمی کا ولولہ برق افگن تھا۔ باوجود اشتغال مہمات سلطنت و حکمرانی و اصلاح حالات مخلوقات سبحانی و رعایت جہانبانی و ادائے حقوق مستحقین اقاصی و ادانی طبع آزمائی و سخن سنجی فرماتے ہین۔ آپکے چھوٹے چھوٹے فقرے مین سنجیدہ و پسندیدہ آپکے کل اشعار برگزیدہ و برجستہ ہوتے ہین۔ ہر ایک شعر کا مضمون لطف و مزہ سے خالی نہین۔ خوبی معانی و رنگین بیانی مین ڈوبا ہوا۔ فصاحت و بلاغت کی ترازو مین تولا ہوا ہوتا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک۔ صاف نہایت شستہ و شگفتہ۔ مضامین کی شوخی الفاظ پاکیزہ سے عیان۔ اور معانی شیرین کی دلاویزی فقرات سنجیدہ سے نمایان۔ آپکی طبیعت کیا ہے بحر مواج ہے اور معانی و لآلی مضامین کا خزانہ ہے۔ جب چاہتے ہین فوراً دست فکر سے نکال کے بذریعہ زبان قلم صفحہ کاغذ پر مسطور کیا

لڑیون مین منظوم فرماتے ہین ۔ نقادان سخن جوہریان کلام آپکے جواہر پارون کو دیکھکے حیران ہوتے ہین
اور کہتے ہین کہ یہہ ایسے گران بہا ہین کہ نہ کبھی آنکھون سے دیکھے نہ کبھی کانون سے سنے
اور آپکے کلام کی صفائی و جادو بیانی سے سامعین کو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے ابتدائے زمانہ ہی مین
اپنے کلام کو ایسا شستہ و صاف کیا ۔ کہ اگر کوئی برسون اساتذہ کی خدمت مین مشق کرتا تو یہہ خوبی
اسکو نصیب نہوتی ۔ آپکی جادو بیانی و طلاقت لسانی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ خوبی خداداد ہے
وعطیہ رب العباد ہے ۔ آپ غزلیات و سلامون مین واقعات ایسے ڈہنگ سے ادا فرماتے ہین
کہ بعینہ واقعہ کا سمان دکھلائی دیتا ہے ۔ اور آپ محاورات زبان کو اہل زبان کی طرح برابر استعمال
کرتے ہین جب آپ زبان مبارک سے تکلم فرماتے ہین تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہل زبان
استاد زبان تکلم کر رہا ہے ۔ آپہی کے صفات مین سے یہہ ایک صفت ہے کہ آپ ایک ہی معنی کو
متعدد پیرایون مین ایسے ڈہنگ سے آراستہ کرتے ہین کہ ہر ایک کا رنگ نرالا ۔ مگر واقع مین
مطلب ایک ہی ہوتا ہے ۔ آپکے کلام مین کمال خوبی یہہ ہے کہ برجستہ و شستہ ہوتا ہے حشو و زوائد سے
پاک صاف ۔ متکلم کی زبان سے نکلتے ہی سامع کے گوش دل مین مثل نقش نگین جانشین ہو جاتا ہے
اور ایسا حلاوت آمیز و لطف انگیز ہوتا ہے کہ سننے و پڑہنے سے لطف و مزہ آتا ہے ۔ آپکے اشعار
کی لطافت و شگفتگی مردہ دلون کو زندہ و پژمردہ گلون کو تازہ کر دیتی ہے ۔ لطافت کیا ہے
گویا آبحیات و ابر بہار ہے ۔ آپکو نظم کلام مین قوت مستحضرہ حاصل ہے ۔ انواع کلام کے
ہر ایک نوع کو آسانی سے موزون کر سکتے ہین ۔ اب مین ایک نظیر قوت مستحضرہ گذارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین کو میری گذارش کی تصدیق ہو جائے ۔ کوئی کوتاہ بین مبالغہ و تملق پر محمول نکرے
چنانچہ یہان شہر مین محرم شریف مین جابجا مرثیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہین ۔ ان مین
سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراثی و سلام پڑہے جاتے ہین ۔ اور بہت سے

مشاہیر مراثی خوان بلائے جاتے ہین ۔ مراثی ایسے دردانگیز و جگرخراش سنائے جاتے ہین کہ اہل مجلس کے قلوب رقت و حسرت کے صدمہ سے ہل جاتے ہین ۔ کبھی باعتبار خوبی مضمون و ترکیب موزون اہل مجلس کے زبان سے واہ واہ کا نعرہ ایسا بلند ہوتا ہے کہ عرش بریں تک پہنچ جاتا ہے و باعتبار معنی جانسوز و دلگداز ہر ایک فرد کی آہ آہ کا آوازہ زمین آسمان کو ہلا دیتا ہے ۔ علیحضرت قدر قدرت مجلس عزا مین حسن عقیدت و ارادت سے شریک ہوتے ہین ۔ شہدا کے واقعات سنکے افسوس و حسرت فرماتے ہین ۔ ایکروز آپکو مراثی کے سننے سے بہت ہی رقت و حسرت ہوئی ۔ آپ مجلس سے خاست ہونیکے بعد اُسی رقت و حسرت مین دولتخانہ مبارک پر آئے ۔ جوش رقت مین چند سلام شہدا و امام کے بیان مین لکھے ۔ دوسرے روز مجلس مین سلام پڑہا گیا ۔ حاضرین مجلس کے دلون مین غم و رنج کا دریا امنڈ آیا ۔ تمام واویلا و وامصیبتا کہنے لگے ۔ اور آنکھون سے آنسو بہنے لگے ۔ شور و شین کا بازار گرم ہوا مجلس کا رنگ بدل گیا مجلس مین کہرام مچگیا ۔ یہ تمام دلون کا ہل جانا آپکے کلام پر تاثیر کا نتیجہ ہے ۔ مجھکو جسقدر آپکے اشعار دستیاب ہوئے ہین گزارش کرتا ہون ۔ کاش اگر ردیف وار پورے ملتے تو ناظرین کو مطالعہ سے زیادہ لطف و مزہ اور میرے اس تذکرہ کو فخر حاصل ہوتا ۔

آپکے اشعار مندرجہ ذیل جنکی شان مین کہا جاتا ہے

کلام المحبوب محبوب الکلام

آصف	بسم اللہ الرحمن الرحیم	حرف الف

محشر مین کون دوست ہے مجھ دادخواہ کا
دل اپنی راہ کا ہے جگر اپنی راہ کا

دیکھا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا
محفل مین ہو گیا ہے تماشا نگاہ کا

دل خستہ ان سے شکر فریاد و آہ کا
مہر و ماہی کے دم سے ہے پھریرا سپاہ کا

وہ دیکھتے ہین حشر مین منہ دادخواہ کا
پہر دیکھنا ہے ناز سے پہرنا نگاہ کا

ضبط فغان اگر نہ کرون مین تو حشر ہو / گردون ہے ایک نالہ کا دشمن اک آہ کا
محشر مین جب ہو ساری خدائی [illegible] / کیون حال ہو تباہ نہ مجھ دادخواہ کا
اے آسمان خدا کیلئے اتنا رحم کر / خاکا اڑا چکا مرے حال تباہ کا
بجلی کبھی بنی کبھی تلوار بن گئی / دیکھا عجیب شعبدہ اسکی نگاہ کا
برسون مین اسنے ملنے کا وعدہ کیا تھا آج / اس شوخ دلربا پر کہ حرف آتے نباہ کا
جب آگئے وہ خیال مین سوتے نہ خواب مین / دشوار نازکی سے ہے ہونا [illegible] کا
ڈسنے لگا ہے یہ تو مرے دلکو صبح و شام / کیا کوڑیالا ناگ ہے زلف سیاہ کا
بخشش پہ جنکی بخشنے والیکو ناز ہو / ایسا ہے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا
اس مہروش نے چہرے سے الٹی ہے جب نقاب / شب کو ذرا سا منہ نکل آیا ہے ماہ کا
کسکو سنو گے کونسا قصہ پسند ہے / یوسف کی چاہ کا کہ زلیخا کی چاہ کا
اس خارزار مین مجھے اب لیچلا جنون / کھٹکا صبا کو بھی ہے جہان خار راہ کا
اک ہاتھ اور بھی تجھے قاتل مری قسم / اک شور اٹھے چار طرف واہ واہ کا
آجائے گرم و سرد زمانہ نگاہ مین / ہنگامہ دیکھنا جو مرے اشک و آہ کا
اس ترک چشم کی صف مژگان ہے جنگجو / [illegible] اسی سپاہ کا
مشکل ہے ہے اپنے اسے رشک اسقدر / منہ دیکھتا نہین وہ کبھی مہر و ماہ کا
اس سے شب فراق بہلتا رہا ہے دل / مجکو خیال تھا کسی زلف سیاہ کا
شاہ و گدا کا حشر مین بس ایک حال ہے / کسکو وہان خیال ہے رتبہ کا جاہ کا
پانی کے ساتھ آگ کا شعلہ نکل گیا / دیکھا طلسم ہمنے [illegible]
یہ اسکے دل سے پوچھیے اسکے جگر سے پوچھ / کیسا مزا ہے چاہنے والے کو چاہ کا

یہ ہاتھ سے چرائے تو وہ آنکھ سے چرائے
درد حنا سے چور ہے بڑھکر نگاہ کا

تمکو وفا شعار بنائیگا غیر کیا
لب خشک گر ہے زرد ہے جھوٹے گواہ کا

شب کو نہ نیند ہے اُسے دنکو نہ چین ہے
یہ حال اب ہے عاشق خوار و تباہ کا

سنتا ہے کون حشر میں حجت دادخواہ کی
سنتے مین عذر پیار سے سب عذر خواہ کا

آصف سے یہ چھپا ہے نہ ہرگز چھپے کبھی
ٹپکا ہے اُسکو دیدہ کا چسکا ہے چاہ کا

ولہ

نرگس کو چشم مست سے مستانہ کر دیا
عارض پہ تو نے شمع کو پروانہ کر دیا

آئینہ خانہ کو جو پریخانہ کر دیا
دل تھا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کر دیا

کیا تو نے سحر نرگس مستانہ کر دیا
دل تھا یگانہ اُسکو بھی بیگانہ کر دیا

دل کو تمہاری زلف نے دیوانہ کر دیا
شمع جمال نے اسے پروانہ کر دیا

اے یاس تو نے داغ تمنا مٹائے
گلزار تھا یہ دل سے ویرانہ کر دیا

رسوائیوں کے ساتھ نہیں اسکا شکر ہے
شہرت نے میرے عشق کو افسانہ کر دیا

رکھا نہ ایک حال پہ عاشق کا اُسنے دل
کعبہ بنا دیا کبھی بتخانہ کر دیا

پرتو نے تیرے جان حرم میں ڈالدی
اعجاز تو نے جلوہ جانانہ کر دیا

اُسکی نگاہ مست سے آتا ہے غش مجھے
دیوانہ تھا میں اور بھی مستانہ کر دیا

کیا جھوٹ ہے شکایت بیداد سچ کہو
تم نے بڑھا کے بات جو افسانہ کر دیا

دشمن ہماری بزم میں رویا نصیب کو
لبریز اُسنے اشکوں سے پیمانہ کر دیا

ہوتا جو زندہ قیس تو لیتا مرے قدم
آباد میں نے دشت کا ویرانہ کر دیا

وہ سختیاں اُٹھائیں محبت کی راہ میں
نام اپنا تو نے ہمت مردانہ کر دیا

خونِ جگر فراق مین پیتا ہون ان دنون
دلکو سبو تو چشم کو پیمانہ کر دیا

محبوبِ حق کی زلف وہ ہے جسکے واسطے
مژگان کو اپنی حور نے بھی شانہ کر دیا

بھولی جو اسکی یاد کبھی یہ بھی تھا قصور
عاشق نے آپ اپنے کو جرمانہ کر دیا

جلتا ہے جسکا ظرف وہ دیتا ہے اسقدر
ہر چارہ گر کو اسنے مسیحانہ کر دیا

یہ سادگی کی وجہ ہوئی یا غم رقیب
کیون تمنے ترک سرمہ حنا شانہ کر دیا

مین نے تو کی تھی بات فقط وصل کی کبھی
تمنے جو اسکو عشق کا افسانہ کر دیا

رکھے ہین اچھے اچھے چوچن چن کے ظرف مے
مسجد کو محتسب نے تو میخانہ کر دیا

اسکی نشیلی آنکھ سے کیا بچ سکے کوئی
زاہد کو جسنے بیخود و مستانہ کر دیا

رکھا کسیکو گلشن عالم مین شکل گل
اسنے کسیکو سبزۂ بیگانہ کر دیا

جس نور کی وہ طور پہ چمکی تھی روشنی
روشن اسی نے دلکا سیہ خانہ کر دیا

بیٹھے بٹھائے آج یہ کیا دل مین آ گئی
آصف نے ترک مشرب رندانہ کر دیا

ولہ

افسردہ قاصد کا روح افزا تھا
وہ فرشتہ خدا نے بھیجا تھا

جلوۂ یار کیا کہون کیا تھا
اسکی قدرت کا اک تماشا تھا

مین نے پوچھا رقیب کیا تھا
جلکے بولے ترا کلیجا تھا

اب یہ جانا کہ ہمکو دھوکا تھا
دل ہمارا نہ تھا تمہارا تھا

لوٹتا تھا کوئی تڑپتا تھا
کوئے قاتل مین اک تماشا تھا

ابھی آنسو پلک تک آیا تھا
ابھی دیکھا تو ایک دریا تھا

بزم مین اسکے ایک میلا تھا
ہم نہ تھے اس جگہ زمانا تھا

حشر میں بھی کہیں گے تجھسے ہم
تجھپہ دعویٰ ہے تجھسے دعوا تھا

اختلاف مزاج سے نہ سہی
کوئی قصہ نہ کوئی جھگڑا تھا

انکو بزم عدو میں جب دیکھا
راگ تھا رنگ تھا تماشا تھا

ماتم غیر میں وہ سو سو بار
مجھسے کہتے تھے تجھسے اچھا تھا

جاکے کنج لحد میں ہم سمجھے
زندگی عمر بھر کا جھگڑا تھا

در جاناں پہ جبہ سائی کی
اپنی تقدیر کا یہہ لکھا تھا

دل عشاق پر چھری سی پھری
کیا کہوں اک نگاہ میں کیا تھا

کہتے ہیں وہ کہ سنیے یہ بتاؤ
غیر کے پاس تمنے دیکھا تھا

کہتے ہوں گے عدم میں اہل عدم
زندگی کا عجیب میلا تھا

چال تھی اسکی یا قیامت تھی
نقش پا سے بھی فتنہ برپا تھا

زلف میں دل اگر نہ تھا نہ سہی
کیوں جی مٹھی میں آپکی کیا تھا

کہتے ہیں قتل کرکے عاشق کو
اسنے کیا اپنے دلمیں سمجھا تھا

غور کرلو شب فراق کا غم
مجھسے کیا پوچھتے ہو کم کیا تھا

جلوہ تیرا کسی زمانے میں
جسنے دیکھا تھا اسنے دیکھا تھا

دل نشیں غیر کا خیال رہا
وہ تو خلوت میں بھی نہ تنہا تھا

اب زمانے کا رنج ہے آصف
کیا خوشی کا کبھی زمانا تھا

وله

دل حور کی اداؤں سے بیزار ہوگیا
جنت میں جاکے میں تو گنہگار ہوگیا

نالوں سے آگ کوچہ دلدار ہوگیا
خورشید حشر سایہ دیوار ہوگیا

پرہیزگار جب کوئی میخوار ہو گیا
پرہیز کرتے کرتے وہ بیمار ہو گیا

آئے تھے سیرنے دلکے خریدار بنکے وہ
دل دیکھتے ہی انکا خریدار ہو گیا

منصور نے کہا جو انا الحق تو حق یہ ہے
اس کلمہ کا الف ہی اسے دار ہو گیا

غم کھا گیا ہے ہجر کا تیرے مجھے تمام
پیاسا مرے لہو کا تھا خونخوار ہو گیا

اے فتنہ گر یہ حال تری رہگذر کا ہے
نقش قدم بھی فتنہ رفتار ہو گیا

لائے تھے وہ رقیبوں کو میرے مزار پر
اٹھکر غبار سامنے دیوار ہو گیا

سیدھا ہوا جو تیر نظر دل کو تاک کر
غمزہ بھی ساتھ کھینچ کے تلوار ہو گیا

رنج و فراق و درد و غم و ضعف قلب نے
بیمار کر دیا مجھے تیمار ہو گیا

پوری جھلک بھی دیکھنے پائی نہ چشم شوق
اٹھتے ہی بند روزن دیوار ہو گیا

سرکار عشق میں ہے بڑا جرم احتیاط
میں بے قصور رہ کے خطاوار ہو گیا

صہبائے پیتے ہی جو وہ طبق کھلے
میں نشہ شراب سے ہشیار ہو گیا

دن رات کی لڑائی ہے جھگڑے مدام ہیں
دل آپکے ستانے سے بیزار ہو گیا

مجکو خیال زلف میں کچھ سوجھتا نہ تھا
روز فراق بھی تو شب تار ہو گیا

یا رب بتوں کا عشق مری جان کے ساتھ ہے
یا رشتہ حیات بھی زنار ہو گیا

سامان وصل کی مجھے پروا نگی تو ہو
تمنے ادھر کہا کہ وہ تیار ہو گیا

پہلے سے اگرچہ وہ کافر دغا شعار
دلکو چرا کے اور بھی عیار ہو گیا

تکلیف اپنے نفس کو دی اور استغفار
زاہد عبادتوں سے گنہگار ہو گیا

اتنے کہاں نصیب ہوں گلچھرے گلبدن
محشر ہمارے واسطے گلزار ہو گیا

قاصد یہ تھا گمان کہ یہ عاشق مزاج ہے
کیا جانے کس بلا میں گرفتار ہو گیا

طاقت کہاں ہے دل میں کہ اب نہ بھی اٹھائے | صدمہ اٹھا اٹھا کے یہ بیمار ہو گیا
غیروں کے واسطے ہی یہ دربان روک ٹوک | گھر تیرا اغیار کو بازار ہو گیا
آصف غم زمانہ نے تجھکو گھلا دیا | تیرا تو غیر حال مرے یار ہو گیا

وله

عاشق ترا جو تارک دیر و حرم ہوا | دوزخ کو آگ لگ گئی جنت کو غم ہوا
روز فراق کا گذرنا اب ستم ہوا | یہ رات وہ دن نہیں جو بڑھا اور کم ہوا
شاہوں غیر مورد لطف و کرم ہوا | یہ کیا غضب کی بات ہوئی کیا ستم ہوا
وہ نقش پائے غیر مٹاتے ہوئے چلے | نقش قدم پہ اور بھی نقش قدم ہوا
صورت وہی رہی جو تصور میں جم گئی | ہر سنگ راہ بتکدہ مجھکو صنم ہوا
تو بے نیاز مند سے کب عذر ہو سکے | اے بے نیاز یہ سر تسلیم خم ہوا
فکر رقیب ہی میں گرفتار تم رہے | میں مر گیا تو کچھ بھی نہ انکو غم ہوا
دیکھا جو اسنے نیم نگہ سے براہ لطف | کچھ دل کی آگ کم ہوئی کچھ درد کم ہوا
وعدہ کیا اشارہ سے صلت کا غیر سے | اسکا وہاں اشارہ سر اپنا قلم ہوا
مرنیکا میرے غم نہیں انکو یہ رنج ہے | کیوں ناتوان پہ صرف ہمارا ستم ہوا
احسان ضعف کا ہے گھٹا اضطراب شوق | طاقت جو کم ہوئی تو تڑپنا بھی کم ہوا
وعدہ پر آئے وہ تو شب وصل کیا کرون | ہوتے ہی شام صبح جدائی کا غم ہوا
بہرتی ہے بحر ارمن موج سرشک کی | مژگان اشکبار کا جاری قلم ہوا
عشاق کی گذرتی ہے شب وہ کہ زندگی | انکے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا
ایسا گمان تجھپہ نہ تھا اے دغا شعار | دہوکا بڑا مجھے ترے سر کی قسم ہوا

کیا اور اس سے بڑھ کے کہوں کیا ہوا مجھے
صدمہ ہوا فراق ہوا رنج و غم ہوا

فریاد ہے سبب تو نہیں داد خواہ کی
تو نے ستم کیا تو کسی پر ستم ہوا

ہے میرے دل پہ داغ محبت بنام دوست
کیا مٹ سکے جو صورت نقش قدم ہوا

کیا رقیب کون عدو کسکی چل سکے
جب اتفاق میرے تمہارے بہم ہوا

کرتے ہو وعدہ وصل کا دیکھو تو آئینہ
چہرہ کا رنگ اڑ بھی وقت قسم ہوا

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
جام جہان نما نہ کبھی جام جم ہوا

دل تھا کہ دلربا تھا کچھ اسکی خبر نہیں
رخصت مری بغل سے کوئی صبحدم ہوا

ہم سے چھپا کے وصل کا وعدہ عدو سے ہو
کیا قہر ہو گیا یہ ستم پر ستم ہوا

سوچو تو مجھپہ عشق مین کیا کیا گذر گئی
غم مجھکو رنج مجھکو الم مجھکو کم ہوا

خط اونکے ہاتھ سے ہوا تحریر غیر کو
سر نامہ پر خطاب ہمارا رقم ہوا

تمنے دیا جو غیر کی محفل مین مجھکو جام
وہ بھی تمہارے سر کی قسم مجھکو سم ہوا

آصف کے دم قدم سے یہ نشو و نما ہے
ایسا جہان مین مرد خدا کوئی کم ہوا

ولہ

انصاف اپنا اے بت عیار ہو چکا
جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

بس انتظار وعدہ دیدار ہو چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا

کرتا ہوں آہ تیغ نگہ کہا کے یہ سنبھل
اب میرا وار روک ترا وار ہو چکا

کس کس طرح سے اسنے اٹھائی ہے دقتین
غم کہانے کہانے آپکا غمخوار ہو چکا

آتی نہین ہے شرم تمہین جھوٹ بولتے
وعدہ کرتے ہو جو کئی بار ہو چکا

تم کیا نیا پھنساؤ گے دلکو کہ لاکھ بار
آزاد ہو چکا یہ گرفتار ہو چکا

پوچھا نہ جھوٹے منہ بھی کسی دن مجھے ذرا — سو بار اس امید میں بیمار ہو چکا
میں بھی اب آزمایش مہر و وفا کرون — پھر تو امتحان کئی بار ہو چکا
وزدِ نظر نہ ٹھہریگا زردِ حنا کی طرح — یہ چور دل چرا کے گرفتار ہو چکا
اس عاشقی پہ خاک پڑے دل لگی بری — رسوا میں ہر طرح سر بازار ہو چکا
اس مصلحت سے شور فغان کر رہا ہوں میں — سویا اگر نصیب تو بیدار ہو چکا
پوچھا یہ میرے مردہ پہ اس بدگمان نے — کچھ اس میں جان ہے کہ یہ بیمار ہو چکا
میری ہی بات کوئی سنیگا کہ تو نہیں — ہان ہان کا وعدہ تیرا تو ہر بار ہو چکا
کچھ التجائے وصل کی اب حد نہیں ہی — للہ ہان کیجئے انکار ہو چکا
رحمت کا تیری ذات سے امیدوار ہوں — نادم میں اپنے فعل سے غفار ہو چکا
معشوق کی خطائیں ہوئیں ثابت یقین نہیں — اللہ عاشقوں کا طرفدار ہو چکا
اب تو خدا کے واسطے بیعت پہ اسکی جا — عاشق ترا تمام مرے یار ہو چکا
اس چشمِ شوق کو بھی ذرا دیکھ لیجئے — بس آئینہ تو دیکھ چکے پیار ہو چکا
پورا کبھی ہوا بھی ہے اقرار آپکا — سو بار وعدہ کر چکے سو بار ہو چکا
تاب نظارہ چاہیے اسکے جمال کو — آنکھیں اگر یہی ہیں تو دیدار ہو چکا
کس پر کرے گا جور و جفا تو ہمارے بعد — دلدار تیرا اے مرے دلدار ہو چکا
اس حسن فریب سے سبکا ہی ایک حال — اب اختلاف کافر و دیندار ہو چکا
طاقت دل و جگر میں نہ ہے ہاتھ پاؤں میں — سامان اب تو کوچ کا تیار ہو چکا
دیوار ہی گراؤنگا میں سیل اشک سے — سو بار بند روزن دیوار ہو چکا
آئے ہو گھر سے غیر کے مجھپر ہو مہربان — اخلاص دور رکھو بس اب پیار ہو چکا

کبتک سنون دماغ مین طاقت نہین رہی
بس شکر مہربانی اغیار ہو چکا

کس کے آگے اسکی شکایت نہو چکی
آصف تو بے خطا ہی خطاوار ہو چکا

ولہ

وہ بھی کیا دن تھے ہمین غم سے سروکار نہ تھا
دل کو ارمان نہ تھا جان کو آزار نہ تھا

جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تھا
دلپہ جب ہاتھ رکھا تمنے تو آزار نہ تھا

ایلچی کو بھی کوئی قتل کیا کرتا ہے
مین خطاوار تھا قاصد تو خطاوار نہ تھا

وجہ کیا اسکو قلمبند کیا آپنے کیون
یہ تو روداد غم ہجر تھی اظہار نہ تھا

منصفی شرط ہے شایان کرم غیر ہی تھے
مین ہی تیرے جور و ستم کے بھی سزاوار نہ تھا

رہگیا کوئی نہ کوئی مرے دلکے اندر
تیر مین اسکے تھا پیکان تو سوفار نہ تھا

ایک کیا مین ہی تھے ہجر مین نالان تنہا فقط
کون ایسا تھا جو وہ جان سے بیزار نہ تھا

کیا عیادت کی توقع ہو ستمگر تجھسے
بچگیا کوئی تو کہتا ہے یہ بیمار نہ تھا

عرصۂ حشر کے مانند تھی نفسی نفسی
اسکی محفل مین کسیکا بھی کوئی یار نہ تھا

واہ لے شان کریمی تیرے صدقے قربان
جس گنہگار کو دیکھا وہ گنہگار نہ تھا

لطف کیا تھا جو اک آزاد رہا ایک اسیر
ہم گرفتار تھے جبکے وہ گرفتار نہ تھا

اسنے جب ظلم کیا مجھپہ تو غیرون نے کہا
یہ وفادار کبھی اسکے سزاوار نہ تھا

محفل رقص تھی وہ تیری بہت جوش رہا
سب ہی بیہوش تھے وان کوئی بھی ہشیار نہ تھا

حسرت مشق ستم کیون تمسے دلمین رہتی
مین تو حاضر تھا اگر کوئی خطاوار نہ تھا

تونے افسوس ہے بیگانہ کو اپنا سمجھا
غیر سے رشتہ ترا اے بت عیار نہ تھا

وہ شب وصل بناوٹ سے بگڑنا اسکا
غصہ تھا قہر تھا اخلاص تھا پیار نہ تھا

دور ہی سے وہ مجھے دیکھ کے فرماتے ہین — نہوا تجھسے کبھی لیسون سے سروکار نہ تھا
مجھکو کیا کوئی پہنسائیگا ازل سے اب تک — دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا
جنس دل لائے ہم اپنی بغل مین آئے — جاکے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تھا
لیجئے غیر سے دو دن بھی نباہی نہ گئی — آپکے ذہن مین آصف تو وفا وارہ تھا

حرف ذال

تیری ہیکل مین مرصع ہین مسلسل تعویذ — دلکو تسخیر کرینگے یہی ہیکل تعویذ
یون تو زیبا سبھی زیور ہین ترے بازو پر — خوشنمائی مین مگر سب سے ہے اول تعویذ
درد سر کا تو نہو شکوہ نصیب اعدا — آپ لکھواتے ہین کیون لیکے یہ صندل تعویذ
غیر کی نکلی وہ تصویر گلے مین اُسکے — ہمنے جانا تہا کہ ہوگا یہ مجمل تعویذ
واسطے دفع نظر کے وہ اگر باندہتے ہین — شوخی حسن سے ہوجاتے ہین ہیکل تعویذ
وہ گئے پہیر کے منہ لکہنہ گئے کچھ اُس پر — قبر کا میری رہا آنکہ سے اوجہل تعویذ
مین نے جانا کہ یہی بار سینہ کا متن ہے — اُسکی چوٹی مین جو جہکا تہا ذرا کل تعویذ
یہ جو لستن ہے ترے سینہ پہ رے ماہ جمال — ہے خدا داد مبارک بہت افضل تعویذ
چشم مشتاق ہے پائے ترے سینہ پہ جگہہ — کاش اس آنکہہ سے ہوجائے مبدل تعویذ
اسقدر ضعف ہے کیون رات تکو کیسی گذری — پہر اُترا ترے بازو سے گیا ڈہل تعویذ
ہوگیا آج وہ بیمار تمہارا رخصت — گہولکر جسکو پلاتے رہے تم کل تعویذ
سایۂ فضل خدا آصف دیندار پہ ہے — سحر بیکار رقیبون کا ہے مہمل تعویذ

حرف لام

ہوا چالاک تجہسے بہی سوا دل — چہلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

یہ سچ ہے باوفا ہے آپکا دل / بہت ہی بیوفا ہے یہ مرا دل
تری کنہ حقیقت کو نہ پہونچا / مقدر سے سوا ہے نارسا دل
وہ بھی اور وقت صبح لذت / تڑپکر بھی یہ دیتا ہے مزا دل
بہت دیکھے ہین ہمنے بیوفا بھی / ترا سب سے ہے بڑھکر بیوفا دل
ترستی ہین یہ آنکھین دیکھنے کو / کرون کیا مین تڑپتا ہے مرا دل
یہ بتخانہ کو یا کعبہ کو لیجائے / عجب سیرابھی دل ہے ہما دل
سنی تعریف جب اُس غنچہ لب سے / سمٹکر اور غنچہ ہو گیا دل
لئے جاتا ہے پھر اُسکی گلی مین / یہ بے غیرت یہ کیسا بیحیا دل
مین کیا جانون محبت اور الفت / یہ پہلے ہی پہل تجھ سے لگا دل
نہ دے لے سنگدل تو رنج اسکو / نکر تو ظلم ٹوٹے گا مرا دل
ہماری بندگی ہے ایسے دل کو / نہ دے بندے کو ایسا بھی خدا دل
ہمارا بھی کبھی تو آشنا تھا / ارے او بیوفا نا آشنا دل
برائے نام اسکا بھی نشان ہے / دہن ہے آپکا ایسا ہے مرا دل
خراب و خستہ ہوکر خوب سنبھلا / محبت مین بگڑ کر بنگیا دل
بچانا عشق کی آفت سے مجھکو / مرا اب مانگتا ہے یہ دعا دل
تڑپنے کی جو عادت ہے تو آصف / تسلی سے ہوا تڑپا مرا دل

ولہ

کہا جب اُس نے کہئے کیا ہوا دل / بس اتنی بات سنکر آگیا دل
ہر اک دلبر کی خاطر چاہئے ایک / کہان سے روز لاؤن مین نیا دل

مرا دل سوز سے داغ جگر اب ‌‌ مرا ہم درد ہے درد آشنا دل

بہت ہی ٹھیک کہنا آپکا ہے ‌‌ مرا ہی تو ہوا ہے بیوفا دل

ہمارے دشمن جان عاشقی ہین ‌‌ یہی ہین ایک آنکھین دوسرا دل

کہین آیا نہو وہ فاتحہ کو ‌‌ تڑپتا ہے جو مرقد مین مرا دل

سبھی کہتے ہین دل کو کعبہ ہے یہ ‌‌ نہ ڈھا اسکو نہ مٹی مین ملا دل

اگر دل مین نہ دل ڈالون تو کہہ دے ‌‌ کہ مین کہلون کلیجے مین ترا دل

گلی مین دیکھکر اپنی وہ بولے ‌‌ پہر آیا کسقدر ہے بیحیا دل

سما جائے غم کو نہین جس مین ‌‌ کہان سے لاؤن مین اتنا بڑا دل

بہت آنکھون سے کی ہے خونفشانی ‌‌ ہزارا بنگیا ہے یہ مرا دل

وہ کہتے ہین کہان تک کوئی پاؤن ‌‌ پڑے ہین عاشقون کے جابجا دل

یہ ہے گفتار یار رفتار کیا ہے ‌‌ تری باتون پہ میرا بس گیا دل

مرا دل ہے نہ کر پامال اسکو ‌‌ ارے ظالم کلیجے سے لگا دل

کسی پر جان جاتی ہے جب اپنی ‌‌ خدا حافظ یہ دیتا ہے دعا دل

ہزارون دیکھنے والے ہین اسکے ‌‌ صفائی سے ہے آئینہ مرا دل

جسے دیتا ہون وہ کہتا ہی آصف ‌‌ مبارک آپکو ہو آپکا دل

ولہ

جب اسکے کام کا نہ رہے کام کا ہی دل ‌‌ پہر کس مرض کی بار خدایا دوا ہے دل

اس سنگدل کے جور و جفا پر فدا ہے دل ‌‌ کمبخت میری جان کے پیچھے پڑا ہے دل

پاس ادب نہ ضبط محبت رہا مجھے ‌‌ بے اختیار اس سے کہا آگیا ہے دل

جسطرح ٹوٹ کر نہ جڑے رشتۂ حیات
ایسا ہی اسکا حال ہے جب ٹوٹتا ہے دل

تم دلستان ہوا اور دل آزار بہی تمہین
تم جانتے ہو دلکو نہین جانتا ہے دل

جس دن سے سنا ہے کہ ہرجائی آپ ہین
اوروں سے بدگمان ہون مرجا بجا ہے دل

پہلے لڑی تہی آنکہہ تری اُسکا ہے قصور
اسپر ہے کیون عتاب مرا پچہتا ہے دل

بچنا محال اور نکلنا محال ہے
اُس پیچ فائی زلف مین پہنسا ہے دل

اکسیر کی تلاش مین کیون خاک چہانئے
کشتہ کرے جو نفس کو پہر کیمیا ہے دل

کچہہ وسعت زمین و فلک کی نہین بساط
گر حوصلہ ہو دلمین تو سب سے بڑا ہے دل

باہم ہو کیا ملاپ کہ دونون ہین بیقرار
تم شوخ ہو اگر تو بہت چلبلا ہے دل

بدنامیان اسی کی تو ہین اک جہان مین
تم باوفا ہو سچ ہے مرا بیوفا ہے دل

دام وفا بچہا کے گرفتار جو کرے
ایسے سے آنکہہ اٹکی ہے اُس سے پہنسا دل

دلبر چہٹے نہ مجہسے نہ مین دل سے چہٹ سکون
مین اُسکے پیچہے یہ مرے پیچہے پڑا ہے دل

انجام کیا ہو دیکہیے اس اختلاف کا
سنتا ہون دلکی مین نہ مری مانتا ہے دل

کیسا فراق وصل مین کب چین ہی مجہے
ترچہی ادائین دیکہتے ہی لوٹتا ہے دل

آصف کا امتحان تو کیا مصحفی بہی کرے
یہ ہر کسی کا حوصلہ ہر ایک کا ہے دل

حرف نون

وصل مین تلخ بہی دشنام مزا دیتے ہین
کوسنے والون کو ہم ایسے دعا دیتے ہین

عفو کرتے ہین خطائین نہ سزا دیتے ہین
جان عاشق کی یو ہین وہ تو گہلا دیتے ہین

حال دل کہکے جو ہنستون کو رلا دیتے ہین
تو ہنسی ہنسکے وہ روتونکو ہنسا دیتے ہین

ایسے لوگون مین نہین ہم جو کہین اور نکرین
مرد جو کہتے ہین وہ کرکے دکہا دیتے ہین

وہ شہادت کو سمجھتا ہے حیات جاوید
زندگی آپ تو عاشق کی بڑھا دیتے ہین

سنکے آواز چلے آتے ہین وہ گھبرا کر
میرے نالے مری قسمت کو جگا دیتے ہین

دل مرا کسنے چرایا ہے بتائین مجھکو
زائچہ کھینچکے جو نام بتا دیتے ہین

ان حسینون سے کوئی خون کا دعوی کر ہی
خونبہا دیتے نہین خون بہا دیتے ہین

اُن کو لاؤ مرے گریہ کا کرینگے وہ علاج
بات کرتے ہین جو روتون ہنسا دیتے ہین

بیوفا یاد نہین تجھکو وفا کا شیوہ
یاد رکھ تو کہ یہ ہم تجھکو سکھا دیتے ہین

آنکھ ملتے ہی یہ خود ملتے ہین دل ملتا
خوبرو پیچھے ہی تو دل سے ملکے دغا دیتے ہین

اُن سے کہتا ہون جو مین ہجر کی آفت شب وصل
قہقہہ مار کے وہ صاف اُڑا دیتے ہین

خط پہ خط بھیجین گے کچھہ تو کبھی آئیگا جواب
آج سے ہم بھی یہی تار لگا دیتے ہین

قول ہو بوسہ ہو معشوق تو دے مانگتی ہی
پھر وہ دیتا ہے کہان جس نے کہا دیتے ہین

دل لگی یہ بھی شب وصل رہا کرتی تھی
ہم جلا دیتے ہین وہ شمع بجھا دیتے ہین

راز افشا نہ ہو لوگون مین یہ ہے اندیشہ
غیر کے خط کو وہ پڑھتے ہی جلا دیتے ہین

روز ہان ہان کے سوا اور نہین ہے کچھہ بات
دلکو دیتے نہین پر کہکے منا دیتے ہین

دل بیتاب جو پنکھے کی طرح ہلتا ہے
روح کو ہم اسی پنکھے سے ہوا دیتے ہین

وہ تو خط پڑھتے نہین ہمکو یہ سوجھی تدبیر
دلکی تصویر لفافے پہ بنا دیتے ہین

ہوکے عاشق مرے مرنیکی مبارکبادی
اُس ستمگر کو مرے اہل عزا دیتے ہین

ہم تو مرتے ہین مگر اپنی وفائین تم کو
یاد رکھنے کے لئے یاد دلا دیتے ہین

جان کیونکر تجھے دیدون یہ خدا کا ہے مال
کیا پرائی بھی امانت کو لٹا دیتے ہین

یہ کچھہ احسان ہے دل باندھ کے گر چھوڑ دیا
گیسوے یار گرہ سے ہمین کیا دیتے ہین

ابھی کمسن ہین وہ مانوس بہت کھیل سے ہین
خط مرا پھاڑ کے وہ پرزے اڑا دیتے ہین

لب جانان کو چکھا ئینگے مزا وصل کی شب
ہوتی آئی ہے کہ جھوٹے کو سزا دیتے ہین

چشم بادام دہن پستہ ہے رخسار ہین سیب
ہم ترے وصف مین اک باغ لگا دیتے ہین

وہ گئے دن جو اُسے کوستے تھے آٹھ پہر
ابتو آصف کو وہ جینے کی دعا دیتے ہین

ولہ

تو کرے مجھ سے پیار کی باتین
ہین یہ پروردگار کی باتین

نہ کرو اعتبار کی باتین
دور رکھو یہ پیار کی باتین

صاف آئینہ ہوگئین ہم پر
ترے دل کے غبار کی باتین

ہم ہین مشتاق ہان سُنا واعظ
بادہ و بادہ خوار کی باتین

رنج کے ساتھ رنج کا ہے کلام
پیار کے ساتھ پیار کی باتین

غیر بھی نوحہ گر ہے یون مجھ پر
جیسے ہین سوگوار کی باتین

کیا کہین تجھ بغیر کس سے کہین
دل امیدوار کی باتین

رات جاتی ہے کیجئے موقوف
قصۂ روزگار کی باتین

جبر کیجیے کہ لطف دونون ہین
آپ کے اختیار کی باتین

کیا گزرتی ہے کسطرح سے سُنین
ہائے اہل مزار کی باتین

کہدیا غیر سے تمھارا بھید
لو سنو رازدار کی باتین

جو ہین کنج لحد مین خاک نشین
جوش فصل بہار کی باتین

اُبھرے جوبن نے کردیا بیچین
کیا کہین ہونہار کی باتین

رو کے رکتا نہین ہے طفل سرشک
دیکھو اس جانثار کی باتین

آنکھ سے سب عیان ہے دیکھو تو
چشم مست خمار کی باتین

پاس ہو ہو گئی نگہ مین وہی
اس دل جان نثار کی باتین

اے صبا کیا خبر ہے کہہ تو ذرا
میرے اُس شہسوار کی باتین

کان رکھکر کبھی سنو تو سہی
اپنے تم دوستدار کی باتین

دل نہ دیتا اگر تو کیون سُنتا
چار کے طعنے چار کی باتین

بیوفا ایک تیری خاطر سے
سُن رہا ہون ہزار کی باتین

تجکو رسوا کرین یہ ہین آصف
اس دل بیقرار کی باتین

ولہ

ارمان بہت ہین ترے پیکان بہت ہین
دلمین مرے ہر طرح کے مہمان بہت ہین

تھوڑے بھی تو معشوق کے احسان بہت ہین
دو چار بھی نکلین تو وہ ارمان بہت ہین

عاجز تری آنکھون سے مسلمان بہت ہین
یہ تاکتے یہ لوٹتے ایمان بہت ہین

جھگڑے تو ہزارون ہین مگر بات ہے اتنی
ہم تم سے وفا کر کے پشیمان بہت ہین

اے نامہ بر آئندہ کو اقرار تو ہو جائے
کم سن ہین اگر وہ ابھی نادان بہت ہین

کیون خوش ہو مری حسرت دیدار مٹا کر
مٹنے کے لئے اور بھی ارمان بہت ہین

دل ڈھونڈہ رہا ہے انہین اے ناصح مشفق
وہ کام محبت مین جو آسان بہت ہین

مایوس نہو کوئی رہا نہین خدا سے
ہونے کیلئے غیب سے سامان بہت ہین

یکبار ہی کو نہ گرا اپنی نظر سے
آنکھون مین ابھی کہہ لینے کی انسان بہت ہین

قسمت یہ ہماری ہے کہ ارمان نہ نکلے
وہ جان کے ہم سے ہوے انجان بہت ہین

تم جیسے پریرویونکا سایہ نہین پڑتا
یارو نہین بچا رہے ہی نگہبان بہت ہین

زاہد سے قیامت مین بہی شرمندہ نہین ہم
اسکے لئے ہر حال مین ہر آن بہت ہین

ہم بیٹھے ہی کر لین گے ابہی توبہ پہ توبہ
دنیا کے لئے دین کے سامان بہت ہین

دیوانون کو جنت ہے ترا سایۂ دیوار
ہان خاک اُڑانیکو بیابان بہت ہین

وعدہ نہین کرتے ہو کبہی وصل کا ہم سے
کیا پوچہتے ہو دلمین تو ارمان بہت ہین

ٹلنے کے نہین ہم کہ گزرتے ہین گمان اور
محفل مین تری عیش کے سامان بہت ہین

دل جتنے شکستہ ہین اگر کیجیے گنتی
ٹوٹے ہوے اُنسے ترے پیمان بہت ہین

کیا تو نے کسیکا دل آشفتہ پہنسایا
گیسو کے ترے بال پریشان بہت ہین

آتے ہین خدا جانے تصور مین وہ کیونکر
دربان وہان اُنکے نگہبان بہت ہین

یون کہینچکے خنجر مجہے قاتل نے پکارا
آ جا سے ہنے والے تجہے ارمان بہت ہین

جانباز ہمین ہین کہ ہے جان سے حاضر
یون نام کے ہونیکو تو قربان بہت ہین

ہان دیکہنے والے کو نظر اور پرکہہ ہو
انسان جنہین کہئے وہ انسان بہت ہین

دل لیکے کیا مجہسے سلوک آپنے کیا خوب
یون مفت جتانیکو تو احسان بہت ہین

کچہہ اور ہو تم حضرت آصف کی بلا کو
ہان تیری محبت مین پریشان بہت ہین

حرف واو

نہیے کیا تم سے گو تم خوبرو ہو
ستمگر بے مروت تند خو ہو

کہا جب مین نے رنجیدہ عدو ہو
وہ بولے سنتے ہی وہ کیون ہو تو ہو

وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو
وہی ہے پہول جسمین رنگ و بو ہو

ادہر مین ہون اُدہر محشر مین تو ہو
جو ہونی ہو خدا کے روبرو ہو

تجہے دلمین تو رکہلون مین یہ ہو ر تنک
اسی مین جان ہو اس مین ہی تو ہو

گداز عشق نے چھوڑا ہی کیا ہے — مژہ سے ٹپکے گر دل مین لہو ہو
اُسے کیونکر نہو انداز پہ ناز — کسی کی دھوم جب یون چار سو ہو
وفاداری ہے گو عاشق کا شیوہ — کرے کیا کوئی بے پروا جو تو ہو
یہ حسرت ہے تری تیغ ہلالی — گریبان کی طرح زیب گلو ہو
لڑائی کی ہین باتین اُنکی مجھ سے — کہین یہ ختم یارب گفتگو ہو
نقاب اُٹھے جو رخ سے روز دیدار — صفِ محشر مین بھی پھر تو ہی تو ہو
کرین بیگانہ سے ہم کیا شکایت — یگانہ ہو کے جب اپنا عدو ہو
ہمارا خون وہ ہے آبرو دار — تری تلوار جس سے سرخرو ہو
نہو اسکے سوا کچھ بھی تمنا — دل بے آرزو کی آرزو ہو
یہ ہے خاکِ درِ بتخانہ زاہد — شکستہ اسکے چھونے سے وضو ہو
رہے ہر دم مین ہر دم یاد تیری — جدھر دیکھون اُدھر بس تو ہی تو ہو
چلے جو سر کے بل اُس رہگذر مین — وہی عاشق سراپا جستجو ہو
بگڑتے ہو بجا ہر بات سے تم — یہ بہتر دل ہی دل مین گفتگو ہو
وہ پونچھین اپنے دامن سے جو آنسو — مرے اشکون کی کیسی آبرو ہو
تبرک ہے ہمارا بھی دل پاک — لگائے ہاتھ وہ جسکو وضو ہو
سمجھ مین آئے کیونکر بات قاصد — تری اُلجھی ہوئی جب گفتگو ہو
عدو کو بزم مین ہو شربت خضر — مرے حق مین مے احمر لہو ہو
مقابل یون ملے جب حسن کی داد — اُدھر یوسف اِدھر بے پردہ تو ہو
بُرا کہتے ہین جو تیرے ستم کو — ہماری اور اُنکی گفتگو ہو

قیامت کی ہے اسکی ناامیدی
کہ جسکو آرزو کی آرزو ہو

جب اس سے ہٹنے کری قطع امید
تو پہر کیون آرزو کیون جستجو ہو

جو ہو تکیہ کرم پر اس کے اپنا
بر آئے دل کی جو کچہہ آرزو ہو

خدا عزت رکہے دونو جہان مین
اور آصف کی ہر اک جا آبرو ہو

ولہ

دل کے عاشق سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو
ابہی کیا تہے ابہی کیا ہوتے ہو انصاف کرو

تم تو ناحق ہی خفا ہوتے ہو انصاف کرو
اور پہر حد سے سوا ہوتے ہو انصاف کرو

ہین یہی ڈہنگ تو امید رہیگی کسکو
اب جوان نام خدا ہوتے ہو انصاف کرو

وقت پر کام جو آئین گے یہی آئین گے
دشمن اہل وفا ہوتے ہو انصاف کرو

دبان ہم بیتے ہین تم سے ہی وفا کرتے ہین
تم تو غیرون پہ فدا ہوتے ہو انصاف کرو

منصفی شرط ہے مہمان یونہین بیٹہے ہین
تم تو آتے ہی ہوا ہوتے ہو انصاف کرو

خوگر لطف و عنایت ہون مجہے اب کہان
مہربان ہوکے خفا ہوتے ہو انصاف کرو

داد عاشق کی نہ دی بادشہ حسن بنے
اور سرگرم جفا ہوتے ہو انصاف کرو

تم تو دل لے کے رقیبون سے جلاتے ہو ہمین
اور پہر ہم سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو

ہے برا شیوہ بیداد سے رسوا ہونا
سب مین انگشت نما ہوتے ہو انصاف کرو

آج بیداد جو کرتے ہو تو کل کیا ہوگا
منفعل روز جزا ہوتے ہو انصاف کرو

مار رکہتے ہو ذرا آنکہہ دکہاتے ہو جسے
دوسری تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو

یاد بہی ہے کبہی آصف سے ملے تہے کہ نہین
آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

حرف یائے تحتانی

مچی ہے دھوم زمانہ مین جا بجا کسکی
بندھی ہے زناک ترے حسن کی ہوا کسکی

وہ حور وش بھی تو مسجد مین تھا خدا جانے
نماز کس نے ادا کی ہوی قضا کسکی

نکر کسی سے محبت یہ ہم نہ کہتے تھے
دل فریفتہ سنتا ہے تو بھلا کسکی

قصور تھا مری آنکھون کا دل نے پائی سزا
ہوی ہے عشق مین یہ کسکے سر بلا کسکی

مزاجدان ہو تمھین جب تمھین سے کچھ نہوا
مریض عشق کو راس آئیگی دوا کسکی

ہزار رنگ ہے نیرنگ ہین زمانے مین
ہوئی ہے شعبدہ گر چشم فتنہ زا کسکی

فلک بھی گو ہے ستمگر مگر نہین تجھسا
یہ دیکھہ کم ہے جفا کسکی ہے سوا کسکی

لڑی نظر سے نظر میری آپ کی لیکن
ثبوت کیجئے ہے بیشتر خطا کسکی

تمھین بھی اسکی خبر ہے وہ کون ہی ایسا
پسند ہی ہوئی ہے زمانہ مین یہ ہوا کسکی

کہین نکرنے سے چھپتا ہے عیب دنیا مین
رقیب پر کہو اب جان ہے فدا کسکی

غضب تنے ہوئے ابرو کھنچی ہوئی تلوار
برے مین طور ترے آئی ہے قضا کسکی

عدو بھی میری طرح ملتجی ہے تا شب قدر
وہان قبول ہوئی دیکھیے دعا کسکی

یہ امتحان تو دیکھو وہ مجھسے پوچھتے ہین
پسند ہے تمھین اس شہر مین ادا کسکی

کبھی لحاظ ہے دلکو کبھی ہے یہ گستاخ
سمائی اسمین شرارت بھری حیا کسکی

ہوئے ہین دیدہ و دل دونون والہ و شیدا
یہ کیا خبر ہے کہ اچھی ہوا نتھا کسکی

نہ جان کا ہے بھروسہ نہ عمر رفتہ کا
یہ بیوفا ہوئی کسکی وہ آشنا کسکی

مئے طہور کے اوصاف سن لئے واعظ
لگی ہے رٹ تجھے لے بندۂ خدا کسکی

خبر بھی ہے تمھین یا بیخبر ہو تم اس سے
خبر پہونچتی ہے ہمکو ذرا ذرا کسکی

ستم بھی آپ کریں اور آپ ہی پوچھیں
زبان زبان پہ شکایت ہے برملا کسکی

جو کامیاب نہو کوئی یہ نصیب اُسکا
نہیں قبول کی آصف نے التجا کسکی

ولہ

اگر ہو امتحاں دیکھیں نگاہ یار کیسی ہے
نہیں معلوم وہ کستی ہوئی تلوار کیسی ہے

مجھے کس وہم میں ڈالا ہے یہ گفتار کیسی ہے
لبوں پر مسکراہٹ سی ہے گم گفتار کیسی ہے

تمہاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے
کہ یہہ بیمار ہوکر پھر غضب آزار کیسی ہے

چراتے ہیں جو اپنی جان اے قاتل وہ کیا جانیں
تری کھنچی چمکتی کاٹتی تلوار کیسی ہے

نہیں جاتے اگر تصویر ہی کھنچوا کے منگوا لو
یہہ ہم کیا جانو شکل عاشق بیمار کیسی ہے

لئے ہیں رو ہی جیسے ہیں نئے اسیر کیوں بگڑتی ہو
یہہ دیکھو سرخ ہوکر زینت رخسار کیسی ہے

پکڑتی ہے زمیں ہر ہر قدم کو چھین قاتل کے
یہ کیوں مشتاق ایسی ہے مری رفتار کیسی ہے

ہمارا خانۂ دل دیکھکر وہ سخت گھبرائے
کہ یہہ تعمیر بے سقف و در و دیوار کیسی ہے

مجھی سے چاہتے ہیں داد اسکی وہ یہ فرما کر
کہو انصاف سے تم صحبت اغیار کیسی ہے

ستم کرتے ہیں وہ مجھپر دعا دیتا ہوں میں انکو
کوئی دل سے تو پوچھے یہ جفا یار کیسی ہے

کسو کی جب خواب میں آتا ہے کہلجاتی ہے آنکھ انکی
اجی صاحب تمہاری نیند بھی ہشیار کیسی ہے

نہ کیونکر آبلے سے سرفرازی دلکو حاصل ہو
ملی یہہ عشق کی سرکار سے دستار کیسی ہے

ہوا بھی ہم اسیروں تک نہیں آتی جو یہ پوچھیں
فضائے باغ کیسی نکہت گلزار کیسی ہے

نزاکت کے بہانے سے تو مجھ تک آ نہیں سکتے
مری آنکھوں میں تم پھرتے ہو یہ رفتار کیسی ہے

گری پڑتی ہیں ٹھوکریں کھاتی ہیں فریادیں
یہ راہ عالم بالا ابھی ناہموار کیسی ہے

وہ جانے دل لگی کا حال جس نے دل لگایا ہو
کبھی آسان کیسی ہے کبھی دشوار کیسی ہے

خدا پر چھوڑ بیٹھے چارہ گر بھی دوست بھی سکو / ذرا چلکر تو دیکھو حالت بیمار کیسی ہے

ترے طعنوں سے اے ظالم کلیجہ ہوگیا چھلنی / ہوئی ہے تیر ہر اک بات یہ گفتار کیسی ہے

نہیں ملتے نہ ملئے ہمسے بھی گھر سے نہیں اٹھتے / یہ صحبت دور کی کیسی ہے یہ تکرار کیسی ہے

کمر میں تو نے باندھی ہے کمر میں چاہیئے رہنا / تری تلوار پھر پھر سے گلے کی ہار کیسی ہے

خدا نے عقل دی ہے اور کو بھی تو تو اے ناصح / نہیں سنتا کسی کی یہہ خدا کی مار کیسی ہے

مخاطب غیر سے ہیں بزم میں اُس سے میں خوش ہوں / مری آنکھوں کو حاصل فرصت دیدار کیسی ہے

سر شوریدہ سے سد سکندر توڑ ڈالیں ہم / جہاں روزن بھی ہے دشوار وہ دیوار کیسی ہے

بہت لڑتی تھی پہلے عاشق ناشاد سے ہر دم / وہی اب آنکھ اُسکی شکل سے بیزار کیسی ہے

وہ کہتے ہیں ہماری ہی صفت میں ہو غزل جب ہو / کہوں کیا میں کہ یہہ پابندی اشعار کیسی ہے

اُسے آصف کا غم ہے اور آصف کو یہ بیتابی / ہر اک سے پوچھتا ہے حالت غمخوار کیسی ہے

ولہ

کیا منہ ہے کوئی باتیں بنائے مرے آگے / دعوی ہو جو دشمن تو آئے مرے آگے

فتنے تری نظروں نے اٹھائے مرے آگے / جادو تری آنکھوں نے جگائے مرے آگے

کرنی جو پڑی اُنکو رقیبوں کی اطاعت / کہتے ہیں بڑے بول سب آئے مرے آگے

بے پردہ کیا حور کی تعریف نے اُن کو / جھنجھلا کے وہ باہر نکل آئے مرے آگے

وہ کہنے لگے دیکھ کے پروانے کا جلنا / جلتے کو کوئی اور جلائے مرے آگے

محفل میں جلانے کو مجھے ہائے وہ ضد سے / پہلو میں رقیبوں کو بٹھائے مرے آگے

جاتا ہوں عدم کو وہ عیادت کو نہ آئے / اتنی بھی نہ تکلیف اُٹھائے مرے آگے

اُس منزل دشوار میں تقدیر نے ڈالا / رہبر بھی جہاں ٹھوکریں کھائے مرے آگے

ہے نکہت گل مجکو قفس مین بہی غنیمت
یارب یہ بہار آکے نہ جائے مرے آگے

وہ بات نہ کرتے تہے جو کی بات تو یہہ کی
غیرون کے بہت عیب چہپائے مرے آگے

اندیشہ تہا انکو کہ آنکھون مین سما جاؤن
منہ کہولے نہ محفل مین وہ آئے مرے آگے

جاتے تہے وہ کل چہپکے سر شام جو پوچہا
مین کیا کہون کیا نقرے بنائے مرے آگے

عاشق کو کیا قتل یہ احسان جتا کر
دنیا مین مصیبت نہ اٹہائے مرے آگے

بلبل کی کہان ایسی گل افشانی تقریر
باتون کے چمن اس نے لگائے مرے آگے

بہر آئے جو دل عاشق مضطر کا کرے کیا
تم کہتے ہو آنسو نہ بہائے مرے آگے

روٹہے کا منانا مجہے آجائے جو کوئی
روٹہے ہوے اس دل کو منائے مرے آگے

اس بزم مین لیجا نہ مجہے اے دل مضطر
کیا ہو جو وہ کہدے یہ نہ آئے مرے آگے

دنیا کا جو ہے قافلہ رکہتا ہے کر آصف
جائے کوئی پیچہے کوئی جائے مرے آگے

ولہ

کب مرے دل پہ کارگر نہ ہوئی
وہ تو برچہی ہوی نظر نہ ہوئی

غیر کو کاوش جگر نہ ہوئی
یہ ادہر کی بلا ادہر نہ ہوئی

نازنین کو کہان ہے تاب نگاہ
خواب مین کیا اسے نظر نہ ہوئی

مہربانی تری اس الفت پر
جتنی ہوتی تہی اسقدر نہ ہوئی

تیری فرقت مین رونے والونکی
آستین کب لہو مین تر نہ ہوئی

مین نے جب کچہہ کہا زبانی حال
تیری تسکین بیا بسر نہ ہوئی

کب ترا غیر پر نہ دل آیا
کب تری پیار کی نظر نہ ہوئی

غیر اس بزم ناز مین پہنچے
خیر گذری مجہے خبر نہ ہوئی

تجکو دل دیکے اپنی رسوائی — وہ ہوئی اب جو عمر بھر نہ ہوئی
یہ شب وصل انکو حسرت ہے — شام ہوتے ہی کیون سحر نہ ہوئی
ہم بہی چپتی ہوئی کہیے ہی گئے — کب سزا بات بات پر نہ ہوئی
پہر کہان جائین گے الٰہی ہم — خلد مین بہی اگر بسر نہ ہوئی
ہم نے میدان عشق جیت لیا — فتح غیرون کے نام پر نہ ہوئی
ورنہ سر کا انہین بہانہ ہوا — داستان اپنی مختصر نہ ہوئی
دیکئیے دیکئیے پہری آب نگہہ — ہوتی ہوتی ادہر نظر نہ ہوئی
پاس ہوتی تو سب خلش مٹتی — نہ ہوئی عشق مین اگر نہ ہوئی
مرگئے دیکئے فراق مین ہم — نہ ہوئی انکو کچھہ خبر نہ ہوئی
شب کا وعدہ وہ کرکے کہتے ہین — رات دو چار دن اگر نہ ہوئی
سامنے ہی رہی تصور مین — آنکہہ اوجہل تری نظر نہ ہوئی
شاخ گل کی بہی دیکہہ لی جنبش — وہ لچکتی ہوئی کمر نہ ہوئی
مین جو رویا تو کیا گناہ ہوا — دامن تر سے چشم تر نہ ہوئی
شکوہ ہجر سنکے اسنے کہا — تجکو اللہ پر نظر نہ ہوئی
کب نظر تری اثر نہ ہوا — کب تری آنکہہ فتنہ گر نہ ہوئی
دہری تلوارین باندہ لین ہمنے — یہ تو معشوق کی کمر نہ ہوئی
کب ہوا حشر کب تمام ہوا — مجہے محشر کی کچھہ خبر نہ ہوئی
بتکدہ مین جو دیکہہ لے صورت — وہ بہلا کو خدا کے گہر نہ ہوئی
صلح کی کچھہ امید ہے یارب ہم — آج آصف سے پہر اگر نہ ہوئی

ولہ

لیتے ہیں یار ہنس کے سر انام اٹھتے بیٹھتے
پیار سے دیتے ہیں وہ دشنام اٹھتے بیٹھتے

غیر کی تعریف ہے اور شکوہ ہم سے خوب یاں
وہ بیاں کرتے ہیں صبح و شام اٹھتے بیٹھتے

سامنے آ جاتا ہے ظالم گر گذرتی ہے
مجھکو ملتا ہی نہیں یہ آرام اٹھتے بیٹھتے

چھیڑتے ہیں ہنس ہنس کے میں عشاق کو رو رو
دیکھکر معشوق گلندام اٹھتے بیٹھتے

میرے کہنے پر عمل کرتے تھے ہر دن اسے
اب تو ہے ہر بات پر الزام اٹھتے بیٹھتے

سنکے قاصد سے رقیبوں کے سنا میکے
یاد کرتے ہیں وہ پیغام اٹھتے بیٹھتے

ہو چکی تعظیم غیروں کی کرو صحبت تمام
شب تو گذری پھر خاص و عام اٹھتے بیٹھتے

ضعف میں کس کس تگاپو سے ہوئی ہے راہ شوق
پہونچے ہیں منزل پہ ہر گام اٹھتے بیٹھتے

مجھکو ایسا مار ڈالا ہے ابروئے خم کی تیری
دیتے ہیں آغاز سے انجام اٹھتے بیٹھتے

میکدہ میں بادہ کش کو ساقیا سے ڈر نہیں
بے تکلف سب ہیں مے آشام اٹھتے بیٹھتے

دل کے پامالوں کو کیا کہتا ہوں سیر کیا مثل حباب
یہ نہیں ہیں اہل ہمت گلفام اٹھتے بیٹھتے

اٹھ تو صورت کہاں جا گرتے پڑتے ضعف سے
ہم بھی آ بیٹھے ہیں پر بام اٹھتے بیٹھتے

عاشقوں کا قتل انکو کھیل ہے مشکل نہیں
وہ تو کر لیتے ہیں ایسے کام اٹھتے بیٹھتے

دل ہی جب بس میں نہ ہو آصف تو کیا کوئی کرے
چلتے پھرتے ہے نہیں آرام اٹھتے بیٹھتے

ولہ

انداز شوخ شوخ جو ملتے ہیں یار کے
اب تاب دیکھنے کو نہیں دل بیقرار کے

نکلی ہے جان عشق میں اس گلعذار کے
عشاق پھول لیتے ہیں پھر کے مزار کے

وعدہ کا انتظار کہاں تک کرے کوئی
ناچار ہم بھی بیٹھ رہے دل کو مار کے

دل میں ہمارے ایک صنم پردہ دار ہے
آئے خیال غیر تو پردہ پکار کے

رفتار اسکی کیوں نہ قیامت بپا کرے
فتنے قدم سے اٹھتے ہیں اس شہسوار کے

بیٹھے ہیں شب وصال بھی چپ چپ الگ الگ
جب دل کھلے تو لطف ہیں بوس و کنار کے

بیتاب دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بھی
اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے

یہ تو شب وصال ہے انکار ہی نہیں
کیوں سادگی سے آئے ہو زیور اتار کے

اسکی نشیلی آنکھوں سے ایمان کیا بچے
دشمن یہ دونوں مست ہیں پرہیزگار کے

چوری کی بات تھی جو پکارا رقیب کو
شرما رہے ہیں سامنے میرے پکار کے

سرکار عشق کو ہے اب آزادگی پسند
قیدی تو چھوٹ جائیں کہیں زلف یار کے

گنتی کے داغ پاس مرے دل میں رہ گئے
یہ ہیں نشان لٹی ہوئی فصل بہار کے

یہ دل نہیں ہے زلف بگڑ کر جو پھر بنے
اسکو کہیں بگاڑ نہ دینا سنوار کے

بس امتحان غیر تو اب ہو چکا تمام
امیدوار ہم بھی تو ہیں ایک وار کے

زاہد کو ناز زہد پہ رندوں کا ہے یہ قول
بندے گناہگار ہیں پروردگار کے

سچ ہے نہیں کسی کا کوئی ہائے بیکسی
جاتے ہیں یار قبر کے اندر اتار کے

دونوں طرف ہے بحر محبت میں ایک حال
بے صبر وار کے ہیں تو بیہوش پار کے

بندوں پہ اپنے شان کریمی سے رحم ہے
کیا فیض و فضل ہیں مرے پروردگار کے

جب تک ہے منہ میں بات تو اخفائے راز ہے
وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ پسار کے

انصاف کر تو خاک پہ کسکی ہے اے صبا
پیچھے پڑی ہے کیوں مرے مشت غبار کے

آصف سے ہم نے پوچھا جو مذہب تو یہ کہا
ہم ہیں غلام پنجتن و چار یار کے

ولہ

یہ دل آشنا اور ناآشنا ہے
بہلون سے بہلا ہے برونسے برا ہے

قیامت کی چتون غضب کی ادا ہے
بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے

شکایت نہین تو اگر بیوفا ہے
یہ قسمت ہے میری اسیکا گلا ہے

نہین ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
زمانے مین کوئی کسیکا ہوا ہے

پیو بہی پلاؤ بہی اسکا مزا ہے
یہ شیشہ بہرا ہے یہ ساغر بہرا ہے

رہے یا نہین کوئی کس کام کا ہے
سلامت رہو تم یہ میری دعا ہے

کرین بتکدہ سے عبث قصد کعبہ
یہان بہی خدا ہے وہان بہی خدا ہے

مزا ہے یہی بات مین بات نکلے
اداسے ادا جب نہو پہر تو کیا ہے

نشانہ بنے دیکہئے کونسا دل
یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے

گیا دل تو جائیگی جان حزین بہی
محبت کا آخر کو پہل کیا ملا ہے

یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
جہنم مین بہی اک طرح کا مزا ہے

نہ لکہنا اسے خط مین کیا جانتا تہا
مرا مدعی یہ مرا مدعا ہے

شب وصل مین ڈر کے یار مجہسے
وہ پوچہا کئے صبح تک کیا بجا ہے

جفا کرکے تمنے وفا کی تو کیا کی
وہ دل ہی نہین مجہ مین اسکا پتا ہے

نہ اترا و بس بس خدا سے ڈرو بہی
گر اچہے ہو تم تو برون کا خدا ہے

ترے توڑنے سے نہ ٹوٹیگا ہرگز
مرا دل بہی کیا تیرا عہد وفا ہے

کہان جائے انسان اپنے سے نکل کر
زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جہگڑا
نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کبھو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر
نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

نہ ہونا کبھی مائل زلف اے دل
اُسی کے رہے ہر جسکی بلا ہے

بجز حیرت اور دینے مطلب نہ کہو
مرا مدعا ہے تو یہ مدعا ہے

تمہارا ہی میں ہوں خطا وار عاشق
زمانہ کہو مجہ سے پھر کیوں خفا ہے

ستایش میں ہے ایک لطف تبسم
شکایت میں سو طرح کا مزا ہے

بہت دور ہے منزل الفت اے دل
جو یہہ طے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے

یہ پوچھا کسی نے جو عاشق سے آنکے
ترا حال اب کیا ہے کیا ہوگیا ہے

کہا اُس نے میری مصیبت نہ پوچھو
سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے

یہ سر تھا کبھی زانوے دلربا پر
یہی زانوے فکر پر اب جھکا ہے

کبھی یہ جبیں رشک ماہ مبیں تھی
یہی خاک میں صورت نقش پا ہے

کشیدہ کمان کی طرح تھا جو ابرو
وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغ کا ہے

وہ آنکھیں جو تھیں محو دیدار ہر دم
انہیں اک قیامت کا اب سامنا ہے

وہ بینی جو تھی محو خوشبوے الفت
وہ مدت سے محروم بوے وفا ہے

وہ لب غنچہ لب جسکو دیتے تھے بوسے
لب زخم کی طرح اب بد نما ہے

وہ گوش طربناک لبریز نغمہ
شکایت ملامت ہی اب سن رہا ہے

وہ گردن پڑے دست محبوب جسمین
گریبان اُسے طوق اب بن رہا ہے

وہ گلرنگ رخ جسکے بلبل تھے گلرو
خزاں دیدہ پھولوں سے مرجھا گیا ہے

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ
اُسے دیکھیے اب تو ماتم سرا ہے

پھرا جو حسینوں کے سینوں پہ برسوں
اُسی ہاتھ سے اب تو سر پیٹتا ہے

کبھی پاؤں چلتے نہیں راہ طلب میں — انہیں یاس نے اب شکستہ کیا ہے

یہ دل رنج و غم سے تمہارا آزاد کیسا — یہی ہے جو گرفتار دام بلا ہے

کوئی بیوفاؤں کے دام میں نہ آئے — محبت جو کی تھی یہ اسکی سزا ہے

مرے حال بد پر کرم کرنے والا — خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے

ہمارے بھی ہے امتحان عشق آصف — لگانا ہی دل کا مرا سخت خطا ہے

ردیف

کبھی پڑا ہے دل گمراہ تو ہے — مرا دشمن مرا بدخواہ تو ہے

نظر آتا نہیں شب کو سیہ دل — کریں کیا ہم جو روسیاہ تو ہے

فلک کو دیکھکر کوئے بتان سے — اٹھے یہ کہکے ہم اللہ تو ہے

کہا جب اُن سے عاشق اور بھی ہیں — قسم کھا کر کہا واللہ تو ہے

تصور غیر کا میں نے کیا جب — کہاں جاتا کہ سدراہ تو ہے

مرا راز محبت ہو نہ افشا — خدایا اس سے ناآگاہ تو ہے

رقیبوں کا جلائے دل تو جانیں — کہ ہاں برق بلائے آہ تو ہے

دل اپنا دیدیا اُس بت کو میں نے — مرا یا وہ مرے اللہ تو ہے

پڑا پھرتا ہے کوچہ میں اُسی کے — ارے او دل بڑا گمراہ تو ہے

نہ پایا دل کے گوشہ میں کوئی اور — فقط اک زیب خلوتگاہ تو ہے

اثر دیکھا ترا اے عشق ہم نے — ارے ظالم بڑا جانکاہ تو ہے

کہا جب بیوفا غیروں کو میں نے — چمککر بولے وہ واللہ تو ہے

ترے در کا گدا آصف ہوں میں — شہنشاہوں کا شاہنشاہ تو ہے

ادا سے پاس آکے اُسنے
کہا آصف سے آصف جاہ نے

وله

پہر رہی ہے سامنے عالم مین یا آپکی
یہ خدائی ہے خدائی یا خدائی آپکی

مار ڈالیگی نہین یہ کج ادائی آپکی
بیوفائی بیرخی بے اعتنائی آپکی

راست بازو پہر ہے روش کج ادائی آپکی
ہے وفادار و نہ یہ ظاہر بیوفائی آپکی

دیدۂ پرخون کو میرے دیکہکر کہتے ہین وہ
ہے یہ بیماری کی سرخی آنکہ آئی آپکی

خوب پہل پایا ہے ملکر لیا آگے کو عہد
کیا ملائیگی خدا سے آشنائی آپکی

جو پہنسائیگا کسیکو آپ بہی پہنس جائیگا
ہو چکی پہندے سے میرے اب رہائی آپکی

بال بہی الجہے ہوے شانہ کیا ہے دیر تک
ہین دبا رونا دکہہ گئی ہوگی کلائی آپکی

چہیڑ کا اسمین مزا شکوہ کا اسمین لطف ہے
صلح سے بہتر سمجہتا ہون لڑائی آپکی

جب تلوّن ہے طبیعت مین تو یکسان ہوگئی
آشنائی آپکی نا آشنائی آپکی

کیا سکہائے گی قیامت آپکو فتنونکی چال
ابتدا سے یہ تو سب کچہہ سکہائی آپکی

دلمین ہم جلتے ہین سنکر کچہہ اتنا بس نہین
لوگ کرتے ہین برائی پہر برائی آپکی

پہر ہوے برہم یہ غصہ مجہپہ کیون ہی اسقدر
ہوگئی تہی وصل مین مجہسے صفائی آپکی

داور محشر کے آگے آپکا شکوہ کیا
حسب عادت پہر قسم بہی تمنے کہائی آپکی

اپنے عاشق کو ستانا اسقدر اچہا نہین
بیٹہہ جائیگی مرے دلمین برائی آپکی

آپکی صورت جو دیکہین گے تو بہر آئیگا دل
یاد آئیگی قیامت مین جدائی آپکی

جانتے تہے جاکے ہونگے بزم دشمن مین سبک
کیا کرین ہمکو محبت کہینچ لائی آپکی

ہے تجلی نور کی لاکہون حجابون سے عیان
پردے پردے مین ہے کیا کیا خودنمائی آپکی

اپنی آنکھوں کی بلائیں یوں کہ شب کو خواب میں
خوب بے پردہ مجھے صورت دکھائی آپکی

رنج فرقت میں جو مر کر جیے تو کیا جیے
خاک میں ہمکو ملائیگی جدائی آپکی

روز محشر پرسش اعمال ہوگی جب مری
یا الٰہی دونگا دہائی پر دہائی آپکی

عاشق و معشوق کے لب پر چڑھی ہے داستاں
یہ وفاداری ہماری بیوفائی آپکی

سیر گلشن کیا کہوں کیا باعث فرحت ہوی
پھول کو سونگھا تو خوشبو مجھکو آئی آپکی

غیر کو بھیجا تھا چھلا خط کے اندر ڈالکر
وہ نشانی لیجیے میرے ہاتھ آئی آپکی

بدگمانی دیکھنا دیکھی جو میری آہ سرد
پوچھتے ہیں وہ لگی کسنے بجھائی آپکی

کسطرح راضی ہوئے کیا اسنے جادو کر دیا
شب کو آصف سے ہوی کیونکر صفائی آپکی

ولہ

نہ دل میں صبر نہ دل میں قرار باقی ہے
کسیکی یاد فقط یادگار باقی ہے

تری بہار جو اب بہار باقی ہے
ابھی سرور مے خوشگوار باقی ہے

حجاب وصل میں بھی اے نگار باقی ہے
نگہ نگہ کو مرے انتظار باقی ہے

لگا کے تیر مرے دل پہ تو جگر کو نہ چھوڑ
شکار وہ تو ہوا یہ شکار باقی ہے

مٹا سکے گا مجھے خاک چرخ کج رفتار
نہیں مزار تو مشت غبار باقی ہے

نکالیو دل شیدا وصال میں ارمان
ابھی تو حسن کی کچھ کچھ بہار باقی ہے

کر اب بھی وعدہ خلافی سے عہد اے ظالم
کہ کچھ یونہیں سا ترا اعتبار باقی ہے

جوان ہوگئے تجھے گرچہ آئی شرم و حیا
و کمسنی کی شرارت تو یار باقی ہے

وہ کس غرور سے کہتے ہیں اب شباب کے بعد
یونہیں رہیگی یہ جتنی بہار باقی ہے

خدا کے آگے بھی کہدونگا میں تو روز جزا
کہ دل میں آرزوے وصل یار باقی ہے

ہزار بار نکالو جو دل کی تم ارمان
یہ بار بار کہو ابھی لاکھ بار باقی ہے

تمہا قصور مرا اسکو کر دیا ثابت
تمہارے دل میں ابھی تک غبار باقی ہے

شب وصال وہ گھبرا کے صبح تک مجھ سے
یہ پوچھتے ہی رہے کوئی پہار باقی ہے

ہزار گن کے جو میں تھم گیا تھکی ہے زبان
بہت سا تیرے ستم کا شمار باقی ہے

تمہیں رقیب کا جسطرح انتظار رہا
تمہارا ہمکو بھی یوں انتظار باقی ہے

ترا جو سینہ ہے آئینہ میں بھی تو دیکھوں
نہیں ہے یا ترے دل میں غبار باقی ہے

نکل گئی مرے دل سے تری مژہ کی پھانس
عدو کے رشک کا کمبخت خار باقی ہے

مٹے بلا سے مٹے ہم مگر جفا تو کرو
ابھی مزار کا سنگ مزار باقی ہے

تمہارے ڈھنگ تو سارے ہیں بیوفائی کے
یہی ہیں سو وعدہ ناپائدار باقی ہے

مٹے مٹے نظر آتی ہیں داغ دل کش
لٹی لٹی مرے دل کی بہار باقی ہے

نکالیں تو نے زمانے کی حسرتیں کیا کیا
فقط یہی دل امیدوار باقی ہے

ہماری قبر پر اسکو چڑھا دے اے گلرو
ترے گلے میں جو پھولوں کا ہار باقی ہے

نشان اہل نشان مٹ گئے بہت معدوم
ظہور قدرت پروردگار باقی ہے

قد اسکا سرو ہے پستان انار سیب زنخ
بہار پر ہے وہ جوبن بہار باقی ہے

پلا دے ساغر مے ساقیا نہ دیر لگا
چمن میں جوش گل و برگ و بار باقی ہے

کوئی رہا نہیں ارمان نزع میں مجھکو
جو ہے تو حسرت دیدار یار باقی ہے

بجا ہے قدر کرو جسقدر مرے دل کی
کہ عاشقوں میں یہی یادگار باقی ہے

اٹھائے رنج کہاں تک آصف غمگین
کہ مجھ میں کیا مرے پروردگار باقی ہے

ولہ

اب آشنا ہوئے ہین تمہارے نئے نئے / پہرتے ہین لوگ تمکو پکارے نئے نئے
انسان ہے کہ حور ہے پری ہے یہ کون ہے / چلمن سے ہو رہے ہین اشارے نئے نئے
پہلے ہماری چاہ سے یہ بات تہی کہان / ہین رنگ ڈہنگ اب ترے پیارے نئے نئے
بستر پر اونکے دیکہے ستارے جڑے ہوئے / اون کو نظر یہ آتے ہین تارے نئے نئے
مہجور و دلفگار و پریشان و بدنصیب / رکہتے گئے خطاب ہمارے نئے نئے
گر ایک ہے عدم تو قیامت ہے دوسرا / دریائے عشق کے ہین کنارے نئے نئے
وہ التفات ہے نہ وہ ہین مہربانیان / بدلے ہین طور آپکے سارے نئے نئے
تصویر داغ دل کی ہے زخم جگر کی بہی / تحفے یہ اون کو ہم نے گذارے نئے نئے
اون کو ملے رقیب تو معشوق ہمکو بہی / اون کے نئے نئے ہین ہمارے نئے نئے
دیکہے بہت سے زہرہ جبین اور مہ جمال / چمکے زمین پر بہی ستارے نئے نئے
چاہت مین ہے بتون کی سرا اونکا کربلا / ہوتے نہین ہین یان گذارے نئے نئے
ہمسے چہٹے تو پہر نہین ملنے کا کوئی بہی / تم ڈہونڈتے پہروگے سہارے نئے نئے
جانے دو اگلی باتون کو جو کچہہ ہوا ہوا / پہر عہد ہون ہمارے تمہارے نئے نئے
بہڑکی جو دل کی آگ پتنگے بنے ہین شتاب / آنکہون نے یہ دکہائے شرارے نئے نئے
ہمکو ملا نہ خانۂ دل کا سا ایک بہی / نقشے مکان مکان کے اوتارے نئے نئے
آصف نے غیر کا جو کیا شکوہ یہ کیا / معشوق کیا نہین ہین تمہارے نئے نئے

ولہ

تہہرے ہوے ہین جب سے کسی گلعذار کے / پلکین سے جہڑ گئے ہین عروس بہار کے

حسن و جمال تیرے ہیں کیا کیا بہار کے
دیتے ہیں جان عاشق جانباز وار کے

صدمے بیان کیا ہوں شب انتظار کے
سو بار چپ ہوا ہوں اجل کو پکار کے

چلتا ہوا ہے چشمۂ مژگان اشکبار
لوٹے ہیں دامن ابر بہار کے

یہ قول وصل کا ہے نہ ٹوٹے خدا کرے
جاتے ہو میرے ہاتھ پہ تم ہاتھ مار کے

چکر میں تجھکو ڈال دیا عشق غیر نے
یہ ہتھکنڈے ہیں گردش لیل و نہار کے

یہ عرصہ گاہ حشر ہے محفل نہیں تری
اغیار سے تو جائیں تجھے آپ ہار کے

کچھ تم نگاہ مہر و عنایت اگر کرو
کچھ حوصلے بڑھیں دل امیدوار کے

میرے دل و جگر سے کوئی پوچھ لے ذرا
کیا کیا مزے ہیں وصل میں اس گلعذار کے

کس عارف خدا کا گذر اس پہ ہو گیا
قربان شیخ و شاب ہیں میرے مزار کے

اس خوش گلو کی ہے وہ سریلی صدا کہ اور
نغمے ہزار بار سنے ہیں ہزار کے

آنکھوں میں ہے سرور نہ مستانہ ہی ادا
پالے پڑے ہو کیا کسی پرہیزگار کے

مجبور کر دیا ہے محبت نے کیا کریں
دل اختیار کا ہے نہ تم اختیار کے

اس حسن پر دو چند ہوا حسن اور بھی
ابھرے ہوئے ہیں گال جو اس نو بہار کے

انگڑائیاں خمار کی لیتے ہو صبح سے
منہ چڑھے تھے رات کو کس بادہ خوار کے

ایسی ہے تیری اٹھتی جوانی کی دھوم دھام
جوش و خروش جیسے ہوں آتی بہار کے

قطرے شراب سرخ کے یاد آ گئے مجھے
توبہ کے بعد دیکھکے دانے انار کے

دیگا چڑھے ہوئے جوبن کی داد کون
پچھتاؤ گے بہت مجھے دل سے اتار کے

ٹھنڈی ہوا ہے مے ہے بت شنگ گل ہی پاس
پھر اس پہ لطف بارش ابر بہار کے

کس سے کہوں میں حال کہ ہیں جوش عشق سے
کیسے ہیں رنگ ڈھنگ دل بیقرار کے

پہونچائے ہمکو دیکھئے عمر رواں کہاں ‏ قابو میں یہ سمند نہیں ہے سوار کے
آصف کے حال پر بہی تو احسان ہو کبہی ‏ اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

ولہ

سامنے وہ بے نقاب دیکھئے کبتک رہے ‏ دیکھنے والوں کو تاب دیکھئے کبتک رہے
تشنہ ہے ساقیا ہم بہی ہیں جلد ہی پلا ‏ بزم شراب و کباب دیکھئے کبتک رہے
حشر کا دن ہے بڑا حال غم اس سے ہوا ‏ مجھسے سوال و جواب دیکھئے کبتک رہے
ہجر کا دن یا خدا حشر کا دن ہو گیا ‏ پیش نظر آفتاب دیکھئے کبتک رہے
رات تڑپتے کٹی چین نہیں دن کو بہی ‏ دل کو مرے اضطراب دیکھئے کبتک رہے
آتے ہیں وہ وصل میں ڈر ہے کہیں کچھ نہیں ‏ چشم ہے وا نیم خواب دیکھئے کبتک رہے
مر گئے میں جو صورتیں کیا کہیں کس سے کہیں ‏ چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کبتک رہے
تلووں میں کی گدگدی پانوں بہی دابی کبہی ‏ وصل کی شب آنکو خواب دیکھئے کبتک رہے
چین نہیں تو نہیں موت بہی اسکو نہیں ‏ یہ دل خانہ خراب دیکھئے کبتک رہے
تونے پہرایا ہے سر کہنے کا تیرے اثر ‏ ناصح مشفق جناب دیکھئے کبتک رہے
ہاتھ میں ہے جام مل پاس ہے اک رشک گل ‏ نشہ جوش شراب دیکھئے کبتک رہے
وصل کی جو تھی گھڑی وہ تو گذر ہی گئی ‏ ہجر کا تیرے عذاب دیکھئے کبتک رہے
رشک سے وہ مہ جبین خاک نہ ڈالے کہیں ‏ آئینہ کی آب و تاب دیکھئے کبتک رہے
کہتی ہے شوخی نہ رہی اور یہ مستی نہ رہی ‏ شرم سے منہ پر نقاب دیکھئے کبتک رہے
جور کیا ناتک نہیں رشک کیا تاک نہیں ‏ اور غم بے حساب دیکھئے کبتک رہے
حسن کا اسکے ظہور دل کے ہوا نار نور ‏ دور مہ آفتاب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی شب ہمکنار آج ہے وہ گلعذار | لطف شراب و کباب دیکھیے کبتک رہے

آصفؔ ناشاد کا حال وہی ہے جو تھا
عشق میں مٹی خراب دیکھیے کبتک رہے

سلام

سلامی دیکھنا اشکوں کے گوہر ایسے ہوتے ہیں
لئے ہیں تشنہ نے دامن میں ہمقدر ایسے ہوتے ہیں

مضامین غم شہ زور زور دل اتہام کرتے
رگ جاں کہو دیتے ہیں یہہ نشتر ایسے ہوتے ہیں

سنا شبیر کا نام اور اک بجلی گری دل پر
جو دلمیں درد رکہتے ہیں وہ مضطر ایسے ہوتے ہیں

فرشتوں نے کہا جب سر کٹا نے آئکو دیکہا
ولی اللہ کے بعد اکبر ایسے ہوتے ہیں

لڑے اس شان سے اکبر وہ دشمن بہی پکار اٹہے
بہادر اسکو کہتے ہیں دلاور ایسے ہوتے ہیں

زمیں سے عرش پہ پہنچا دیا شبیر نے حر کو
خدا کے خاص بندے بندہ پرور ایسے ہوتے ہیں

مرے آئینہ دلمیں ہے جلوہ ماہ زہرہ کا
سکندر سے کہو دیکھے سکندر ایسے ہوتے ہیں

تن سرور پہ جتنے زخم تہے وہ سب بتاتے تہے
چہری تلوار برچہے تیر خنجر ایسے ہوتے ہیں

محبت زینب و شبیر کی دیکہو تو ظاہر ہو
کہ خواہر ایسی ہوتی ہیں برادر ایسے ہوتے ہیں

لب و دندان میں شہ سے اور ہی کچھہ آب پیدا ہے
نہ لعل اس شان کے دیکہے نہ گوہر ایسے ہوتے ہیں

لڑے بچے جو زینب کے تعجب سب کو پیدا ہے
کہ جو شیر و تمیں پلتے ہیں وہ اکثر ایسے ہوتے ہیں

نہالی خوں میں اصغر تو بانو سے کہا شہ نے
کہ دیکہو باغ جنت کے گل تر ایسے ہوتے ہیں

مظالم کربلا کے سنکے حیرت سب کو ہوتی ہے
کہ یہہ مٹی کے پتلے دل کے پتہر ایسے ہوتے ہیں

عدو سب ہو گئے حیران جو دیکہا صبر حضرت کا
یہہ کیا معلوم کہ سبط پیمبر ایسے ہوتے ہیں

پہڑک کر تشنہ کی شہ رگ کہہ رہی تہی قاتل سے
کہ پیاسوں کے مشتاق خنجر ایسے ہوتے ہیں

مزا کیا دیکہ رہے ہین دیدۂ تر اپنے اے آصف ۔۔۔ یہہ ہمنے آج پینا جام کوثر پیے ہوتے ہین

سلام

رات دن دل مین خیال شہدا رہتا ہے ۔۔۔ خوب رونے کا تڑپنے کا مزا ملتا ہے

ماتم شاہ شہیدان کبھی گھٹنے کا نہین ۔۔۔ یہہ وہ ہے داغ ہمیشہ جو ہرا رہتا ہے

دل ورا سا ہے مگر دیکھیے وسعت اسکی ۔۔۔ داغ رہتا ہے جدا درد جدا رہتا ہے

خلد مین ساقی کوثر ہے ہمارا ساقی ۔۔۔ مئے کوثر سے یہان جام بہرا رہتا ہے

عاجزی چاہیے اُن کو جو کرم والے ہین ۔۔۔ خاک پر نخل ثمردار جہکا رہتا ہے

ہے تصور مین جو عابد کی برہنہ پائی ۔۔۔ ایک کانٹا سا کلیجہ مین چبھا رہتا ہے

فیض یہہ چشم گہربار کا ہے اے آصف
موتیون سے مرا دامن جو بہرا رہتا ہے

آذری اسفراینی

آذری تخلص۔ سید حمزہ نام۔ شیخ نورالدین لقب۔ آپ خواجہ علی ملک سربداریہ کے فرزند ہین۔ نسب کا سلسلہ احمد یحیی ہاشمی مروزی سے منتہی ہوتا ہے۔ خواجہ ملک سربداریہ کے عہد مین اسفراین مین صاحب اقتدار و اختیار تہا۔ آذری کا مسقط الراس اسفرائن ہے۔ اسی شہر مین نشو و نما پایا۔ اور وہان کے علما و فضلا کی خدمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ جب فارغ التحصیل ہوا اسوقت عالم شباب تہا۔ شعر و شاعری مین مشغول ہوا شاعری کے میدان مین مشاہیر شعرا سے بڑہ گیا۔ تیزی فہم و ذکا مین مشہور ہوا۔ چنانچہ ایک وقت شیخ صدرالدین رواس کے ہمراہ مشہد مقدس مین میرزا الغ بیگ کے ملنے کیلئے گیا مرزا نے اول شیخ صدرالدین سے پوچھا کہ آپ رواس ہین حملہ یا روات ثلاثہ مین

شیخ نے کہا رواص صادسے ہوں۔ میرزا نے فرمایا کہ آپ صاد سے بھی نہیں ہیں اسلیئے کہ رواص
کلام عرب میں نہیں آیا۔ پھر شیخ آذری سے پوچھا کہ آپکا تخلص آذری کس جہت سے
آپنے کہا چونکہ میری ولادت ماہ آذر میں ہوی تھی اسلیئے میں نے آذر تخلص اختیار کیا۔ میرزا نے
کہا آپ شاعر پیشہ نہیں تھے۔ وہ آذر بضم زال ہے نہ بفتح۔ شیخ نے بداہتہً جواب دیا۔ ماہ
آذر کے زال نے متعدد سال ذلت و خواری میں گذارے اور اسکی پیٹھ خمیدہ ہو گئی۔ قریب تھا
کہ اسکی پیٹھ شکستہ ہو جائے لیکن بمقام شعور ہوش میں آیا۔ اور قائم ہو گیا۔ اسکی پشت
درست و راست ہو گئی۔ میرزا کو شیخ کا جواب پسند آیا۔ شیخ کو مصاحبین کے زمرہ میں شریک
فرمایا۔ اور بیشمار انعام و احسان سے سرفراز کیا۔ اور شیخ سے فرمائش کی کہ سلمان ساوجی
کے قصائد جوابًا لکھیئے شیخ نے موزون کر کے پیش کیا۔ تمام شعرا نے پسند کیا۔ بعد ازان ایک
قصیدہ میرزا شاہرخ کی مدح میں بھی لکھا شاہزادہ کے توسل سے میرزا کے ملاحظہ
میں پیش کیا۔ میرزا بہت ہی خوش ہوا۔ ملک الشعرائی خطاب سے مخاطب فرمایا۔ اور صلہ
و انعام وافر سے مالا مال کیا۔ اسی زمانہ میں شیخ نے دنیا سے برخاستہ خاطر ہو کے طریقۂ درویشی
میں قدم رکھا۔ شیخ محی الدین طوسی کی خدمت میں پہنچا۔ کتب سلوک و احادیث کی سند
شیخ سے حاصل کی۔ اور ان کے ہمراہ حج کو گیا۔ شیخ کے فوت ہونیکے بعد سید نعمت اللہ
ولی کرمانی کی خدمت میں آیا اور بیعت کی۔ ریاضت شاقہ کے بعد سیر و سیاحت میں
مشغول ہوا۔ بہارستان سخن کے مولف نے لکھا سفر کرتے وقت میرزا بایسنغر بن میرزا
شاہرخ نے شیخ کی خدمت میں ایک بدرہ زر پیش کیا شیخ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور یہ بیت پڑھی

زر کہ ستانی و برافشانیش ہم بہ از آنست کہ نستانیش

مولانا محمد بدر ہندی طالب العلم نے اس بدرہ سے ایک مشت زر اٹھایا اور کہا اے شیخ

تونے اس مال کو اپنی ذات پر حرام کیا۔ خدا نے مجھپر حلال کیا۔ شاہزادہ طالب علم کے کلام سے مسکرایا۔ اور بدرہ اسکو دیدیا۔

شیخ سیاحت کے زمانہ مین ایک سال کامل بیت الحرام مین مقیم و مجاور رہا۔ قیام و مجاورت کے زمانہ مین ایک کتاب مسمی سعی الصفا مشتمل بر مناسک حج و تاریخ کعبہ لکھی۔

فرشتہ نے لکھا کہ شیخ آذری حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہوکے دکن مین آیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار مین باریاب ہوا سلطان کی مدح مین چند قصائد غرا پیش کیے انعام و خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوا۔ پھر حسب الارشاد سلطان بہمن نامہ کی نظم شروع کی۔ جب احمد شاہ کے داستان پر پہنچا تب کتاب بادشاہ کے ملاحظہ مین پیش کی۔ اور وطن مالوفہ جانیکے لئے رخصت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا اے آذری فی زماننا مین مخدومی سید محمد الحسینی گیسو دراز کے فوت ہونے سے رنج و مصیبت مین ہون آپکے ملنے سے میرا رنج و غم کم ہوتا ہے۔ آپ اسوقت سجائے نہین تو آپکے فراق مین بھی مبتلا ہونگا۔ رنج و غم دوچند ہوگا۔ شیخ نے جب بادشاہ کی ایسی عنایت دیکھی تو دکن مین سکونت اختیار کی۔ اور اپنے عیال و اطفال کو خراسان سے طلب کیا۔ اتفاقاً بادشاہ نے انھین ایام یعنے ۸۳۲ھ ہجری مین دارالامارہ بیدر مین ایک قصر رفیع الشان بنا کیا جس اتفاق سے تیار ہوگیا تھا۔ شیخ نے قصر کی شان مین دو بیتین لکھکے خوشنویس کے ہاتھ سے لکھوا کے دروازہ پر چسپان کردین۔ ایکروز بادشاہ کی نظر بیتون پر پڑی بہت خوش ہوا تحسین کرکے پوچھا کہ یہہ کس نے لکھے۔ خادمان مقربین نے عرض کیا کہ یہہ شیخ آذری کا نتیجہ طبع ہے۔ اسوقت شہزادہ علاء الدین نے موقع دیکھکے عرض کیا کہ شیخ مشتاق وطن ہے۔ کہتا ہے اگر بادشاہ مجھکو رخصت کریں تو

ہین حج کا نصف ثواب پیشکش کرتا ہون - بادشاہ راضی ہوا شیخ کو بلوایا چالیس ہزار تنکہ نقرہ کہ ہر ایک تنکہ وزن ایک تولہ ہوتا ہے پیش کیا شیخ نے تمام زر کے بدرون کو دیکھکے کہا - لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم - آپ کی عطیہ کو کوئی نہین اٹھا یگا مگر آپکے اونٹ - بادشاہ ہنسا اور بیس ہزار خرچ راہ و کرایہ کے لئے عطا کیا - اسیوقت خلعت خاصہ اور پانچ خدمتگار رہواری بھی عنایت کئے - اور شیخ کو رخصت فرمایا شیخ نے رخصت کیوقت ضیائی رازی کی یہ دو بیتین پڑہین ~

ثواب کرد کہ پیدا نکرد ہر دو جہان	یگانہ داور دادار بی نظیر و ہمان
وگرنہ ہر دو بخشیدی بوقت کرم	امید بندہ نماندی بایزد متعال

وعدہ کیا تہا کہ بہمن نامہ ہمان سے لکہکے بہیجا کرونگا - ہمایون کے داستان تک لکہہ کے بہیجا - ہمایون کے داستان تک آذری کی تصنیف ہے - باقی ملا نظیری وسامی وغیرہ نے تکمیل کی - اور اصل کے ساتہہ ملحق کر دیا - شیخ آذری ہند سے اسفرائن مین پہنچا تا زندگی گوشہ نشین رہا - شبانہ روز ریاضت و عبادت مین گزارتا تہا - آخر بیاسی برس کی عمر مین سنہ ۸۶۶ ہجری مین واصل حق ہوا - زندگی مین اپنے قبر کے لئے زمین و باغ خرید کے وقف کر دیا تہا - زمین و روضہ کی آمدنی طلبہ و فقرا و صلحا و روشنی و فرش کے لئے وقف کر دی تہی - حمد اللہ مستوفی نے اسکی وفات کی تاریخ لکہی ~

چراغ دل بمصباح حیاتش	بانوار حقائق داشت پرتو
چو او مانند خسرو بود و شعر	ازان تاریخ فوتش گشت خسرو

ہفت اقلیم کے مولف نے لکہا کہ ایک بزرگ سے منقول ہے - فرمایا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دیکہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتہہ جاتے تہے

مین نے چاہا کہ ایک شخص سے پوچھوں کہ حضرت کہاں تشریف لیجاتے ہیں۔ یکایک حضرت صلعم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ آذری کی زیارت کیلئے اس بیت کے صلہ مین جاتا ہون کہ اس نے میرے فرزند کے مرثیہ مین لکھا ہے وہ بیت یہ ہے ~

سواد مشہد ولی ماچو ان نگل حسین | بہر جا کہ ذکر واقعہ کربلا بود

باوجود اینہا شیخ آذری کی شاعری و تخلص [illegible] تھا طلوات الہ [illegible] الف
ہے اور اسکی درویشی بزرگی ہی مقبول ہوئی [illegible] الفتوحات [illegible] وقت لکھا کہ
صاحب التالیف و التصنیف تھا۔ من تصانیفہ جواہر الاسرار و عجائب الدنیا۔
طغرا ہے ہمایون۔ سعی الصفا۔ جواہر الاسرار ایک مجموعہ نوادر ہے اور کشکول متعدد
علوم پر شامل ہے۔ اور اسمین اکثر اشعار مشکلہ کو حل کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ مولانا کی لیاقت و استعداد کس حد تک تھی۔ تم کلامہ۔

من اشعارہ

در مدح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

چنانکہ ہست فلک را دوازدہ تمثال
اگر آفتاب بر آن دور می کند مہ و سال

بر آسمان ولایت دوازدہ برج اند
چو آفتاب نبوت ہمہ باوج کمال

شہان بی سپہ و خسروان بی شمشیر
ملوک بی حشم و اغنیای بی اموال

ازین دوازدہ برج و دوازدہ خورشید
علی ست چو سپہر کمال و مطلع آل

علیست آنکہ بکنہ حقیقتش نرسد
بغیر ذات خداوند ایزد متعال

حدیث معرفت او بمردم نا اہل
ہمان حکایت آبست و قصہ غربال

چنان منورم از پرتو رضا کہ اگر
رگم زنند ہمہ نور ریزد از قیفال

وله

منت خدای را که مطیع پیمبرم　　فرمان بر قضای خداوند اکبرم

تو جیفه بحر و این تن من همچو کشتی است　　جان ناخدای کشتی و غفلت لنگرم

تا از سواد وجه شدم سرخ روی فقر　　روشن شده است معنی کوگرد احمرم

معنی حل طلاق ملول قناعت است　　این نکته یاد گیر که من کیمیاگرم

دنیا چو جیفه طالبان سگ شمرده اند　　لیکن من این گروه بسگ نیز نشمرم

من ترک بند و جیفه جیبال کرده ام　　با دو بروت جو نه بیک جو نمی خرم

از آفتاب همت من هر ذره پست　　گر ذره ایشان ام از ذره کمترم

از خسروی روی زمین ننگ آیدم　　تا من گدای حضرت ساقی کوثرم

وله

ز هول روز جزا آوری چه پیش سپری　　تو کیستی که در آن روز در شمار آیی

وله

ز حکمت بیاموز مست نکته　　که در هر دو عالم شوی سرفراز

وله

لباس طریقت چو در بر کنی　　بذلت مرنج و بعزت مناز

وله

من گریه آتشین نمیدانستم　　من سوز دل حزین نمیدانستم

نه نام من گذاشت عشقت نه نشان　　من عشق ترا چنین نمیدانستم

وله

چون مستولی درد جدائی تن بمرون　　دوای این مرض را هیچکس جز من نمیداند

وله

باز مست شد چشم من میدان گریه آب زد　　سیل تنک آید شبیخون بر سپاه خواب زد

وله

آن چشم شوخ را بستم بتوان شناخت　　زانرو که مست را بکرم بتوان شناخت

وله

از رخنه دل بمنزل حیرت کشیده ایم　　خط بر سواد خطه راحت کشیده ایم

فردا عذاب حشر نباید کشید من　　در جنب محنتی که ز فرقت کشیده ایم

بمجلسی که در و گنج کبریا بخشند　　هزار افسر شاهی بیک گدا بخشند

دلا ز میکده ها روز و شب گدائی کن — بود که در بگشایند جرعه‌ای بخشند

شدیم پیر ز عصیان و چشم آن داریم — که جرم ما بجوانان پارسا بخشند

غلام همت آن عاشقان پاک دلم — که [illegible] خدا بخشند

بکوی میکده از مفلسی چه غم دارم — که ساقیان همه جام جهان نما بخشند

به نیم ساعت هجر آذری نمی ارزد — هزار بار اگرش در جهان بقا بخشند

ولہ

شنیده ام که درین طارم زر اندود است — خطی که عاقبت کار جمله محمود است

ز تاب قهر مبینایش نا امید مباش — که زیر سایه خود نیست هر چه موجود است

ولہ

اگرچه دولت وصلت چو منی نرسید — درین امید بمیرم که خوش تمنائیست

ولہ

اگر صبا سر زلفت ز رهگذار رباید — هزار دل شده ایمان خود بباد دهد

ولہ

باز شب شد چشم من میدان گریه زد — سیل اشک آتش نشین بر سپاه خواب زد

ولہ

خوش حیات است کسی را که پس از جان دادن — دوستان بر سر خاکش بزیارت آیند

ولہ

قیمت دولت وصل تو اگر جان بودی — کار بر عاشقان دل سوخته آسان بودی

گر رسیدی بخم طره او دست مراد — همچنین خاطر مجموع پریشان بودی

بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شعرائے معاصرین امیر شاہی و آذری کے اشعار مین باہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین بحث و تکرار کرنے لگے۔ آخر اس تصفیہ کیلئے ایک بزرگ معتمد علیہ سے پوچہا۔ بزرگ معتمد علیہ نے تہوڑی دیر تامل کیا۔ ترجیح تو بیان نہین کی لیکن شیخ آذری کی غزل سے ایک مصرع جس سے دونون کی تعریف مستفاد ہوتی تہی تضمین کرکے تصفیہ کر دیا۔ ھو ھذا

ای که گفتی صفت آذری و شاهی کو نا — حال این نکته بدون ست نه آگاهی ما

آذری مجمع اسرار کلام ازلست	در دنیا ز دست راند بیشہ بہمراہی ما
لیک خود بر سر دیوان سخن می گوید	چرخ بر دوش کشد غاشیہ شاہی ما

مصرع مذکور آذری کی دیوان کے ابتدائے غزل کے مطلع سے ہے ۔

گر کند نذر بہ لطف تو ہمراہی ما	چرخ بر دوش کشد غاشیہ شاہی ما

امیر شاہی سبزواری کی وفات ۸۵۷ھ ہجری مین بزمانہ بابر شہر استر آباد مین واقع ہوئی اسکی نعش کو وہان سے منتقل کر کے سبزوار مین بزرگان سلف کے خانقاہ مین دفن کئے ۔

مولانا محتشم کاشی نے شیخ آذری کے مرثیہ کی تتبع مین کہا ہے ۔ کسی نے ابتک اس زمین مین مرثیہ نہین لکھا تھا ۔ آذری سے بڑھ گیا ۔ بعض نے کہا کیا بڑھا الخ

ہست از ملال گرچہ بری ذو الجلال   او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

بہارستان سخن کے مولف نے دولتشاہ کے تذکرہ سے نقل کیا ۔ کہ شیخ آذری حج و زیارات سے فارغ ہو کے ہند مین آیا ۔ سلطان محمد جونہ سے ملا ۔ سلطان نے ملا کو پہلی ہی ملاقات مین پچاس ہزار دینار دئے ۔ بادشاہی مراو اہل دربار نے چاہا کہ شیخ ہندوستانی رسم کے موافق بادشاہ کی تعظیم و کورنش مین مبادرت کرے شیخ نے تعظیم و تواضع سے انکار کیا ۔ اور زر عطیہ سلطانی کو واپس کر دیا ۔ اور قصیدہ مین اس کا اظہار کیا ہے ۔

من ترک ہند و جیفہ جیدپال کردہ ام	بادہ بروت جونہ بیلچو نمی خورم

انتہی کلام سمرقندی ۔ لیکن سمرقندی کی نقل خلاف واقع ہے ۔ اسلئے کہ سلطان محمد جونہ ۷۵۲ھ ہجری مین فوت ہوا ۔ اور شیخ کا تولد ۷۸۴ھ ہجری مین واقع ہوا ۔ بادشاہ کی وفات و شیخ کے تولد مین (۳۲) سال کا تفاوت ہے ۔ اس تفاوت کے سبب سلطان محمد سے

محمد شاہ نبیرہ خضر خان مراد لیے ہین کہ ۸۳۷ھ ہجری مین تخت نشین ہوا۔ لیکن اسکو
کسی نے جونہ سے موسوم نہین کیا۔ الخ

دولت شاہ نے اسیطرح کے متعددبات بلا تحقیق لکھے ہین۔ انتہی کلام بہارستان۔
ہمارے نزدیک دونون مولف غلطی کے میدان مین جولانی کرتے ہین۔ ادہر ادہر
گم ہورہے ہین واقع مین یہہ ہے کہ شیخ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی
شان مین متعدد قصائد لکھے۔ اور انمین اپنی استغنائی و آزادی کا اظہار کیا ہے
اور یہہ بہی بتلایا کہ مین دنیا و مافیہا سے علیحدہ ہون جیسا کہ ع من ترک ہند و
جیفہ جیپال کردہ ام ٭ باد بروت جونہ بیک جو نمی خرم ٭ الخ

یہہ شعر شاعر نے باعتبار معنی مجازی لکھدیا ہے نہ باعتبار معنی حقیقی۔ اگر باعتبار
معنی حقیقی و عرف عام جونہ سے سلطان محمد لیتے ہین تو جیپال سے بہی وہی حقیقی
لینا چاہیے۔ جیپال و آذری کے زمانہ مین بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ آذر نوی صدی کے
شعرا مین ہے۔ اور جیپال پانچوین صدی اور تغلق آٹھوین صدی مین گذرے ہین
سمرقندی کو اسی شعر کے جونہ نے غلطی کے گڑہے مین گرایا۔ اور بہارستان کے مولف نے
سمرقندی پر جرح و قدح کی لیکن پورا تصفیہ نہین کیا۔ مذبذب چہوڑ دیا۔ آذری کا
دیوان نادر الوجود ہے۔

مولینا الفتی یزدی

الفتی تخلص۔ مولینا الفتی نام۔ سادات یزد سے ہے۔ عالم فاضل ادیب کامل
تہا ۹۴۲ہجری مین وطن سے ہند مین وارد ہوا۔ خانخانان کے ظل عاطفت مین
خوشحال و فارغ البال رہا۔ ہمیشہ خان بہادر کی صحبت مین کیا حضر کیا سفر زندگی

بسر کرتا رہا۔ اکثر خان موصوف کی مدیح مین قصائد اور رباعیات لکھین۔ بتنخواہ جائزے وصلے پاتا رہا۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ مین لکھا الغنی نے خان زمان کی خدمت مین یہہ مطلع پیش کیا ہے

مشت خاشاکیم و داریم آتشے ہمراہ خویش	دور نبود گر بسوزیم از شرار آہ خویش

خان مذکور نے مطلع کا صلہ ہزار روپیہ عطا کیا۔ شاعر کے کلام کی داد دی۔

جسوقت خان بہادر عازم گجرات ہوا نیز وہی بہی ہمرکاب تہا۔ پہر گجرات سے دکن مین آیا۔ اس اثنا مین خان زمان کا انتقال ہوگیا۔ مولانا الغنی سنہ ۱۰۴۵ ہجری مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کی خدمت مین رجوع ہوا۔ سلطان ممدوح نے مولانا کی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ مولانا نے قطب شاہ کے حالات مین ایک کتاب مسمی بہ روائح گلشن قطب شاہی لکھی۔ کتاب مختصر ہے۔ سات روائح پر مشتمل ہے۔ رائحہ اول مین بادشاہ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر۔ رائحہ دوم مین محلات و عمارات شاہی کا بیان ہے۔ رائحہ سوم مین حیدر آباد کی آبادی کا ذکر ہے۔ رائحہ چہارم مین جشنہاے سالانہ کا ذکر۔ رائحہ پنجم مین لشکر فیروزی اثر کا ذکر ہے۔ رائحہ ہفتم مین سبب تالیف کتاب۔ کتاب قلیل اللفظ کثیر المعنی ہے عبارت رنگین۔ مصنف نے گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ عبارت رنگین و معانی بہترین ہے۔ کیا نظم و کیا نثر ہر ایک کا رنگ نرالا ہے۔ شایستگی الفاظ و خوبی معانی کا حسن دوبالا ہے دیکہنے سے مزہ و لطف آتا ہے۔ ہر ایک فقرہ دلچسپ ہے ہر ایک لفظ دلپسند ہے۔ ہم بطور نمونہ ہر ایک روائح سے دو ایک فقرے ذیل مین نقل کرتے ہین تاکہ شائقین لطف اٹہائین۔

من رائحہ اول

للہ الحمد کہ ذات قدسی صفات در شش جہت ربع مسکون بہ ہیچ صفت یگانہ و ممتاز است

نورفشانی آفتاب عدل * کوه شکوهی سنگ وقار - جلوه طرازی حسن خلق - گوهرباری پنجه سخاوت - قدرت نمائی بازوی شجاعت - از سواد عین عدلش بیاض دیدهٔ خورشید نورپذیرفته * و از نقطهٔ قاف وقارش کوه بدریوزهٔ شکوه * و دندان سین سخایش با جواهر عقد پروین بطنز در تبسم * و طرّهٔ لام خلقش با جعد حور العین بسر زلف درتکلم * باشین شجاعتش در صف جنگ آوری سر آمد شمشیر بهرام -

من رایحه دوم

سبحان الله از شکوه دولتخانهٔ عرش اشتباه که از بلند پایگی بسر کوبی قصر سپهر قامت برافراخته * تعالی الله از شوکت عمارت عالی منزلت که از علو شان بسر زنش کاخ آسمان لب بام را سخن گو ساخته -

نظم

زهی شان دروازهٔ شیر دل … که از رفعتش گشته گردون خجل

باین آستان تا شود سرفراز … سجود آورد مهر با صد نیاز

ز فیض زمین بوسی آنجناب … جبینش شده روشناس آفتاب

باین در بسا پادشاهان چین … بدر بانیش یافته دولت زمین

من رایحه سوم

توان از فیض وصف حیدرآباد … صفای سخن را کرد آباد

قلم شرح سوادش را چو پرداخت … سواد اعظمی را طرح انداخت

من رایحه چهارم

وه چه عرصهٔ نشاط و بساط انبساط است که سامعه را با فسانگان نغمه سرایان بزم عیش نواخته - و شامهٔ مقربان را خجسته بوی نکهت نشاط معطر ساخته - مزیج ثنایان

فراشان فرشته خصال بجاروب شهپال از گلهای شبه آسمان آسمان انجم فشان

من رائحه پنجم

در توصیف لشکر نصرت علم و تعریف عسکر ظفر پرچم صف آرائی و فوج نمائی معانی نموده شبدیز کلک و سمند قلم را بمیدان صفحه می تازد و از جوش مضامین رنگین سطح بیاض را همچو عرصه رزم دلیران سرخ رو می سازد

من رائحه ششم

ولا چند باشی چو غم در خمار	سر از جیب مستی چو عشرت برآر
حیات ابد جو مسیحا نه رو	که بخشند شراب کهن جان تو
چو دست از ناب دهی با وضو	هر آنکس که پیمان به پیمانه بست
بجز توبه هیچش نباید شکست	بگیر از می و آب زمزم وضو

من رائحه هفتم

این گرامی نسخه که ارمغان عالم غیب و تحفه مبداء فیاضی هست - بیمن پایه نقاء فرو سرحد اقلیم آغاز بمنزل کشور انجام رسید هر رائحه اش مشام یعقوب جان نکته سنجان عاشق سخن نکهت پیرهن یوسف معنی رساند و هر فقره اش بگوش مجنون دل حقیقت شناسان ادا فهم مژده وصل لیلی مضمون رساند - از روائح بهجت این گلشن جهات بسته قلم و سخن نگهستان گشته - الخ

سلطان عبداللہ قطب شاہ نے کتاب مذکورہ کے صلہ میں سات ہزار ہون عطا کئے

مولانا الفتی لطیف الطبع و ظریف المزاج تھا - بادشاہ و اہل دربار تمام مولانا کی تقریر و بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی سے نہایت خوش ہوتے تھے - مولانا کی مروت و حسن خلقی

دکن مین مشہور حسن خلق سے تمام اراکین دکن و مشائخ مشاہیر کو مسخر کر لیا تھا۔ سبب مولانا کے مداح تھے۔ اکثر اہل حوائج کی سفارش بادشاہ کی خدمت مین کرتا تھا مولانا کے ذریعہ سے اکثر فائز المرام ہوتے تھے عبد اللہ قطب شاہ کے فوت ہونیکے بعد ابو الحسن تانا شاہ کے زمانہ مین بھی چند روز زندہ رہا۔ عمر رسیدہ ہو کر حیدرآباد مین سنہ ہجری مین فوت ہوا۔ میر مومن کے دائرہ مین دفن کیا گیا۔

من اشعارہ

عبد اللہ قطب شاہ کی مدح مین

بہار فیض ازل قطب شاہ عبد اللہ
کہ یافت نشاء ز عدالتش شہر تلنگانہ

سواد دیدہ عالم سزد اگر گردد
ز نور معدلتش کشور تلنگانہ

ہمیشہ تا کہ ثبات است خاک را باشد
ز خاک مقدم او افسر تلنگانہ

لبالب از مے مہر علی و آل شدہ است
بدور دولت او ساغر تلنگانہ

زمین تربیت آفتاب سلطنتش
بود برا وج شرف اختر تلنگانہ

تعریف کمان شیر دل

زہے شان دروازہ شیر دل
کہ از رفعتش گشتہ گردون خجل

باین آستان تا شود سرفراز
بسجود آورد مہر با صد نیاز

ز فیض زمین بوسی آنجناب
بگیتی شدہ روشناس آفتاب

باین در بسایند شاہان جبین
بدربانیش بار دولت زمین

تعریف لعل محل

چو نام لعل محل کلکم آورد بزبان
شود معنی رنگین بصفحہ لعل فشان

تعریف چیندن محل

کنم وصف چیندن محل چون رقم
بدستم شود شاخ چیندن قلم

گلشن محل

بنگری بر گلشن محل بو دید
کاختران فلک سلحداران
اندرو هر شب از پی چو کی
می نشینند بخت بیداران

صحن محل

بیا زبان بجد هیئت صحن محل بگشا
که در بنای صحن رفعتی شود پیدا
زهی عمارت عالی که از ره وسعت
بزیر سایهٔ خود داده عالمی را جا
بصحن وسعت و فرش گشته کند وری
کشاده رو چو کریمان زند بخلق صلا

دروازه قدم

اس دروازہ مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم تہا

کنم چون رقم وصف پاک قدم
سر از رتبه بر لوح ساید قلم
سری را رسد وصل این نقش پا
که هر دو جهان راه باشد رونما

خرقه مبارک و موی مبارک

اسی دروازۂ مذکورہ مین آنحضرت صلعم کا خرقہ مبارک تہا

ز موی پیمبر سخن سر کنم
مشام دل و جان معطر کنم
در اوصاف این موی عنبر سرشت
رقم گشته ریحان باغ بهشت

باین موی بسته دل اهل دین
همین ست تفسیر حبل المتین

درین عصمت سراے آسمان فر — ببایدکس بجز ناموس اکبر
ولہ
کشد زہرہ را پردہ دار حیا — ز پردہ برون او فتد کر نوا
ولہ
تا بود بر سپہر شکل بنات — باورش باد در زمانہ حیات
ولہ
تا کہ باشد نشان زنا در دہر — باورش از نور چشم شاہی بہر
ولہ
کم مباد از سرش بحق الہ — سایۂ قطب شاہ عبد اللہ

داد محل

بادشاہ اس محل مین مظلومون کی فریاد سنتا تہا اور دادرسی کرتا تہا ۔

زہے از شان این قصر عدالت — کہ در رفعت بود ہمتاے گردون
غلط گفتم کہ از بیم حوادث — بود در سایہ اش ماوای گردون
خانہ بود دادرس از روے نمودار — چو نور مہر از سیماے گردون
ایضاً
تعالی اللہ زحسن جلوہ این دلربا منظر — کہ باقی از ہواے جانفزایش دہر فانی باد
زبہر شمسہ اش گردون سپند از شمس میسوزد — کہ ایمن این بنا از چشم زخم آسمانی باد
بصد خوبی برآمد آرزو یش عاقبت از دل — زمین را از وجود این عمارت شادمانی باد

مولینا احمد کمانچہ گر لاری اسیر

اسیر تخلص ۔ مولانا احمد نام المعروف میر قاضی برادر قاضی بیگ وزیر والی احمد نگر دکن ۔ آپکا وطن اصلی لار تہا ۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ مین وطن سے ہندمین وارد ہوا ملازمان اکبر مین ملازمت اختیار کی ۔ چند روز کے بعد اکبر آباد سے بہائی کے نزدیک دکن مین آیا ۔ بہائی کے سایۂ عاطفت مین مدت تک رہا ۔ نہایت خوشحال و فارغ البال تہا

بعد ازان بہائی کی بدمزاجی کی وجہ سے کشیدہ خاطر ہوکر وطن اصلی کو مراجعت کی
وطن مین پہنچکر شاہ عباس ماضی کے دربار مین باریاب ہوکر ملازمت کے سلسلہ مین منسلک
ہوا۔ فن موسیقی مین استاد تہا۔ کمانچہ نوازی مین کمال رکہتا تہا۔ اسی وجہ سے
احمد کمانچہ مشہور ہوا۔ علوم وفنون مین لیاقت تامہ ومہارت کاملہ رکہتا تہا۔ اور شعر
گوئی مین ہوشیار ویگانہ روزگار تہا۔ آخر سنہ ۹۷۲ ہجری مین دنیاے ناپائدار سے عالم بقا
کو رحلت کی۔ اور قاضی بیگ بہی کالت وزارت سے موقوف ہوکر وطن مالوف لار کو
گیا وہان پہنچکر عالم عدم کا سفر اختیار کیا۔ من تذکرہ ہفت اقلیم۔ اور یہ دونو بہائی
قاضی مسعود قزوینی کے فرزند ہین۔ قاضی موصوف شاہ صفی کے زمانہ مین معزز ومکرم
تہا۔ اور انشا پردازی مین لائق وفائق تہا۔ دستور قاضی انشا مین ایک کتاب
آپکے تصنیف سے مشہور ہے۔ صاحب آتشکدہ و ہفت اقلیم نے امیر قاضی کا تخلص
امیر لکہا ہے۔ لیکن صاحب گلشن نے احمد لکہا ہے نہین معلوم کہان سے لکہا۔ ماخذ نہین بتلایا

من اشعارہ

آن مہ چو برقص دست بالا می کرد		ہر دم گرہی از دل ما وا می کرد
می آمد و می گشت و بخود می نازید		میرفت و بکشتگان تماشا می کرد
خالیست ز اندیشۂ عشقت دل ما امروز	وله	رحم است بحال دل بیجا صنم امروز
قاتل خود را بحل کردم که دست من بداد	وله	داشتم تا نیم جانی دست و در کار بود
سراپا سوختم زین غم که شمع بزم او خود را	وله	سراپا سوختن تا از بزم او ناز بپیش نقش
رخش تو دست نیزند آن فتنه را کمر	وله	دلہای مضطرب شده در کار شد ستم
بر من شب ہجران تو رحم است که چون شمع	وله	می سوزم و جان میدہم و چاره ندارم

جفا کردہ چنان در دل تنگم ہوس او	کہ آید بمشام از نفس من نفس او

قاضی محمد جان آشنا اورنگ آبادی

آشنا تخلص۔ محمد جان نام۔ اورنگ آبادی المولد تھے۔ نشوونما کے بعد فضلاء شہر سے کتب درسیہ پڑھی تھین۔ ذی استعداد و لائق تھے۔ اورنگ آباد ضلع مین کسی گانون کے قاضی تھے۔ اسیوجہ سے لفظ قاضی آپکے نام کا تاج ہے۔ آپکے نسب کا حال اور ولادت و وفات کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی مگر تحفۃ الشعراء [illegible] قاقشالی اورنگ آبادی کی تحریر سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۷۵ہجری مین [illegible] زندہ تھے۔ میر غلام علی آزاد و سراج الدین و عبدالقادر سامی و افضل قاقشالی وغیرہ شعراء کے معاصر تھے۔ آپ شعرگوئی کے شائق تھے۔ سخن فہم و نکتہ گو تھے کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ ہمکو جسقدر اشعار ملے ہین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش فکر تھے۔ جو کچھ کہا خوب کہا مضمون تازہ کی تلاش مین بے نظیر تھے۔

من اشعارہ

غبار راہ او را توتیائے چشم خود سازم	وله	من این تعویذ را در پردہ بادام [illegible]
چشم کہ نظر کرد درین دشت جنون خیز	وله	کہ شاخ غزالان گل بادام بر آید
سرم سرگرم سودائے علی مرتضی باشد	وله	نیستان [illegible]
ساقیا مست نگاہ تو شود جادار و	وله	جبہ [illegible]
روز و شب چرخ زد و در سرکوئے نرسید		فلک [illegible]
من کجا بستر غم یاد و شبہائے دراز		سر شوریدہ ما بین کہ چہ [illegible]

حاصل سودا پریشانیست کاکل شانہ را آتش عشق از ہجوم گریہ کی گردد خموش	ولہ	تیرہ بختان پا بگل از بہر سنبل شانہ را شعلہ را از آب پیراہن بود گل شانہ را

شیخ معین الدین محمد اوحدی الدقاقی البلبانی الحسینی

اوحدی تخلص۔ شیخ معین الدین محمد نام۔ سادات حسینی سے ہین۔ آپکا اصلی وطن بلبان ضلع گازرون ہے۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کی اولاد مین ہین تقی اوحدی آپکے فرزند ہین۔ آپ صاحب علم و ہنر و اہل وجد و حال تھے۔ حقائق و معارف کے رموز سے واقف۔ تصوف و عرفان کے مراتب سے عارف تھے۔ شعرگوئی مین بھی استاد کامل تھے۔ آپکا کلام مضامین تصوف و توحید مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ہرایک فقرہ و کلمہ سے جوش و خروش نمایان۔ آپ وطن سے ٩٧١ھ ہجری مین شہر قزوین مین وارد ہوئے۔ شاہ طہماسپ صفوی کی خدمت مین باریاب ہوے۔ بادشاہ آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔ آپکی تعظیم و توقیر کی انعام لائق و خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہوکر شیراز مین آئے۔ وہان چندروز قیام پذیر رہے پھر وہان سے ہندوستان آئے چندروز احمدنگر مین بسر کی۔ چنانچہ آپنے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ مین نے محسن ہمدانی کو احمدنگر مین دیکھا۔ آخر وہان سے حیدرآباد دکن مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس پہنچے۔ سلطان ذی مروت نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی۔ اور منصب عمدہ پر ممتاز فرمایا۔ آخر آپ ٩٧٩ھ ہجری مین حیدرآباد مین فوت ہوئے میر کے دائرہ مین دفن کئے گئے۔ اوحدی تخلص کے کئی شاعر گذرے ہین۔ اوحدی اصفہانی المتوفی ٧٣٨ھ۔ اور اوحدی تقی بلبانی

آپکا فرزند بھی دکن مین آیا ہے۔ احمدنگر مین فوت ہوا۔ سنہ وفات معلوم نہین ہوا۔

من اشعارہ

گر بختیم بکمند تو نه بند افتاده است　　همتم راست چو نخل تو بلند افتاده است
آن نه خالیست دل ماست که در روی نگرند　　بر سر آتش حسنت چو سپند افتاده است
دام صیاد معین باز بجو دمی بالد　　تازه صیدیش هما با بکمند افتاده است

ولہ

در عشق بجز خون جگر هیچ مخور　　تا زهر توان خورد شکر هیچ مخور
از نعمت خوان عیش لذت خواهی　　زنهار که غم بخور و دگر هیچ مخور

میر مومن ادائی یزدی

ادائی تخلص۔ میر مومن نام۔ سادات یزد سے تہا۔ عالم فاضل ادیب کامل تہا علوم حکمیہ و مسائل فلسفیہ مین مہارت تامہ رکہتا تہا فلسفہ و معقول مین مشہور تہا علمار ظاہری نے اُسکو الحاد و دہریت کی طرف منسوب و متہم کیا۔ وطن مین اسقدر تنگ ہوا کہ اُسکو وہان رہنا مشکل ہوگیا۔ آخر اوسط عمر مین عازم ہند ہوا۔ ہند مین چند روز بندر سورت مین رہا پہر وہان سے گولکنڈہ حیدرآباد مین آیا۔ سلطان قلی قطب شاہ کی خدمت مین باریاب ہوا۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی۔ میر مومن استرآبادی کی تائید سے منصب عمدہ پر مقرر کردیا۔ مدت العمر گولکنڈہ مین خوش و خرم رہا۔ آخر سنہ ۱۰۳۰ ہجری مین یہین فوت ہوا۔ بقول صاحب آتشکدہ سورت مین فوت ہوا۔ ادائی کا کلام ادا ہائے رنگین و اندازہائے شیرین سے مملو ہوتا ہے

من اشعارہ

کبوتر بروسویش نامۂ من چون کنم یارب | ولہ | کہ نتوانی باو گفتن سخنہائی زبانی را
چاشنی گیر زہر کاسۂ این چرخ گشتم | ولہ | خوش نمکست ز سر انگشت پشیمانی ہست
بی رو تو روزی کہ ہم در چمن افتد | ولہ | دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من افتد
این عمر بیاد تو بہاران ماند | ولہ | این عیش بسیل کوہساران ماند
زنہار چنان مزی کہ بعد از مردن | انگشت گزید بی بیاران ماند
ز شوق نامہ نویسم اشارہ کنم | ولہ | دلی کہ نیست تسلی درو چہ چارہ کنم
تا در جسد مدینہ جسمت شدہ جان | ولہ | وین نو گرفت قاف تا قاف جہان
در لفظ مدینہ کز اعجاز تو چون | مشتق شدہ و گرفت دین را بمیان

میرزا اختر

اختری تخلص۔ یزد کے مشاہیر شعرا سے ہے۔ ریاض الشعرا کے مولف نے لکھا کہ اختری نشو و نما کے عالم شباب مین علمائے یزد کی خدمت مین کتب علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تحریر و تقریر مین یگانہ۔ عالی دماغ و پاکیزہ خیال تھا۔ علم نجوم و جفر مین بھی مہارت تامہ رکھتا تھا۔ شعر و شاعری کا شیفتہ تھا۔ نہایت ذکی و ذہین تھا۔ طبیعت فصاحت و بلاغت کے میدان مین جولانی کرہی تھی۔ کلام فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔ اسی شاعری کی بدولت شاہ عباس ماضی والی ایران کی خدمت مین پہنچا۔ مقربین کے زمرہ مین شریک ہوا۔ شاہی دربار مین معزز و مکرم تھا۔ اور شعرا مین ممتاز و سرفراز تھا۔ ائمہ اطہار و بادشاہ ذی اقتدار کے فضائل و مدائح مین قصیدے لکھے۔ چند مدت بادشاہ کی خدمت مین رہا۔ پھر سیر ہند کا ارادہ کیا۔

ایران سے ہند مین آیا۔ میر جملہ شہرستانی کی جو قطب شاہیہ سلطنت کا مدار المہام تھا اس کی خدمت مین آیا۔ میر کے توسل سے بادشاہی دربار مین باریاب ہو کر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا منصب و صلۂ مناسب پایا مدت تک دکن مین عشرت و عیش کے ساتھہ زندگی بسر کرتا رہا۔ میر جملہ کے فوت ہونیکے بعد ایران گیا۔ وہان چند روز قیام کرکے پھر ہند مین مراجعت کی۔ حیدرآباد دکن مین مع الخیر پہنچا۔ ابوالحسن تانا شاہ کی سلطنت کا عالم شباب تھا۔ ابوالحسن اختری کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا آخر سنہ ۱۰۲۶ ہجری مین فوت ہوا۔ لنگر حوض کے قریب مدفون ہوا۔

من۲ اشعارہ

روز محشر گر بود دستے شہیدان ترا — کار خواہد بود مشکل طرف دامان ترا

وله

زان دم که چشیده ام نمک خوان تمنا — ہر چند که خوردم ز مژه خون جگر داشت

وله

ترسم که تا مدام نرساند صبا بہار — بدگرد جان که ہمره باد صبا نرفت

ہلاکم می کند در عشق بازی رشک پروانه — که گاہے رخصت برگرد سرگردیدنی دارد

حکم عشق ست که در کوی تو افغان نکنم — تا ترا از ستم کرده پشیمان نکنم

از ورشش برد مرا سیل سرشک آخر کار — اختریا چون گله از دیده گریان نکنم

ایجاد میرزا علی نقی خان

ایجاد تخلص۔ میرزا علی خان نام۔ نقد علیخان خطاب۔ آپ جداً فی الاصل قوم سے قاچار تھے آپ کے والد یا جد نقد علیخان کی جو شیخ علیخان وزیر شاہ سلیمان صفوی کے قرابتدار تھے کی غفرانمآب آصفجاہ بہادر اول کے عہد مین وارد دکن ہوئے۔ غفرانمآب سے

ملازمت حاصل کی۔ حضور نے آپکو بلحاظ علم و فضل حیدر آباد کی دیوانی پر مامور فرمایا آپ دیوانی کا کام امانت و دیانت کے ساتھ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ انصاف پسند و خدا ترس تھے مقدمات کی تحقیقات مین خوب غور و فکر کرتے تھے۔ اور رعایا کے حقوق کا زیادہ لحاظ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کہتے تھے ایسا نہو کہ رعایا کے حقوق تلف ہو جائین اور مین قیامت مین ماخوذ ہو جاؤن۔ ابتدا مین آپکے والد ماجد نے برہانپور کو اپنا وطن قرار دیا تھا۔ عیال و اطفال و متعلقین کو وہین رکھا تھا۔

مرزا ایجاد صاحب ترجمہ کی ولادت دار السرور برہانپور مین واقع ہوئی۔ چنانچہ خود اُس نے ایام شباب مین اپنی ولادت کی تاریخ کہی ہے

چو ایجاد سعادت مند از دار السرور آمد در اول حیدر آبادی شد و آخر کربلائی شد

نشو و نما کے بعد جب سن شعور و عقل کو پہنچا۔ کتب درسیہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تمام کتب متداولہ والد ماجد و دیگر علمائے زمانہ کی خدمت مین ختم کین۔ تکمیل تحصیل کے بعد شعر و شاعری سخندانی و سخن سنجی کے میدان مین قدم رکھا۔ والد ماجد سے کلام کی اصلاح لیتا رہا۔ چونکہ طبیعت مین شاعری کا جوش و خروش موجزن تھا۔ اور ایجاد معانی تازہ کا شوق برق افگن تھا۔ شیرین سخن کا فرہاد و نقدی کلام کا نقاد۔ معانی تازہ کا موجد۔ و نازک خیالی کا مجدد ہوا۔ آپکے صفائی محاورہ نے گوہر گرانمایہ کو کم مایہ کیا۔ اور شیرین کلامی نے چشمۂ حیات کو گوشۂ ظلمات مین گم نام۔ شعر و شاعری کے میدان مین ایسی جولانی کی کہ امثال و اقران پر مقدم ہو گیا۔ اور اقسام کلام کے ایجاد مین اقدم شمار کیا گیا۔

آپ کے اشعار ابدار تازہ تازہ مضامین و معانی رنگین مین سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگے اور ہر ایک شعر سے نازک خیالی و جادو بیانی ٹپکنے لگی۔ دکن کے شعرا مین آپ کی شاعری

وسحبان البیانی کا چرچا ہونے لگا۔ اور شعرا کے نزدیک آپکی لیاقت مسلم الثبوت ہونے لگی۔ آپکے معاصرین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ و عبدالحکیم حاکم لاہوری۔ و واقف بٹالوی و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی۔ و عبدالقادر مہربان فخری و عبدالوہاب و غیرہم تھے اور آپ نثرنویسی میں بھی منشی بے نظیر تھے۔ عبارت رنگین۔ مقفی لکھنے میں قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ آپکے عمدہ عمدہ فقرے فصاحت و بلاغت میں نوٹ ہوئے ہوتے تھے گویا ہر ایک فقرہ خوبی و حسن کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا تھا۔ آپ اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فیمابین محبت و اتحاد کا رشتہ قائم تھا۔ باہم مراسلات و مکاتبت کا سلسلہ جاری تھا۔ آپنے ایکوقت آزاد کی خدمت میں ایک رقعہ لکھا تھا۔ جسکے ہر ایک فقرہ کے اعداد مساوی عدد کے میر غلام علی آزاد کے برآمد ہوتے ہیں کل عدد اسم و تخلص چودہ سے چوالیس ہوتے ہیں۔ میں رقعہ کے چند فقرے اس مقام میں گزارش کرتا ہوں تاکہ شائقین اُسکے مطالعہ سے لطف اُٹھائیں۔ فقرات ذیل ہیں۔

شاہ عالی عقدہ کشور آزادی۔ اعلی مراتب اقلیم والا نژادی۔ سلطان مملکت حق جوئی و قناعت۔ فرمان روائے عالم دانا دلی و راحت۔ اورنگ نشین شرایع و یقین مہر آرائے محفل حلم و تمکین۔ سید صحیح النسب سیمنت صفات۔ دلکش کلام رفیع الدرجات شمع التفات و سلوک۔ چراغ انجمن ملوک۔ عزت خاندان کرام۔ فخر مجموع اعالی بلگرام۔ انتہی:

آپ عالم شباب میں والد ماجد کے توسل سے عالی جناب غفران مآب آصفجاہ بہادر اول کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ غفران مآب آپکی لیاقت و استعداد و طبیعت خداداد کے

ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور آپکو چند روز مصاحبت مین رکہا۔ پہر حضور نے
آپکو بلشکر فیروزی اثر کی کوتوالی پر مقرر فرمایا۔ اور کوتوالی سے فیلخانہ کی داروغگی
پر منتقل کیا۔ اور تہوڑی مدت شہر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مامور رہے
جب آپکے والد ماجد نے ۱۲۶۴ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف
رحلت کی تب آپ کو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے والد مرحوم نقد علیخان کی جگہ
خدمت دیوانی حیدرآباد و خطاب موروثی نقد علیخان سے سرفراز فرمایا۔ آپ خوش خلق و نرم دل تہے پاکیزہ مزاج
و صاف طبع نیک محضر و حلیم الوضع تہے۔ مدۃ العمر کسی کیلئے برائی نہین چاہی۔ نہ کسیکو برا کہا جسکو دیکہا
بہلائی ہی کیا۔ اہل دکن آپ سے مانوس تہے آپکو مدبر و امین جانتے تہے۔ کوئی اہل غرض یا بیغرض آپکی
خدمت مین آتا۔ تو آپ نہایت حسن اخلاق و محبت سے ملتے تہے۔ عام و خاص کی
حاجت روائی مین زیادہ کوشش بہت کی فرماتے تہے کہ حاجتمندون کے کام
نکلین۔ عوام الناس کی تالیف قلوب غربا کی ہمدردی جسقدر ہو سکے کرتے تہے
آپ کی شان آفرین کے لائق تہی افسوس فی زماننا انقلاب زمانہ سے عہدہ دارون
کی یہ حالت ہے کہ ارباب حوائج سے متنفر رہتے ہین۔ اور ملاقات سے بیزار ہرچند کہ
کوئی درماندہ آفت و گرفتار مصیبت عرض حالات کرے نہین سنتے۔ ذرہ برابر رحم
نہین کرتے۔ بزرگان سلف کے حالات سے سبق لینا چاہئے۔ اور اسلاف کے قدم
بقدم رہنا چاہئے۔ اسی پیروی مین ملک کی آبادی مالک کی نیکنامی ہے۔ اور آپنے
اپنی دیوانی کے زمانہ مین کسی پر ظلم و تعدی و ناجائز قہر و غضب نہین فرمایا۔ اور
آقا کے اطاعت گزار و تابعدار رہے۔ کبہی آقا کی اطاعت کے دائرے سے قدم باہر
نہین رکہا۔ جو آقا نے فرمایا سر آنکہون پر رکہا۔ اگر مالک کا کوئی حکم خلاف دستور ہوا تو

اسکی تعمیل کا اقرار کرکے حکمت عملی سے مالک کو ایسا سمجھا یا کہ مالک خود کہدیتا کہ حکم سابق کو منسوخ کرنا چاہئے ۔ دستور الوزرا کے مولف نے بادشاہ و وزیر کے اتفاق کی بابت ایک جملہ تعریف و آفرین کے لائق لکھا ۔ وہ یہہ ہے وہ وزیر مبارک وزیر ہے جس سے بادشاہ و رعایا خوش ہون ۔ اہل دکن کے نزدیک آپ اسی قسم کے وزیر تھے ۔ کہ آپکی دیوانی کے عہد مین دکن کا ملک سبز و سیراب تہا ۔ آپکا سنہ رحلت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا ۔ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ۱۱۸۵ کے قریب فوت ہوے ۔ اولاً حیدرآباد مین امانتہً مدفون ہوئے ۔ ثانیاً آپکے قرابتدارون نے لاش کو کربلاے معلی روانہ کیا ۔ وہان کی خاک پاک مین دفن کئے گئے ۔ آپکے یادگار تین فرزند ہوشمند و خداوند عقل و شعور تھے ۔ علی نقی خان انصاف و مہدیعلیخان نیر و باقر علیخان افسر ہر ایک کا ذکر مستقل اس تذکرہ مین آئیگا ۔ آپ صاحب دیوان تھے ۔ آپکا دیوان و کلیات قلمی نواب سر سالارجنگ وزیر مرحوم کے کتبخانہ مین موجود ہے ۔ اب مین آپکے دیوان سے اشعار ذیل شایقین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون آپ فارسی و اردو دونو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے ۔

من اشعارہ الفارسی

مانگوییم کہ از حلقۂ تقدیر برآ		لیکن از دامگہ عقل بتدبیر برآ
باکمان صحبت اگر راست نیاید بگذر		از کمانخانۂ این طائفہ چون تیر برآ
در مزاج امر اگر تو درآمد خواہی		جرم برخویش بگیر از در تقصیر برآ
ہر شب نگار تازہ آمد بدست من	ولہ	ایجاد کردہ اند برنگ حنا مرا
تو ورد ان العدو می من بطرف میفہم از شوقت	ولہ	عبث بیہودہ عمرے کردہ ام تحصیل حاصل را

چون بخاطر میرسد پامالی خون حنا
ولہ
دست و پا گم میکنم در فکر مضمون حنا

در هر جگری هست خراش سخن ما
الماس تراشیست تراش سخن ما

با وجود من به خانهٔ ایجاد هر شب میروی
رفتن آنجا یک شبی موقوف کن اینجا بیا

حرف بای موحده

کدام شمع بفانوس دل تجلی کرد
که هوش از دل پروانه ها پرید امشب

بریده است سر پروانه شمع را دیدم
که چادری ز گل داغ می کشید امشب

تای منقوطه

دل که در گریه گرم بیتابی ست
ولہ
سر و کارش بمردم آبی ست

بار آمد و می پرستی و شباب رفت
عمر عزیز حیف باین اضطراب رفت

ای داغ دلم چشم تماشای قیامت
ولہ
لخت جگرم لالهٔ صحرای قیامت

سر زلف دگر سلسله جنبان شده است
ولہ
که حواس من دیوانه پریشان شده است

هر طرف می نگرم چشم خوشی می بینم
نرگس امسال درین شهر فراوان شده است

جوش موج گل این فصل بپرسید ز من
غنچه لبیان چه بگویم که چه طوفان شده است

خط رخسار تو زیبائیش خاصی دارد
متن این باغچه گل حاشیه ریحان شده است

شمع رویان بسر تربت مجنون جمعند
امشب ایجاد درین دشت چراغان شده است

طالعم برگشت و بخت انتظارم برگشت
ولہ
نامه بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت

از پر همای ابر و از بیم چتر شاهی
ولہ
این سایه بر سر ما از دولت بهارست

پیر گشتی و هوسهای جوانانه بجاست
صبح روشن شد و تاریکی این خانه بجاست

همچو طفلی نزد ایجاد با و سنگی چند
از چنین شهر برون رفتن دیوانه بجاست

سبک آید بنظر هر که تهی مایه شود — همچو آن کیسهٔ منعم که ز درهم خالی است

وله

ایجاد مفلسی تو وجز نام اهل بیت — چیزی دگر بخانهٔ من هیچ نمانده است

از هیچ در به بسکه ندیدیم کشودهی — ایجاد دل ما ز همه باب گرفته است

وله

ابر است و هوای خوش باران بهار است — بر باده کشان ریزش احسان بهار است

تا غنچهٔ دلش وا شود و گل کند آرام — باد سحری مروحه جنبان بهار است

می کشتیم و می جانب صحرا نتوان رفت — امسال که جوش گل و طوفان بهار است

وله

عصری رسید زاهد و موقوف شد شراب — گفتیم بهر نماز بکن آفتاب رفت

وله

چون غنچه و گل ایجاد مقسوم ما ازین باغ — از دولت بهاران دستاریست و قبا[یست]

قدر مجنون را کسی داند که همچون گردباد — خاک بر سر گرد با عمری در بیابان گشته است

وله

ور ثبات که گران سنگ کسی نیست چو من — کوه اگر هست کمربستهٔ تمکین من است

وله

احوال اشک خود چه مفصل کنم بیان — دریای شور مجملی از ماجرای اوست

ایجاد هیچ نکرده بشبهه روانه شو — من رضا منم رضای خدا در رضای اوست

وله

هیچ خوفی هم نکرد از باطن پیر مغان — آبروی دختر رز زاهد بی پیر ریخت

وله

نیست زکسی بجز دغرور من و تو — قصهٔ شاه و گدا در همه جا مشهور است

وله

پان و مسی که برلب او رنگ تازه ریخت — نقاشی تبسم و پرداز بوسه است

عیش باتفاق در عالم — صحبت بی نقاب محبوب است

وله

پیری و گریهٔ سحرگاهی — شب ماهتاب و عالم آب است

وله

بر خطش رو گذاشتم همه شب — بوی ریحان علاج بیخوابی است

چندان عرق شرم بریزم که بشوید — از گرد گناه همه سیمای قیامت

وله

پادشاهی گدای درویشی ست ‏ ‏ ‏ سر دولت بپای درویشی ست

خواب شیرین و شکر آرام ‏ ‏ ‏ در نی بوریای درویشی ست

بیشتر خلق ز هم شکوه چه گفتارند ‏ ‏ ‏ ورنه کس را ز کسی کم گله خاموشی ست

وله

چندی چو مرغ قبله نما چرخ میزنم ‏ ‏ ‏ آخر برب کعبه قرارم بسوی تست

وله

میرسد پیغام دل هردم که هامون از من ست ‏ ‏ ‏ اشک می گوید بروی من که جیحون از من ست

وله

اگر تقصیر کردی معذرت خواه ‏ ‏ ‏ که ترک معذرت تقصیر ثانی است

وله

دل به تسلیم و رضا کار خود آراسته ست ‏ ‏ ‏ از خدا خواسته ایم آنچه خدا خواسته است

وله

گفته بودی که فراموش ز یادت نکنم ‏ ‏ ‏ کرده گر تو فراموش مرا خود یادست

وله

زن طبیعت از دم پیری ما آگاه نیست ‏ ‏ ‏ جوهر شمشیر ما را مرد میداند که چیست

وله

باز آن شوخ بیگانهٔ من آمده است ‏ ‏ ‏ دولت رفتهٔ من خانهٔ من آمده است

رفتم و گرد سرے یار شبی گردیدم ‏ ‏ ‏ گفت با شمع که پروانهٔ من آمده است

وله

شدم بمیکده دیدم شراب نوشیها ست ‏ ‏ ‏ میان باده و خم طرفه گرم جوشیها ست

قبای پرده دری باب بد قماشان است ‏ ‏ ‏ لباس مرد هنرمند عیب پوشیها ست

وله

دیدم ز عین مردمی اول بروی من ‏ ‏ ‏ چشم تو قسم بنگاه نخست نشست

این دست و پا شکسته سر جنگ روزگار ‏ ‏ ‏ محتاج مومیای لطف درست تست

وله

میخرامی بسر خاک شهیدان امروز ‏ ‏ ‏ بزمین خوردن دامان بلی چیزی نیست

تنک پوشیده امروز برنگی که چو گل ‏ ‏ ‏ جامهٔ نازک خوشبوی تو چسپ بدن ست

ضعفم چنان گرفته که در وصف لف باره ‏ ‏ ‏ گویم اگر قصیده مجال گریز نیست

بشکل مجلس آئینه می آئی ‏ ‏ ‏ نگاه هر یکی بهر خود نمائی است

امیدوار به پیری خویش هر جوان	شب خواب هیچ کس نکند بی خیال صبح
وقت آخر چون شفق زر دولت میرود	گشت بر من روشن این حرف از فروغ ماه صبح

ردیف دال مهمله

نباشد گر کسی را دست گیر خود بکار آید		برای آشنا باید بپای آشنا افتد
ذکری ز نمکدان لب یار نباشد	وله	در مجلس ایجاد چه شوری است ببینید
در بتخانهٔ حسن برهمن زاده دیدم	وله	ملاقات من آن سنگدل آنجا فدائی شد
بسان کفش نه روز بیست ممسک خفت با دینا	وا	بجلقش گر گذاری پا کسی از زر دست بردارد
غریبی گر کند یاد وطن مسرور میگردد	ول	دلم دار السرور از نام هر یا نمود میگردد
نفس در کش گر از بحر حقیقت گوهری خواهی	وله	بدریا چون رود غواص دم در خویشتن دزدد
آن نباتی جامه گر با بنده هم بالین شود	وله	بند بندم بیقلم چون نیشکر شیرین شود
سختی دوران گران بر خاطر هموار نیست		صفحه کاغذ ز نقش کوهکن سنگین شود
چالاکی نگاه تو نازم که سوی من	وله	دیدی چنانکه چشم ترا هم خبر نشد
خاطر خود جمع دار ای غنچه لب تا مدم	وله	خود بخود مکتوب من مانند گل وا میشود
سرمه پیراهنی در مجلس ما دوش بود	وله	چشم از دیدار روشن بود خاموش بود
ایجاد در حضور شریعت پناه عشق	وله	بیمهر داغ محضر را معتبر نشد
ترکیب لب لعل تو بی سبزه خط نیست	وله	حرفی ست که یاقوت با نمک ندارد
هر کسی در صفت حسن تو بیتی میخواند	وله	شعر برجسته من مطلع ابروی تو بود
نرگس چیزی گرفتم همتم بس تنگ میدارد	وله	کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد
شیشه در دست جوان ساقی گلفام رسید		هوش رفت از سر مستان که پیر او آمد

این دل صافی که من دارم به آئینه از یست — وله — بلکه در اقبال پهلو با سکندر می زند
روز حشر ایجاد من در سایهٔ مهر علی — خیمهٔ خود بر کنار حوض کوثر می زند
مو سفیدی نمک زندگی پیران است — وله — ماهتاب طرف صبح بهاری دارد
چشم دل مردمک دیدهٔ جانم کردند — وله — هرچه منظور نظر بود بیانم کردند
لاله زاری بمن از داغ عطا فرمودند — رونق محشر خونین کفانم کردند
اگر با قامتش دعوی کند سرو — وله — الهی حرف و بالا نگردد
کس اول گرد باید گر بگردد — بگرد کعبه گردد یا نگردد
سرکشی آن قد رعنا دارد — وله — ناز بر عالم بالا دارد
گل دیدار شگفته است مثال — باغ نظاره تماشا دارد
بی تامل سفر از خویش کنید — راه اندیشهٔ عمر ما دارد
هرگز سخنی نکردی ارشاد — وله — از دست خموشش تو فریاد
از خانهٔ خود نگردیم دور — وله — عمر تو دارد خانه آباد
ما را چو کمان بسر کشیدی — وله — اینخانهٔ الفت تو آباد
در چمن یار گلعذار آمد — وله — رنگ بر چهرهٔ بهار آمد
راست می گوید اگر سرو که همدوش توام — وله — بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
فتنهٔ هستی غم سنگین جانی دارد — وله — دوش آزادی ما بار گران دارد

تو محیطی همه تشنه و بیدار تواند
چون حباب از تو دل جمله هوادار تواند

حرف راء مهمله

پوشش خود سفیدان گلبدن ان ناز کرد		رنگ زرد روئے بہار یاسمن پرواز گیر

حرف زاء معجمه

اگر مطلب ز خط او نمی بود		نمی شد در جهان هرگز سخن سبز
شهید حسن سبز گشتم ایجاد		به محشر می کنم رنگ کفن سبز

حرف شین معجمه

ای مصور از لباس یار دامانش بکش		بر رقیبم دست اگر پای گریبانش بکش

حرف صاد مهمله

گر بچشمت تماشائے شب و روز هست		همچو آن مردم که بینند صبح و شام رقص

حرف لام

چشم رحم مردم عالم اگر منظور نیست		مهر شبنم چرا بستند در بازوی گل
در هوای گل رخان هر کس که زیر خاک شد		بر مزار او بیفشانند بر روئے گل

حرف میم

پریشان میشود خاطر مبادا زلف بکشائی		من از شبهای تاریک و دراز تار می ترسم
از دست هجران در شکوه لبریزم ولی	وله	یکدم کسی همچو بی تصویر نشنیدست آوازم

حرف نون

با وصف نام همچو نگین در تمام عمر		یکجا نه دست داد برای نشست من

حرف یاء

نیستی در بحر هستی جز حباب زندگی		دم غنیمت دان مکن خود را خراب زندگی

زود تر آئی جمع اند بکاشانهٔ ما — بامید نمک لطف تو مهمانی
نه بسرو الفتی داری نه سوی لاله می بینی — صراحی در بغل ساغر بکف مستانه می آئی

من اشعاره الهندی

اب کے ترے گهر جو آئین گے هم — پهر یهان سے کهین نجائین گے هم
مانند نسیم تجهکو هر صبح — اے غنچه دهان هنسائین گے هم
جو تیری زبان سے آئے لیتو — تک منه سے تو منه لگائین گے هم
پی کر ترے منه کی گالیان بهی — ان هاتون کی مار کهائین گے هم
لوهو ترا پانی کر کے تجهکو — باده کی جگه پلائین گے هم
پهر هم کهے یه تیری خاطر — یه جو کهین سب اٹهائین گے هم
اب تو تری بندگی مین آئے — جسطرح اٹهے اٹهائین گے هم
سن یار کها که تجهکو ایجاد — ان جانون سےتی دکهائین گے هم

نوحه سید الشهداے امام حسین علیه السلام

جان و دل قربان شاه کربلا — من بلاگردان شاه کربلا
من نشینم رفته چو نقش قدم — بر در ایوان شاه کربلا
لعنت حق امی وفاداران کنید — بر جفاکاران شاه کربلا
شاخ مرجان بس در خون طپید — گوهر غلطان شاه کربلا
مصحف حق را سجاوندی نمود — سرخی قرآن شاه کربلا
آخر از فرمودهٔ شاه نجف — می شوم مهمان شاه کربلا
جا مرا در صفحهٔ خود میدهند — بو ذر و سلمان شاه کربلا

ساقیٔ کوثر مرا مدہوش کن — از مئی عرفان شاہ کربلا
این سفر نفس چرخ مخروطی بود — گوئے از چوگان شاہ کربلا
می کند خورشید ہم کسب ضیا — از مہ تابان شاہ کربلا
از رحمتت گوہر نیسان بود — ریزش احسان شاہ کربلا
سبحہ گردید ست با خود سجدہ گاہ — طینت پاکان شاہ کربلا
خانہ اش باب السلام جنت ست — ہر کرشتہ دربان شاہ کربلا
یا علی ایجاد را محشور کن — با عزاداران شاہ کربلا

افصح - میر محمد علی

افصح تخلص - میر محمد علی نام مشہدی الاصل سادات رضوی سے ہیں - تذکرۂ بے نظیر کے مولف نے لکھا کہ آپکے جد امجد بیاختیار امیر تیمور گورگان کے عہد مین توران سے شہر سبزوار مین آئے - مدت تک وہان سکونت پذیر رہے - جب امیر تیمور خراسان کو فتح کرکے شہر سبزوار مین آیا - سید موصوف کو بلحاظ شرافت حسب ونسب اپنے ہمراہ سمرقند مین لایا - بقول بعض خراسان سے شہر سبزوار مین لایا - اور اپنی دختر سے شادی کردی - اور شہر سمرقند یا شہر سبزوار کی قضا پر مامور فرمایا - سید مذکور تا مرگ اُسی خدمت پر بحال رہا - پھر سید کی رحلت کے بعد اُنکی اولاد بھی وہان معزز خدمات و عہدون پر کامیاب ہوتے رہے - اور خانۂ قضا کی خدمت کا سلسلہ آپکے گھرانے خاندان مین نسلاً بعد نسل مسلسل رہا - امیر تیمور کی قرابت کی وجہ سے آپکے اولاد کے نامون کا تاج لفظ سلطان ہوا - آپکے والد سلطان شاہ مرزا عالمگیری زمانہ مین

وارد ہند ہوئے۔ سربلند خان میر بخشی کی لڑکی سے شادی کی۔ شادی کے بعد مخاطب بہ شاہنواز خان ہوا۔ میر افصح سربلند خان کی لڑکی کے بطن سے ہند مین پیدا ہوا۔ ہند ہی کی زمین نشو نما پایا۔ اور تربیت و تعلیم بہی یہین پائی سنہ شعور کے بعد کتب درسیہ اساتذۂ زمانہ سے پڑہین۔ عالم جوانی مین تحصیل علوم و تکمیل فنون سے فارغ ہوا۔ ذہین و ہوشیار فہیم و ہونہار تہا موزون الطبع و سنجیدہ و ممیز تہا۔ شاعری کے میدان مین ایسا قدم بڑہایا کہ معاصرین سے چند قدم آگے بڑہ گیا۔ گل رعنا مین لکہا ہے کہ حسن اتفاق سے ہے کہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین شہر لاہور مین رونق افروز رہا۔ تذکرۂ مردم دیدہ کے مولف حاکم نے لکہا کہ مین میر افصح سے لاہور مین ملا۔ شاعر خوش مزاج و لائق ہے حسن اخلاق و تواضع مین فائق۔ لیکن جسقدر لیاقت رکہتا ہے اس سے زیادہ کا مدعی ہے شعرائے لاہور نے میر کی تبع کی۔ اسطرح پر مشکل زمین مین اکثر غزلین کہین۔ وہان چند مدت مشاعرہ کا لطف رہا۔ یاران ہم مشرب کا جلسہ غنیمت تہا۔ پہر آپکے والد شاہ مرزا و میر افصح غفران مآب نواب آصفجاہ مرحوم اول کے ہمراہ دکن مین آئے۔ ڈاک چوکی کی داروغگی پہ مقرر ہوئے۔ اور میر افصح بہی اہل مناصب مین نامی ہوئے۔ پدر و پسر دونون غفران مآب کی ملازمت و رفاقت مین رہے۔ جب ہمت یار خان ناظم صوبہ بیجاپور ہوئے۔ آپ بہی مع والد ماجد ناظم صاحب کے ہمراہ بیجاپور گئے۔ مدت تک ناظم صاحب کے ہمراہ ہمت و جوانمردی سے بسر کرتے رہے۔ آخر جب ناظم صاحب ہمت خان افغان مہابہ ہی حاکم کرنول کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے۔ میر افصح مع والد ہمرکاب تہے۔ حاکم کرنول سے سخت جنگ ہوا۔ طرفین سے اکثر مقتول و مجروح ہوئے۔ اسی معرکہ مین میر افصح اور ان کے والد شاہ مرزا مقتول ہوئے۔ صاحب مردم [illegible] لکہا کہ یہہ واقعہ سنہ ۱۱۵۵ گیارہ سے پچپن مین

واقع ہوا۔ اور دیگر مولفین نے لکہا کہ سنہ گیارہ سو پچاس میں الخ اول کا قول صحیح ہے اسلئے کہ مردم دیدہ کا مولف میر افصح کا معاصر ہے۔ جو لکہا ہے اسکا مشاہدہ ہے۔

من اشعارہ

نمک بوسہ بر آن زند قدح نوش حرام | ولہ | کہ فراموش کند حق نمکدان ترا

نیست پیرایۂ ہنر تیرہ درون جامۂ فقر | ولہ | رسم آئینہ دلانست نمد پوشیہا

نشود معلوم ظرف نیک بد وقت سخن گفتن | ولہ | نمی باشد صدائے کاسۂ چینی سفالی را

آہم بیاد آن قد برجستہ رستہ است | ولہ | چون نیشکر ز خاک کمر بستہ رستہ است

ببزم اہل تمیز در آ تماشا کن | ولہ | برین مرقع تصویر یک قلم صاد است

منور است ازان نور چشم دیر و حرم | ولہ | کہ این چراغ میان دو محفل افتاد است

شکر خدا کہ دیدۂ شاہد پرست من | ولہ | ہر چند بت پرست بود خود پرست نیست

مرا کہ ابلق ایام زیر فرمانست | ولہ | چہ غم کہ توسن گردون ستارہ پیشانیست

ہر دلبرے کہ دل نبرد مایۂ غم ست | ولہ | سروے کہ جلوہ نکند نخل ماتم ست

از می تہی مباد کہ در چشم اہل ذوق | ولہ | پیمانہ بے شراب ہلال محرم ست

تا خرامان بچمن آن دلجو شدہ است | ولہ | سرو انگشت تحیر بلب جو شدہ ست

ز خون بیگنہ تا ہنوز گلگون ست | ولہ | بہ تیغ یار چہ حاجت غلاف مخمل سرخ

دل خرابی می کند از زلف پیش کنید | ولہ | دست و پائے میزند دیوانہ زنجیرش کنید

آسمان خم بر سر کوئے تو از تعظیم شد | | عمر این محو ارادت صرف یک تسلیم شد

تا از رخت عرق از گرمی شراب چکید | ولہ | ستارہ آب شد از شرم آفتاب چکید

چون رخت از می عرق افشان شود | ولہ | خانۂ آئینہ چراغان شود

دل عبث می خواهد از دور فلک عیش مدام	وله	آرزوے می کشتی از تشنه واژون نگرد
بداو حق نبود شرط مومن و کافر	وله	که ابر کعبه گہے در فرنگ می بارد
دل بے درد چه اندیشه نقصان دارد	"	موی چینی نشود از غم ایام سفید
خط مشکین بگرد حسن گلفام این چنین باید	وله	تکلف بر طرف صبح این چنین شام این چنین باید
مرا در حلقه زلف تو هر کس دید تحسین کرد	"	که صیاد این چنین صید این چنین دام این چنین باید
شهیدانه هر نگاه کشته افصح	وله	که همچو رنگ حنا شد ترا رگ جان سبز
بجز تصور چشم تو نیست در دل من	وله	شگفته است درین باغ یک قلم نرگس
کسے کشته نگردد به تیغ دلبر خویش	وله	سزد که تیر خورد همچو ماهی از پر خویش
گردن دعوی بکش در بزم ادب	وله	میرسد آخر به پستی سرفرازیهاے شمع
در محفل که حسن تو روشن کند چراغ	وله	پروانها به شمع نوید بهر داغ
بر من کاسه سودا شده زان سبزه خط	وله	که خیالات فزون می شود از نشه بنگ
تا دیده شبے سنبل گیسو تو در خواب	وله	مشهور چمن شده پریشان نظرے گل
در طریق ره استیها کرده ام از سر قدم	وله	گرچه همچو خامه در ظاهر تحرف میروم

امین - امین الدین علی

امین تخلص - امین الدین علی نام - مهدی علیخان خطاب ہے - آپ سید مبارک تھانہ بخاری قلعدار دولت آباد کے قلعداروں میں سے ہیں - عالم فاضل فارغ التحصیل تھے - فضائل و کمالات صوری و معنوی سے موصوف تھے - شعرگوئی و سخن سنجی میں لائق شمار کیے جاتے تھے - ذی استعداد و صاحب السواد، خوش رفتار و خوش گفتار

فقرا دوست و غربا پرور آشنا پرست و مہمان نواز تھے - آپکا کلام دلچسپ و دلپسند ہوتا تھا آپ کی غزل و مثنوی کو شعرا کا غازہ سمجھتے تھے - آپ غفران مآب نواب آصفجاہ اول کے منصبداروں میں ممتاز تھے منصب مناسب و خطاب و مراتب سے سرفراز ۱۱۷۷ھ ہجری تک زندہ رہے آخر ۱۱۷۸ھ ہجری میں فوت ہوے - دولت آباد میں دفن کیے گئے

من آثار عارہ

چہ قدر صید دل تواند کرد | در برش تا لباس بادلیست

ولہ

نہ چمن نہ غنچہ نہ گلزار میخواہم دلم | چہرۂ سبز بنیج یار میخواہد دلم

بادۂ صاف کنار آب مہتاب خوش کشتی | ساقی امشب نشۂ سرشار میخواہد دلم

بسکہ دلچسپ است شیرین کار قند لبش | بوسہ زان لعل شکربار می خواہد دلم

دلربائے شوخ و شنگ ہرچند دلرا می برد | دلبر دلدادہ را بسیار می خواہد دلم

ولہ

گر بے تو خورم شراب جانان | جان سوزد و دل کباب جانان

در یاد تو میدہم بجسر سو | چون نشۂ کہ برشراب جانان

شاید کہ رسید روز وصلت | دارد دلم اضطراب جانان

انسان شیخ غلام مصطفی مرادآبادی

انسان تخلص شیخ غلام مصطفی نام - قوم کنبوہ آپکا مولد و منشا مرادآباد ہے انسان کامل عالم فاضل جامع معقول و منقول تھا - شعر و شاعری میں مقبول تھا کتب معقولات ملا قطب الدین سہالوی و شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے تحصیل کی تھیں - ملا کے ارشد تلامذہ سے تھا - اور حدیث کی سند کا سلسلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے

پہنچتا ہے۔ اور شیخ جان محمد صاحب قادری دہلوی کے مرید و خلیفہ شیخ کملائے زمانہ و اولیا
عصر سے تھے۔ علوم درسی کے سوا علم طب نجوم و فنون خوش نویسی و شانہ بینی وغیرہ
مین مستعد کامل تھے۔ اکثر براہمہ ہنود مسائل نجوم مین آپ سے امداد و اعانت لیتے تھے
مسائل غریبہ عجیبہ کو نہایت آسانی و سہولت سے حل کر دیتے تھے۔ ہندی مین شعر
و دوہرہ خوب کہتے تھے۔ فارسی مین آپکا کلام توحید و تعرف و سلوک تصوف کے
مضامین سے مملو ہوتا تھا۔ کلام کی بندش و ترکیب نہایت درست ہوتی ہے
میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا کہ جمیع علوم و فنون کی کتابین انسان کے سینہ مین
محفوظ تہین۔ آپکا علم سینوی تھا نہ سفینوی۔ آپکے پاس کوئی کتاب نہین تھی۔
جو کچھ علوم و فنون سے تھا آپکی زبان پر ازبر تھا۔ درس و تدریس کیوقت فوائد زوائد
مع حل و شرح سامع کی حیثیت کے موافق بیان فرماتے تھے۔ اکثر طلبۂ علوم و فنون
دیار و امصار سے آپکی خدمت مین آتے تھے اور آپ سے علوم و فنون کی کتابین پڑھتے
تھے۔ مسائل مختلفہ و مقامات مشکلہ کو آسانی کے ساتھ حل کر لیتے تھے۔ آپ
مدۃ العمر نوکر پیشہ رہے عالمگیری زمانہ مین ہند سے دکن آئے منصبداری صیغہ مین
مامور ہوئے۔ مدت تک اسی ملک مین گزارے۔ آخر نوکری ترک کر کے بلدہ ایلچپور
مین آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ یہان ایسے جمے کہ مر کے اُٹھے۔ یہان ایک جوان
خوشرو دیہاتی پر فریفتہ ہوئے۔ اور اس سے تعلق خاطر ہو گیا۔ اُسی محبوب کے دروازہ
پر اقامت گزین ہوئے۔ اتفاقاً یکایک وہ جوان مر گیا۔ آپ کو رنج و غم کا سخت صدمہ
ہوا۔ اُسکے رنج مین زندہ در گور ہو گئے۔ کثرت غم سے دیوانہ بنگئے۔ آبادی سے نکل کر
صحرا نوردی اختیار کی۔ انہین ایام مین آپکے استاد مولینا قطب الدین سہالوی

جو زیارت حرمین شریفین سے مراجعت کرکے آ رہے تھے بلدۂ الچپور مین وارد ہوئے لوگون سے شاگرد رشید انسان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے (اور) آبادی سے دور ویرانون مین رہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اُسکو میرے پاس لاؤ۔ لوگو(ن نے) عرض کیا کہ وہ آبادی مین ہرگز نہین آئیگا۔ ہم کو دیکھتے ہی فرار ہو جائیگا۔ مولانا نے ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیکے کہا کہ یہ رقعہ انسان کو دکھلاؤ۔ آپنے رقعہ مین یہہ فقرہ جو عرب کے نزدیک ضرب المثل ہے کہ اَطْرِقْ کَرَی اِطْرِقْ کَرَی اِنَّ النعامۃ فی القری کہ یہ مثل اُس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جو اپنے نفس پر نازان ہو۔ یا اس شخص کے نسبت جو کلام لطیف و نرم سے دام فریب مین آجائے۔

اس مثل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کری ایک پرندہ مثل کبک دری کے ہوتا ہے عرب جب اسکے شکار کا ارادہ کرتے ہین تب آہستہ آہستہ یہ فقرہ بولتے ہین اطرق کری الخ وہ آواز سنکے زمین سے ویسے پیوست ہو جاتا ہے پس اُسپر چادر ڈالدیتے ہین اور اُسکو آسانی سے شکار کر لیتے ہین۔ پھر عرب کے نزدیک یہ مثل شخص فریب خوردہ کے نسبت مستعمل و مروج ہو گئی۔ ھذہ ماخوذۃ من ضرب الامثال للمیدانی۔

حسب ہدایت ملا صاحب شخص مذکور رقعہ لیگیا۔ اور انسان کو دکھلایا۔ انسان رقعہ کو دیکھتے ہی مولانا کی خدمت مین حاضر ہوا۔ مولانا سے نیازمندانہ ملا(قات کی جب) پھر مولانا ہندوستان روانہ ہوئے۔ انسان بدستور سابق دشت و صحرا مین پراگندہ و پریشان گھومنے لگا۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ انسان نے انتقال سے تین سال قبل ترک لباس کیا تھا۔ صرف ایک قمیص پر اکتفا کیا ہوا تھا۔ ایک رات اول وقت مین خواب مین دیکھا کہ کوئی ہاتف غیبی کہتا ہے۔ رحل خیر من یعمل خیرا۔ یعنی

نیک مرد وہ شخص ہے جو امر خیر کرے۔ آخر ۱۲۴۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ بلدہ ایلچپور مین شاہ عبدالرحمن عرف رحمن شاہ دولہ غزنوی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔ اور گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ آقا محمد امین ایلچپوری متخلص بوفا آپکے ارشد تلامذہ مین تہے۔ نقل کرتے ہین کہ ایک وقت ناصر علی ہندی و انسان باہم ملے۔ مکالمہ مین ناصر علی نے استادون کے اشعار مین عیب جوئی و نکتہ چینی شروع کی۔ انسان نے فرمایا کہ آپ اساتذہ کے کلام مین عیوب نکالتے ہین۔ اور اپنے کلام سے خبر نہین رکہتے چنانچہ آپکے اس شعر مین ؎

ماندہ ام بینائے می بر طاق و حسرت می کشم ۔۔۔ توبہ گستاخی است شرم از روی رحمت می کشم

شرم کشیدن خلاف محاورہ ہے۔ اس مقام مین خجالت کشیدن چاہئے۔ کہتے ہین کہ ناصر علی سخت نادم ہوا۔ جلسہ برخاست ہوا۔ انسان سلام علیک کہکر چلتے ہوئے۔

من اشعارہ

نہ بر راہ تو تنہا دارد از نرگس چمن چشمی	وله	بود با دام چشمی لالہ چشمی یاسمن چشمی
بازی عشق است می باید بسامان باختن	وله	ہر سحر چون صبح جان تازہ خندان باختن
چہ عجب در روش دہر گر افتاد خلل	وله	پیر شد چرخ ازان گشت دماغش مختل
روشن دل و وابستہ مذہب چہ کمانست	وله	ہر چہ مقابل شود آئینہ ہمانست
در شان علی بحث کند شیعہ و سنی		حقا کہ علی برتر ازین ہر دو بیان است
انسان چو مسمی شود از اسم الٰہی		ناچار ز افزون شدن عبد بر آن است
در اسم علی چون کہ نبی عبد نیفزود		بنگر کہ درین پردہ عجب سر نہان است
ہستی متشخص عدم چو آئینہ بہ پیش	وله	عالم بمثال عکس بخویش بخویش

انسان بمثل چو چشم عکس ہست درو — آن شخص عیان نمودہ پاک از کم و بیش

انسان نے اس رباعی مین وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے
بیان کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ مین بھر دیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس
رباعی کی شرح تذکرہ سرو آزاد مین لکھی ہے۔ مین یہان اسکا ترجمہ ناظرین کے
ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے مستفید ہون۔

قولہ ہستی۔ اصطلاح صوفیہ کرام مین ہستی سے حقیقت حق مراد ہے۔ اسکو اس
شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی ذات کو آئینہ مین مشاہدہ کرے۔ دونون مین وجہ تشبیہ
جامعیت کثرت ہے۔ مشاہدہ کرنیوالے مین کثرت بوجہ اعضا۔ اور ذات حق مین باعتبار
صفات ذاتیہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کنت کنزاً مخفیاً الخ۔ دونون ظہور کے خواہان
وجویان ہین۔ ایک تناسب اعضا کی وجہ سے نمایان۔ دوسرا اسمائے صفاتی کے
لحاظ سے عیان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسکے قول سے کہ فاحببت ان اعرف کہ مین
دوست رکھتا ہون کہ پہچانون۔ قولہ و عدم الخ عدم سے علم حق مراد ہے۔ اسکو آئینہ سے
تشبیہ دیتا ہے اس لئے کہ دونون مبدء انکشاف ہین۔ اور عالم کو آئینہ کے عکس سے
تشبیہ دیتا ہے اسلئے کہ عالم کے حقائق صوفیہ کرام کے نزدیک صور علمیہ ہین۔ مرتبہ علم مین
ظاہر ہوتی ہین۔ جیسا کہ آئینہ مین عکس دکھلائی دیتا ہے۔ عقلا پر ظاہر ہے جسطرح تمام
اعضا کا عکس آئینہ مین واقع ہوتا ہے اسیطرح آنکھ کا عکس بھی اسمین واقع ہوتا ہے
اور آنکھ کے عکس مین اس شخص کا تمام عکس نمایان ہوتا ہے۔ پس شاعر انسان کی حقیقت
کو جو تمام حقائق عالم سے جامعیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ آنکھ کے عکس سے تشبیہ
دیتا ہے کیونکہ وہ بھی بنسبت عکس تمام اعضا اس شخص کی آئینہ داری کرتا ہے اور اسکو

دکہلاتا ہے۔ بخلاف دیگر عکوس۔ اور شیخ محی الدین اکبر قدس سرہ کے کلام سے بہی
یہی مراد ہے۔ {وکان آدم ھی المرآۃ المجلوۃ} مشبہ و مشبہ بہ کا مشترک الاسم
ہونا نہایت لطف رکہتا ہے۔ اور شاعر کا تخلص کہ انسان ہے اس معنی نے لطف کو دو چند کر دیا
کر دیا۔ پس رباعی کے معنی یہہ ہین کہ ہستی نے یعنی ذات حق جو جامع تمام اسمائے صفاتی
ہے اور مرتبہ علم مین آئینہ سے ظہور کیا۔ اور عالم اُس شخص کے عکسون کی طرح صورت نما ہوا
پیچ وپیش و پیچ و پیش کے معنی یہہ ہین کہ عالم کو عکس کی طرح دو جہت پیدا ہوئین۔ ایک کہ
وجود علیحدہ دکہائی دیتا ہے اور غیر معلوم ہوتا ہے پیچ و پیش ہے۔ یعنی ہیچ ہے۔ کیونکہ
واقع مین وہ شخص آپ ظاہر ہوتا ہے اور عکس کا وجود وہمی ہے کیونکہ یہہ بہی واقع مین
خود وہی ہے جو اپنی ذات پر ظاہر ہوا ہے یعنے موجود فی حد ذاتہ ہے انسان کی حقیقت
تمام عالم کے حقائق کے مقابلہ مین آنکہہ کے عکس کی طرح ہے یعنے آنکہہ کے عکس مین
ذات حق نے تمام مراتب کے ساتہہ جلوہ فرمایا۔ و معنی پاک از کم و بیش الخ کے یہہ ہین
کہ اللہ کا ظہور انسان کی حقیقت مین اور اسکا ظہور تمام عالم مین کم و بیش نہین ہے
بلکہ انسان مین بطور اجمال۔ اور عالم مین بطور تفصیل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت
آئینہ مین اور انسان کی صورت آنکہہ کے عکس مین برابر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آئینہ مین
بڑی اور آنکہہ کے عکس مین چہوٹی۔ اسیلئے انسان کو عالم صغیر اور عالم کو انسان کبیر
کہتے ہین۔ انتہی ترجمۃ الرباعی۔

انصاف علی نقی خان

انصاف تخلص۔ علی نقی خان نام تہا۔ فی الاصل قوم قاچار سے تہے آپ

نقد علیخان ایجاد کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت شہر حیدرآباد دکن مین ۱۲۳۰ ہجری مین
واقع ہوئی چنانچہ آپکے جد امجد نے جو تاریخ گوئی مین بینظیر تھے۔ آپکی ولادت کی تاریخ
اس فقرہ مین پائی کہ صاحب اقبال مبارک قدم ست کی پرورش اور تربیت کے بعد
اسی شہر مین کتب درسیہ سے فارغ ہوئے۔ علوم حکمیہ و فنون ادبیہ مین مرتبہ کمال کو پہنچے
مرزا افضل ثابت اپنی تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ انصاف الہیات و طبعیات مین بینظیر
تھے۔ مین نے ایجاد کی زبانی سنا وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند فخر خاندان ہے انتہی کلامہ
انصاف سلمہ کا عالم شباب تھا درجہ کمال آپکا ہمرکاب تھا مزاج سحر امتزاج تھا۔ بزرگی کا
سر پر تاج تھا۔ طبیعت برق تھی ذکاوت ذہن کے بادلون مین کڑک رہی تھی دماغ مین
علم و فہم کی روشنی چمک رہی تھی فلسفی خیالون اور حکمی مثالون کا ذخیرہ قوت حافظہ
مین محفوظ تھا اور زمانہ کے واقعات کا فوٹو خیال کے مرقع مین ملحوظ تھا۔ آپکے دل مین
شعرگوئی کا خیال پیدا ہوا۔ جوش طبیعت سے موزون کرنے لگے۔ ابتدا مین والد ماجد سے
اصلاح لینے لگے تھوڑے ہی دنون مین زمرۂ شعرا مین مشہور ہوگئے۔ آپکا کلام شستہ
و صاف ہے۔ ایک ایک شعر سے مضامین دلپسند و معانی دلچسپ نمایان ہین اور ہر ایک فقرہ
سے رنگین بیانی و شیرین زبانی عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان عجائب
و غرائب کا سفینہ اور لطائف و نوادر کا خزینہ ہے۔ ذہین و فہیم ادیب حکیم تھے۔ شاعر
خوش فکر و خوش طبع خوش مزاج و شگفتہ جبین ظریف و رنگین تھے۔ خلیق و لئیق تھے
دوست پرست و یار نواز۔ آپ سرکار عالی نظام کے منصبدارون مین سرفراز۔ عالم
فاضل و ادیب کامل تھے درس و تدریس کا شوق تھا۔ چونکہ معقولات و الہیات مین
مشہور تھے۔ اکثر طلبہ منتہی آپ سے اس فن کے کتب پڑھتے تھے۔ ہم عصرون مین فائق

مانے جاتے تھے۔ اور آپکو موروثی شاعری کی بہی رغبت تھی ہفتہ عشرہ مین اپنے مکان پر
مشاعرہ کا جلسہ بہی منعقد فرماتے تھے۔ شہر کے اکثر شعرا کا مجمع ہوتا تہا۔ خوب مزہ
و لطف رہتا تہا۔ گل رعنا مین لچھمی نراین شفیق لکھتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ھ ہجری مین وارد
حیدرآباد ہوا انصاف سے چند روز خوب ملاقات رہی اکثر اوقات مشاعرہ کا اتفاق ہوا تہا
پھر دوسرے مقام مین لکھتے ہین کہ جناب انصاف ۱۱۸۲ھ ہجری مین اورنگ آباد رونق
افروز ہوے فقیر سے ملاقات ہوی چند روز متصل ہے خوب لطف رہا انتہی۔ بغرض جہان
آپ رہے اپنے خیال وضع کے پابند رہے مدۃ العمر عمدہ طرح سے گزارے۔ قدرت اسد خان
قدرت نتائج الافکار مین لکھتے ہین کہ آپکی وفات ۱۱۹۵ھ ہجری مین شہر حیدرآباد دکن مین
واقع ہوی۔ اب ہم آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کیلئے گزارش کرتے ہین

من اشعارہ الفارسی

روشن از نور ثنای اوست روی حرف ما ۔ عندلیب گوہر ست حمایش در گلوی حرف ما
چہرۂ گفتار ما را رونق از نعت نبی ۔ وصف آن در یتیم آبروی حرف ما
گلشن تقریر ما را وصف آن شہ سبز ساخت ۔ تا بہ فردوس وا رود رنگ و بوی حرف ما

ولہ

قیس را آدم نمیدانیم با دیوانہا ۔ بود یک غول بیابانی ز صحرای شما
جان نباید داد چین ابرو جبین نہ بر کہ او ۔ وصل بیجا می کند در بیت ابروی شما

ولہ

صبا ہر صبح بعد از گرد سر گردیدن شب ۔ رساند بندگی از من خداوندان بطحا را

ولہ

دست قاتل بد ہم روز جزا دامان را ۔ من نہ آنم کہ فراموش کنم احسان را
نشوم دشمن ہجران اگرم قتل کند ۔ بسکہ بوصل بتان دوست ندارم جان را

ولہ

مرید پیر کشتی خواہند شیخان ریاضت کش ۔ تلاش توسن بی خود بود چابک سواران را

تماشا کردن جنگ خروسان معصیت باشد — نباید آرزو کردن نزاع تا جداران را

وله

بروئے او ندیدم نمودم صبح داغ خویش را — صبح روشن شد زدم دامن چراغ خویش را

وله

بارها چون شیشه ساعت درین گلشن سرا — آسمان برگشت و مشکل روزگارم برگشت

وله

در گلستان بدو رنگ دیگر از رخ گلها پرید — از برائے دلیهای این گلها گر شگفت

دل چون من ضعیفی را چه نقصان گر شکست آید — سلیمان هم برائے نام مورے میکند پیدا

اوج تمکین عاشقان هرگز نمی تواند دید — خورشید چشمه بہ ... وقت ظهور مهتاب

من اشعاره الهندی

مے ہو چکی تمام گلابی ہیں کیا رہا — ساقی تجھ کے دیکھ خرابی میں کیا رہا

ذبح کر کے داب کیوں رکھتا ہے تو پانوں تلے — چھوڑ دے بسمل کو تا کہو لگے وہ تلملے

ایما میر بخشی عاشق علیخان

ایما تخلص ۔ میر بخشی نام عاشق علیخان خطاب آپ خوشحال خان قاقشال کے نواسے تھے آپکے نانا عالمگیری زمانہ میں بادشاہی معزز منصبداروں میں تھے ۔ شوخ طبیعت و آزادانہ مزاج تھے ۔ بی پروائی آپکی ذاتی صفت تھی ۔ آپکو خوشی سے خوشی تھی نہ غمی سے غمی ایکوقت خوشحال خان نے جواہر و زر سے بنگلہ آراستہ کیا ۔ عالمگیری عتاب میں مغضوب ہوا کچھ پروا نکی بلکہ شوخی سے کہتا تھا ۔ ہماری خوشحالی کہیں نہیں گئی ہم ہر حال میں خوشحال ہیں ۔ آخر خانزادی کی وجہ سے قصور معاف ہوا ۔ بدستور اصل منصب سے سرفرازی پائی ۔ عالمگیری زمانہ میں فوت ہوا ۔ میر بخشی صاحب تربیت نانا کے بعد وزارت خان بن دیانت خان کے ذریعہ سے پانصدی منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوا

نظام الملک آصفجاہ کے منصبداروں میں منسلک ہوا۔ چند مدت کے بعد پریشان حال ہوا اور کسیقدر حواس و دماغ میں خلل واقع ہوا۔ اسوجہ سے دلاور خان بن دلاور خان نصرت کی رفاقت میں ہا۔ دلاور خان راٹچور و ادونی کی قلعداری و فوجداری پر ممتاز تہا۔ علم ہندسی کا استاد۔ چند رسائل آپکی تصنیف سے ہیں۔ علم عربی و فارسی میں بہی استعداد و قابل تہا۔ شعر گوئی و تاریخ گوئی میں یگانہ شمار کیا جاتا تہا۔ سنہ [illegible] ہجری میں فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چاہ زنخدان آبروے سامانان بوسہ بخشند		باکہ گویم غور کن این ماجراے آشنا

جب مبارز خان نظام الملک آصفجاہ کے لشکر کے قریب پہنچکر دریاے پورنا سے عبور کر کے آگے نکل گیا اور آصفجاہ کا مقابل نہیں ہوا۔ تب لشکر میں شہرت ہوی کہ مبارز خان خوف سے بہاگا۔ میاں ایا بہی لشکر میں تہے۔ تاریخ کہی ہ

سال تاریخ پوچھتے ہیں یاران		گفتمش ڈر گیا مبارز خان سنہ ۱۱۳۶ ہجری

من اشعارہ الہندی

طبیب عشق سیں پوچھا ریحانی علاج اپنا		کہا تجہہ بہلا ہے سورہ یوسف کا دم کرنا
عاشق نہیں ہے تجکو کچھ خوف معصیت کا	ولہ	موسی رضا ہینگے امام ضامن اپنا
کیوں نہ گہبراوے وہ کمان ابرو	ولہ	واسطے جسکے کہینچتے ہیں سب چلے

افتخار سید عبد الوہاب دولت آبادی

افتخار تخلص۔ سید عبد الوہاب نام۔ سادات بخاری الاصل سے ہیں نسب کا سلسلہ سید مخدوم جہانیان بخاری سے ملتا ہے۔ آپکا مولد و منشا احمد نگر دکن ہے۔ تعلیم و تربیت کے بعد

مرتضی خان بخاری قلعدار دولت آباد کی دختر سے شادی کی۔ اس تقریب سے آپ دولت آباد میں آئے۔ اور یہیں متوطن ہوئے۔ سن شعور کے بعد قاری آنند سے میزان میں استعداد وافی حاصل کی۔ پھر صرف کی تصریفات بھی دیکھا اور استقبال بحث میں رہے۔ بعد ازاں نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک زمانہ تک کلمہ و کلام کی تعداد اور رفع و نصب و جر کے تحقیق میں گذارے۔ علیٰ ہذا القیاس معقول کے حاصل کرنے میں بھی حرف بحرف دلسوزی کی فراغت تحصیل کے بعد فن ادب و شعر کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپکی شاگردی میں فائز المرام ہوئے۔ اور کتب تحصیل شدہ کی تکمیل بھی حضرت آزاد کی توجہ سے کی۔ آپنے تذکرہ بے نظیر میں حضرت آزاد کی استادی اور اپنی شاگردی کا اقرار و اظہار کیا ہے ؎

ہفت اقلیم سخن امروز از استاد ما   دارد این معمورہ را زیر قلم آزاد ما

فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے علم طب کو بھی حاصل کیا۔ مدت تک اطبا کی خدمت میں مشق کرتا رہا۔ اکثر مطبوں میں بیٹھکر نسخہ نویسی و تفتیش کرتے رہے۔ حکیم حاذق و طبیب فائق تھے۔ آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجری میں نواب شجیع الدولہ بہادر غیور جنگ متخلص بہ غیور کی خدمت میں مقربین کے زمرہ میں اول نمبر تھے۔ نواب صاحب آپکی بڑی عزت و آبرو فرماتے تھے خوش حال و فارغ البال تھے۔ آپ نواب صاحب کی مجلس کی رونق تھے۔ ہر وقت لطائف و ظرائف سے نواب کی دلجوئی و خوش طبعی فرماتے تھے۔ آپ سلیم الطبع حلیم الوضع پسندیدہ سیرت و سنجیدہ طبیعت تھے خوش کردار و خوش رفتار راست گفتار صاحب وقار تھے۔ ظرافت و لطافت میں مشہور فصاحت و بلاغت میں نور علیٰ نور تھے۔ انشا پردازی میں بلند پروازہ۔ اور نظم کی شیرازہ بندی میں گویا بلبل شیراز تھے۔ کلام شستہ و رنگین ہے

نقشبند و مضامین برجستہ و دلنشین کے نخلبند تھے۔ آپکی انشاء نثر کے دیکھنے سے ذائقہ کو لذت اور سامعہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور لطافت نظم و نزاکت معانی کے مطالعے سے قوت ناطقہ کو لطف فرہ تازہ آتا ہے۔ تازہ تازہ لطائف شگوفہ ظرائف کے ملاحظہ سے دل و دماغ سیراب تازہ ہوتا ہے۔ آپکا فارسی دیوان بروزمرہ اہل زبان ہے، بمحاورہ مین سفینہ کمال نزاکت و خوبی مین سحر حلال ہے۔ آپکا کلام ریختہ زبان مین بھی فصاحت و ملاحت سے لبریز ہے۔ حسن بلاغت و نزاکت سے شور انگیز ہے۔ ادا ہائے دل آویز و کرشمہائے جادو آمیز سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری ہے۔ کثرت آرائش و نگارش سے ثابت ہوتا ہے کہ زہرہ و مشتری ہے۔ آپ ریختہ زبان مین بھی صاحب دیوان ہین۔ آپنے ریختہ مین دوہے اور کبت در جھولنہ و مکری اور پہیلیان بھی کہی ہین۔ آپ کا تخلص افتخار ہے ہم اگر آپکو فخر دکن کہین تو بجا ہے۔ آپنے سنہ ۱۱۷۲ھ ہجری مین تذکرہ شعرا مسمی بے نظیر تالیف کیا ہے۔ اسمین متقدمین و معاصرین کا حال تاریخی طرز پر لکھا ہے تذکرہ کا نام بے نظیر تاریخی ہے۔ آخر آپ سنہ ۱۱۹۰ھ ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ دولت آباد مین حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب دفن ہوئے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی وفات کا سنہ نہین لکھا شاید معلوم نہوا ہوگا۔

من اشعارہ الفارسی

بود فیضان دیگر چشمہ داد الہی را		زبا ہی قسمت افزون تر بود دندان ماہی را
حمایت میکند ناموس دل دیوانۂ ما را	ولہ	گل دامن چراغ زیر دامان ست صحرا را
بود بیعزتی با تحفہ بازار جوشیدن	ولہ	اگر راہ جمعیت میروی بگذار دنیا را
الہی از نقش پائش جبہہ ما بر فروز	ولہ	از زمین این سجدہ داری بخشش انعام ما

مشت خاک خویش را فرش ره او ساختم | وله | تا باین تقریب یابم دولت پابوس را
شب خیال او تصرف کرد در دل هر چه خواست | وله | حکم صاحبخانه دارد آنکه شد مهمان ما
بیقراران را ببال دیگران پرواز نیست | وله | احتیاج دلو نبود چشمهٔ سیماب را
رسوا کند محک زر ناقص عیار را | وله | باشد همین معاملهٔ سنگ مزار را
یک جهان جلوه کند نور خدا در دل صاف | وله | آتشین منحل شود عکس چراغی در آب
بگذرند از خود نکویان از نکوئی نگذرند | وله | بو نمیدارد دریغ از ما چو گل گردد گلاب
سوختن چون شمع بربالین جانان بهتر است | وله | درد گر این منزلت باشد ز درمان بهتر است
آن خوب را بجامهٔ رنگین نیاز نیست | وله | چون بر لباس در بر او ساده خوشنماست
در تف عشق تو آرام دل بیتاب است | وله | قائم النار که دیدیم همین سیماب است
ز تیغ یار چه احسان که نیست بر سر ما | وله | بود بهر دو جهان چهرهٔ شهیدان سرخ
یا علی غیر ترا در دل من نیست گذر | وله | هست مشهور که این بادیه شیری دارد
بدیهمنی که دلم را بسوخت می گوید | وله | برو برو ز تو بوی کباب می آید
چشم گریان مرا عالم تماشا کردنیست | وله | آن پری را آرزوی پیرهن دریا نشد
غنچه یکبار گشاید لب خوش طبع بهار | وله | خوب آید سخنی کز لب کم گو آید
مزاج عاشق و طفل است یکسان امتحان کردم | وله | باندک حیلهٔ خوبان به پیراهن نمی گنجد
چرا ز بیگانه نالد کس وفا از خود نیاید آخر | وله | ز شبنم شکوه بیجا گر گلش هم بر نیاید آخر
از وفا گشتم خجل چون یار شد شمع مزار | وله | می شدم پروانه گر جان دگر میداشتم
سر زلف تو چگویم بچه عنوان کردم | وله | هر دم آنجا دل جمعی پریشان کردم
مگر در خانهٔ آئینه روشن کردهٔ ظالم | وله | شبی در خانهٔ ما هم چراغان میتوان کردن

میرود آن آہنین دل از سر رم من شان	لوح خاکم سنگ نقش پا نمین بودی کاشکے

انور۔ نورالدین خان کرناٹکی

انور تخلص۔ نورالدین محمد خان بہادر نام۔ آپ ابوالمعانی بہادر کوپاموی کے فرزند ہین اور نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ کے نواسہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین شہر نتھرنگر مین پیدا ہوئے۔ سن شعور کے بعد کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ علما فضلا کی خدمت مین ختم کین اور فن شعرگوئی مین مولانا محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی اوّلاً انور تخلص کرتے تھے ثانیاً واؔ تخلص اختیار کیا۔

ابتدا مین نواب والا جاہ کی سرکار مین بعہدۂ خانسامانی تنجاور پر مقرر ہوئے۔ بعد ازان نیلور کی فوجداری اپ سے سرفراز ہوئے۔ وہان بجرم قتل معزول ہوئے۔ اور قلعہ چندرگیری مین مقید کئے گئے۔ حالت حبس مین حافظ محمد مکی سے قرآن حفظ فرمایا۔ حفظ قرآن کے بعد ایک عرضی معافی جرائم کے لئے نواب والا جاہ کی خدمت مین بھیجی۔ نواب صاحب نے قید خانہ سے بلا لیا۔ اور قرآن شریف سنا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ تراویح پڑھنے کا ارشاد ہوا انور نے نواب صاحب کے حضور مین ختم پڑھا۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے پھر نیلور کی فوجداری پر بحال فرمایا۔ اور پینار اور ونکول کی فوجداری بھی آپ ہی کے تفویض ہوئی۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین عمدة الامرا بہادر کی طرف سے صوبہ داری کرناٹک کی نیابت پر مامور ہوئے۔ ایک سال کے بعد معزول ہو کر مدراس مین پہنچے وہان عارضۂ سل و دق مین مبتلا ہوئے۔ آخر سنہ ۱۲۲۱ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا شیخ محمد مخدوم ساوی کے گنبد کے قریب مدفون ہوئے۔

مشہور ہے کہ انور نے ایکروز ایک رباعی مستزاد نواب والا جاہ کی خدمت میں پیش کی نواب نے انور کا منہ جواہر گران بہا سے بھر دیا وہ رباعی مستزاد یہہ ہے رباعی

از نقد بقائیکہ عطا کرد ترا ۔ رب الارباب		کردی ہمہ را صرف در راہ خدا ۔ صدق و ثواب
از وعدۂ ایزدی کہ یک را بعوض ۔ دہ می بخشد		مقصد حق تست بعد از لطف و عطا ۔ وہو الوہاب

صاحب دیوان ہے ۔ اشعار میں دونوں تخلص موجود ہیں کہیں انور کہیں دل جمع و بعض نے لکھا ہے کہ انور کے دو دیوان ایک میں انور تخلص کرتا ہے اور دوسرے میں دل یہہ صحیح ہے صاحب گلدستہ کرناٹک نے محقق طور سے لکھا ہے ۔

من اشعاره الفارسی

طپید نہای دل آرد از عشرت نوید اینجا	وله	مگر قربان شدن باشد مبارکباد اینجا
ز فیض دادن سر یافتیم از سر جوانیها	وله	بجا شد اتفاق شمع و من در سر فشانیها
دل زگیسوی تو شد محو پریشانیها		کرد در کار جنون سلسله جنبانیها
خوشتر از گلبانگ می آید فغانم یار را	وله	گوش گل باز است از بهر نوای عندلیب
تیر تو آمد بدل منزل خود جان گذاشت	وله	طاقت مهمان نداشت خانه بمهمان گذاشت
در شکن زلف یار کرد دل آخر قرار		عشق تو دیوانه را برد و بزندان گذاشت
سینه از بسکه وحشت آباد است	وله	داغ دل از شکم رمیده می آید
بهر تعظیم یار با غم دم		سرو قامت کشیده می آید
گر بیاد زلف مشکین تو گردم اشکبار	وله	چون سلیمانی شود هر اشک من زنار
وصل هم مانع بیتابی انور نشود		لذت بی طپش آغوش تو میداند و بس
آئینه هند و دل ساعت فرنگ		باشد حیات دل طپش بیشمار دل

وحشت نگر کہ چون قدم از کشور عدم
برداشتم بدامن صحرا گذاشتم

ولہ

ز شمع حسن تو گر چشم دل شود روشن
برنگ مہر زند خندہ ہر سحر شامم

ولہ

خدنگ نازکش غمزہ را تمام مکن
بخون خلق مزن دست و قتل عام مکن

سحر ز من گل و بلبل کند بگلشن مشق
یکی دریدن جیب و دگر کشیدن آہ

من امشب ہرچہ گویم بی تکلف میشود موزون
خیالم میخوان بالای موزونست پنداری

ارسلان مولانا قاسم مشہدی

ارسلان تخلص۔ مولانا قاسم نام۔ مشہدی الاصل ہے۔ سید صحیح النسب تھا۔ علامۂ دہر و فہامۂ عصر تھا۔ فن شاعری مین فرد فرید۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ مین ہند مین وارد ہوا تاریخ گوئی و خوشنویسی مین وحید تھا۔ چند مدت تک اکبر کی ملازمت مین رہا۔ پھر احمد آباد گجرات مین گیا۔ اور وہان سکونت پذیر ہوا۔ چند روز کے بعد دکن کی سیر کو نکلا اولاً احمد نگر مین پہنچا۔ نظام شاہ بحری نے بڑی خاطرداری و مہمان نوازی کی۔ پھر وہان سے بیجاپور آیا وہان کے بھی والی نے بڑی عزت و آبرو کی۔ چند روز قیام کرکے وہان سے گولکنڈہ مین رونق افزا ہوا۔ یہان بھی بدستور شاہان دیگر تعظیم و توقیر سے ممتاز ہوا۔ اور عبداللہ قطب شاہ نے بہت کچھ سلوک کیا۔ عطیات و صلات سے سرفراز فرمایا۔ چند روز یہان رہا بعد ازان احمد آباد گجرات مین معاودت کی۔ اس فکر مین تھا کہ وطن مالوفہ روانہ ہو جائے کہ یکایک وقت موعود پہنچا۔ وہین فوت ہوا۔ یہہ حادثہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری مین واقع ہوا۔ صاحب صبح گلشن نے لکھا کہ یہہ واقعہ لاہور مین سنہ ۹۹۵ ہجری مین۔ اور ہم نے ریاض الشعرا مین دیکھا۔ کہ اسکا مدفن احمد آباد۔ اور

نہیں معلوم کہ سنہ مذکور و مدفن لاہوتی صاحب صبح گلشن نے کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۳۰۔ اشعار فارسی

آه دلم گر اثری داشتی		شام امیدم سحری داشتی
گرد سرت گشتی و کردی طواف	۱	کعبه اگر بال و پری داشتی
لفظ و معنی بجمال تو نگریست		بی اثری در نتابد تکم

امداد شیخ غلام حسین برہانپوری

امداد تخلص شیخ غلام حسین نام ہاشمی النسب قادری الطریقہ ہے۔ حافظ گیانی شیخ عنایت کا ہمشیرزادہ تھا۔ آپکا مولد و منشا برہانپور خاندیس تھا۔ سن تمیز کو پہنچکر کتب درسیہ عربیہ فضلاے شہر سے پڑہیں۔ لیاقت استعداد حاصل کی۔ شعرگوئی میں عمدہ سلیقہ پیدا کیا۔ برہانپور سے شہر اورنگ آباد میں آیا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوا۔ اپنی خانہ ... میں مشق کرتا رہا۔ جناب آزاد کی توجہ و اصلاح سے شعر خوب کہنے لگا۔ خیالات رنگین و مضامین انشا میں ایجاد کرنے لگا۔ مدت تک اورنگ آباد میں رہا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی ملازموں میں ممتاز تھا۔ ملازمت کے علاوہ امرا کے بچوں کو بھی تربیت و تعلیم دیتا تھا۔ شہر کے اکثر عزیز و امیرزادے آپکی خدمت بابرکت میں بغرض استفادہ حاضر ہوتے تھے۔ اور آپکی اقبال تھے عمدہ طرح سے خدمت و سلوک کرتے تھے۔ نہایت فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر اورنگ آباد سے وطن مالوف برہانپور روانہ ہوا۔ وہاں چند روز زندہ رہا۔ پھر بہشت بریں کو رحلت کی۔ آپکی وفات قریب سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں ہوئی۔ آپ خوش فکر خوش سلیقہ ظریف الطبع شگفتہ جبین تھے

مزاج میں درویشی و خاکساری تھی درویش دوست و فانی مشرب ہے۔ اکثر اوقات اہل اللہ واہل دکن کی خدمت میں گزارتے تھے۔

من اشعارہ الفارسی

از تو پنہان میکند آئینہ روی خویش را | ہر کسی منظور دارد آبروی خویش را
گاہ از باطن صاحبدلان بی قصد فیض | در گرہ بستن نداند غنچہ بوی خویش را

ولہ
سرگرم الفت من اغیار بودہ | اے جان عاشقی تو چہ عیار بودہ

ولہ
بر دامن دلم نہ غبار تعصب است | چون ساغر بلور مرا صاف مشرب است

ولہ
گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد | شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ بینی گر سر دربان دارد | ورد ہم گرد سر ما بتمنا گردد

ولہ
دل ز دستم رفت و من ہم رفتم ای قاتل بیا | گر برای من نیائی برائے دل بیا

ولہ
سیر کتاب عبرت ازین باغ می کنم | از داغ دل چو لالہ ورق داغ می کنم

ولہ
ظاہر شود بما ہمہ رنگ شکست ما | در صورتی کہ آئینہ گیرد ز دست ما
ما والی قلمرو مضمون تازہ ایم | در گل زمین غنچہ بود بند و بست ما

ولہ
ہر از مخلص درین شیشہ خانہ امکان | بو حایت تو نمود ندہ صورت مجلس

ولہ
در خدمت تو پیر مغان کہنہ بندگیست | عمری بظل عاطفت پاک ماندہ ایم

ولہ
موج واری ز اطپش از آب میخواہیم ما | پارہ بیتابی سیماب میخواہیم ما
دارم عشق نوجوان امداد ما پیرانہ | سیر بادہ گلرنگ در مہتاب میخواہیم ما
در تحیر اشک ما خونین دلان بیہودہ نیست | نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

ولہ
اہل گلشن یکسر پروردہ حسن تو اند | سروانہ سرکارہ آئی تو پا تو سرفرازند

رونق ده تخت شرع شاه نجف است — روشن کن آفتاب و ماه نجف است
شاهی خواهی وگر تو راهی جویی — شاه نجف است و شاهراه نجف است

ولہ

چون سر زند از کسی سخن بیهوده کم شنود — از حرف سبک نیست الم گوش گران را

ولہ

بداغ هجر تو ای وای سوختند مرا — بدر رهی که نباید فروختند مرا
چسان کنم مژه را وا بسوی روی بتان — نگه چو جوهر آئینه دوختند مرا

ولہ

همچو آن طایر که بیجو دپر زند در پا تنند — با کمال اختیار خویش مجبوریم ما

ولہ

از دلش محو کن یارب یاد بستان مرا — بشکن از خاطر شکستهای پیمان مرا
با لباس سرمه در چشم خوبان میروم — یا بود برهمن نگه برگشته مژگان مرا

ولہ

اگر گویم که چین ابروست آن ابرو کمان من — رسد گر تیر چشمش می شود خاطر نشان من
آنها که زلف یار مکرر نوشته اند — هر سطر این مسوده ابتر نوشته اند
امداد هر دمیکه بدر دانند آشنا — مضمون اشک از همه بهتر نوشته اند

مستزاد امداد

سازی تو حیا بهانه در خون بطپیم ❊ ای باغ نگاه
بر سر زنی گلی و ما داغ شویم ❊ خورشید و ماه
این مسئله از کدام ملت ای یار ❊ از بر کرده
تسبیح رقیب و ما زیاد رو هم ❊ سبحان الله

چو مو شد ناتوان دیوانه زلف گره گیرش — ولہ — توان از شانه سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چسان از پرده حسنش چهره بکشاید
میان چو کلک مانی یک قلم شد صرف تصویرش — ایضاً

اقدس میر رضی شوستری

اقدس تخلص - میر رضی نام - سادات شوستر سے ہین - آپکے والد با جد اُس ملک
مین شیخ الاسلامی کے خطاب سے مخاطب تھے - آپکی ولادت ۱۱۲۸ ہجری مین شہر شوستر مین
واقع ہوئی - نشو و نما کے بعد علوم و فنون کی تحصیل مین مشغول ہوئے - اُنیس ۱۹ برس کی
عمر مین فاضل کامل ہوئے - تحصیل کے بعد آپکو سیر و سیاحت کا شوق ہوا - اولاً عراق عجم
و عرب کا سفر اختیار کیا - ہر ایک شہر و دیار کے علما و فضلا سے ملا اور اُن کے درس
و تدریس کے حلقون مین شریک ہوتا رہا - ہر ایک انجمن سے فائدہ ہر ایک نشیمن سے استفادہ پایا
اور ہر ایک خرمن سے خوشہ اور ہر ایک خوان سے توشہ لیا - ثانیاً ہندوستان کی سیر کا
ارادہ کیا ۱۱۴۹ ہجری مین بندر بصرہ سے سوداگرون کے ہمراہ بندر سورت مین آیا - چندروز
سورت مین قیام کرکے براہ دریا بنگالہ روانہ ہوا - بنگالہ مین پہنچکر نواب شجاع الدولہ ناظم
بنگالہ سے ملاقات کی - ناظم نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی نہایت عزت و آبرو سے رکھا
مہمان نوازی و غریب پروری کا حق پورا ادا کیا سعدی علیہ الرحمہ کے شعر پر کاربند ہوا

بزرگان مسافر بجان پرورند ۔۔۔ کہ نام نکوئی بعالم برند

میر رضی نہایت دلجمعی و اطمینان سے مدت تک نواب صاحب کی مصاحبت مین رہا
نواب صاحب کے انتقال کے بعد نواب شمشیر قلیخان بہادر رستم جنگ مغفور کے ہمراہ
دکن مین آیا - حضور بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خدمت مین ملازم ہوا - اہل مناصب کے
زمرہ مین شریک کیا گیا - ماہوار صرف ما یحتاج کے لئے ساٹھہ روپئے مقرر ہوئی تھی -
چونکہ خاطر خواہ ترقی نہین پائی تھی اس وجہ سے کشیدہ خاطر و رنجیدہ دل ہو کر کمال ہمت

واستقلال سے استغنا و بے پروائی کا دامن ہاتھ سے نہین چھوڑا تھا مگر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی امرا کی خدمت مین آنا جانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ آخر عہد مین نواب آصفجاہ مرحوم نے دار الانشا کی خدمت تجویز کی مگر اقدس نے منظور نہین کی۔ حضور سے ارشاد ہوا کہ بدولت کی ملاقات کے لئے ہفتہ مین ایکبار آیا کرو اقدس نے قبول کیا۔ اور عرض کیا اس شرط پر کہ ایک شخص کی سفارش کرتا رہونگا۔ بندگا نعالی نے منظور فرمایا۔ ملازمت باریابی کا دن سہ شنبہ تھا۔ روز مذکور مین میر رضی کے مکان پر اژدہام خلائق ہوتا تھا۔ جو پہنچ جاتا قدیر کیا تھا جو سب سے اول نمبر پہنچے اسروز اسکی سفارش کرتا تھا۔ مدة العمر یہ سلسلہ برابر جاری رہا اکثر حاجتمند رضی کے ذریعہ سے اس سرکار دولتمدار مین فائز المرام ہوئے۔ آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دس ہزار روپیہ سالانہ جاگیر سے سرفراز ہوا تھا۔ شہر حیدرآباد مین رضی کا دولتخانہ ایرانی گلی مین اور امام باڑہ پورانی حویلی کے قریب تھا۔ فی زماننا اصل مکانات باقی نہین رہا۔ مگر اسی مقام مین میر عالم کی بڑی بڑی عمارتین قائم ہین۔ اور امام باڑہ دالاوہ بدستور قدیم اب تک موجود ہے۔ شہر مین ہر ایک شخص رضی کے دالاوہ سے واقف ہے۔ رضی علوم و فنون مین مشہور و معروف۔ اور فضائل کرائمہ سے موصوف۔ خوش تقریر و خوش تحریر فصاحت و بلاغت مین بیمثل۔ طلاقت لسانی و عذوبت بیانی مین بے بدل تھا۔ علما و فضلا کی مجالس مین مسائل علمیہ نکات علمیہ کو اس خوبی و آسانی سے بیان کرتا تھا کہ حاضرین مجلس محظوظ و مستفیض ہوتے تھے۔

ادیب کامل و شاعر فاضل ناظم و ناثر تھا۔ فارسی ہندی مین نثر بامحاورہ لکھتا اور نظم بھی دونون زبانون مین نہایت ہی مرغوب موزون کیا نظم اور کیا نثر بغیر سوچے سمجھے لکھتا تھا۔ جو فقرہ یا مصرع آپکے قلم سے نکلتا تھا وہ دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ آپکے

آپ کے اشعار لالی آبدار و در شاہوار ہین۔ اب ہم گزارش کے رشتہ مین پروتے ہین تاکہ شائقین اونکو قوت ناطقہ کے گلے کا ہار بنائین۔

من اشعارہ الفارسی

آسمان تا طرح دل بیتاب ریخت ... از سر کلک قضا یک قطرۂ خون ناب ریخت
نشئہ جز بیقراری نیست اندر بزم عشق ... در قدح ساقی بجای می مگر سیماب ریخت
سالکان راہ حیرت را با سایش چہ کار ... خامہ کی در دیدۂ تصویر رنگ خواب ریخت
شوخ چشمی بسکہ دارد ساقی دوران شعار ... شب نمک در جام می از پرتو مہتاب ریخت
سطرہای صفحۂ مضمون چلیپا شد مگر ... خامہ طرح وصف کج رفتاری حباب ریخت
سیل از ہر جا کہ خیزد مقصدش دریا بود ... عشق طرح منزل در پای دل بیتاب ریخت
ولہ — نرم شو کز سخت رویان کار صورت گیر نیست ... خامۂ فولاد ہرگز لایق تصویر نیست
ولہ — نباشد خودنمائی مردم افتادہ از پا را ... کہ رنگینی نباشد سایۂ گلہای رعنا را
ولہ — ظالم از عربدہ بار ستم خویش کشد ... عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد
ولہ — رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد ... این کمان از بسکہ کجی ماند آخر خانہ کرد
ولہ — ریاضت در جہاد نفس باشد حربۂ مردان ... خوش آن پہلو کہ ترکش نہ بنقش بوریا گردد
ولہ — سخت رویان فارغ اند از کاوش اہل جہان ... در زمین سخت سہم کندن بنیاد نیست
ولہ — دولت می رنجگان ہمرۂ سنگین دلی است ... خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
ولہ — تا چند بار خاطر احباب توان شدن ... یک چند سیر کشور دنیا نہم آرزوست

میر رضی موصوف کے دو فرزند تھے ایک میر ابو القاسم المخاطب بہ میر عالم بہادر دوم میر زین العابدین میر عالم بہادر اولا بعہدۂ وکالت فیمابین سرکار آصفیہ انگلشیہ مقرر ہوا

ارسطوجاہ مدار المہام سرکار عالی نظام کے فوت ہونیکے بعد عہدہ مدار المہامی پر مامور ہوا۔ آخر سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین فوت ہوا۔ اولاد ایک فرزند میر دوران عالم شباب مین والد ماجد کے حیات مین فوت ہو چکا تہا۔ اور دو لڑکیان تہین دونون منیر الملک بہادر کے عقد مین آئین۔ ایک کے مرنیکے بعد دوسری۔ فرزند دوم میر رضی مرحوم میر زین العابدین ٹیپو سلطان کی سرکار مین ملازم تہا المتوفی سنہ ۱۲۱۳ ہجری بمرض سرسام۔

دونون کا حال محبوب الزمن "تذکرہ امرا و وزرائے دکن" مین مفصل لکہا گیا ہے۔

امیر - سید امیر حیدر بلگرامی نزیل اورنگ آباد

امیر تخلص - امیر حیدر نام - آپ میر نور الحسین بن میر غلام علی آزاد بلگرامی کے خلف الصدق ہین - آپکی ولادت شہر بلگرام مین دس تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۵ ہجری مین واقع ہوئی - جد بزرگوار آزاد نے تاریخ ولادت کہی ہے

بفرزندمن میر نور الحسین پسر داد خلاق عالیجناب
خرد سال تاریخ میلاد او رقم کرد صاحب شرف آفتاب

سنہ شعور کے بعد سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین حسب الطلب جد بزرگوار ہمراہ میر ولاد محمد خان ذکا اورنگ آباد مین آئے - جد بزرگوار کے سایۂ عاطفت مین تربیت و تعلیم پائی - چند مدت کے بعد فارغ التحصیل ہوے - جمیع علوم و فنون مین بحدہ مہارت حاصل کی مسائل فقہیہ کے استخراج مین قوت اجتہادیہ پیدا کی - جزئیات فقہ پر زیادہ واقفیت تہی ہزارہا مسائل مستحضر تہے - دار الامارہ کلکتہ مین خدمت افتا پر مقرر تہے سولہ برس تک افتاء کا کام نہایت خوبی کے ساتہہ انجام دیتے رہے - حکام وقت و رعایا آپ سے

نہایت خوش تھے۔ آپ مقبول خالق و عزیز خلائق تھے۔ شعر گوئی و انشا پردازی فارسی مین بھی بے نظیر تھے۔ خوش تحریر و خوش تقریر تھے۔ آخر ترپن سال کی عمر مین سنہ ۱۲۱۷ ہجری مین کلکتہ سے عظیم آباد روانہ ہوئے۔ مرشد آباد مین پہنچکر آخرت کا سفر اختیار کیا قالوا انا لله وانا الیه راجعون۔ میر پرشاد باد فروش نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی ؎

وا ویلا امیر حیدر رفت۔ آپکی تصانیف سے منتخب الصرف و منتخب النحو و تاریخ اکبری یادگار ہین۔

من اشعاره الفارسی

تاج نام حق بود بر تارکِ دیوانِ ما — سر نوشت از بسم الله بر عنوانِ ما
با تنک ظرفان عالم نیست ما را اختلاط — شیشه نتواند شدن دامِ پریزادانِ ما

وله

یار آئینه خود ساخت سراپای مرا — قابل صورت خود دید هیولای مرا

وله

حکمتی در دست باشد نرگس دلدار را — از نگاهی می‌دهد صحت منِ بیمار را

وله

نمی باشد شکیبا همنشین چو یابی صحبت را — ندارد دگر کسی از سایهٔ یاری میکند پیدا

وله

از چمن امروز رخصت می‌شوم — عازم گل وام صیاد و بیم ما

وله

عنایت کن ز چشم خویشتن ساقی شراب امشب — روم تا در چمن چون غنچه نرگس بخواب امشب
امیر آن نی سوار ماه سیما در خرام آمد — سحر دگر فوج اختر ما تماشا بدر رکاب امشب

وله

در سرِ زلف بتان بر من چه آفتها گذشت — حیف سیر ملک هندوستان بختها گذشت
صبح پیری آمد و فصل جوانیها نماند — چشم را وا کن که وقت خواب غفلتها گذشت
سرو بالا نازنینی در نظر آمد امیر — از خرامِ قامتش بر من قیامتها گذشت

وله

نشئه که در میخانه بر لب تشنه ساغر نوش بود — عالم آب از طلوعِ ماهِ من در جوش بود

این نگویم که مرا از قفس آزاد کنید — وله — در چمن موسم گل نام مرا یاد کنید

بسکه شب اعضای من لبریز از غم گشته بود — وله — پیکرم از پای تا سر نخل ماتم گشته بود

پریشان می شود هر کس که در کوی تو می آید — وله — بزلف شوخ می نازم که بر روی تو می آید

در عدم هم درد و داغ عشق باشد بیشمار — وله — طفل چون پیدا شود اول بگرید زار زار

بر عاشق خود ظلم و بر اغیار ترحم — وله — نا منصفی طبع شما را چکنم بس

صفحه رخسار او با خالها همراه خط — وله — زینت دیگر دهد همچون کتاب با نقط

پیش آن شمع رخ از رقص کنان برخیزم — وله — کم ز پروانه از سر جان برخیزم

چشم سلمان متعجب نگرد سوی امیر — صبح محشر که من از خواب گران برخیزم

چه شد شمشیر خونریزت سلامت را نمی خواهم — وله — تا اسیر شکن طرهٔ جانان شده ام

هر که بی مغز است نتوان داشت زو چشم امید — وله — آرزوی باده زنهار از تهی مینا مکن

رود دولت ز ارباب غنا آهسته آهسته — وله — که زائل می شود از مس طلا آهسته آهسته

بزرگان را بود دائم بکف سر رشتهٔ تمکین — گذارد فیل در رفتار پا آهسته آهسته

عندلیب قفسم باد بهاران مددی — بال و پر ریخته ام سوی گلستان مددی

همچو ماهی که فتد دور ز سرچشمه آب — تشنگی میکشدم چاه زنخدان مددی

ارشد میر غلام علی اورنگ آبادی

ارشد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ سادات رضوی سے تہا۔ صحیح النسب۔ نسب کا سلسلہ سترویں پشت مین سید شجاع المدنی الکرمانی سے پہنچتا ہے۔ اور سید شجاع گیارہ واسطے سے حضرت امام علی بن موسی الرضا سے ملتا ہے۔ آپکا مولد و منشا شہر اجین

صوبہ مالوہ ہے آپکی ولادت کا مادۂ تاریخ {نیک بخت ازلی} ہے آپنے سنہ شعور کے بعد شیخ نظام الدین دیپالپوری اعظم شاہی کی خدمت مین علم وفضل حاصل کیا۔ آپکی آجاد کرام کا اصلی وطن سنام ضلع سرہند تہا۔ آپکے والد یا جد میر محمد سعید و جد امجد میر محمد شاکر عالمگیری منصبدار تہے ضلع اجین مین فوجداری خدمتون پر مامور تہے۔ آپنے اپنا سجع نام مع والد و جد موزون کیا ہے نہایت ہی عمدہ و خوشنما ہے ؎ شاکر بخت سعید ہم غلام علی ام۔ میر محمد جعفر آپکے نانا تہے وہ بہی عالمگیری زمانہ مین برار کے صدر تہے۔ پہر مالوہ مین اسی خدمت پر گئے آخر شہر اجین کے قاضی ہوئے۔ امانت ودیانت دار تہے۔ بادشاہ کے نزدیک ذی اعتبار و ذی وقار تہے۔ میر رشد بہی بادشاہ کی طرف سے موروثی عہدۂ قضا پر سرفراز ہوا مدت تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ پہر ۱۱۷۵ہجری مین وطن سے شہر اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان سکونت پذیر ہوا۔ سلسلۂ قادریہ مین شاہ محی الدین بن قاضی سید احمد سناوی کا مرید تہا یہان شاہ عبد الغفار بن شاہ محمد صادق اللطیفی الملتانی القادری کا بہی طالب ہوگئے چندروز مستفید ہوتا رہا۔ پہر آخر مین حضرت شاہ فخرالدین الترمذی الحسینی سے فیضیاب ہوا۔ اسی سنہ مذکور مین امیر الممالک کے لشکر سے نواب مؤتمن الدولہ درگاہ قلیخان بہادر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ ارشد نے آپکی خیر مقدم مین یہ قطعہ پیش کیا ؎

ناظم عصر چو آمد بخجستہ بنیاد	شکر درگاہ الہی ز حد افزون باشد
دوحۂ گلشن دولت کہ بظل کرمش	خلق از آفت دوران ہمہ مامون باشد
شاد در بزم لقائش دل احباب مدام	دشمن او بمصیبت کدہ محزون باشد
باد در حصن نگہبانی ایزد محفوظ	مثل آن نقطہ کہ در دائرہ نون باشد
خواست ارشد ز خرد سال قدومش فرمود	قدم مؤتمن الدولہ ہمایون باشد

ارشد مدت تک نوابصاحب کی رفاقت مین رہا۔ نوابصاحب ارشد کی بڑی عزت و آبرو کرتے
تھے آخر نوابصاحب غرہ رجب ۱۱۷۹ہجری مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول
ہوئے۔ ذیحجہ پانچوین تاریخ سنہ مذکور اورنگ آباد سے نظام آباد مین رونق افزا ہوئے نظام آباد
آپکی جاگیر تھی۔ دوبارہ بحالی کا بندوبست ہوا کہ یکایک ۱۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ہجری کو بعارضہ
سرسام فوت ہوئے۔ نظام آباد سے نعش مبارک اورنگ آباد مین لائے۔ اُن کی والدہ کے
مقبرہ مین مدفون کئے۔ ارشد نے نواب مرحوم کی تاریخ مین ایک مصرع لکھا ہے اہل عالم
سینہ چاک از ماتم سالار جنگ۔ ارشد نواب مرحوم کے بعد نواب شجیع الدولہ بہادر غیور جنگ
متخلص غیور کی خدمت مین باریاب ہوا خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ میر ارشد ظریف الطبع
لطیف المزاج شگفتہ جبین تھا پسندیدہ صورت سنجیدہ طبیعت تھا۔ تاریخ گوئی مین بے نظیر
خوش تقریر و خوش تحریر تھا۔ ائمہ رضی اللہ عنہم کی شان مین بہت قصائد لکھے ہین۔
غزل مین کم فکر ہے۔ محمد اعظم اور اُسکے بیٹے بیدار بخت و خان عالم جب شہید ہوئے
تاریخ شہادت آیہ کریمہ سے استخراج کیا ہے ولند خلنهم فی الصالحین۔ اور امیر الامرا
حسین علیخان کی تاریخ (رضوان الله عنه) اور اپنے ماموں سید شاکر علیخان کی تاریخ
توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین) اور فردوس آرامگاہ محمد شاہ کی تاریخ (انی
ذاهب الی ربی سیهدین) ہے۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی کی تاریخ جلوسی (ان
فضله کان علیک) میر شمس الدین نامی کی تاریخ تولد (خورشید دمید) ارشد
فارسی و ہندی دونون زبان مین شعر کہتا تھا۔

من اشعارہ الفارسی

عاشقان دیدۂ خود را چمنی ساختہ اند	تا بنظارۂ گلگون بدنے ساختہ اند

حاصل از طول امل نیست بابن الہوسی … مگر از بہر تعذیر سے ساختہ اند

ولہ

عشق غالب گشت و دل را جانب آن ماہ برد … این گدا را قسمت آخر بر در آن شاہ برد

ولہ

نیست آسان در فراقش زندگی بردن بسر … در خیال قامت جانان قیامتہا گذشت

ولہ

کاسہ کاسہ خون دل در باغ گیتی می خورم … حیرتے دارم ندانم لالہ زار کیستم

قدردان من نباشد ہر کسی از اہل جہان … صیرفی داند کہ من نقد عیار کیستم

من اشعارہ الہندی

مجکو خبر نہین کہ مہر سخن کدہر گیا … گر راہ لی ہے گہر کی تو تحقیق گہر گیا

جس نے دیکھا ہے تری خوبی حسن رخسار … بے توقف کہا سبحان جمالک اے یار

یار میرا ہے اپس حسن کے آرائش مین … مین بہی چشم نظر انداز کو رکہتا ہون سنوار

بات شیرین ہے اسکی مصری … اسکے دو لب مین شاہد عادل

اس کیفیت کی کیف بکسر سکو نہین … ساقی کے جام سے پیتا ہون مین مدام

سجن یہ رو ہے تیرا رشک سورج اور مہ گل … سیاہ شب تیری مو اور مشک اور سنبل

نین تیرے ہین جیون آہو کے چشم و نرگس حور … ہین لعل لب تیرے شکر اور آب زمزم و مل

آپ کی تصنیف سے ایک تنبیہ الشاکین فی جلائل محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہی اسمین آپنے محبوب سبحانی رض کے فضائل اور معترضین رزائل کے اعتراضات کے جوابات مدلل و مکمل لکھے ہین۔ اور اسی رسالہ مین اپنے بزرگان سلف و خلف کے حالات بہی ضمناً بیان کئے ہین۔ آپکا رسالہ نادر الوجود میرے کتبخانہ مین موجود تہا۔ لیکن افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی واقعہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب نذر سیلاب ہوگیا۔ مین نے جسقدر اس رسالے سے اپنی بیاض مین نقل کرلیا تہا۔ وہی میرے پاس باقی ہے۔ بموقع و محل ہر ایک واقع کو

بیان کرتا ہون - میر غلام علی رشید حضرت شاہ فخر الدین ترمذی کا نواسہ و مرید و خلیفہ تہا -

امید - قزلباش خان

امید تخلص ۔ میر محمد رضا اصلی نام - قزلباش خان خطاب - ہمدانی الاصل قوم قرا ئلو سے تہا - عالم شباب مین ہمدان سے اصفہان مین آیا - مرزا طاہر وحید سے تلمذ حاصل کیا - عالمگیر کے زمانہ مین ہند مین پہنچا منصبدار ہوا - شاہ عالم کے زمانہ مین قزلباش خان کا خطاب و جاگیر سے سرفراز ہوا - ہوشیار و تجربہ کار تہا امرا سے ربط و ضبط رکہتا تہا - زندگی عیش و عشرت و حظ و لذت مین بسر کرتا تہا - امرا اسکی بڑی عزت و آبرو کرتے تہے - محمد معز الدین جہاندار شاہ کے عہد مین برہانپور کی دیوانی پر مقرر ہوا چند روز دیوانی کا کام انجام دیتا رہا - پہر امیر الامرا حسین علیخان کے ہمراہ اورنگ آباد مین آیا تہوڑے دن رہکر مبارز خان ناظم حیدر آباد کے ہمراہ شہر مین وارد ہوا - چست و چالاک دلیر و بیباک تہا - جب مبارز خان نواب آصفجاہ کے مقابلہ کے لئے مستعد ہوا تو اسوقت امید بہی ہمراہ ہوا - معرکہ جنگ مین خوب لڑا دلیری و بہادری سے خوب کام لیا آخر مبارز خان مقتول ہوا - فوج مین اضطرابی پہیل گئی - بہت سے مقتول ہوئے اور بعض نے فرار کا رستہ لیا - اور بعض آصفجاہی فوج مین اسیر و قید ہوئے - انمین امید بہی تہا - ایک غزل آصفجاہ کی خدمت مین بہیجی آپنے شاہانہ عنایت سے رہا فرمایا - اور بحالی خدمت و جاگیر کا حکم دیا - مدت تک خوشحال و فارغ البال رہا - سفر حرمین الشریفین کی رخصت لی - نواب آصفجاہ مرحوم نے نہایت خوشی سے مرحمت کی - ایک مدت کے بعد زیارت حرمین سے مراجعت کی - نواب آصفجاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - نادر و تبرکات گذارے

از تذکرۂ شاکین ،

آپ نے قبول فرمایا - بدستور سابق خدمت و جاگیر بحال کیا - پھر سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین نواب آصف جاہ مرحوم دلّی بلائے گئے - نواب موصوف فی الفور روانہ ہوئے - امید بھی ہمرکاب تھا - اور سفر بھوپال مین بھی ہمراہ رہا - دلّی مین پہنچنے کے بعد چند روز نواب صاحب مرحوم کی خدمت و بندگی مین بسر کیا - جب حضور آصفجاہ نے دکن کی طرف مراجعت کی امید نے دکن سے ناامید ہوکے دارالخلافہ مین سکونت اختیار کی - تحفۃ الشعرا مین قاقشال نے لکھا ہے کہ حضور آصفجاہ دلّی مین امید سے کشیدہ ہو گئے تھے - اسیوجہ سے امید نے آپکی رفاقت ترک کرکے دلی مین سکونت اختیار کی تھی -

امید خوش اخلاق پسندیدہ سیرت شگفتہ مزاج سنجیدہ طینت تھا ظریف الطبع لطیف الوضع تھا - ذکاوت و چالاکی مین شعلۂ جوالہ ذہانت و تیزی مین آتش کا پرکالہ تھا صحبت رنگین کا فریفتہ - یاران نازنین کا شیفتہ تھا - فن شاعری و انشا مین وحید عصر نازک خیالی مین فرید دہر تھا - ولایت زا تھا مگر ہندیون کی بدولت دوہے و کبت خوب سمجھتا تھا - اور ریختہ زبان مین بھی شعر موزون کرتا تھا - جب تک دکن مین رہا بلند آوازہ رہا - اسیطرح دلّی مین بھی تا بزندگی خوش و خرم رہا - امرا زادے اور نوابزادے آپکی بڑی قدر کرتے تھے - ہزار ہا روپئے نذر دیتے تھے - آرام و عیش کے ساتھہ زندگی بسر کرتا تھا - موسیقی ہندی مین خوب ماہر تھا - خوش الحان و خوش آواز تھا - راگ و رنگ کا شائق - رباب و چنگ کا عاشق تھا آپکے مکان پر یاران ہم مشرب کا مجمع رہتا تھا - کبھی مشاعرہ کبھی سماع کا جلسہ ہوتا تھا - ہر روز نوروز ہر رات شب برات تھی - آخر امید سنہ ۱۱۵۹ ہجری مین اس عالم سے ناامید ہوکے بہشت برین روانہ ہوا - میر غلام علی آزاد سے اتحاد و محبت رکھتا تھا میر نے مرحوم کی تاریخ وفات کہی ہے

خان سخن گستر و سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من — یافته جان داده قزلباش خان

۱۱۵۹ھ

لطیفہ۔ خود امید سے منقول ہے کہ میں ایک روز نواب ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کی خدمت میں گیا اور زمانہ کی شکایت کی۔ نواب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کہاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پس آپ کیوں میرے بغیر کہاتے ہیں۔ اسوقت سے نواب نے روزانہ کہانا بہیجنا مقرر کیا۔ خاص نواب کے دسترخوان سے کئی خوان اقسام اقسام کے کہانوں سے بہرے ہوئے آتے تھے فراغت سے احباب کے ساتہہ کہاتا تہا۔ اور کہلاتا تہا آشنا پرست و مہمان دوست تہا۔

من اشعارہ الفارسی

منم آن آہوی وحشت زدہ دشت جنون — کہ نیاورد بدام الفت صیاد مرا
برنگ سرمہ کہ در چشم کور بیقدر است — کسی بہیچ نگیرد درین دیار مرا
ز آب دیدہ زپس پای در گل است مرا — سفر ز کوی تو بسیار مشکل است مرا
بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر — کلید روزی استاد قفل گر قفل است
پاس لبہای جگر خون شدہ چون خواہد یافت — چشم مخمور تو خود از ہمہ بیمارتر است
خدا نا کردہ اندوہت چرا از دوستان باشد — شنیدم کلفتی داری نصیب دشمنان باشد
سرگشتگی بطالعم ہست — برگرد سرت چرا نگردم
خوشا وقتی کہ می بالید از جانان بر و دوشم — برنگ ماہ نو ہر شام می گشت آغوشم
گشت روگردان ز بس آبادی از ویرانہ ام — چون کمان حلقہ بیرون شد درون خانہ ام
روشن شود بہ پیش تو چون شمع سوز من — یک شب اگر تو ہمنشینی بروز من

بر درگہ دوست گناہے بخشند	رباعی	صد سالہ گنہ بیک آہے بخشند
عفو گنہم بنا توانی کردند		زینجاست کہ کوہ را بکاہی بخشند

امیر - امیر احمد مینائی

امیر تخلص - شیخ امیر احمد نام - مینائی نسبت ہے جد اعلی حضرت شیخ مینا لکھنوی کے طرف آپکی نسب کا سلسلہ شیخ موصوف سے بچند واسطہ منتہی ہوتا ہے - حضرت شیخ اولیائے کاملین سے تھے - صاحب کشف و کرامات - جامع الحسنات والبرکات تھے - آپکے ارشاد و ہدایت سے اکثر عام و خاص فیض نعمت و معرفت سے مستفید ہوئے ہین - ابتک آپکے خاندان مین یکے بعد دیگرے ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوس فرما ہوتے ہین - بزرگان سلف سے خلف تک وہی سلسلۂ فیض جاری ہے - حضرت شیخ کی رحلت سنہ ہجری مین واقع ہوئی شہر لکھنؤ مین آصف الدولہ کے امام باڑہ کے قریب میدان پر فضا مین مدفون ہوئے - فی زماننا آپکا مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے - سالانہ عرس ہوتا ہے - فقیر مولف آپکی زیارت و فاتحہ عرس سے مشرف ہوا ہے - عجب مقام نورانی فرودگاہ ملائکہ سبحانی ہے - صاحب ترجمہ کے والد ماجد مولوی کرم احمد تھے - آپکی ولادت باسعادت سنہ ١٢٤٣ ہجری مین ہوئی - آپکا مسقط الراس شہر لکھنؤ ہے - آپکی نشو و نما وہان کی آب و ہوا کے آغوش مین ہوئی - جب سن شعور و تمیز کو پہنچے تحصیل علوم و فنون کے طرف ہمہ تن مصروف ہوئے - اولاً والد ماجد کی خدمت مین مختصرات کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی - اور کتب مطولات علوم عقلی و نقلی اساتذہ کاملہ و علمائے فضلا کی خدمت مین ختم کین - فارغ التحصیل کیوقت شباب کا عالم تھا - درس و تدریس کا شوق ولمیں جوش مار رہا تھا - طلبہ کو نہایت محبت و خلق سے پڑھاتے تھے

عربی و فارسی دونوں زبانوں مین ادیب کامل تھے۔ چونکہ آپکی طبیعت فطرۃً موزون الطبع
واقع ہوئی تھی۔ آپکا میلان طبع شعر و شاعری کیطرف مائل ہوا۔ طبیعت خداداد و عطیہ
رب العباد سے مضامین دلکش موزون کرنے لگے۔ اور اپنے نتائج طبع کو سید مظفر علیخان
تدبیر الدولہ اسیر لکھنوی کے ملاحظہ مین پیش کرنے لگے۔ اسیر آپکے مضامین پاکیزہ کو دیکھہ
کے حیران ہوتے تھے۔ اور اصلاح کے زیور سے آراستہ فرماتے تھے۔ اسیر کو آپکی شاگردی پہ
فخر و ناز تھا۔ واقعی اسیر کا فخر بجا تھا۔ آپکی ذات پر شعر و شاعری خود نازان ہے۔ آپ
لکھنو کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے۔ آپکا کلام نہایت ہی شگفتہ و برجستہ ہوتا تھا
جب آپ اپنا کلام حاضرین مشاعرہ کو سناتے تھے تب تمام حاضرین واہ واہ کرتے تھے
اور کہتے تھے واہ میان اسیر آپنے تو ایک شہباز بلند پرواز تیار کیا۔ یہ ہونہار سید ان شاعری
مین خوب پرواز کریگا۔ عجب نہین کہ صحیح شعرا مین ممتاز ہوگا۔ تہوڑے ہی زمانہ کے بعد شعرا کا
خیال و گمان مرتبہ اذعان و یقین کو پہنچ گیا۔ یعنی آپ ایسے لائق و فائق ہوئے کہ استادی
کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکا کلام شستہ و صاف پاکیزہ و شفاف ہوتا ہے۔ آپکی بندش الفاظ
و نشست معانی ایسی دلچسپ و دلکش ہوتی ہے کہ سامعین کے قلوب پر جادو کا اثر کرتی ہے
قلوب کی وہ حالت ہوتی ہے کہ مضمون پڑہا نہیں سے وجد کرنے لگتے ہین۔ جس مضمون مین
ارادہ کرتے ہین وہی مضمون آسانی سے ایسی خوش اسلوبی و خوبی کے ساتھہ موزون فرماتے ہین
گویا مضمون کا مصداق دکہا دیتے ہین۔ مثلاً اگر تصوف و وحدت الوجود یا نعت رسول محمود
و معشوق حقیقی کے خط و خال کی تعریف۔ یا بہار و خزان کی توصیف یا بخت و اقبال کی خوبی
یا بدبختی و ادبار کی برائی بیان کرین تو واقعہ کے مطابق معانی ذہنیہ صور علمیہ کا سماں نمایان
کرتے ہین۔ آپکے کلام الہام التیام کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ ممکن نہین کہ کوئی

ادا کر سکے - پس مین یہہ کہتا ہون کہ آپکے کلام کی تعریف محدود کرنا ممنوعات سے ہے جب آپکی لیاقت و جادو بیانی کی شہرت بلند آوازہ ہوئی - اور آپکی شاعری کا شہرہ اکناف و اطراف مین شایع ہوا - تب شایقین کلام آپکے حلقۂ تلمذ مین دور دور سے آنے لگے - اور آپکی اصلاح سے کلام کو مزین کرنے لگے - اسیطرح رؤسائے ہند آپ کو خواہش سے طلب کرنے لگے - ہر ایک رئیس چاہتا تھا کہ آپ میری ریاست مین آئین اور اپنے فیض سے طالبین کو مستفید فرمائین - آپ درویش صفت و قناعت پرست تھے دنیا و مافیہا کی طرف رغبت کم رکھتے تھے - جاہ و حشمت کے خواہان نہین تھے - آپکا دل قناعت کی دولت سے مالا مال تھا - آپ چند مدت واجد علیشاہ بادشاہ کے دربار مین باریاب رہے - ہنگامۂ غدر کے بعد نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی رامپور نے آپ کو طلب فرمایا - آپ حسب الطلب لکھنو سے رامپور آئے - نوابصاحب نے آپ کی تعظیم و توقیر و خاطر داری مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا - اور آپکیلئے معتد بہ تنخواہ مقرر کر دی - آپ مدت تک نوابصاحب کی خدمت مین رہے - فراغت سے زندگی بسر کئے - اور اپنی عمر کا بڑا حصہ بسر کیا نہایت آرام و فراغت سے رہے تالیف و تصنیف مین مشغول رہتے تھے - اور اوقات معینہ پر نوابصاحب کی خدمت مین بھی آمد و رفت کرتے تھے - آپ نوابصاحب کی مجلس کے روشن چراغ تھے - آپ کی ذات سے مجلس کی رونق بڑھ جاتی تھی -

اعلیحضرت آصفجاہ ششم خلد اللہ ملکہ ۱۳۱۸ھ ہجری مین بتقریب ملاقات گورنر جنرل کلکتہ تشریف لیگئے - ملاقات سے فارغ ہوکے بطور سیر و تفرج بنارس مین رونق افزا ہوئے حسن اتفاق سے حضرت امیر مینائی صاحب مرحوم بھی وہان تھے - بعض احباب کی تحریک سے

اعلیحضرت سے ملاقات کی۔ اور ایک مدحیہ مسدس تازہ تالیف پیش کیا۔ اعلیحضرت جو قلمرو سخن کے حکمران ہین آپکے کلام شیرین سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی کلام کی داد دی اور آپکو حیدرآباد تشریف آوری کی دعوت دی آپ طاعۃً سمعاً حیدرآباد دکن مین آئے۔ اور آتے ہی پیچش سے بیمار ہوئے۔ بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا ہر چند کہ معالجہ کیا گیا۔ کوئی علاج مفید نہین ہوا۔ آخر بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت آپ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی سنہ مذکورہ مین اس جہان ناپائدار سے خلد برین روانہ ہوئے۔ قالوا ان للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یوسف صاحب شریف صاحب قدس سرہما کی درگاہ مین مدفون ہین۔ آپ نیک نیت و پسندیدہ طینت تھے بعید و قریب و مقیم و غریب کی دلداری و ہمدردی مین کوشش بلیغ فرماتے تھے۔ ہر ایک کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے تھے۔ مریدون و تلامذہ کے ساتہہ حسن اخلاق سے ملتے تھے۔ اور ہر ایک کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کر لیتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپکے فرزند حقیقی مولوی لطیف احمد صاحب بلدیا جد کے ہمراہ یہان آئے تھے۔ اور نیز مرحوم کے ایک شاگرد رشید مولوی جلیل حسن صاحب جلیل ہمرکاب تھے۔ جو بے سرو سامانی کے عالم مین نہایت استقلال کے ساتہہ متوکلاً علی اللہ شہر مین جمے رہے۔ اور امیدوار تہے کہ حضور خلد اللہ ملکہ کیا تجویز فرماتے ہین لیکن اعلیحضرت کو آپکی پرورش کا کامل خیال تہا۔ بمصداق کل امر مرہون باوقاتھا پس اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے ۱۳۲۸ ہجری مین مولوی لطیف احمد صاحب اختر و مولوی جلیل حسن صاحب جلیل کو پانسو پانسو روپئے ماہوار سے سرفراز فرمایا۔ مولوی اختر صاحب کو سوم سکرٹری کا مددگار کیا۔ اور مولانا جلیل کو استاد داغ کی جگہ عطا کی۔

دونون بزرگ سراپا خوش اخلاق خوش اشفاق ہین لطیف الطبع و خندان جبین ہین۔ اسی تذکرہ مین آپ دونون بزرگون کا ذکر خیر آئیگا۔ مرحوم مینائی کو لطیف احمد کے سوا اور بھی چار فرزند دلبند ہین۔ محمد احمد۔ مولوی خورشید احمد۔ مولوی مختار احمد۔ مولوی مسعود احمد۔ آپ کے کل باقیات الصالحات لائق فائق و ذی استعداد ہین۔ اللّٰہم سلمہم بالخیر والعافیہ۔ آپ کی سخندانی و سخن سنجی کا آفتاب ایسا چمکا کہ ہند کے بلاد و امصار کو تمام روشن کردیا اور آپکے گلدستون و شگوفہائے اشعار رشک گلزار سے شاعرون کے مشاعرے اور سخنورون کے جلسے گلشن بنگئے۔ آپ ہی کے مضامین رنگین و معانی شیرین سے نازک خیالان سخن سنج و نقش بندان بلند آہنگ مستفید ہوتے ہین۔ آپکے تالیفات سے مسدس و دیوان نعت وغیرہ مطبوع ہو چکی ہین ہند و دکن مین اہل و ہین کون ایسا ہے جو آپکے کلام سے واقف نہوگا۔ بناءً علیہ بطور نمونہ مختصر آپکے نتائج طبع کو گزارش کرتا ہون۔

ھو ھدی

الف آدم مین ہے مد و واحد مین ہے ح مد کا ۔۔۔ سبب یہ ہے کہ وان سایہ تھا یان یہ تھا قد کا

گمان ہوتا ہے جنت سے وہی تیرا عبا ہوکر ۔۔۔ اتھارا کہا تھا جو اللہ نے سایہ محمد کا

زیارت کو چلون یارب پڑے یہ غل مدینہ مین ۔۔۔ غلام آیا محمد کا غلام آیا محمد کا

ولہ

نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے رک گئی وحشت ۔۔۔ اٹھائی اس نے چلون ہوگیا پردہ گریبان کا

وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھڑکنا گر نمک قاتل ۔۔۔ دہان زخم سے ہم چوم لیتے منہ نمکدان کا

ولہ

بہار آئی ہے اے دست جنون یا عید آئی ہے ۔۔۔ گریبان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا

ولہ

بعد مردن شرم عصیان سے ہون ایسا آب آب ۔۔۔ خاک سے میرے تیمم بھی وضو ہو جائیگا

وله
بتون کے ظلم سے بہی اپنا مدعا نکلا
کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا

وله
سوجہا ہے ہجو ہی مین یہہ مضمون دور کا
پردے مین دخت رز کی ہے جلوہ حضور کا

وله
گل خود تہے بے ثبات گلستان دہر مین
گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا

وله
وہ کون تہا جو خرابات مین خراب نہ تہا
ہم آج ہوئے کیا کبہی شباب نہ تہا

لحاظ ہم سے نہ قاتل کا ہو سکا دم قتل
سنبہل سنبہل کے تڑپتے وہ اضطراب نہ تہا

شکایت اسنے کوئی گالیون کی کیا کرتا
کسیکا نام کسیکی طرف خطاب نہ تہا

وله
زلف آئی ہے لٹک کر رخ جانان کیطرف
پاؤن پہیلائے ہین کافر نے قرآن کیطرف

وله
آسمان پہر عدو ڈہونڈ رہا ہے لیکن
ایک ذرہ نہین ملتی ہے کہین گرد ملال

مہانی کی یہہ ہے رسم عجب کیا ہے اگر
سامری گاو کرے دعوی موسی مین جلال

وله
مرے آنسو نے مجہکو بخشوایا
بڑے کام آئے لپٹ کے مچل گیا

تیری کا تصور دل مجرم مین جو گذرے
ٹہرنے سے قاضی کے نہ ٹہرے کبہی تقصیر

وله
ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین

وله
گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

وله
دل ویران میرا آباد رہے
ایسے ویرانے کہان بستے ہین

آئی ہے شب ہجر رولانیکے لئے
ہین ایک نہین سب کے مٹانے کیلئے

اشکون مین مرے ڈوب رہا ہے عالم
آنکہین مری رونے مین زمانے کے لئے

مسدس

آج کیسا [illegible] آیا انقلاب آسمان
کر گیا تسکین خاطر اضطراب آسمان

اٹہہ گیا [illegible] ون کے [illegible] سے حجاب آسمان
گر گئے نظرون سے ماہ و آفتاب آسمان

اپنی گردش دیکھکر خود آسمان چکرا گیا
گردش چشم حسینان کا ہمین لطف آ گیا

لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی لدا ر نے
رخ سے برقع کو ہٹا یا شاہد اسرار نے
لیلیا بوسہ جبین کا دولت بیدار نے
منہ چہپایا دامن اقبال مین عوض نے

باغ امکان مین بہار کامرانی آ گئی
پیر گردون پر نئے سر سے جوانی آ گئی

رنگ عالم دیکہیے اب جیب زینت اور ہے
کیا یہ نیرنگی کوئی سمجھے حقیقت اور ہے
کل تو تہی کچہہ اور صورت آج صورت اور ہے
دل کو حیرت اور ہے آنکہون کو حیرت اور ہے

رات سے دن ہو گیا اسد کیونکر ہو گیا
زلف سمٹی چاند سا چہرہ منور ہو گیا

کون گہر سے اسطرح نکلا ہے نکلے جیسے ہم
سر پہ گرد راہ چہائی صورت ابر کرم
دل سے نکلی آہ نہ رو نہ نکلا جگر سے خار ہم
دست ہمت بنکے کانٹون نے لئے اپنے قدم

صبح غربت ہے کہ خود آغوش پہیلائے ہوئے
شام غربت ہے کہ لیلی زلف بکہرائے ہوئے

امتیاز میر محسن مدراسی کرناٹکی

امتیاز تخلص - میر محسن نام مدراسی الاصل ہے - جامع فضل و کمال منشی بے مثال تہا - انشا پردازی عبارت نویسی مین مرزا عبد القادر بیدل کی پیروی کرتا تہا - اور بیدل کی طرز خاص کا معتقد تہا - عزلت نشین بنیاد مافیہا سے متنفر تہا - گوشۂ عزلت سے بے ضرورت

کبھی قدم باہر نہیں رکھتا تھا۔ اکثر اہل مدارسکی کو درس تدریس سے مستفید کرتا تھا۔ مولانا رائق مصنف صبح وطن آپکے تلامذہ مین سے ہے۔ شاعر خوش گو و شیرین سخن تھا۔ اُس کے کلام سے شیرینی و رنگینی عیان ہے آخر سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین جہان فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا

من اشعارہ

ازعدم رنگین کفن گردیده می آید برون / غنچه سیدارد مگر در سینه پیکان ترا

حسن شوخ آئینه ها بر طاق مژگان چیده است / این چمن طبعان نگه را دسته ها گل کنید

گرد راه ما غزالان را سواد دیده شد / تا خراب ناز چشم سرمه سا گردیده ام

آثم ـ سید ابراہیم حیدرآبادی

آثم تخلص۔ سید ابراہیم نام۔ آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے۔ آپکی تربیت و پرورش اسی شہر مین ہوئی۔ آپنے عالم شباب کے شروع مین کتب درسیہ فارسیہ مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کرلی۔ موزون الطبع و خوش فکر تھے۔ شعرگوئی بھی شروع کی موزون کرنے لگے۔ کلام درست و سنجیدہ ہوتا ہے۔ فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہوگی

من اشعارہ الہندی

مضمون بنا ہے دل میں مرے زلف یار کا / رکھا ہے میں نے نافہ میں نافہ تتار کا

فرقت میں بعد مرگ بھی آنکھیں کھلی ہیں / کیا پوچھتے ہو حال شب انتظار کا

کیا خوب فاتحہ کا بہانا ملا انہیں / تعویذ تک مٹا گئے آکر مزار کا

سنکر غم فراق تجاہل سے کہتے ہیں / اب کہیے کیا ہے حال دل بیقرار کا

آتش وہ رکھے نور مین یا پسینگے نار مین | جو حکم ہے بجا ہے مرے کردگار کا

اشک سید جمال الدین لکھنوی

اشک تخلص - اشک تخلص سید جمال الدین حیدر نام ہے - لکھنوی الاصل ہین آپکے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خان صوبہ دار کاٹ کے قرابتدار تھے - آپ ذہی استعداد و لائق ہین شعر و شاعری ہین بے نظیر ہین - آپکا کلام شستہ و سنجیدہ ہے مطالعہ سے لطف مزہ آتا ہے - آپکو مولوی شیخ محمد بخش شہید لکھنوی سے تلمذ حاصل ہے - آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مسمی باسم تاریخی دستور الشعرا مطبوع ہو گیا ہے آپکی عمر تخمینا ستر برس کی ہوگی - آپ کو لکھنو چھوڑے ہوے تخمینا چالیس برس کا زمانہ گذرا ہے - چالیس برس سے حیدر آباد مین سکونت پذیر ہین - سرکار عالی نظام مین منصب مناسب پر ممتاز ہین - خوشحال فارغ البال ہین - خوش خوراک و خوش پوشاک ہین -

من اشعارہ الہندی

ہو گئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی
دیکھئے آزاد ہون اُن کے اسیر
ہو گئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی
چل گئی دل پر چھری دیکھا جو اُسنے ناز سے
بعد مرون بھی دکھایا تیرہ بختی نے اثر

ولہ

اجتماع قالب جان ہوتے ہوتے رہگیا
آج بھی وا قفل زندان ہوتے ہوتے رہگیا
جسقدر عصیان بڑھے اُتنی ہی رحمت بڑھ گئی
قتل کے سامان ہوے جسدن عنایت بڑھ گئی
یا پگھل کر رہگئی یا شمع تربت بڑھ گئی

افسر سید احمد حیدر آبادی

افسر تخلص - سید احمد نام حیدر آبادی المولد و المنشا ہے - آپ فارسی مین ہمارت

واستعداد رکھتے ہین - جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین تیز قدم ہین - مزاج مین چستی کلام مین شوخی ہے - جو کچھہ کہتے ہین خوب مرغوب ہوتا ہے - نواب میر عباس حسین خان ششدر حیدرآبادی سے اصلاح لیتے ہین - صاحب دیوان و مثنوی ہین - آپکا کلام صاف شستہ و بامحاورہ ہے - رفتہ رفتہ درجہ استادی کو پہنچ جائینگے - فی الحال آپکی عمر تقریباً پینتیس چہتیس ہوگی - خدائے تعالی خوش و خرم رکھے -

من اشعارہ الہندی

اپنی سلامتی کا دوگانہ ادا کرے		خط دیکے نامہ بر نہو سائل جواب کا
ظالم نے کی قبول قدم دیکھنے کی عرض		بنوایا میری آنکھہ سے حلقہ رکاب کا
احسان نہ رہا فرط خوشی بخت رسا کا	ولہ	وان جاکے مجھے ہوش نہین ہی سرپا کا
اندیشہ شب وصل عدو کہنے کا بیجا		یان ضعف سے اٹھنا ہی نہین ہاتھہ دعا کا
ہے شوق کی افزائش الفت مین فنا ہونا		جان سیکتی ہے دل سے قربان ادا ہونا

الفت - محمد جمال الدین مدراسی

الفت تخلص - محمد جمال الدین نام - آپ مولوی تاج الدین بہجت مدراسی کے خلف الصدق ہین - آپ مدراسی المولد ہین - آپنے والد ماجد سے کتب درسیہ تحصیل کین - ذی استعداد و لائق ہوئے - شعرگوئی و سخن سنجی کا شوق ہوا - شعر موزون کی مشق والد ماجد سے کرتے رہے - چندروز کی اصلاح سے کلام درست ہوگیا - کلام سے پختگی و شستگی ظاہر ہونے لگی - آپکا کلام نعت و حمد مین ہے - آپنے اکثر قصائد حمد و نعت مین لکھے ہین - اور بزرگان عظام و اولیا کرام کی مدح مین بھی موزون کئے ہین

جناب الفت نے خوب کیا نوشتۂ عقبیٰ ہے۔ آپکی عمر قریب اَسّی برس کے ہے پیشتر ریاست حیدرآباد میں سرکاری خدمت پر مامور تھے۔ اب بسبب کبرسنی وظیفہ خوار ہیں ورس بلدہ رئیس فرماتے ہیں۔

من اشعارہ الہندی

ہے روکشِ بستانِ جہاں کوئے محمدؐ
رونق دہ گلہائے جہاں روئے محمدؐ

والشمس ہے تفسیرِ دو رخسارۂ انور
واللیل ہے تعبیرِ دو گیسوئے محمدؐ

من اشعارہ الفارسی

حکامِ جہاں تابعِ فرمانِ محمدؐ
شاہانِ جہاں اند گدایانِ محمدؐ

چون شرح دہم منزلت و رفعتِ والا
نہ چرخ بریں پایۂ دیوانِ محمدؐ

پاسنگ بود ثقلِ گناہانِ تو الفت
بس ہست گران پلۂ احسانِ محمدؐ

احسان۔ میر عباس علیخان حیدرآبادی

احسان تخلص۔ میر عباس علیخان نام۔ آپ نواب سہام جنگ کے فرزند ہیں آپ حیدرآبادی المولد ہیں۔ آپنے فارسی کتب پڑھ کے بقدر ضرورت لیاقت پیدا کی مگر عالم طفولیت سے شعرگوئی کا شوق تھا اکثر استادوں کے دواوین فراہم کر کے اُن میں سے ہزارہا اشعار یاد کر لئے۔ اور آپ بھی طبیعت کی صفائی اور فکر کی رسائی سے شعر موزون کرتے تھے۔ کلام سلیس و بامحاورہ ہوتا تھا۔ خوش خلق و خوش مزاج تھا خوش خوراک و خوش پوشاک تھا۔ رات دن لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا۔ مرغ لڑانا۔ کبوتر اُڑانا۔ مرغبازی و کبوتربازی میں ہزارہا روپیہ صرف کرتا تھا۔ پتنگ بازی کا فریفتہ تھا۔ ایک کبوتر اور مرغ سو روپیہ کو لیتا تھا۔ منیر الملک بہادر اور امین الملک کے ہاتھ

فروخت بھی کرتا تھا۔ آپ کو ہجو گوئی کی استعداد تھی جب چاہتے تھے کسیکی بھی ہجو کہدیتے تھے۔ لچھمی نراین صاحب تخلص اورنگ آبادی نے اعظم الامرا بہادر کے نسبت چند اشعار نامناسب لکھے تھے۔ آپ نے اوسکا رد کیا اعظم الامرا کی سرکار مین جاگیر و انعام سے سرفراز ہوا۔ آخر سنہ ۱۲۳۰ ہجری مین عالم ہستی سے عدم کا مسافر ہوا

من اشعاره

آستین سے تری باہر جو کلائی ہوتی
شمع فانوس سے باہر نکل آئی ہوتی

وله

نہ کام اس چرخ دون پرور سے نکلے
مگر شاہنشہ قنبر سے نکلے

فلاطون سا مدبر تھا سو بھولا
نہ جبکا اب کوئی ہمسر سے نکلے

پر اسپر بھی ارسطو جاہ دانا
بڑی فطرت مین اسکندر سے نکلے

کرے کیا فوج نے اسکو ندی تن
مگر جو خال ادھر سے نکلے

سورن کو جیت کر اب سرخرو ہو
قسم ہے لالہ احمر سے نکلے

اڑا دون یہان سے یون مضمون صاحب
خزف جسطرح کسی گوہر سے نکلے

نہ سمجھا تا قیامت فہم اتنا
کہ جب وہ شمشیر اودھر سے نکلے

تو پھر کیا حال ہووے دشمنون کا
کہ آہ شعلہ زن ہر سر سے نکلے

نکل آیا وہ یون خورشید تابان
کہ مہ بدلی کی جیسے گھر سے نکلے

یون نکلا کفر سے وہ اسم اعظم
شرر جون چیر کر پتھر سے نکلے

ریاست پھر نئے سر سے جو چمکی
چراغ خضر ہر اک گھر سے نکلے

تری تضمین پر تحسین احسان
محبت حیدر و صفدر سے نکلے

آزاد۔ ابوالحمید لکھنوی سلمہ اللہ

آزاد تخلص۔ ابوالحمید نام۔ آپکا اصلی وطن لکھنؤ ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد فارسی عربی مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کرکے شعرگوئی کی طبع موزون و خوش فکر تھے۔ خوب کہنے لگے۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی سے اصلاح لینے لگے۔ جناب داغ کی عنایت توجہ سے لائق شاعر ہوگئے۔ کلام سلیس و بامحاورہ ہے۔ ایہام و مبالغہ سے پاک صاف ہے۔ آپ چندسال سے سرکار عالی نظام مین ملازم ہین۔ خوش خلق و نیک سیرت ہین۔ عمر تقریبا چالیس پچاس برس کے ہے۔

من اشعارہ الہندی

وان سب اقرار صرف بیوفائی ہوگئی
یا غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی

واہ اے نیرنگی قدرت ترا ممنون ہون
وہ تماشائی ہوا جب مجھکو حیرت ہوگئی

جھوٹے وعدون نے کیا بیدل کردیا خانہ خراب
منزل دل رہگذار یاس و حسرت ہوگئی

جب تلاش شاہد مقصود مین کہا قدم
رہنمائی کے لئے آگے مصیبت ہوگئی

آج عشق و عاشقی کا ہوگیا جھگڑا تمام
اٹھہ گیا آزاد دنیا سے فراغت ہوگئی

ایما۔ میر حسن علیخان اورنگ آبادی

ایما تخلص۔ میر حسن علیخان نام۔ آپ شرفاء اورنگ آباد دکن سے تھے صاحب فضائل و کمالات تھے۔ شعرگوئی مین لائق اقران و امثال مین فائق تھے۔ آپکا کلام فصاحت و ملاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ ہر ایک شعر نزاکت و لطافت مین تولا ہوا ہوتا تھا۔ ہر ایک مصرع برجستہ و شستہ ہوتا تھا۔ آپ خوش گفتار و خوش کردار تھے۔ طرز لباس وضع رفتار اہل ہنر کی طرح رکھتے تھے۔ آپ اورنگ آباد سے ۱۲ ہین

حیدرآباد آئے۔ مہاراجہ چندولال بہادر کے دربار مین باریاب ہوئے۔ مہاراج نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی پانسو روپیئے ماہوار مقرر کردئے۔ آپ اکثراوقات مہاراج کی مصاحبت مین رہتے تہے۔ آپکو ایک وقت حضور سکندر جاہ بہادر نے یہہ فرد دی کہ اسکو اردو اشعار مین تضمین کرکے پیش کرو۔ **فرد** اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان ۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد۔ آپ نے اسکو تضمین کرکے پیش کیا۔ پانچ سو روپیہ صلہ پایا۔ تضمین یہہ ہے

اپنا ہین ساکنان چمن سے کیا سوال
ہم بہی تو تہے خزان تمہارے شریک درد
کیفیتین بہار کی ہم سے بہی کچہہ کہو
اردی بہشت و دی کی ہوئی کس طرح نبرد
غنچہ جو مسکرا کے دیا چٹ ہین جواب
تو نے سنی نہین کسی استاد کی یہ فرد

اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

آپنے آخر سنہ ۱۲۴۳ ہجری مین اس عالم فانی سے بہشت برین کو رحلت کی۔ آپ صاحب دیوان تہے اردو و فارسی دونو زبانون مین خوب شعر کہتے تہے۔

ادیب مولوی محمد سیف الحق دہلوی

ادیب تخلص۔ محمد سیف الحق نام۔ آپکا اصلی وطن دلّی ہے۔ آپکی نسب کا سلسلہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہنچتا ہے۔ آپنے سن شعور کے بعد علماء دلّی کی خدمت مین کتب درسیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ذکی الطبع و فہیم تہے طبیعت مین چستی و چالاکی خداداد تہی۔ اور آپکے دلمین اس بات کا جوش و خروش تہا کہ

حالت موجودہ سے کسی خاص فن جدید مین ترقی کرنا چاہیئے۔ چندروز تک آپ اس تردد و تفکر مین رہے۔ مگر قوت فیصلہ سے کوئی خاص امر طے نہین پایا تھا کہ یکایک طبیعت کے اقتضا نے فن شاعری کیطرف متوجہ کیا۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے مضامین سنجیدہ و معانی پسندیدہ کو بیان کے قالب مین ایسی طرز سے ڈہالنے کہ نہایت ہی خوشنما و مرغوب نظر آنے لگے۔ اُسوقت مرزا اسداللہ خان غالب زندہ تہے۔ اور اُنکی اُستادی کل ہند مین مسلم الثبوت تہی۔ آپنے غالب مرحوم کو اپنا کلام دکہلایا۔ مرحوم البتہ آپکا کلام دیکہتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہونہار بروا چکنے چکنے پات۔ اُستاد مرحوم کا یہ فقرہ ادیب کے دلپر مؤثر ہوا۔ اور اپکا شوق بہ نسبت سابق دوچند ہوگیا۔ اس فن مین خوب کوشش و جانفشانی کی۔ اور استاد مرحوم کی بہی توجہ کامل رہی۔ چندروز مین اُستادی کے رتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکی شاعری معاصرین کے نزدیک بہی مسلم الثبوت ہوگئی۔

آپ خوش نویسی و خوش خطی مین بے نظیر تہے۔ اور تاریخ گوئی مین بہی عدیم المثال۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع تہے یاران ہم مشرب سے خوش طبعی و خوش مزاجی سے ملتے تہے۔ اشفاق و اخلاق مین شہرۂ آفاق تہے۔ آپ فارسی و ہندی دونو زبان مین کہتے تہے۔ ہم آپکے اشعار آبدار ذیل مین گذارش کرتے ہین۔ تا کہ ناظرین لطف و مزہ اُٹہائین۔

جناب ادیب دہلی سے ریاست حیدرآباد مین آئے سرکار عالی نظام مین ملازم ہوئے۔ چند سال تک سرکاری خدمت مفوضہ کا اہتمام عمدہ طرح کرتے رہے آخر ۳ صفر ۱۳۰۹ ہجری مین شہر حیدرآباد دکن مین مسافر عدم ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

من اشعارہ الہندی

آؤ کبہی تو فاتحہ پڑہنے کیواسطے ۔۔۔ حسرت نشان ہے مرے کنج مزار کا

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو رو ئے
دل بہی یہان ملا تو ترے اختیار کا

موت آگئی مجھے سر شام فراق سے
دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا

کر چشم و دل کی خیر سے طلب ادیب
اپکا بڑا پڑا ہے تجھے انتظار کا

ولہ

کیسا کٹا ہے غیر جو دو چار ہو گیا
میرا دم اسکو خنجر خونخوار ہو گیا

ولہ

خوف افشا سے ستمہائے نہانی کیجے
ناتوان دیکھتے ہین دیدۂ مردم مجھکو

غیر اک ملتفت حال یون ہے میرا
جانتا واقف اسرار نہان تم مجھکو

موج دریا کی حقیقت بہی کہلی پارے ادب
جوش گریہ نے دکہایا جو تلاطم مجھکو

اعزاز۔ مرزا دین محمد بیگ کابلی

اعزاز تخلص۔ مرزا دین محمد بیگ نام۔ آپکا اصلی وطن کابل ہے۔ نشو و نما وہین کی آب و ہوا اور وہین کی خوشنما غذا مین ہوا ہے۔ اور سن شعور کے بعد آپنے وطن کے علماسے کتب درسیہ علوم متداولہ و فنون متعارفہ تحصیل کی تہین۔ علم و لیاقت و فضل و قابلیت مین مستعد و لائق تہے۔ آپ وطن سے دلی مین آئے اور وہان متوطن ہوئے۔ چند مدت امرا کی ملازمت و سفارت و وکالت مین رہے۔ مال و زر خوب حاصل کرتے تہے۔ جہان رہے وہان خوش رہے۔ آپکا مزاج آزادانہ اور مشرب فلسفانہ تہا۔ صلح کل کے طریقہ کے پیرو تہے۔ آپ خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر ایک بشر کو کیا ہندو کیا مسلمان مساوی سمجھتے تہے۔ ہر ایک کے ساتھہ لطف و مدارا فرماتے تہے۔ دلی سے آپ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ مین ریاست ٹونک مین آئے نواب سے ملے نواب صاحب نے آپکو سفارت کے عہدہ پر مقرر فرمایا۔ مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے۔ خوش و خرم تہے کسی قسم کی تکلیف

نہین تہی۔ آپ ٹونک سے نواب ناصر الدولہ بہادر کے زمانہ مین حیدرآباد دکن آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب جو مقرب حضور تہے انکے مکان پر فروکش تہے۔ مولوی صاحب آپکی بڑی خاطرداری کرتے تہے۔ آپنے ایک کتاب مسمی اخلاق محمدی نواب کے نام پر لکہی اور مولوی صاحب کے ذریعہ سے حضور مین پیش کی معلوم نہین حضور نے منظور فرمایا یا نہین کتاب بہم اسمی مضامین اخلاق پر شامل تہی ہر ایک فقرہ و کلمہ سے خلق محمدی عیان اور ہر ایک حکایت و نقل سے خود خلق مجسم نمایان تہا۔ اسکی متعدد باب ہین۔ ہر ایک باب مین مضامین اخلاق کو مع شواہد و نظائر لکہا ہے۔ دیکہنے سے لطف آتا ہے۔ آپکو سیر و سیاحت کا شوق تہا۔ عراق عجم و عراق عرب کی خوب سیر کی ہے۔ ملک بخارا و خوارزم و بلخ و بدخشان تک گئے ہین۔ سندہ و ہند مین بہی خوب گہومے ہین۔ ہر ایک مقام کے رسم و رواج اور ہر ملک کی طرز معاشرت سے واقف تہے۔ چنانچہ آپنے ایک کتاب قبا وہی نسائی تالیف کی۔ اسمین ہر ملک کی عورتون کے رسم اور انکی مرغوبات عمدہ طرح سے بیان کئے ہین۔ گویا یہہ کتاب مذہب عجم کے مسائل و عقائد کا آئینہ ہے۔

آپ فارسی مین نظم و نثر عمدہ لکہتے تہے۔ آپکی تحریر و تقریر مین مضمون کی آمد تہی۔ بغیر سوچے سمجہے لکہتے تہے۔ آپکی عبارت رنگین و شیرین ہوتی تہی۔ نظم مین آپ اعزاز تخلص کرتے تہے اور نثر مین سیرت گفتار۔ آپکا کلام اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک آپ ان دو اسمون کے مستحق و مصداق تہے۔ آپ حیدرآباد سے برار آئے۔ اور وہان حکام کی قدردانی سے ملکاپور ضلع بلڈانہ مین منصفی کی خدمت پر مقرر ہوئے۔ دو ڈہائی سال تک اس خدمت پر مامور رہے عدالت کا کام نہایت امانت و دیانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ مقدمات کی تحقیق مین کسی کی رعایت نہین کرتے تہے اور نہ کسی کی سفارش سنتے تہے۔

حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتے تھے۔ اہل مقدمات اور اُن کے متعلقین سے گھر پر نہین ملتے تھے۔ رشوت کے نام سے کشیدہ و رنجیدہ ہوتے تھے۔ کسی کا ہدیہ و تحفہ بھی نہین لیتے تھے جب برار سے فارسی دفتر موقوف ہوا۔ اور اُسکی جگہ مرہٹی دفتر قائم ہوا۔ اور منصف بھی موقوف ہوئے اور آپ بھی موقوف ہوگئے۔ تب ملکاپور مین جامع مسجد کے بیرونی حجرون مین سکونت اختیار کی۔ ملکاپور کے قاضی خواجہ محمد صاحب جو برار مین نامی معروف و مشہور ہین آپکی خدمت و مہمان نوازی نہایت سیر چشمی سے کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قاضی صاحب اور مرزا صاحب دو قالب ایک جان ہین۔ پھر آپ حکام کی قدر دانی سے عہدہ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ جلگاؤن ضلع آکولہ کے تحصیلدار ہوئے دو تین سال تک کام عمدہ طرح سے کرتے رہے۔ افسران بالا آپکے کام سے نہایت ہی خوش تھے۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے۔ ظریف و بذلہ سنج و لطیفہ گو تھے اہل مجلس کو اپنے کلام رنگین سے رنگین فرماتے تھے۔ لطائف و ظرائف سے اسقدر ہنساتے تھے کہ پیٹون مین بل پڑ جاتے تھے۔ خندہ پیشانی و شگفتہ دل تھے۔ آپکے مزاج مین غرور و تکبر کا نام و نشان نہین تھا۔ فقیر مولف کو بھی آپسے نیاز تھا۔ نہایت توجہ و عنایت سے تکلم فرماتے تھے۔ اکثر پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ مین اُسوقت طالب علمی کرتا تھا۔ میری عمر اُسوقت تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔ مین اکثر آپکی خدمت مین حاضر ہوتا تھا۔ اور آپکے فیض ... سے مستفید ہوتا تھا۔ آپ صاحب التالیف والتصنیف تھے۔ چند کتب آپ کی تالیف سے ہین ازانجملہ اخلاق محمدی۔ شاہنشہ نامہ فتاوی نسائی۔ دیوان غیر مرتب ہین۔ عجائب الکلمات۔ مرات الخصائل۔ آپکی یہہ کتابین میرے کتبخانہ مین موجود تھین افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی مین تمام

غرق آب و نذر سیلاب ہو گئیں۔ آخر آپ سنہ ۱۲۷۵ ہجری مین بمقام قصبہ جلگانون ضلع آکولہ برار مین عالم بقا کی طرف مسافر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اُسی قصبہ مین مدفون کئے گئے۔ آپکی تاریخ منشی رام سیوک صاحب متخلص گہربار نے کہی

چو مرزا دین محمد بیگ اعزاز — ازین دار فنا شد جادہ پیما
چہ اعزاز یکہ سلطان سخن سنج — بلیغ و ناثر و ہم فخر شعرا
ہمای فکر او را آشیان عرش — نہنگ طبع او را قعر دریا
ید بیضا مضامین منیرش — خیالاتش چہ اعجاز مسیحا
گذشت آن منشی یکتای دوران — کسی دیگر نگیرد نام انشا
ازین ماتم وواویلا فلک شد — دما غم این چنان بگرفت سودا
بگو تاج بلاغت چون بیفتاد — بتاریخش دریغا وائے ویلا

۱۲۷۵ھ

اُسوقت برار مین مرزا صاحب مرحوم کے دوست عنایت فرما دستور رستم جی و بہمن جی باتن گاؤن پونہ معزز خدمات پر مقرر تہے۔ مرزا صاحب کے انتقال سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مرزا صاحب کے تمام مال و اسباب کو حفاظت سے ا[illegible]کیا۔ اور مرحوم کے فرزند مرزا مہر علی بیگ کو دلی سے بلایا۔ حسب الطلب مرزا آئے۔ دونون معززین نے اپنے پیارے دوست کے لخت جگر کو اپنے دولتخانہ پر مہمان رکہا۔ اور مہمانی و مدارات مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین فرمایا۔ اور اُنسے کہا اگر آپ یہان نوکری کرنا چاہین تو ہم کوشش کرکے کرا سکتے ہین مرحوم کے فرزند نے انکار کیا۔ آخر دونون بہائیون نے مرحوم کا تمام مال و اسباب فرزند مرحوم کے حوالہ کیا اور اپنے جیب خاص سے بہی معتدبہ رقم دیکے دلی روانہ کیا مرحوم کے فرزند نے دونون بزرگان فرشتہ طینت کا شکریہ ادا کیا۔ اور وطن مالوفہ روانہ ہوا

دونون بزرگان بزرگ خصائل کی ہمدردی خالصًا لوجہ اللہ آفرین و تعریف کے لائق ہے ہم کو ایسے بزرگون کی پیروی کرنی چاہیئے۔ افسوس فی زماننا مروت و ہمدردی عنقا صفت مجہول الاسم و معروف الاسم ہے۔

من اشعارہ الفارسی

رفتم کہ ببوسم قدم پیر مغان را / نذر در میخانہ کنم نقد روان را

ولہ

عذرم اثر پذیر نشد طبع یار را / خاموش آب چشم نسازد شرار را
چون بقامت راست سازد زر شہناز زمین قبا / از زبان گل مبارکباد می آرد صبا
گر گذارد پا بچشم دل خیال ناز او / ہر دو یک گویند راہ دیدہ او را مرحبا
در سفر بردی رقیبا از چہ جانان مرا / دور کردی جانم از تن بردہ جان مرا
بیتو در خانہ ام خانہ خراب / ہمچنان قطرۂ درمیان حباب
گفت قاصد کہ یار می آید / این خیالیست دیدہ ام در خواب
اندر گردش زمانہ کسے را فراغ نیست / آن کیست در جہان کہ دلش پر ز داغ نیست
وضع دل خونبار نمی دانم چہ چیست / این گریہ بسیار نمی دانم چہ چیست
حلقۂ زلف او گلوگیر است / می کشد دل چہ دام تزویر است
خواست آلودہ کند پنجہ بخون من زار / خنجرش را ز تن لاغر من عار آمد
در تہیدستی شناختن قرب دوستان / می فتد شاخ درخت خشک از چشم بہار
ز حسنت پرتوی در گلشن افتاد / نمود از چہرۂ گلرنگ پرواز
گل بردہ مگر رشک ز داماں قبایش / امروز پشیمان شدہ افتاد بپایش
می شوم آب چو در چاہ ذقنش می بینم / غنچہ را محو بہ پیش دہنش می بینم

بر سر تربت ما چو ز بنا آمد و گفت
کشتهٔ کیست که خون از کفنش می بینم

ولہ

می شود آخر همان کاری که میدارد تن
مفت بہر کار خود در پیچ و تاب افتادہ ایم

ولہ

شدہ ام پیر تمنائے جوانی دارم
شاید از دہر بکف خط امانی دارم

ولہ

شد تهی دستی ازان مایه و سامان من
تا نه بیند کس غبار از گوشهٔ دامان من

ولہ

از سر خاکم چرا برچیده دامان میروی
روی گردان از سر خاک غریبان میروی

رباعی

بی غم که درین زمانه صورت دارد
در پیش من آمدن ضرورت دارد
من میکنمش ضیافت از خون جگر
با این همه خاطرش کدورت دارد

آفاق۔ محمد عیسیٰ خان دہلوی

آفاق تخلص۔ محمد عیسیٰ خان نام۔ آپکا اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ دلّی کے شریف زادوں میں سے تھے۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھے مستعد طالب علم تھے۔ شعر گوئی پر شیفتہ تھے۔ طبیعت میں قدرتی تیزی و چالاکی تھی۔ شعر کہنے لگے قائم دہلی سے اصلاح لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ کلام میں پختگی و شستگی آگئی۔ درجہ کمال کو پہنچے۔ شہرہ آفاق ہوئے۔ دلّی سے حیدرآباد دکن میں آئے۔ اور نواب شمس الامرا بہادر کی سرکار میں دو سو روپئے ماہوار سے ملازم ہوئے۔ مدت تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۲۵ ہجری میں اس دار ناپائیدار سے دار القرار کو روانہ ہوئے۔ جناب مولینا میر شمس الدین فیض نے تاریخ رحلت کہی ہے۔ سنہ ز اقصائی آفاق آفاق رفت ۔ ۱۲ھ ۳ھ

تضمین بر غزل قائم

کہتے جو ہو مثل گل چاک جگر جائے
اور برنگ صبا جلد گذر جائے

سب سے ہے بہتر یہی اب کے اگر جائے
گلشن الفت سے دل لے یہ ثمر جائے

داغ بدل جائے دست بسر جائے

کیا کہون تجہسے دلا طرفہ ہے اک ماجرا
نکہت گل کا گیا آ گئے نکل قافلا

پہلے تو وہ رنگ تہا اب یہ نیا گل کہلا
گرکے ہمین ہیشوا کہتی ہے بادِ صبا

ہین کوئی کوئی دم مین چلی آپ ٹہر جائے

کیا کہون کیا بات ہے اک طلسمات ہے
مرگ کی شب بات ہے ظلم سے ظلمات ہے

ہجر کی یہ رات ہے غم سے ملاقات ہے
دل بہی نہین بسا نہہ ہے عالم برسات ہے

ہات سے تیرے کدہر دیدۂ تر جائے

ایمان شیر محمد خان حیدرآبادی

ایمان تخلص - شیر محمد خان نام محمد عاقل خان نایک کا فرزند ہے - حیدرآبادی المولد ہے - آپکے والد سرکار نظام مین وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تہے - اور اخبارگوئی کا بہی کام اُنکے سپرد تہا - ایمان نے نشو و نما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت مین کتب عربیہ و فارسیہ تحصیل کین یگانہ روزگار ہوا - اور موروثی فن مین بہی بینظیر - سرکاری تمام اخباریون کا افسر تہا - دکن کے تمام واقعات اُسکے حافظہ کے خزانہ مین محفوظ تہے - سرکار مین ممتاز و معزز تہا - اکثر اوقات سفر و حضر مین اعظم الامرا کا مصاحب رہا ہے شعرگوئی و شعرفہمی مین بیمثل تاریخ دانی و وقایع نگاری مین بے بدل تہا شعراء و حاضرین آپکی اُستادی کے قائل تہے - سنہ ١٢١٦ ہجری مین حضور آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین محلہ کمان ایلچی بیگ مین مشاعرہ قرار پایا تہا - تمام شعرا جمع ہوئے - مگر آپ نہین آئے تہے سبب آپکا

انتظار کر رہے تھے۔ بعض کی رائے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کیجائے۔ اکثر نے کہا جب تک استاد نہون کچھہ مزہ و لطف نہو گا۔ آخر آپ آئے وجہ تاخیر بیان کئے سبکا شکریہ ادا کرکے عذر خواہی کی مشاعرہ بڑی عظمت و شان سے ہوا اسمین شعراء ہند و دکن مجتمع تھے۔ آپکا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ صنائع و بدائع کے زیور سے آراستہ اور آرائش جگت و ضلع سے پیراستہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے کلام مین ایہام بہی استعمال کرتے ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان بعض کتبخانون مین موجود ہے۔ آپ تاریخ گوئی مین کامل مہارت و قدرت رکھتے تھے۔ فی البدیہہ تاریخ کہتے تھے۔ آپنے حضور آصفجاہ ثانی کی تاریخ مین ایک قطعہ لکھا۔ اُس کے چوتھے مصرع سے دو مادہ تاریخ بر آمد ہوتے ہین۔ مقبرہ کے دروازہ پر کہ مسجد مین بہی قطعہ کندہ ہے

بر روح پاک میر نظام علی مدام — زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان
خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ — مستوجب بہشت و با خلاص فاتحہ
۱۲۱۸

اور دوسرے شعراء نے بہی تاریخین کہین مگر آپکی تاریخ مطبوع عام ہوی۔ اسیوجہ سے مقبرہ کے دروازہ پر کندہ کرائی گئی۔ آپ خوش خلق خوش سیرت تھے۔ پاکیزہ شمائل و حمیدہ خصائل تھے۔ عزیز خلائق مقبول خالق تھے۔ آخر سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپکی تالیف سے رسالۂ شطرنج و رسالۂ عروض و قافیہ و دیوان مشہور ہے۔

من اشعارہ۔ ضلع میوہ مین

آسیب ہے جنگ عشق کہ نہین عیان	آتا نہین زخم پہ انگور یہان
سو بیہر ہوا فال سے یہ نہین معلوم	سر دیکھو ہی تو ناشپاتی ہے کہان

ضلع پلنگ مین

آرام نہ کیونکر اب یہ بنئیے بہو لین — کسطرح خوشی سے نہ پلنگ پہ جہولین
پایا تہا کبہو نہ سات پٹہری مین یہ دکہ — پٹی پڑی ایسی کہ اُکہڑ گئی چولین

ضلع لٹو بین

لٹو ہے تیرے پہ ہر کوئی اب یارہ — اور حال پریشان سے نہین کہتا ہی تھا
آخر کوچے مین اُسکی جا کر جا لی — پہرتا تہا اسی آس پہ وہ سو سو بار

ولہ

ہر مرگِ چشم سے اپنی وہ خوش ابرو پہنچے — گرد خجلت کو سدا دیدۂ آہو پونچہے
آستین کا ہین کسو کی نہ ہوا دست نگر — میری ہاتون نے آخر میرے آنسو پونچہے
رنگ گلشن کا شفق رو نے فلک سے اُڑ جائے — اپنے ماتہے سے وہ کافر کبہی گو پونچہے

ولہ

رنگ لب جانان کو سرخ زیادہ ہے — اور وزن مین برگ گل و سرخ زیادہ ہے

ولہ

روا ہے کون سے مشرب مین اے ایمان نا منصف — دل پرویز خوش ہو خاطر فرہاد محزون ہو

ولہ

ٹپک پڑتا ہے خونِ دل مرا یہان آنکہون سے — مئی گلگون کا جسدم بزم مین ساغر چہلکتا ہے

افسر۔ میر باقر علیخان

افسر تخلص۔ میر باقر علیخان نام آپ نقد علیخان ایجاد کے فرزند دوم ہین آپ علم و فضل کے زیور سے آراستہ و پیرایۂ حسن خلق و کمال سے پیراستہ تہے خوش سلیقہ خوش سیرت تہے۔ شعر و شاعری کے شیفتہ۔ استعداد خداداد تہی۔ اصلاح کلام والد ماجد سے لیتے تہے۔ آپکا کلام دلچسپ دلپسند ہے۔

من نتائج طبع

امروز میرود بگلستان نگار ما — از دست میرود دل بے اختیار ما

دوستان موسم گل آمدہ دل شاد کنید	ولہ	دست در گردن ہم زمزمہ بنیاد کنید

اختر مولوی لطیف احمد صاحب

اختر تخلص لطیف احمد نام ہے۔ آپ حضرت امیر احمد مینائی لکھنوی کے فرزند سوم ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت شہر لکھنؤ میں ہوئی۔ (بلند اختر) سے آپکی تاریخ ولادت بحساب جمل برآمد ہوتی ہے۔ یعنی ۱۲۸۷ھ ہجری۔ آپ کی نشو و نما لکھنؤ کی آب و ہوائے مردم خیز میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر ہفت سالہ ہوئی۔ تب والد ماجد نے آپکی تعلیم شروع کی۔ آپ نہایت ہی ذکی الطبع و ذہین تھے۔ آپکے چہرہ مہرہ سے چستی و چالاکی عیاں تھی۔ عزیز قریب یہی کہتے تھے یہہ صاحبزادہ ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ چشم بدور خدا عمر خضر نصیب کرے۔ والد ماجد تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے۔ والد ماجد کی توجہ کی برکت سے آپ پندرہ یا سولہ برس کی عمر میں فارسی عربی کتب درسیہ و علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ شعر و شاعری کے طرف بچپن ہی سے طبیعت مائل تھی۔ مائل کیوں نہو یہ شعرگوئی و سخندانی آپ کی موروثی ملک تھی والد ماجد ایام طالب علمی میں اگرچہ شاعری و شعرگوئی سے مانع ہوتے تھے۔ لیکن مقتضائے طبیعت مبادرت کر ہی جاتا تھا۔ آپکے نتائج طبع والد ماجد و دیگر اعزہ دیکھہ کے متعجب ہوتے تھے۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ شعر و شاعری کے میدان میں جولانی کرنے لگے۔ اقران و امثال میں فائق ہونے لگے۔ آپکو تلمذ والد ماجد ہی سے تھا۔ اپنے نتائج طبع والد ماجد ہی کے ملاحظہ میں پیش کرتے رہے والد ماجد ہی کی اصلاح سے استادی کے رتبہ کو پہنچے۔ بمصداق الولد سر لابیہ والد کے

ہین۔ آپکے اخلاق وعادات سے بزرگان سلف کی شان نمایان ہوتی ہے۔ مروت وہمدردی آپکا پیرایہ فتوت وجوانمردی آپکا سرمایہ ہے۔ آپکی کسر نفسی خاکساری کی یہہ حالت ہے ہرکس وناکس کے سامنے جہکے جاتے ہین۔ یہہ شاخ پرثمر ہمیشہ بار آور ہی ہیں ہرکسی کے مصداق ہین ہر غریب نا بلد و نو وارد بلد سے ایسے ملتے ہین جیسا کہ کوئی اپنے عزیز قریب سے ملتا ہے آپکو علوم وفنون سے ایسی دلچسپی ہے کہ ہروقت آپکی مجلس مین علوم وفنون کا تذکرہ اور شعر وشاعری کا چرچا ہوتا ہے۔ اور خاص آپ کی عادات سے ہے کہ بزرگان سلف وخلف کو بہلائی سے یاد کرتے ہین۔ اور آپنے ایسا طریقہ وضابطہ رکہا ہے کہ حاضرین مجلس سے کوئی کسیکی شکایت نہین کرسکتا۔ اگر کوئی سہوا کسیکی نسبت کہے تو آپ اسکے قول کو ایسے ڈہنگ سے بدل دیتے ہین کہ وہ خیر محض ہو جاتا ہے یا اشارۃً وکنایۃً اسطرح تکلم کرتے ہین کہ غافل ثنا کی ثنا کرنیجاتا ہے۔ فقیر مولف کو تہوڑاہی زمانہ گذرا ہے کہ آپسے نیاز حاصل ہوا ہے۔ مجہے اس تہوڑی ہی مدت مین آپکی ملاقات سے جو لطف وفرہ حاصل ہوتا ہے۔ اسطرح مدت کے احباب سے کبہی نہین ہوا۔ مین خضر صاحب ومولانا جلیل کو سچے دل سے ایسا سمجہتا ہون کہ گویا یہہ میرے قدیم عنایت فرما ہین۔ مدعیان عیب بین میرے اس قول پر قہقہہ مارین گے۔ کہ یہہ مولوی تملقاً دونون بزرگون کی محبت کا دم مارتا ہے یہہ نہین سمجہین گے کہ دونون بزرگون کی خوش اخلاقی کی کرامت ہے کہ مین انکو اپنا عنایت فرما سمجہتا ہون۔ فی زماننا جناب خضر صاحب ومولانا جلیل امام الشعرا واستاذ البلغا ہین۔ آپ کی توجہ واصلاح کی برکت سے دکن مین شعرا کا گروہ بہت بڑہ جائیگا۔ اور شعر وشاعری کا بازار گرم ہو جائیگا۔ اکثر شاعر شاعر ہو جائین گے۔ سخن سنجی وسخندانی سے ماہر ہو کر

شاعر کو آپکی شاگردی پر ناز ہوگا۔ مورخین سلف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نظم
کلام ریختہ کا وجود اولاً زمین دکن مین پیدا ہوا۔ ابہی اسکی پوری نشو و نما نہین ہوئی تہی
کہ وطن سے غربت اختیار کیا۔ دکن سے ہند مین پہنچا۔ کبہی لکہنو کبہی دہلی مین آمد و رفت
کرتا رہا۔ اور اپنے اصلی وطن کو فراموش کردیا تہا۔ اب مدت کے بعد اپنے اصلی وطن کو
مراجعت کرتا ہے۔ عجب نہین کہ یہان بہی دونون بزرگون کی توجہ سے سکونت
اختیار کرے۔ اور شعرا کے نزدیک لکہنو و دکن و دہلی کی زبانین مستند سمجہی جائین۔
آپکا کلام آسمان فصاحت و بلاغت کا نیر اعظم ہے۔ بندش برجستہ و ترکیب شستہ کا
اختر معظم ہے۔ آپکا کلام صفائی و شستگی مین ڈوبا ہوا ہے۔ نزاکت و لطافت سے
بہرا ہوا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف۔ تعقید لفظی و معنوی سے شفاف ہے
سامعین کے دلون پر سحر سامری کا اثر کرتا ہے۔ اور کلام کے سننے سے دل کو سرور
حاصل ہوتا ہے اور صاحبان کمال وجد کرتے ہین۔ جناب اختر اسوقت ہوم سکرٹری
کے مددگاری کی خدمت پر مامور ہین۔ خدمت مفوضہ کا کام نہایت عمدگی سے
ادا کرتے ہین۔ ارباب حاجات سے خلوص و حسن سلوک سے ملتے ہین۔ غرور و تکبر سے
منزلون دور رہتے ہین۔ آپکی انکساری دیکہہ کے کل دفتر کے ملازمین صاحبان اعراض
فرمان بردار و حلقہ بگوش بنتے ہین۔ تہوڑی ہی مدت کی ملازمت مین وہ قبولیت
عامہ حاصل ہوئی کہ دیگر برسون کے ملازمین کو میسر نہین ہوئی۔ ادنی سے اعلی
تک تمام آپکے شکر گزار ہین۔ کوئی آپکی نسبت شکایت نہین کرتا ہے ہر ایک آپکو بہلائی
سے یاد کرتا ہے۔ اختر کے لئے قبولیت عامہ کا ہونا عطیہ عظمی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء۔ و طوائف نام کا آپکو معتمد قرار دینا نعمت کبری ہے۔ آپکے حالات لطف

آیات بیشمار ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر کے اسیقدر پر اکتفا کیا۔ اب آپکے نتائج طبع گذارش کرتا ہون هوهذه

دکھا دے آج ای اختر کہ جودت ایسی ہوتی ہے
سخنور اسکو کہتے ہین طبیعت ایسی ہوتی ہے

ثنا ہو شاہ آصف کی اور ایسی ہو کہ سب کہدین
بلاغت نام اسکا ہی فصاحت ایسی ہوتی ہے

جمال شاہ دیکھا تھا کہ دل اپنا پکار اٹھا
خدا ئے پاک کی بندون پہ رحمت ایسی ہوتی ہے

خدا رکھے یہی ظل خدا ہین اب خدائی مین
جوان ہین ہے کسی مین کب جلالت ایسی ہوتی ہے

علی کا ہو جو محبوب اسکی رعنائی کا کیا کہنا
ہزارون صورتون مین ایک صورت ایسی ہوتی ہے

غلط کیا ہی کہ آپ آصف کے پر ہمین سلیمان ہین
کسیکی تا فلک سے تا قاف شہرت ایسی ہوتی ہے

فلک فر میر محبوب علیخان کا زمانہ ہے
جو گھر گھر ایسی عشرت ہے مسرت ایسی ہوتی ہے

وہ طرز حکمرانی ہے وہ رنگ خسروانی ہے
حکومت خود یہ کہتی ہے حکومت ایسی ہوتی ہے

مظالم کو مٹا دینا غریبونکی خبر لینا
سیاست کے یہ معنی ہین ریاست ایسی ہوتی ہے

جہانبانی سلیمانی مسیحائی و دارائی
کوئی پوچھے تو ہم کہدین کہ حضرت ایسی ہوتی ہے

بشر کیسے فلک بھی قدم لینے کو جھکتا ہے
اسی کہتے ہین رفعت شان و شوکت ایسی ہوتی ہے

ہزارون دل ہین سب مین ہے جگہ اک ذات آصف کی
حقیقت تو یہ ہی کثرت مین وحدت ایسی ہوتی ہے

آزاد۔ میر غلام علی الحسینی البلگرامی

آزاد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ آپکا مسقط الراس محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام صوبہ اودہ ہے۔ آپکی ولادت باسعادت پچیس تاریخ ماہ صفر روز یکشنبہ سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکی نسب کا سلسلہ عیسیٰ موتم الاشبال ابن زید شہید ابن امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جابرمن　　عیسیٰ جان بخش شمشیرم بباد انفس

آپ نسباً حسینی و اصلاً واسطی و وطناً بلگرامی مذہباً حنفی و طریقۃً چشتی تھے جب آپ نے نشو و نما کے میدان مین قدم رکھا۔ سرو روان کی طرح بڑھنے لگے۔ اعزہ و اقارب آپکے رنگ و ڈھنگ کو دیکھکر کہتے تھے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپکے چہرے مہرے اور اعضا و مفاصل کے قیافہ سے مترشح ہوتا تھا کہ یہہ آفتاب خاندان جہان کو روشن کریگا۔ فضائے عالم کو اپنے فیضان نعمت سے گلشن بنائیگا۔ اور محافل علم و فضل کو زینت دیگا۔ معقولات و منقولات کے نکات ظاہر کریگا۔ بناءً علیہ والد ماجد و دیگر اعزہ خاص جد مادری علامہ میر سید عبد الجلیل بلگرامی آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور عمدہ اہتمام کیا۔ اساتذہ کرام و علمائے تجاربہ سے آپکی تعلیم شروع ہوئی۔ آپ درجہ بدرجہ ترقی کے اوج پر عروج کرتے رہے۔ چنانچہ خود صاحب ترجمہ نے اپنے مولفہ "تذکرہ خزانۂ عامرہ" مین لکھا کہ میری تحصیل پانچ اساتذہ کرام سے درجۂ تکمیل کو پہنچی۔ اوّل مولانا میر طفیل محمد بلگرامی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑہین۔ آپکے قصیدہ افتخاریہ کے شعر سے ثابت ہوتا ہے

شاگرد خاص میر طفیل محمدم　　اور در علوم عقلی و نقلی ست رہبرم

دوم علامۂ زمان میر عبد الجلیل سقی اللہ سلسبیل سے لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب حاصل کیا۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین فرماتے ہین

آزاد ما کہ فضل و کمال بہم رساند　　خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

سوم بحر مواج علوم میر سید محمد خلف علامہ مرحوم سے عروض و قوافی و فنون ادب کی

تکمیل کی۔ چہارم صاحب آیات بینات مولانا شیخ محمد حیات سندی روح اللہ روحہ سے مدینہ منورہ مین صحیح بخاری کی سند و صحاح ستہ و سائر مفردات کی اجازت حاصل کی پنجم جامع کمالات شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے مکہ معظمہ مین بعض فوائد علم حدیث اخذ کیا۔ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہونیکے بعد سنہ ۱۱۳۰ ہجری مین حضرت قدوۃ العارفین سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ العزیز سے بیعت حاصل کی انتہی کلامہ۔

آپ پندرہ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہوئے۔ عالم شباب تہا طبیعت بحر علوم و فنون مین متواج شعر و شاعری کے میدان مین شعلہ جوالہ تہی۔ اور دل مین سیر و سیاحت و تلاش ملازمت و تحصیل رفعت و شہرت کا شوق جوش زن تہا۔ چنانچہ آپنے خزانہ عامرہ مین لکہا کہ مجکو مدت العمر مین تین سفر واقع ہوئے۔ سفر اول شاہجہان آباد۔ آپ سنہ ۱۱۳۳ ہجری مین علامہ مرحوم کے ملنے کیلئے بلگرام سے میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کے ہمراہ شاہجہان آباد روانہ ہوئے۔ وہان پہنچ کے علامہ کی خدمت مین دو سال تک رہے اس مدت مین فوائد علم و فضل سے مستفید ہوکے وطن مالوف تشریف لائے۔ سفر دوم سیوستان واقع سندہ۔ سیوستان مین آپکے ماموں میر سید محمد میر بخشی گری و وقائع نگاری پر مامور تہے۔ حسب الطلب میر سنہ ۱۱۴۲ ہجری ماہ ذیحجہ مین وطن سے سیوستان روانہ ہوئے شاہجہان آباد و ملتان و اوچ وغیرہ بلاد سے عبور و مرور کرتے ہوئے بتاریخ دہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۳ ہجری مین شہر مذکور مین مع الخیر پہنچے ماموں صاحب کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ میر صاحب ہمشیرزادہ کے دیدار سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہمشیرزادہ کو نیابتاً دونون خدمتون پر مامور کرکے خود بلگرام روانہ ہوئے۔ آپ چار سال تک دونون خدمتون کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ آپکے انتظام سے حکام بالادست خوش ہوتے تہے

آپکی لیاقت و خوبیٔ انتظام کی تعریف کرتے تھے۔ چار سال گزرنے کے بعد میر صاحب
وطن سے واپس آئے۔ اور اپنے ہمشیرہ زادے آزاد کو بلگرام روانہ فرمایا۔ پس صاحب ترجمہ
آزاد ۱۱۴۷ ہجری مین سیوستان سے روانہ ہوئے۔ جب شاہجہان آباد مین پہنچے وہان
معلوم ہوا کہ آپکے والد میر محمد نوح مع تمام اہل بیت الہ آباد مین آئے ہین۔ آپ شاہجہان آباد سے
براہ آگرہ ہوئے۔ سیدھے اکبر آباد سے الہ آباد پہنچے۔ تین سال تک وہان والد ماجد کی خدمت
مین رہے۔ اس مدت مین دو مرتبہ بلگرام مین بھی گئے تھے۔ لچھمی نراین شفیق شاگرد آزاد صاحب
ترجمہ تذکرہ گل رعنا مین آپکی زبانی نقل کرتا ہے کہ جناب آزاد نے مجھسے ذکر کیا۔ کہ نواب
مبارز الملک سربلند خان تونی صوبہ الہ آباد اپنے فرزند میر محمود المخاطب بہ شاہنواز خان
کو نیابتہً صوبہ مین مقرر کرکے خود شاہجہان آباد مین محمد شاہ بادشاہ کے پاس گیا
اور میرے والد میر محمد نوح نواب شاہنواز خان کی سرکار مین میر سامانی کی خدمت پر مامور
تھے۔ ایک روز والد مجکو اور میرے بھائی میر غلام حسین کو نواب شاہنواز خان کی ملازمت
کے لئے لیگئے۔ نواب بنگلہ مرتضی مین رونق افزا تھے۔ اور میرے والد نواب کے قریب
کھڑے ہوئے اوراق کاغذات پر دستخط کرا رہے تھے۔ اور ہم دونون بھائی دور کھڑے ہوئے
اس انتظار مین تھے کہ نواب ہمارے طرف دیکھے کہ ہم تسلیم بجا لائین۔ نواب دستخط
کرنے مین ایسے مشغول تھے کہ دیر تک ہماری طرف نہین دیکھا باوجودیکہ حسب دستور چوبدارون نے
باادب و باقاعدہ کہکے چلایا لیکن نواب نے چوبدارون کے چلانے سے بھی ہمارے طرف
نہین دیکھا۔ اُسوقت میرے دل مین غیرت و حمیت نے جوش کیا کہ مخلوق کے
دروازہ پر اسقدر عجز و انکسار کرنا فضول ہے۔ خالق حقیقی کے طرف رجوع ہونا افضل ہے
مین سلام گاہ سے لوٹا۔ چوبدار نے پوچھا حضرت کہان جاتے ہین۔ مین نے کہا گھر

چوبداروں کے آزار سے ہے کہ آیندہ کو روکتے ہین - اور روزانہ کو نہین روکتے چوبدار نے مجکو نہین روکا - مین سیدھا گھر آیا - اور میرا بہائی وہان ٹھیرا رہا - بعد مین نواب کی ملازمت و تسلیم سے مشرف ہوا - جب والد ماجد دربار سے گہر مین آئے - مجہ سے پوچہا کہ آپنے نواب کی ملازمت ترک کیئے آخر کیا کروگے مین نے عرض کیا جو کچہہ تقدیر مین ہے ہوگا

سفر - زیارت بیت اللہ شریف

آپنے اسیوقت دلمین عزم جزم کیا کہ آپ خالق کے دروازہ پر چلنا چاہیئے - پس بلگرام سے تیسری تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۵۵ ہجری مطابق مادۂ تاریخ (سفر خیر) زیارت بیت اللہ کا احرام باندہا - اور شہر سے نکلتے وقت کسیکو آگاہ نہین کیا - نہین تو سد راہ ہوتے - اہل بیت کو تین روز کے بعد معلوم ہوا - افسوس کرنے لگے - آپ کے حقیقی بہائی غلام حسن تین منزل تک تعاقب مین گئے - آخر آپکو نہین پایا - لاچار ہو کے واپس آئے - آپ غیر معروف راہ سے پیادہ پا سرونج ضلع مالوا تک آئے - آپنے غیر متعارف طریق سلئے اختیار کیا تہا تا کہ کوئی خبردار ہو کے مانع نہووے - اسوقت عالیجناب نواب آصفجاہ اول کا لشکر فیروزی اثر اس ملک مین جلوہ افروز تہا لشکر مین ایک عزیز نیک محضر نے بے سابقۂ معرفت آپ کی خاطر و مدارات کی - اور مہمان نوازی کے لوازم پورے ادا کیئے - اور آپکو ایک ٹٹو مکلف ساز و سامان سے آراستہ سواری کے لیئے عطا کی - سبحان اللہ اُس زمانہ مین اہل زمان کیا فراخ حوصلہ مہمان نواز و غربا پرور ہوتے تہے - غربائے نابلد و درماندگان بیوسیلہ کے ساتہہ جان و مال سے ہمدردی و مساعدت فرماتے تہے - فی زماننا باوجود معرفت سابقہ اغماض کرتے ہین بیچارہ غریب بلکہ قریب کا بہی کوئی ہمدردی نہین کرتا - ہم بزرگان سلف کے واقعات سے

سبق لینا چاہیئے اور قدم بقدم چلنا چاہیئے۔ اسلاف کی پیروی مین دارین کی بہبودی و نیکنامی ہے۔ اسی ضلع مین حسن اتفاق سے بتاریخ دوم شعبان سنہ مذکورہ مین نواب آصفجاہ سے ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آپنے ایک رباعی پیش کی۔

رباعی

اے حامیٔ دین محیط جود و احسان　　حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاہ سلیمان آورد　　تو آل نبی را بدر کعبہ رسان

نواب عالیجناب رباعی دیکہکے بہت محظوظ ہوئے۔ اور زاد و راحلہ کا کامل بندوبست کردیا۔ آزاد اسم بامسمی تہا بجز اس رباعی کے کسیکی مدح سرائی نہین کی۔ اور نہ کسی سے صلہ طلب کیا۔ اگر غور سے دیکہا جائے تو یہہ رباعی بہی بیت اللہ شریف کے سفر کیلیئے ہے نہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے۔ بقول صاحب گل رعنا آپ مالوہ سے آسائش و آرام کے ساتہ آہستہ آہستہ منزل مقصود کو پہنچے۔ یعنے بندرگاہ سورت مین داخل ہوا۔ اور سبحۃ المرجان مین خود آزاد نے لکہا کہ مین صحاری دشوار گذار و کوہ ہائے ناہنجار کو پیادہ پا طی کرتا ہوا جاتا تہا راہ مین سوائے شوق دل میرا کوئی رہنما و رفیق نہین تہا۔ آخر خدائے تعالی نے مجکو اس مقام پر پہنچایا جسکی مجکو امید نہین تہی یعنی مین بندرگاہ سورت محروسہ مین پہنچ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوا۔ چند روز کے بعد جدہ مکرمہ کے کنارہ پر وارد ہوا۔ اور وہان فروکش ہوکے خدا کا شکریہ ادا کیا چار روز تک اسی مقام پر فضا مین قیام پذیر رہا۔ اور چار روز کے قیام مین تندرست و شگفتہ ہوگیا۔ پہر وہان سے کعبہ معظمہ مین مع الخیر و العافیۃ بتاریخ ۲۹ محرم سنہ ۱۱۵۱ ہجری داخل ہوا انتہی کلامہ۔ چونکہ حج کا موسم باقی نہین رہا تہا۔

تین روز مکہ معظمہ مین قیام فرمایا طواف بیت اللہ و مقامات متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوکے مدینہ منورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق مین روانہ ہوا۔ ۲۵ تاریخ ماہ صفر مدینہ منورہ مین حضرت کی زیارت سے دل کو تازہ وسیراب فرمایا۔ خود فرماتے ہین کہ زیارت سے مشرف ہوتے ہی غربت کے مصائب دور ہوگئے اور مین قبہ عالی و روضہ صفائی کے سامنے نہایت ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اور آستانہ مقدس کی خاک کو آنکھون کا سرمہ بنایا۔ اور وہان کے قیام کو نعمت عظمی سمجھی۔ پس اقامت کے زمانہ مین حضرت شیخ محمد حیات سندی سے صحیح بخاری پڑہی اور اسکی سند اور صحاح ستہ اور مفردات کی اجازت بہی شیخ سے حاصل کی۔ جیساکہ صدر مین مذکور ہوچکا ہے آپ مدینہ منورہ مین تقریبًا دس مہینے تک رہے اور عید الفطر وہان کرکے ۱۴ تاریخ ماہ شوال سنہ مذکور مین مدینہ منورہ سے دیدہ گریان و سینہ سوزان برآمد ہوئے آخر عشرہ مین بیت اللہ شریف مین پہنچے۔ وہان شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے احادیث نبویہ مین فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ پہر حج کے لئے احرام باندہا۔ اور حج کے مناسک فرائض و سنن کل ادا کئے اور اداے حج کی تاریخ عمل اعظم ہے۔ خود صاحب ترجمہ نے تذکرہ خزانہ عامرہ مین لکہا کہ سالم کشمیری نے میرے اور اپنے حال کی نسبت کہا ہے ؎

عید فطر ست بروز ہجمبر — شیئًا للہ گفتم بس باور
این عید و مدینہ بخت من دلا مین — انشاء اللہ مکہ و عید دگر

آخر ماہ ربیع الثانی ۱۱۵۲ہجری مین طائف گئے۔ وہان کے باغات و میوہ ہائے طائف کی سیر کی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس کی زیارت سے مشرف ہوکے مکہ مین

مراجعت کی ماہ مذکور کے آخر عشرہ مین مکہ معظمہ سے اہل و عیال کے تعلق و والدین
کی محبت کی وجہ ہند روانہ ہوئے۔ تیسری تاریخ جمادی الاولی جدہ سے جہاز پر سوار ہوکے
آٹھہ روز مین مخا مین پہنچے۔ حضرت سیدنا علی بن عمر شاذلی کی زیارت کی وہان
چار دن قیام کرکے ۲۹ ماہ مذکور کو سورت معموره کے کنارہ پر اُترے۔ اور دوسری تاریخ
ماہ جمادی الثانی بلدہ معموره بصره مین داخل ہوے۔ آپکی مراجعت کی تاریخ (سفر بخیر)
ہے۔ پانچ مہینے تک بصره مین رہے۔ پہر آپ ۱۱ تاریخ ماہ ذیقعده وہان سے برآمد ہوکے
۲۷ ماہ مذکور مین شہر اورنگ آباد کو قدوم میمنت لزوم سے رشک گلشن فرمایا۔ اور
عارف ربانی شاه مسافر غجدوانی قدس سره المتوفی سنہ ۱۱۲۶ ہجری کے تکیہ مین
گوشہ نشین ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے کنارہ کش۔ ساتہہ برس تک تکیہ مذکوره مین سکونت گزین
رہے سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین بطور سیر حیدرآباد و بیدر گئے تہے۔ چند روز بسر کرکے سال مذکوره
مین خجستہ بنیاد مین آئے بدستور تکیہ مین تہے۔ جب سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین نواب نظام الدولہ
ناصر جنگ شہید والد ماجد نواب آصفجاه کی طرف سے صوبہ داری اورنگ آباد پر نیابتاً مامور
ہوکے آئے۔ اُسوقت نواب نے آپکو اپنے دربار مین بلایا۔ آپ حسب الطلب نواب کے
پاس گئے۔ نواب نے آپکی بہت تعظیم و توقیر کی۔ اور آپکو اپنے حسن خلق کے دام مین مقید
کرلیا۔ ہرچند کہ آپ کنارہ کش ہوتے تہے لیکن نواب شہید آپکو نہین چہوڑتا تہا۔ ابتدا
ملاقات سے مدت حیات تک آزاد کو محبت و اتحاد کے دام سے کبہی آزاد نہین کیا۔ نواب
شعر و شاعری کا فریفتہ تہا۔ آپ سے اصلاح لیتا تہا۔ آزاد خزانہ عامره مین لکہتے ہین۔
کہ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات کے بعد لکہے ہین بے سقم و عیب ہین۔ جب میرے سامنے
موزون فرماتے تہے تب اُسیوقت اصلاح لیتے تہے۔ اور اگر غائبانہ کہتے تو لفافہ مین بند کرکے

میرے پاس بھیجتے تھے۔ فقیر اشعار اصلاح کردہ کو سربمہر کرکے بھیجتا تھا۔ خود نواب اصلاح کردہ اشعار مشتاقین کو سناتے تھے۔ اور دیوان میں داخل کرتے تھے۔ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات سے قبل موزوں کئے اصلاح طلب ہیں۔ مجھکو اپنا دیوان اصلاح کے لئے دیا تھا۔ میں نے دیوان کا تھوڑا حصہ درست کیا باقی کے لئے دماغ و زمانہ نے موقع نہیں دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزوں کرکے فقیر کے پاس بھیجی۔ اصلاح باقی کے لئے دماغ و زمانہ نے موقع نہیں دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزوں کرکے فقیر کے پاس بھیجی اصلاح کرکے بھیجدیا۔ صبح نواب دیوانخانہ میں رونق افزا ہوئے۔ اور امراء و شعرائے ذی رکاب مثلاً صمصام الدولہ شاہنواز خان و موسوی خان جرات و رنگ آبادی و رضی خان داماد موسوی خان مذکور و نقی علیخان ایجاد وغیرہ حاضر تھے۔ نواب غزل اصلاح شدہ پڑھنے لگے ایک شعر میں سرو خراماں یعنی درخت سرو باندھا تھا۔ جرات نے اعتراض کیا کہ سرو خراماں معشوق کے قامت پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر کیونکر صادق ہو سکتا ہے۔ نواب نے فقیر کے طرف دیکھا۔ میں نے کہا میرزا صاحب نے سرو خراماں سے درخت سرو ارادہ کیا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

بیک وہ برآر از آستین دست نگاریں در چمن　　تا دستہا پنہاں کند سرو خراماں در بغل

نواب بہت خوش ہوئے اور بیت کو فوراً یاد کرلی۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب آتا ہے کہ سرو زمین گیر کو سرو خراماں کہا۔ میں نے کہا جناب شعر کی بنا تخیل پر ہے۔ درخت سرو کہ ہوا کی تحریک سے جنبش کرتا ہے گویا خرام کرتا ہے۔ چنانچہ سلمان ساوجی اس امر کی تصریح کرتا ہے ؎

سرو از صبا گر رو چنان تا چون قدت باشد روان　　ہر چند جز ماند بآن سرو خراماں کی رسد

ایسا ہی عربی میں غصن میاس و شجر میاد کہتے ہیں میاس میاد دونوں بمعنی خراماں

ہین۔ (انتہیٰ کلام آزاد بلگرامی صاحب ترجمہ)

حضرت نواب کی خدمت مین تا بزندگی سایہ کی طرح ہمرکاب ہے۔ نواب شہید آپکی مصاحبت سے بہت محظوظ ہوتا تہا۔ اور آپ کی عزت و آبرو مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا تہا۔ آپکے توسّل سے اکثر اہل حاجات فائز المرام ہوتے تہے۔ آپ ہر کس و ناکس کی سفارش مین کوتاہی نہین فرماتے تہے۔ نواب شہید آپکی سفارش سنتا تہا۔ آپ اس کار خیر مین معروف تہے۔ ہر ایک غریب و بیکس آپکے سایۂ عاطفت مین آکے خواستگار دستگیری ہوتا تہا۔ سنہ مذکورہ مین نواب کرناٹک مین بطور دورہ روانہ ہوا۔ اسوقت آزاد صاحب ترجمہ کو ہمراہ لیا۔ آپ سرینگ پٹن تک جو راجہ میسور کا دار السلطنت تہا ہمرکاب رہے پائین گہاٹ و بالا گہاٹ کے پر فضا میدانون و پہاڑون کی خوب سیر کی۔ و عجائب و غرائب تماشے دیکھے۔ آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری غرہ ماہ صفر کو ہمراہ نواب ورنگ آباد رونق افزا ہوئے۔ اور اسی سال مذکورہ مین نواب صوف کے ہمراہ بلدہ برہانپور گئے۔ چند ہی روز مین واپس آئے۔ پھر سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین دوبارہ برہانپور جانیکا اتفاق ہوا۔ کنارہ نربدا تک ملاحظہ کرکے مع نواب اورنگ آباد آئے۔ ابہی سفر سے آرام نہین پائے تہے کہ پہر ۱۵ تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین نواب شہید کے ہمراہ ارکاٹ روانہ ہوئے۔ ایک سال چند ماہ تک سفر مین بسر کیے۔ اسی سفر مین نواب کی شہادت واقع ہوئی۔ نواب کی شہادت کے بعد بتاریخ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۴ ہجری شہر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ بعد بتاریخ نہم رجب سنہ مذکور حسب طلب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان مرحوم حیدر آباد روانہ ہوئے۔ چند مہینے بسر کرکے ۱۶ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور حیدر آباد سے برآمد ہوکے اورنگ آباد مین آئے قدوم میمنت لزوم سے اورنگ آباد کو رشک فردوس برین کیا۔

چندروز تک شاہ مسافر کے تکیہ مین آزادانہ رہے۔ جب نواب صمصام الدولہ شاہنوازخان ۱۱۶۷ ہجری مین نواب امیر الممالک خلف آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت منصب وکالت سے سرفراز ہوکے حیدرآباد گئے۔ وہان سے آزاد صاحب ترجمہ کو نہایت شوق و اشتیاق سے طلب فرمایا حسب الطلب سنہ مذکورہ مین حیدرآباد تشریف لیگئے۔ پہر ۱۱۶۸ ہجری مین بلدہ اورنگ آباد مین مراجعت کی پہراورنگ آباد مین ایسے جمے کہ مرکے اُٹھے۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حضرت آزاد فرماتے تہے کہ جب بیت اللہ کی زیارت سے واپس آیا تب مین نے دل مین مشورہ و مطارحہ کیا کہ فقیری متعدد اقسام ہے ازانجملہ کونسی قسم اختیار کرنی چاہئے۔ آخر یہہ مقرر پایا کہ بنا مشیخت و پیری مریدی سے آزاد رہنا چاہئے۔ راہ راست پر ثابت قدم۔ اس لئے کہ دنیوی معاملات مین دروغ کو فروغ نہین ہوتا ہے اور دنیوی معاملات مین بطریق اولی۔ چنانچہ حضرت کرامات گوئی و سلسلہ پیری و مریدی سے متنفر لوں دور رہتے ہین۔ راستی و درستی وخوش معاملگی مین زندگی بسر کرتے ہین مشایخانہ و پیرانہ نمائش نہین کرتے ہین۔ چنانچہ آپ فرماتے تہے۔ کہ عرس و بزم آرائی ریاکارون کی شہرت و شکار کا وسیلہ ہے۔ خلائق کو گرفتار کرنیکا دام ہے۔ آپنے اپنے لئے خاص کوئی تکیہ خانقاہ نہین بنایا۔ فرماتے تہے کہ تکیہ داری مین خانہ داری سے زیادہ مضرت ہے۔ اسلئے کہ اگر خانہ داری مین صاحب خانہ سے قصور و خطا واقع ہوجائے تو اہل بیت زن و فرزند بتعلق جزئیت معاف کرتے ہین۔ اور تکیہ داری مین اگر قصور و فتور واقع ہوجائے تو واردین وصادرین مختلف الطبایع چشم پوشی نہین کرتے۔ بلکہ لعن وطعن کا بازار گرم کرتے ہین چنانچہ آپکے ایک شعر سے یہی مضمون مترشح ہوتا ہے۔

خارج تہا۔ آپنے اسکی تعریف اسطرح کی کہ آپکا قصیدہ خرق عادت ہے۔ آپکی مجلس مین کبہی کسیکی برائی نہین ذکر کی جاتی تہی نہ آپ کی زبان قلم سے یا قلم زبان سے لغو وبیہودہ لفظ وحرف نہین نکلتا تہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

زحرف تلخ مبراست خانۂ آزاد ۔ کہ زہر ریختن از نیشکر نمی آید

لطیفہ دیگر۔ آپنے سرو آزاد مین لکہا کہ فقیر کو عالیجناب غفران پناہ آصفجاہ سے محبت واتحاد کامل تہا۔ اکثر اوقات مصاحبت رہی ہے۔ اتفاقاً ایک روز عین مجالست کے وقت ایک ہندو باارادہ اسلام آیا۔ شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ عرض بیگی نے عرض کیا کہ نام کا امیدوار ہے فرمایا کوئی نام ایسا رکہنا چاہئے کہ دین اسلام پر دلالت کرے۔ آزاد نے عرض کیا کہ دین محمد نام رکہو آصفجاہ نے فرمایا کہ کلہہ ایک شخص مسلمان ہوا اسکا نام دین محمد رکہا گیا۔ آزاد نے عرض کیا دین محمد جسقدر زیادہ ہو جائے بہتر ہے اللهم انصر من نصر دین محمد نواب بہت خوش ہوئے یہی نام رکہا گیا۔

لطیفہ دیگر آپنے فرمایا کہ میسور کے سفر مین نواب نظام الدولہ اور مین ہاتی پر سوار جاتے تہے۔ میدان ناہموار وصحرائے ناہنجار مین گذر ہوا۔ تمام میدان سوار وپیادہ سے معمور ہوگیا۔ جدہر نظر پڑتی تہی ادہر سوار وپیادہ دکہلائی دیتا تہا۔ نواب نے مجہہ سے کہا کہ لشکر کی رفتار کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔ مین نے کہا جبر واختیار کا مسئلہ مشکل زیادہ مسائل لاینحل سے ہے یہان حل ہوتا ہے کہ تمام خلائق کی حرکات ایک ہی شخص کے تابع ہے اور اسے ایک کے حکم سے حرکت کرتے ہین۔

مقبولیت بارگاہ ایزدی

گل رعنا کے مولف نے لکہا آپ جب مکہ معظمہ مین سکونت پذیر تہے اسوقت ایک

عجیب و غریب واقعہ غیبی و کرشمہ وہبی نمود ہوا جس سے آپکی مقبولیت بارگاہ ایزدی مین مترشح ہوتی ہے۔ معتقدین پیرپرست و مستان الست کہینگے کہ کرشمہ و کرامت گویا خرق عادت ہے و حکمائے فلسفی مشرب اس کیفیت کو بخت و اتفاق پر محمول کرینگے ھو

آپ مکہ مین سکونت کے زمانہ مین ایک روز جبل ثور جو مکہ معظمہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار برج ثور کی مانند واقع ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت اسی غار مین رونق افزا تھے۔ خود آزاد صاحب ترجمہ مآثر الکرام مین لکھتے ہین کہ مین نے اُنتیس تاریخ ماہ محرم سنہ ۱۱۵۳ ہجری مین جبل ثور کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اُسوقت گرما کا موسم ایسا سخت تھا کہ باد سموم تند و تیز برق تاز و حرارت خارا گداز تھی۔ فرودگاہ سے چند قدم برآمد ہوا کہ تشنگی کی حرارت نے غلبہ کیا۔ زبان خشک ہونے لگی۔ اور ہمراہ پانی اس خیال سے نہین لیا تھا کہ رستہ مین ملجائیگا رستہ مین کہین پانی بجز عرق نہین نظر آتا تھا۔ راستہ مین چند آدمی ملے جنکے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ بلحاظ شرم اُن سے سوال نہین کیا۔ خود اُن کے پاس مقدار ہے کہ انکو کافی نہین ہے سائل کو کیا دینگے خاموش ہو گیا اور چلنے سے باز نہین آیا بمشقت تمام رستہ کے نشیب و فراز کو طے کیا۔ میرا جگر حرارت کی سوزش سے کباب ہوا۔ بمشکل تمام پائین پہاڑ پہنچا اب وہ بڑی مصیبت پیش آئی کہ باوجود تشنگی و تکان پہاڑ چڑھنا چاہیے۔ افتان و خیزان کمر کوہ تک چڑھ گیا لیکن طاقت سے طاق ہو گیا۔ آگے بڑھنے کی قوت باقی نہین رہی۔ ایسی حالت مین کہین پانی کے شوق و خیال مین تھا۔ میرے آئینۂ دل مین عجیب و غریب کیفیت نقش پذیر ہوئی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مجھسے دو تین قدم آگے چڑھ رہا ہے اور اُس کے ہاتھ مین صراحی ہے۔ یکایک اسکی صراحی پتھر سے ٹکرائی۔ اُسکا نصف حصہ اعلی عزیز کے ہاتھ مین

اور نصف اسفل کا سیکطرح بلندی سے نیچے آرہا تہا۔ اور اسمین پانی محفوظ تہا۔ فوراً اُسکو دونون ہاتہہ سے اخذ کرلیا۔ اور اُسی عزیز مالک سے اجازت لیکے پیا۔ بخدا وہ پانی ایسا شیرین وبامزہ تہا کہ ابتک اسکا مزہ حلق وزبان مین موجود ہے۔ جب خیال کرتا ہون لطف و مزہ خاص پاتا ہون۔ اسوقت خدائے جل شانہ نے بندۂ غریب وسوختہ دل کو آب رحمت سے سیراب فرمایا۔ فسبحان الذی ھو یطعمنی ویسقین انتہی کلامہ

ایضاً

جب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید و مظفر جنگ کے درمیان پہلچری مین مقابلہ و معرکہ واقع ہوا نصارائے فرانسیس مظفر جنگ کے معین و مددگار تہے۔ مقابلہ تمام روز رہا۔ طرفین میزان عدل مین برابر تہے۔ شام تک جنگ کا فیصلہ نہین ہوا تہا۔ نواب ممدوح نے نماز مغرب اداکی آزاد صاحب ترجمہ امام تہے۔ نواب ممدوح مقتدی ہی تہے۔ آپنے نماز مین تفاؤلاً سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ پڑہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد تمام مقتدیون نے تحسین و تعریف کی کہ سورہ موقع پر پڑہا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہم فیروز و کامیاب ہونگے۔ مخالفین بمصداق ویدخلون فی دین اللہ اطاعت و اسلام کے دائرہ مین داخل ہونگے۔ آپنے فرمایا کہ مین نے عمداً تفاؤلاً اسی سورہ کو پڑہا۔ دوسرے دن نواب نظام الدولہ کو فیروزی و کامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کی فال واقع کے مطابق ہوئی تمام آپکی کرامت کے قائل ہوئے۔

ایضاً

جب سنہ ۱۱۷۴ ہجری مین احمد شاہ درانی نے بہاؤ رئیس مرہٹہ پر بمقام پانی پت مین فیروزی پائی آپنے فتح سے چہہ مہینے پیشتر تفاؤلاً ایک غزل موزون کی تہی۔ چنانچہ آپ کی فال کا

آخر نتیجہ ظاہر ہوا ۔ غزل یہہ ہے ۔

شاہے رسید وہند بسینہ عام راگرفت ۔ ماہے طلوع کرد و سر شام راگرفت
شکر خدا کہ کذلک تصحیح حک نمود ۔ نقش غلط کہ صفحۂ ایام راگرفت
چون ریش خویش شد علف تیغ بیدریغ ۔ آن برہمن کہ سلطنت عام راگرفت
آخر ز تیغ خسرو غازی بریدہ شد ۔ زلف ایاز کز دل خودکام راگرفت
انجام کار غیر ندامت چہ صرفہ برد ۔ فیلے کہ راہ خانۂ احرام راگرفت
تا ہم باقتدار سلیمان کامگار ۔ از دست دیو لشکر اسلام راگرفت
آمد خبر ز دہلی محروس بدو کن ۔ آزاد ما بہ بیادہ گل جام راگرفت

رحمدلی

آپ رقیق القلب و رحیم الفواد تھے ۔ کسی انسان و حیوان کو ایذا نہین دیتے تھے حتی المقدور جان کی حفاظت مین کوشش فرماتے تھے ۔ آپنے سرو آزاد مین لکھا کہ جب نواب نظام الدولہ بطور دورہ ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے ۔ اُسوقت صحرائے پر فضا و مرغزار روح افزا مین شکار کے لئے گئے حسب ضابطہ قراولون نے ہرن کو نواب کے خیمہ کے قریب لاکے بٹھلائے ۔ نواب نے حاضرین محفل سے کہا کہ اس ہرن کو شکار کرنا یا آزاد کرنا چاہئے حاضرین نے دیکھا کہ نواب شکار کی طرف مائل ہے ۔ نواب کی مرضی کے موافق کہا کہ شکار کرنا چاہئے ۔ آخر نواب نے آزاد سے دریافت فرمایا ۔ آزاد نے عرض کیا ۔ اسوقت ایک نقل یاد آئی ہے اگر حکم ہو تو عرض کرون ۔ فرمایا وہ کیا ہے ۔ آزاد نے عرض کیا کہ سلاطین سلف سے کسی ایک بادشاہ نے کسی قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا ۔ رسم عام ہے کہ جب کسی کو قتل کرنا چاہتے ہین اُس سے دریافت کرتے ہین اُسوقت جو چیز مطلوب ہو ظاہر کرے ۔ اگر وہ

جو حکم کرے اُسکی تعمیل کرتے ہین۔ جب اسیر سے استفسار کئے۔ اُس نے کہا میری یہہ آرزو ہے کہ مین ایکمرتبہ بادشاہی دربار مین باریاب ہو جاؤن۔ اسکی خواہش کے موافق دربار مین حاضر کئے۔ اور اُس سے استفسار کیا کہ کچھہ عرض کرنا ہے جوابدو یانہ خیر۔ جب بادشاہ دربار سے برخاست کرنے لگا۔ قیدی نے عرض کیا کہ مین اگرچہ واجب القتل ہون۔ لیکن بادشاہ پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ بادشاہ اسکی حسن تقریر سے بہت خوش ہوا اور اُسکو آزاد کردیا بالفعل اس اسیر نے حضور پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ آپ مختار ہین جو چاہین کیجئے۔ نواب نے مسکرا کے آزاد کردیا۔ ہیرا جلال اسیر کا شعر حسب حال ہے ؎

کباب آہو نمک خلاصی او
اگر از مئی مروت قدحے چشیدہ باشی

ایضاً

صاحب ترجمہ سرو آزاد مین لکھتے ہین کہ نواب نظام الدولہ نے اورنگ آباد مین سادات عرب کی دعوت کی۔ قہوہ کا دور چلنے لگا۔ نواب اپنے بزرگان سلف کی طرح قہوہ دوست تھا۔ سادات مین سے ایک نے جو عقل و خرد سے خالی تھا کہا ع القهوة محرمة عند بعض العلماء۔ نواب نے آزاد سے پوچھا۔ آپ کیا فرماتے ہین۔ مولانا نے عرب کے قول کی ایسی توجیہ کی کہ نواب خاموش ہو گیا۔ توجیہ یہہ ہے۔ سید عرب فرماتے ہین کہ بعض علما کے نزدیک قہوہ معظم ہے لفظ محرم مادہ احترام سے ہے۔ آزاد کی توجیہ سے نواب نے سکوت اختیار کیا۔ عرب صاحب سے بحث و تکرار نہین کی۔ مجلس برخاست ہونیکے بعد سید عرب نے آزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا مرحبا مولانا آپ نے میرے کلام کی خوب توجیہ کی۔ نہین تو نواب مجھہ سے سخت رنجیدہ ہوتا۔ انتہی کلامہ۔

بدیہی گوئی

آپ کو نظم فی البدیہہ کہنے میں قدرت کاملہ تھی۔ جب ارادہ کرتے فوراً موزون کر دیتے تھے طبیعت مین مضامین کی آمد تھی غور و فکر کی ضرورت نہین ہوتی تھی۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد صاحب جبکہ ایک مجلس درس تدریس مین فرما رہے تھے کہ مجمع النفائس مین سراج الدین علیخان آرزو بابا فغانی کے ترجمہ مین لکھتا ہے کہ بابا فغانی کی یہہ ایک بیت مجکو نہایت خوش مزہ معلوم ہوتی ہے ؎

نخل قدرت کہ از چمن جان بر آمدہ ۔ شاخ گلے بصورت انسان بر آمدہ

پھر آپنے فرمایا شاخ کا بر آمد ہونا انسان کی صورت مین محض ادعا ہے۔ انسان مین بر آمد ہونا امر وقوعی ہے۔ اسوقت آپنے بابا فغانی کے جواب مین ایک مطلع موزون کیا ؎ طفلی بطرز نو ز دبستان بر آمدہ ۔ یعنی پیری بصورت انسان بر آمدہ

ایضاً

ایکروز نواب معین خان بہادر ناظم اورنگ آباد نے آپسے کہا کہ میرے والد فرخ نژاد خان تحسین تخلص نے ایک ایسا مصرع موزون کیا ہے کہ اسکا ثانی مصرع موزون نہین ہو سکتا ہے وہ مصرع یہہ ہے ؎ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من است ۔ آپنے اسیوقت فی البدیہہ ایک مصرع موزون کر دیا۔ وہو ہذا ؎ صبح افروختہ ام خندہ من نزع من است ۔ صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ۔ پھر اسی غزل کو تمام کیا۔ وہو ہذا

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است	برق افروختہ ام خندہ من نزع من است
شمع یا برکا ہم کہ نظر بر رخ غم	دو طرب وختہ ام خندہ من نزع من است
در شبستان جہان ہمہ طرب انگیز گلریز	خوب آموختہ ام خندہ من نزع من است

گفت آزاد برین مصرع تحسین غزلے	کاغذ سوختہ ام خندۂ من نشۂ مستی است

صلح پسند

گل رعنا کے مولف نے لکھا ایک رات بتقریب عرس حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت غلام حسن صاحب قدس سرہ کے مکان پر تمام شہر کے مشائخ وامر المجتمع تھے۔ شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر بھی تشریف لائے۔ سید موصوف رعونت تعظیم کے لئے نہین اٹھے۔ شاہ محمود رنجیدہ وکبیدہ خاطر ہوئے۔ سید بھی بدستور شاہ صاحب کے طرف متوجہ نہین ہوا۔ وہ بزرگ سید وشاہ صاحب عالم سکوت مین ہے۔ حضرت آزاد اس فکر مین تھے کے دونون بزرگون مین باہم صلح ہو جائے۔ اور شیخین کے دلون سے کدورت دور ہو جائے۔ آپ دونون کے قریب آئے۔ اور بیٹھ گئے۔ اُس وقت سید صاحب چھینٹ ہزارہ کا جبہ زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ کہ ہزارہ اس چھینٹ کو کہتے تھے جس کے گل وبوٹے مختلف ہوتے تھے کہ آپنے دونون بزرگون سے خطاب کرکے فرمایا اے حضرات اس چھینٹ مین صوفیہ کرام کا مسئلہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ حق تعالی کی تجلی مین تکرار نہین ہوتی ہے۔ آپ کے اس قول سے دونون بزرگ مسکرائے۔ اون کی بستگی کشادگی سے مبدل ہو گئی۔ دونون بزرگ باہم مکالمہ کرنے لگے۔ اور اُٹھے اور فرمایا خدا تعالی عالم ہستی سے ہے۔ اور عالم کے ہر ایک جز مین جو ہے واحد کی طرح۔ علمائے حساب واحد کو اعداد نہین شمار کرتے ہین اور وہ تمام اعداد مین موجود ہے۔ یہہ مضمون رباعی مین موزون کیا گیا ہے۔ رباعی

اللہ برون تو عالم ایجاد ہست	اما پیدا بجملہ افراد ہست
شک نیست کہ واحد نبود از اعداد	لیکن موجود در ہمہ اعداد ہست

پھر فرمایا کہ اس عالم میں جو تمام سے کمتر ہے۔ عالم اخری میں تمام سے برتر و بہتر ہے
جیساکہ کتاب کے صفحہ میں انتہائے صفحہ کا کلمہ اس صفحہ کے تمام کلمات سے موخر ہے
لیکن دوسرے صفحہ کے تمام کلمات و فقرات سے مقدم ہے آپنے اس مضمون کو
موزون کیا۔ هوهذه

حرف ختم صفحۂ تاج صفحۂ آینده ہست　　　　هر فرازِ آنجهان باشد ذلیل اینجهان

آپکے علم و فضل کا ذکر

آپ جامع کمالات انسانی و مظہر انوار تجلیات ربانی تھے۔ برہان قاطع معقولات
و میزان عدل منقولات شیرازہ بند دفتر صلح کل۔ آب و رنگ بہار تفضل۔ پیشوائے
ارباب بلاغت و قدوۂ صاحبان فصاحت مفتاح کنوز الہی۔ و مصباح رموز نامتناہی
آپکا تبحر علم و فضل علمائے معاصرین کے نزدیک مسلم الثبوت تھا۔ آپکی
طبیعت فطرۃً موزون تھی۔ شعرگوئی و شعرفہمی کی استعداد خداداد تھی۔ آپ علوم
و فنون کی تکمیل سے پہلے ہی شعر موزون کرنے لگے۔ آپکے اشعار سنجیدہ و پسندیدہ
ہوتے تھے۔ مضامین تشبیہ و استعارہ کے زیور سے آراستہ ہوتے تھے۔ جب آپ تحصیل
علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ تب آپ درس و تدریس میں ہمہ تن مصروف ہوئے اور
شعرگوئی کے میدان میں ایسی سبقت کی کہ امثال و اقران میں مقدم ہو گئے۔ اور اساتذہ
کے زمرہ میں شمار کیے گئے۔ عربی و فارسی دونوں زبان میں موزون فرماتے تھے۔ اور اپنے
جد اعلی مولانا عبد الجلیل بلگرامی اور اپنے ماموں سید محمد بلگرامی سے اصلاح لیتے تھے
آپکا کلام کیا ہے گویا الہام ہے باوجود بسیارگوئی کلام کو خوبی و خوش اسلوبی کے قالب
میں بطرز عجیب و غریب ڈھالتے ہیں۔ خیالات نفائس کا فوٹو نہایت خوشنما پیرایہ میں

کہینچتے ہین ۔ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے نوادر زیور سے سجاتے ہین ۔ آپکا کلام معجز نظام اعجاز عیسوی کا دم بہرتا ہے ۔ اور اپنے ید بیضا سے سحر سامری کا بازار سرد کرتا ہے آپ صاحب تالیف و تصنیفات ہین ۔ عربی و فارسی مین آپکے متعدد دیوان مدون ہین چونکہ آپکے اکثر قصائد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہین ۔ آپکو حسان الہند کے لقب سے ملقب کرتے ہین ۔ آپنے عربی اشعار کو ایسی ایسی تشبیہات سے آراستہ فرمایا کہ اہل عرب آپکی تقلید کرنے لگے ۔ ہندوستان مین ابتدائے فتح اسلام سے کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا ۔ اکبری عہد کے بعد آپ ہی ایک ایسے بزرگ ہین کہ تذکرہ نویسون مین مقدم و مستند مانے جاتے ہین ۔ تاریخ و تذکرہ نویسی مین قوت کاملہ و ملکہ تامہ رکہتے تہے آپکی تصنیفات سے متعدد کتابین متداول و متعارف ہین ۔ از انجملہ تذکرہ خزانہ عامرہ [1] ید بیضا [2] ۔ و سرو آزاد [3] ۔ و غزالان الہند [4] ۔ شرح بخاری تا کتاب الزکوۃ [5] ۔ و شمامۃ العنبر [6] فی ذکر الہند ۔ تسلیۃ الفواد ۔ سند السعادات [8] فی حسن خاتمۃ السادات ۔ روضۃ الاولیائے خلد آباد ۔ مآثر الکرام [10] ۔ سبحۃ المرجان [11] فی آثار ہندوستان ۔ دو دیوان عربی سہ ہزار اشعار دیوان فارسی پنجہزار بیت ۔ خود آزاد صاحب ترجمہ خزانہ عامرہ مین لکہتے ہین کہ مین نے کلام عربی کو طرز خاص سے ادا کیا ہے ۔ اور بابل کے افسانہ گویون کا بازار سرد کیا ہے مین طوطی ہند ہون قمریان عرب کے ساتہہ ہمدم و ہم نوا ہون و نغمہ سنج پورب ہون با خوش نوایان حجاز ہم آواز ۔

من قولہ

سخن عربی را بطرز خاص ادا میکنم و بازار افسون خوانان بابل می شکنم طوطی ہندم با قمریان عرب دمساز و نغمہ سنج پوربم با خوش نوایان حجاز ہم آواز ۔ دیوان فقیر در حرمین شریفین

وبلاد ہیں و مصر شہرت و محافل عرب عربا ہیں غربت تازہ وارد و معمور گو یا شوکت
بخاری از زبان من گوید ؎

شنیدہ اند بتان ہمین کلام مرا ٭ نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا ٭ انتہی کلامہ

گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ سید حسین بغدادی جو عالم فاضل شاعر علامہ تہا بغداد سے عازم ہند ہوکے شہر اورنگ آباد میں وارد ہوا حضرت آزاد سے ملاقات چند روز با ہم خوب ملاقات رہی آپ کے قصائد نعتیہ سنکے وجد کرتا تہا آپکی فصاحت و بلاغت کی داد دیتا تہا۔ جب سید بغدادی عربی اورنگ آباد سے عازم بغداد ہوا آپکے دیوان کے دو نسخے ہمراہ لیگیا بندر مسقط میں پہنچ کے ایک خط عربی عبارت میں مورخہ ۲۹ ماہ رجب سنہ ۱۱۶۰ ہجری آپکی خدمت میں بہیجا۔ خط مذکور بتاریخ دہم رمضان سنہ مذکور شہر اورنگ آباد میں پہنچا۔ اسمین لکہتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہان بصرہ و بحرین کے علما و شعرائے اکابر جمع ہوئے ہین آپکا عربی دیوان علما کے مجمع میں پیش کیا۔ تمام نے دیکہا اور پڑہا بہت پسند کیا ہر ایک مرحبا مرحبا واہ واہ کہتا تہا۔ اشعار کے مضامین پر وجد کرتے تہے۔ اور تعجب کرتے ہین کہ ہندی الاصل جسکی نشو نما ہند کی سرزمین میں ہوئی ہو کسطرح زبان عربی اہل زبان کی طرح کہتا ہے اور اشعار میں مضامین فصاحت و بلاغت اسیر باندہتا ہے منجملہ علمائے بحرین حضرت شیخ عبد العلی بحرینی نے جو اجل علما سے ہے کہا۔ واللہ لو ادعی النبوۃ فی الھند صاحب ھذا الدیوان لصحت دعواہ یعنے قسم خدا اگر دعوی نبوت کند در ہند صاحب این دیوان ہر آئینہ صحیح شود انتہی مضمون المکتوب۔

میرزا محمد امین نے مثل قطعہ خواجہ حافظ شیرازی جسکا اول یہہ ہے ؎
بعہد سلطنت شاہ ابو اسحق ٭ بہ پنج شخص ملک فارس بود آباد الخ کہتا ہے ؎

درین زمانه که ارباب فضل کمیاب اند	ز بلگرام دو شخص اند در سخن استاد
یکی امام زمان سیدی غلام نبی	رساند فطرت و شعر بلند را بنیاد
کلام فائق آن شهرهٔ دیار عرب	ز خوبی سخن این بهند شور فتاد
نگاه دار همیشه الٰهی ایشان را	بهر رسل عربی و آله الامجاد

حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے دیوان فارسی سے چند اجزا خان آرزو کے پاس اورنگ آباد سے دہلی بھیجے۔ خان آرزو نے جواب میں لکھا کہ مین نے آپکے اشعار اول سے آخر تک دیکھے کوئی شعر لطف و طرز سے خالی نہیں انتہی کلامہ۔

سچا خان آرزو کی زبان سے حرف راست و درست مطابق واقع بر آمد ہوا۔ دیوان کے مطالعہ سے آپکے کلام فصاحت التیام کی خوبی و نازکخیالی معلوم ہوتی ہے۔

جب آپ سبحۃ المرجان کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ چاہا کہ ایک نسخہ دیار عرب میں ارسال کریں بمقتضائے انہیں ایام میں جما بین انصاری و اطراف مناقشہ واقع ہوا بسبب فتنہ و شر علما و اکابر تجار بصرہ و بحرین سے حفظ جان و مال کے لئے سرزمین مسقط میں پناہ گیر تھے۔ آپنے ایک نسخہ مع خط عربی بنام سلطان مسقط امام احمد بن سعید نواب قائم الدولہ حاکم بندر سورت کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ آپ اپنے ذریعہ سے امام مسقط کے خدمت میں روانہ کریں۔ نواب موصوف نے کتاب و مکتوب کو روانہ کیا۔ امام نے نامہ کا جواب بتعظیم تمام و تعریف کتاب مع ہدیہ بھیجا۔ هو هذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبد اللّٰه المتوکل علیه المعتصم بالله امام المسلمین احمد بن سعید بن احمد بن محمد البوسعیدی الی حضرة افصح الامة لسانا وابرعهم بیانا وواحدهم

عقلاً و اثبتهم نقلاً الشیخ الاستاد علامۃ الدهر وفریدۃ العصر ازاد الحسینی الواسطی البلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ احیٰ رسوم الفصاحۃ بعد ان عفت و اطلع شموسها بعد ان انکسفت واجری میاهها بعد ان غاضت وشیّد ارکانها بعد ان انقاضت الخ چونکہ خط دراز ہے تخمیناً پچاس فقرے نثر میں اور چند اشعار نظم میں تھے۔ طوالت کی وجہ سے باقی فقرات کو قلم انداز کیا۔

ضمیمۂ وقعت

آپ دکن میں تمام عمر اعزاز و اکرام کے ساتھ رہے۔ اہل دکن امرا و فقرا کل آپسے مانوس و موافق تھے۔ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی نظر میں آپ معزز و مکرم ہے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید آپکی بہت ہی خاطر و مدارات فرماتے۔ آپکو تا بہ شہادت اپنی مصاحبت میں رکھا۔ آپکے دائرۂ تلمذ میں داخل ہوا۔ آپکی اصلاح سے اپنا کلام درست کرتا رہا۔ آپ ناصر جنگ کی مجلس کے رونق تھے اگر رات ہو تو روشن چراغ۔ اگر دن ہو تو آفتاب روشن تھے۔ سفر و حضر میں سایہ کی طرح ہمرکاب رہتے تھے۔ شہید مرحوم آپسے جدا رہنا پسند نہیں کرتا تھا۔ آپکی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا۔ اسیطرح نواب نظام علیخان اسد جنگ بہادر آصفجاہ دوم بھی آپکی بہت قدر کرتے تھے۔ چنانچہ مآثر آصفی کے مولف نے لکھا کہ جب حضرت آزاد بتقریب سیر با سبب طلب بعض احباب حیدرآباد تشریف لائے اور شاہ علی بنڈہ پر قریب دروازہ علی آباد لب سڑک پر فروکش ہوئے۔ قاسم الدولہ نے آپکی تشریف آوری سے خبر دی آپنے فرمایا۔ کہاں فروکش ہوے وہ ہمارے مہمان ہین انکو مکان عزیز پر اُتارنا چاہئے۔ قاسم الدولہ نے فرمایا کہ علی آباد کے دروازہ کے قریب فروکش ہین فرمایا آج ہم اس راہ سے تفرجاً جائین گے۔ محل فرودگاہ کے قریب

سواری پہنچے تو ہمکو مطلع کرنا - آپ حسب قرارداد سہ پہر کو ہاتھی پر سوار دروازہ کے
قریب پہنچے نقیب نے عرض کیا حضور یہہ آزاد کا فرودگاہ ہے - آپ ہاتی سے اُتر رہے
تھے کہ حضرت آزاد حاضر ہوئے نذر دکھلائی - حضور خیر و عافیت دریافت کرکے روانہ
ہو گئے - سیر سے مراجعت کرکے آئے - قائم الدولہ کو حکم کیا کہ حضرت آزاد کے لئے ایکہزار
روپیہ مع فرد قادم و شمست سر بہیجدیجئے - فوراً حکم کی تعمیل ہوئی - حضرت آزاد نے عطیہ حضور
کو منظور فرمایا - اور شکریہ ادا کیا - دوسرے روز آپ حضور سے ملے - حضور آپکی ملاقات
سے بہت مسرور ہوئے - پوچھا آپ کبتک یہاں رہینگے - آپنے فرمایا - چندروزہ -
حکم صادر ہوا - کہ آپ ہمارے مہمان ہیں ہر روز صبح و شام آپکے لئے خاص ہمارے
خاصہ سے ماحضر طعام بہیجتے رہیں - جبتک آپ ہے خاصہ کے طعام سے سرفراز رہے
دیکھو سرکار آصف جاہ اول کے زمانہ سے اس عہد تک یہی شان مہمان نوازی - وعلما و فضلا
کی قدردانی - اور ہر ایک اہل ہنر کی جوہر شناسی نسلاً بعد نسلٍ میراثاً اباً عن جدٍ مسلسل نظر آتی
ہے - ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت تو مہمان غریب کی ایسی مہمانی و خاطر داری فرماتے ہیں
کہ وہ وطن کو غربت اور دکن وطن قرار دیتا ہے - اور آپکے سایہ عاطفت میں ایسا جمتا ہے
کہ گھر کے اُٹھتا ہے - اللہ جل شانہ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت فلک شوکت میر محبوب علیخان
نظام الملک فتح جنگ مظفر الممالک آصفجاہ ششم مع صاحبزادگان بلند اقبال دائم
و قائم رکہے آمین ثم آمین -

تقویم عاقبت خانہ کا ذکر

آپنے سنہ ۱۲۹۵ ہجری میں عزم جزم کیا کہ اس مسافر خانہ ناپائیدار سے دار السرور پائیدار کی طرف
رحلت ضرور ہے - پس زاد راہ کی فکر کرنا چاہئیے - یعنی اعمال خیر و افعال پسندیدہ

کئے جاتے تھے۔ اور مکان اصلی و وطن ابدی کیطرف جانیکے لئے مستعد بیٹھے تھے۔ آپنے
جسم خاکی کے دفن کیلئے ایک قطعۂ زمین روضہ خلد آباد قریب مزار حضرت شاہ برہان الدین
غریب خرید کیا۔ اور وہان قبر بنوائی۔ تاکہ اس قالب سے روح کے برآمد ہونیکے بعد آسانی سے
جسم فانی کو اسمین دفن کرین۔ اور آپنے اسکا نام عاقبت خانہ رکھا۔ عاقبت خانہ کی
آبادی و تعمیر کا جشن بزرگ و عرس عظیم الشان منعقد فرمایا جشن مین شعرا و امرا و مشائخ کو
دعوت دی۔ عمدہ عمدہ کھانے پکوائے اور طرح طرح کے حلوے بنوائے۔ حاضرین دعوت کی
خاطر و مدارات و تواضع مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین پاتے تھے۔ اور کہتے تھے یہہ جشن
وداعی ہے۔ غنیمت ہے خلان باصفا و دوستان باوفا کا مجمع آپ ہر ایک سے فرماتے تھے۔
هذا فراق بيني وبينك آپکے اس فقرہ سے ہر ایک کے دلپر حسرت و رقت موثر ہوتی تھی۔
آپ ہشاش و بشاش تھے فرماتے تھے یہہ جدائی چند روزہ ہے آخر ہم سب عقبی مین باہم ملینگے۔
یکے بعد دیگرے اسی مقام اصلی مین پہنچ جائینگے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی آگے کوئی پیچھے
پہنچیگا۔ طعام سے فارغ ہونیکے بعد آپنے تمام حاضرین جشن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہر ایک سے
معافی چاہی۔ شعرائے آپکے عاقبت خانہ کے تعمیر کی تاریخین کہین۔ اور آپکی مدح سرائی
مین قطعات و قصیدہ و رباعیہ لکھے۔ مین نے بہتہ تلاش کیا کتاب مسمی تہنیت الکین سے
جلال حضرت محبوب سبحانی سید منیر الدین عالی رشد تخلص پر دیکھیے۔ اور اسمین اکثر اکابر اسلام کے
تذکرے تھے۔ افسوس وہ نسخہ نادر الوجود رود موسی کی طغیانی مین برباد و تلف ہو گیا۔ اسکے
گم ہونے پر مجھکو سخت رنج و الم ما بحال ہے۔ بامر لاچاری صبر و شکر اختیار کرتا ہون۔ اس
جشن کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ١٢ ہجری مین اس دار فانی سے عالم
جاودانی کیطرف رخصت ہوئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ آپکی رحلت سے

مشاہیر شہر و مشائخ کرام و امرائے عظام کو بہت رنج و غم لاحق ہوا۔ تمام مشائخ و بزرگان شہر نے آپ کی تجہیز و تکفین کر کے آپکا جنازہ اعزاز و اکرام کے ساتھہ لیجا کے خانۂ معہودین دفن کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی رحلت کا مادۂ تاریخ نکالا۔ آہ غلام علی آزاد ۱۲۰۰ھ

سخن دانی و سخن فہمی کا ذکر

آپ ایسے ذکی الطبع و سریع الفہم تھے اشعار مالاینحل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اساتذہ و قدما کے کلام کی توجیہ واقع کے مطابق فرماتے تھے۔ محاورات و اصطلاحات سے ماہر تھے استعارات و تشبیہات کے رموز سے واقف تھے۔ کلام کی بلاغت و فصاحت کو خوب پہنچتے تھے مضامین کی خوبیاں و معانی کی نازک خیالان۔ و صنایع بدایع کی موشگافیاں صراحت و وضاحت کے ساتھہ حسن تقریر سے کرسی ظہور پر جلوہ افروز فرماتے تھے۔ سامعین و طالبین آپکی تقریر دلپذیر سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت جامع العلوم و الفنون تھی۔ اور خاص آپ کی طبع سلیم ہر ایک علم و فن سے مناسب تھی جس فن و علم کا طالب آپکی خدمت مین آتا تھا مستفید ہوتا تھا۔ آپکے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوتا تھا۔ آپ اورنگ آباد دکن مین شاہ مسافر کے تکیہ مین سکونت پذیر و گوشہ نشین تھے۔ قطب کی طرح جمے ہوئے تا بزندگی مقام تکیہ سے نہین نکلے آپ کی شہرت ہند و سندہ عرب و عجم کے اطراف مین کھوم رہی تھی۔ آپ شب و روز درس و تدریس و اصلاح شعر و شاعری مین مصروف رہتے تھے۔ آپکی مجلس مین مذاکرۂ علوم و فنون کا جوش و شعر و شاعری کا خروش رہتا تھا۔ آپکے حلقۂ درس مین طلبا عرب و عجم رہتے تھے۔ آپکی بدولت دکن مین اکثر پیرایۂ علم سے آراستہ ہو گئے۔ مثلاً مولانا عبد الوہاب افتخار مولف تذکرۂ بی نظیر و عبد القادر مہربان فخری۔ و افضل بیگ خان قاقشال مولف تحفۃ الشعرا

ولچھمی نرائن شفیق مولف گل رعنا وغیرہا وغلام علی ارشاد مولف تنبیہ الشاکین - ومولانا رفیع الدین قندہاری - ونواب ناصر جنگ شہید وغیرہم یہہ تمام آپکے خوان نعمت سے مستفید ہوئے ہین - اب مین بطور نمونہ آپکی تحقیقات مسائل مختلفہ وحل مشکلات مالاینحل سے دو ایک مثالین ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہون تاکہ میرے کلام کی تصدیق - اور حضرت آزاد صاحب ترجمہ کی ذکاوت ذہن وسرعت فہم کا اندازہ ہوجائے ایکروز وقت صبح نواب شہید کے دیوانخانہ مین شعرا وامرا مجتمع تھے - نواب نے غزل پڑھنی شروع کی ایک شعر مین سرو خرامان یعنی درخت سرو باندہا تہا - موسوی خان جرات نے کہا کہ سرو خرامان معشوق کے قد پر صادق آتا ہے - درخت سرو پر اسکا اطلاق کیونکر ہوسکتا ہے - نواب نے آپکے طرف اشارہ کیا آپنے فرمایا کہ میرزا صائب نے سرو خرامان سے درخت سرو مراد لی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

یکرہ برآر از آستین دست نگارین در چمن ‏ ‏ ‏ تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب شہید بہت محظوظ ہوئے اور بیت کو حفظ کرلی - جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے کہ درخت زمین گیر کو خرامان کہا - آپنے جواب مین فرمایا شعر کی بنا تخییل پر ہے - درخت ہوا کی تحریک سے ہلتا ہے گویا خرامان کرتا ہے - ایسا ہی آپنے سلمان ساوجی کا شعر بہی تائیداً بیان کیا ؎

سرو از صبا گردد چنان تا چون قدت شد روان ‏ ‏ ‏ ہرچند بیجا میدوان سرو خرامان کی رسد

آپکے نظائر وشواہد سے تمام حاضرین مجلس خاص مولانا جرات خاموش ہوگئے - اور آپکی معلومات وشعرفہمی کی تعریف کرنے لگے - آپکی سخن دانی وسخن فہمی کا کامل اندازہ آپکی تالیفات وتصنیفات دیکھنے سے ہوتا ہے - طوالت کی وجہ سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا - اگر

کوئی طالب تحقیق وشائق ہو تو آپ کی تالیفات کو دیکھے۔

تاریخ گوئی کی مہارت کا ذکر

آپ تاریخ گوئی مین فرد کامل تھے اکثر واقعات خوشی وغمی کی تاریخین موزون فرماتے تھے۔ اشعار موزون مین ایک مصرع یا نصف یا زائد مادۂ تاریخ وسن واقعہ ہوتا ہے بحساب جمل حروف ابجدی پورا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ آپکے قطعات تاریخی بیشمار ہین اگر جمع کئے جائین تو ایک کامل کتاب مفید ہو جائے۔ مین چند تاریخی قطعات ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظے سے لطف اٹھائین۔

سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین محمد شاہ بادشاہ ہند۔ و وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدینخان بہادر و نواب میر قمر الدینخان نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر یکے بعد دیگرے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپنے باسقاط شش عدد تعمیۂ تاریخ کہی۔

گذشت تاریخ چون کشیدم آہ ــــ موت شاہ و وزیر آصفجاہ

ایضاً

سہ رکن سلطنت ہند از جہان رفتند	فنا وجیغ سہ دریگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہرسہ یافتم تاریخ	نماند شاہ زمان باوزیر آصف دہر

تاریخ شہادت نواب ناصر جنگ بہادر مرحوم

نواب عدل گستر عالیجناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم زماہ محرم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت

تاریخ وفات شجاع الدولہ

کرد از عالم فانی رحلت	سرور غالب صاحب صولت

گفت تاریخ این ظفر آزاد | نصرت پادشاه عالیجاه
۱۱۶۳ھ

ایضاً

شاه بانو را پس از وتابه کشت | کرد در انجام و در آغاز فتح
سورنائے خامۂ تاریخش نواخت | شاه درانی نموده باز فتح
۱۱۶۷ھ

ایضاً

بانو با فوج خود تلف شد | از دست مجاہدان قتال
تاریخ شکست فوج کفار | فرمود خرد غنیم پامال

تاریخ فتح کشمیر

کشمیر گرفت بار دیگر | سلطان احمد بزور شمشیر
فرمود زبان تیغ تاریخ | او فتح نمود باز کشمیر
۱۱۶۷ھ

منہ تاریخ رحلت میرزا خان رسا

شیرازۂ نظم میرزا خان | ہم نثر بفکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت | پیوست برحمت الٰہی
۱۱۶۷ھ

منہ تاریخ رحلت موسوی خان جرأت

موسوی خان کلک گہربار | آبرو داد شعر و انشار را
گفت تاریخ رحلتش آزاد | کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ھ

منہ تاریخ رحلت سراج الدین علیخان آزاد

خان والاشان سراج الدین علی | شمع رونق بخش بزم گفتگو
زد رقم آزاد سال رحلتش | رحمت کامل بروح آرزو
۱۱۶۹ھ

منہ تاریخ میر محمد افضل الہ آبادی ثابت

استاد زمان کہ کرد تعلیم	اعجاز سخن بکلک صامت
تاریخ برای رحلت او	فرمود خرد رحیل ثابت

۱۱۵۷ھ

اب مین آپکے اشعار آبدار فارسی بترتیب ردیف گزارش کرتا ہون۔ ھو ھذا

الهی نالهٔ گرمی دل دیوانهٔ ما را — کرامت کن نهال آتشینی دانهٔ ما را
بده در دست زنگار هوس آئینه دل را — ز حسن خویش کن آباد حیرت خانهٔ ما را
کریمان را نظر بر زشتی مهمان نمی باشد — مبرا ز باغ بیرون سبزهٔ بیگانهٔ ما را
درین محفل مکن از دست مردم آبروریزی — تو گردش ده برنگ آسمان پیمانهٔ ما را

ولہ

برآر از نیام بسم الله تیغ خوش مقالی را — مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
چو آن زلفی که بعد از شانه کردن بر نه بندد — بجمعیت رساند صبر من آشفته حالی را
نگاه مست چشم یار را با چشم گریانم — که مستان دوست میدارند ابر بنگالی را

ولہ

گرچه فرسوده ز بند قفس آزاد مرا — گشت بیرون قفس منت صیاد مرا
بلبلی دور ز گلزار بزاری میگفت — خاطر عاطر گل کاش کند یاد مرا

ولہ

گرد تا آهنگ رفتن محمل جانان ما — چون جرس سینه می غلطد دل نالان ما

ولہ

مزاج کم کسی را الفت اول بجا ماند — بر در مجلسی سنجیده ام بسیار یاران را

ولہ

بی قناعت خود نیست نیست دیدار شما — میفروشند خویش را اول خریدار شما
من که باشم تا شوم در بزم والا بار شما — میکنم سر را فدا بر پای دیوار شما

ولہ

سفیدی آمده بیوقت زلف پر خم را — ببین بچشم حقارت بلای رقم را
اسیر دام ده مشتوق می شود رسوا — بر آورد ز چمن آفتاب شبنم را

کردم علاج درد دل خود ز درد دل | از می توان شکست خمار شراب را
در وصل بیقراری عاشق نمی رود | داریم گواه خویش گل آفتاب را

وله

ز خود گذشتم و در عالم دگر رفتم | مریض عشقم و تبدیل می کنم جا را
دو چشم او دل آزاد را ز پا فکند | دو ناتوان ز ره بر خاک یک توانا را

وله

با سرو سرو کار ندارد بصر ما | خاک قدم یار بود در نظر ما
واللّٰه که ما طاقت پرواز نداریم | صیاد چرا می شکند بال و پر ما

وله

ای مصور از تو آید اینقدر تدبیر ما | با شبیه آن پری پیکر مکش تصویر ما
التماس آشنایان را مفگن بر زمین | قابل گوش تو باشد گوهر تقریر ما

وله

ساقی ما جا دهد بجا میده پیمانه را | یا آگهی هوش ده این قاسم دیوانه را

وله

می داد چشم یار دل زخم دیده را | دانند که نافع است جراحت رسیده را
خطش دمید و وحشی دل را اسیر کرد | تو چاکری گرفت غزال رمیده را
پیری رسید بر در طاعت مقیم شو | ضایع مساز حلقهٔ قد خمیده را
نازم به صاحبی که سراپا مروت است | آزاد کرد پیر غلام خریده را

وله

با گل پیام گفت ز برگ گیاه ما | شاباش بر نسیم سفارت پناه ما
تسخیر دل نمود بطوریکه واه واه | هرچند خورد سال بود بادشاه ما

وله

همچو گل رنگین لباس صلح کل پوشیده ایم | تار و پود شعله و آب است در دامان ما

وله

با تو تا نیست روز ما نتوان روشن شود | گر کتان را فگنی در آفتاب ماهتاب

وله

بادشاها خاطر آزاد را آباد کن | تنگ سلطان است از اقلیم و شهر خراب

وله

دست طلب عنبر و گوهر کشیدنی است | یکبار طره و سخن او شنیدنی است

بی فیض قابل دم تیغ اجل بود — شاخے که برگ و بار ندارد بریدنیست

وله

نامه را در پیش پائے قاصد افگندی بجاست — خاکساری اثرها در وصول مدعاست

گفتم آن یار که باشد شمع این محفل کجاست — آمد آواز که در دل جوی گفتم دل کجاست

وله

بیا که چون گهرم هنوز چشم تر باقیست — تمام خشک شدم لیکن اینقدر باقیست

توان رساند بهالین حضرت صیاد — ز مرغ بسمل وحشت بال و پر باقیست

وله

دل با علو همت خود از جهان گذشت — بر پشت این براق ز نه آسمان گذشت

با من نسیم صبح حدیث صحیح گفت — بیمار شد کسیکه برین گلستان گذشت

وله

در هجر از خرابی احوال ما مپرس — یعنے که در قلمرو ما بادشاه نیست

وله

دست هوس مزن کمر یار نازک است — شوخی مکن چو آبله که این کار نازک است

دل از غبار خاطر خویش شکسته اند — این شیشهٔ لطیف چه مقدار نازک است

اے باد صبح مرضی او دیده عرض کن — پیغام من که نازک و بسیار نازک است

وله

بوده آهوئے صیاد شناس — دام در راه تو چیدیم عبث

وله

شراب خورده ز میخانه شد روان کج مج — کلاه گوشه بسر حرف زد زبان کج مج

وله

معاشران سبب پیچ و تاب می پرسند — ندیده اند مگر زلف جابجا کج مج

وله

خوش قدان ساغر بکف چو شاخ گل ایستاده اند — شاید از دست کسی این بستان گیرد قدح

وله

کسے چه رنگ اقامت درین زمین نبرد — نشد ز آبله خار این بیابان سرخ

سپهر پایه و دولت تبلیغ رو بخشند — رخ محیط نماید ز شاخ مرجان سرخ

وله

عمرے بسوے غمکدهٔ ما گذر نکرد — روزیکه کرد زود گذشت و خبر نکرد

باآنکه صبح و شام ازین راه میرود — یکبار جوئے گور غریبان نظر نکرد

در بزم دوش جانب ما ملتفت نشد | اینهم غنیمت است که ما را بدر نکرد

وله

خط مشکین خال رخسار ترا ابر بسر رسید | فوج هندوستان بتسخیر ملک عنبر رسید

پیش گل بی رتبه می گردد بهار یاسمن | قدر مفلس نیست در بزمی که صاحب زر رسید

وله

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود | نیشکر را بنده بالا کم حلاوت می شود

وله

ساقیا امروز برقی جست باران میرسد | فکر ساغر کن که وقت عیش یاران میرسد

میتوان تا دامن صحرا باستقبال رفت | در چنین روزی که ابر از کوهساران میرسد

کیست تا بار دگر دارد عنان هوش را | با هزاران ساغر گل نو بهاران میرسد

وله

در کوی یار از دل من ناله میرود | دل نیز عنقریب بدنباله میرود

وارد شراب طرفه دهان دو چشم یار | هوشم ازین ثلاثه غساله میرود

اشکم ز بلگرام بر آید بسوی شوق | مانند رود گنگ به بنگاله میرود

وله

دلارام مرا گیسوی مشکین بر قدم افتاد | چو هندوی سیه فامی که در پای صنم افتد

وله

ابروی یار و چشم تر ما نظر کنید | ماه ربیع و آب روان را نظر کنید

سحبان باین عبارت رنگین سخن نکرد | تقریر آن دو نرگس شهلا نظر کنید

وله

نیلوفر از شگفتن شبها ادا کند | چون یار رفت دیدهٔ خود برکه وا کند

یکبار هم بطرف مزارش نمیروند | این اجنبیکی که بخوبان وفا کنند

صیاد لاابالی من صید تشنه را | در وادیی که آب ندارد رها کند

وله

عطر حسن خلق وزر وقتی که یکجا میشود | ذرهٔ صبا دولتیان چون گل و بالا می شود

میکند طوطی سخن اما پس از آموختن | بلبل خوش فن من بی استاد گویا می شود

وله

چشم دارم که مرا گوشهٔ صحرا بخشند | را صنم کرد گرانرا همه دنیا بخشند

دل آرام طلب عیش و بالا خواهد
کاش در سایهٔ آن سرو مرا جا بخشد

وله

چه خوش شد پخته مغز از دیدن این باغ میگردد
گل صد برگ را دل در جوانی داغ میگردد

این پسر سلمه الله جوان خواهد شد
هست گر ماه نوی بدر جهان خواهد شد

خورد سالے که خورد شیر پستان کرم
پدر مشفق ابنائے زمان خواهد شد

گل همان به که زر خویش به بلبل بخشد
بعد چندے همه تاراج خزان خواهد شد

وله

صبح دیدم بدر میکده میخوارے چند
ساغرے چند خریدار بدستارے چند

چیست حاصل ز تماشاے بیابانے چند
گر بپاییم نخلد خار مغیلانے چند

وله

نگار ما دل شب در نظر نمی آید
که جز بشام و سحر زهره بر نمی آید

وداع کرد جهان را مگر نسیم علیل
که مدتیست ز جانان خبر نمی آید

بود ضرور شعور مرا جدا اینها
تقرب امرا از هنر نمی آید

وله

دل از شنیدن پیغام آشنا شگفد
که غنچه از مدد حضرت صبا شگفد

ز گرمجوشی آن آفتاب دل وا شد
چو آن گلے که بهنگام استوا شگفد

منم شهید حنا بند قاتل آزاد
همیشه بر سر خاکم گل حنا شگفد

وله

شیشهٔ نازک ز سنگ خارا پیدا می شود
گاه می باشد که دهقان زاده میرزا می شود

همچو صیادے که نی را وصل سازد در شکار
کار ظالم از تهی مغزان دوبالا می شود

وله

عمر همیشه نقد نصیب شماره شد
نخواه مابنسیهٔ عمر دوباره شد

وله

نگاه نرگس خوابیده ات ز جان نافذ
خدنگ ناز تو ناجسته از نشان نافذ

بلا بود مرض شسری که چشم تر ست
که شد بچشم زدن در دل جهان نافذ

وله

زن بود در زبان هندی نار
وقنا ربنا عذاب النار

می شکند گلستان طرف کلاه از غرور — چشم نمائی تو هست نرگس شوخ را ضرور

وله

دل عنان گرداند از یار کهن سوئے دگر — قبله را تحویل کرد از طاق ابروئے دگر

علاج خسته دلان کرده خنده لب یار — ز یک انار برآید مراد صد بیمار

وله

رو به درگاه الٰهی چه نمائی فردا — به که خود فوت شوی پیشتر از فوت نماز

همچو زلفے که رسد تا کمر صاحب ناز — می کشد تا به تمام سلسلهٔ عمر دراز

مژگان به دور مردم چشم سیاه او — استاده گرد کعبه مدور صف نماز

وله

آتش زدیم پیکر خود را ز داغ خویش — تا سوختیم پیکر خود از چراغ خویش

فردوس را وداع چو طاؤس کرده ام — گل گل شگفته ز تماشائے باغ خویش

وله

وصلے که زلف نگارے بود شبستانش — ز شاه هند فزون است شوکت پیشانش

کجا نصیب که چینم گلے ز بستانش — غنیمت است مرا نکهت گلستانش

من از خزانهٔ او گوهرے نمی خواهم — نمی بس است مرا از سحاب نیسانش

مرا ز خدمت آن طفل آرزو این است — که خاکروب شوم بر در دبستانش

وله

بقربانت روم پایت ببوسم مرحبا ای دل — که می آئی ز سیر لیلة المعراج گیسویش

چه واقع شد که اکنون نقش پائے او نمی بینم — خوشا وقتیکه بالین سر من بود زانویش

بسکه شد خیمه است پنهان در سینه حال او — می توان کرد بر رخسار آتش فام رقص

صهبا خوش است وقت بهاران علی الخصوص — در حالت ترشح باران علی الخصوص

هنگامهائے میکده بسیار دلرباست — انداز رقص بادکشان علی الخصوص

یاران نیاز مندی من در جناب او — کردند عرض آئینه داران علی الخصوص

رسم ادب بحلقهٔ مخلص نگاه دار — در بارگاه کوه وقاران علی الخصوص

مشہدی اتے ہیں۔ نسب کا سلسلہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے پہنچتا ہے آپکی جد اعلی مشہد مقدس سے ملک دکن میں وارد ہوئے۔ گلبرگہ میں اقامت گزین ہوے۔ آپکے احفاد میں شاہ ابراہیم مصطفی حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسودراز کے ناموں تھے۔ شاہ نوراللہ جو شاہ ابراہیم کے اولاد میں سے تھے۔ نواب سعادت خان کے زمانہ میں شہر ارکاٹ میں سکونت پذیر ہوے۔ شاہ نوراللہ سید ابراہیم بینش کے جد حقیقی ہیں۔ شاہ صاحب نواب والاجاہ کی عنایت و مرحمت کی وجہ سے مدراس میں سکونت پذیر ہوئے سنہ ۱۲۲۶ ہجری میں بینش کی ولادت شہر مدراس میں واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد علماء مدراس سے کتب درسیہ عربیہ فارسیہ تحصیل کیں تحصیل کے بعد شعر گوئی کا شوق دلمیں پیدا ہوا۔ اولا والد ماجد و برادر سے مشق سخن کرتے رہے۔ ثانیا مولوی واقف سے مستفید ہوئے۔ ذکی الطبع و صحیح الفکر و خوش تقریر و حاضر جوابی میں بیمثل۔ شعر و شاعری میں بیبدل تھا۔ حیدرآباد میں مدت تک مقیم رہا۔ پھر مدراس میں پہنچا مشاعرہ اعظم میں شریک ہوا۔ شعراء معاصرین سے خوب مناظرہ و معارضہ کرتا رہا۔ آخر سنہ ۱۲۶۵ ہجری میں مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ راہ میں بہت سی تکلیفیں اٹھائیں آخر فائز المرام ہوا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ ایک سال کے بعد وطن مالوفہ میں مراجعت کی۔ چند مدت کے بعد وطن میں مسافر عدم ہوا۔ وفات کا سن کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔

من اشعارہ الفارسی

نتوان یافت جز بکوچهٔ یار	دل از خود رمیدهٔ ما را
آثار عشق سبز خطان جلوه میکند	از سبزهٔ دمیده خاک مزار ما

نشاء بادہ این بزم خمار آمود است ولہ سر بسر در پئے ہر سود و زیانست اینجا

دلم از زلف بتان ربط نہان پیدا کرد ولہ دانۂ سبحہ کند رشتۂ زنار طلب

خط شعاع نیست کہ از پنجۂ جنون ولہ گشت است تار تار گریبان آفتاب

چشمم گہر اشک فشاند بقدومش ولہ گر پیک صبا زان گل رعنا خبر آرد

از وطن آوارہ گردید از نظر افتادہ آہ ولہ برق عالم سوز حسنش سوخت تا ما وا مرا

لغزد چسان بکوی تو از ضعف پای دل ولہ باشد ہمیشہ آہ رسا یم عصای دل

گر خاک شوم پای حنا بست تو بوسم ولہ در سرمہ شوم چشم سیہ مست تو بوسم

روز افزون حسن تو یا ماہ یا آزار من ولہ گرم تر خوی تو یا خورشید یا بازار من

آستین پر شکن یا زلف یا پیچش نیم دست شہ گوہر فشان یا ابر یا افکار من

خال مشکین طرف چشم بلا انگیزش ولہ مست افتادہ سیاہی بدر میکدہ

بینش بہر دلیکہ صفا موج می زند ولہ نایاب گوہریست بیازار زندگی

ہر دم از رنگ گل عارض ان غنچہ دہن ولہ بینوا گل کند اکنون بجہالم چمنی

بہار سید علی مدراسی

بہار تخلص۔ سید علی نام۔ آپ سید عبد الحق مذہبا حنفی مشربا قادری مولدا مدراسی کے فرزند ہین بیست تئیس برس کی عمر ہے۔ جوان صالح و مستعد طالب علم ہین۔ فارسی و اردو دونون مین شعر کہتے ہین۔ اوائل مین سید صادق حسین شریف مدراسی سے مشق سخن کرتے رہے۔ اور آخر مین منشی امیر احمد امیر لکھنوی کے شاگرد ہوے صاحب دیوان ہین کلام شیرین و رنگین ہے۔

من اشعاره الہندی

نیم بسمل مرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا
اور آفت میں پڑا رحم کے قابل ہوکر

عکس سے آئینہ میں اوس نے بگڑکر پوچھا
آپ ہی آئے ہو کیا بوسہ کے سائل ہوکر

ولہ

سختیاں بعد فنا بھی ہی باقی ہیں بہار
سنگ میری چھاتی پہ ہا مسل ہوکر

آتی ہے بوئے محبت آج دود شمع سے
جل بجھا شاید کوئی پروانہ اس محفل میں ہے

یہ تیری نیچی نگاہیں کہہ رہی ہیں صاف صاف
مجھسے بڑھ کر وصل کا ارمان تیرے دل میں ہے

بلیغ۔ محمد غریب الدین فتحپوری

بلیغ تخلص۔ محمد غریب الدین نام فتحپوری ہسوہ کے رہنے والے ہیں۔ کتب عربیہ درسیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ جامع معقول و منقول ہیں۔ آپنے علم حدیث میں مولوی محمد شاہ صاحب محدث دہلوی سے سند پائی ہے۔ ذی استعداد و لائق ہیں ہر ایک علم و فن میں لیاقت و قابلیت رکھتے ہیں اور آپکو شعرگوئی میں حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہیں۔ کلام صاف و شیرین ہوتا ہے۔ خوش طبع و خوش خلق ہیں مدت سے حیدرآباد دکن میں وارد ہیں معلوم نہیں کہ آپ کس محکمہ میں ملازم ہیں۔ آپکی عمر قیاساً پینتیس برس کی ہوگی۔ بارک اللہ فی عمرہ

من اشعاره

اون کی جدائی ہاتھ میں جام شراب ہے
یا جلوہ گر شفق میں فلک آفتاب ہے

یہ بات ہے جو کہتے نہیں خط کا وہ جواب
ایک ایک حرف خط کا مرے لاجواب ہے

اوٹھے اگر نقاب تو باقی رہی حیا
بے پردگی بھی آپکی عین حجاب ہے

سر پہ بلا نہ لائے لٹکا کے زلف کو ۔۔۔ آنکھیں دکھائیگا جو تجھے پر تمنا ہے
مٹی تری خراب نہو گی کبھی ملیح ۔۔۔ تو تو نہال باغ چمن بو ترا ہے

بیان خواجہ حسن اللہ دہلوی

بیان تخلص ۔ خواجہ حسن اللہ نام ۔ آپکا اصلی وطن دلّی ہے ۔ آپنے عالم شباب میں علم و فضل کے حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق کیا طبیعت میں موزونیت خداداد تھی ۔ موزون کرنے لگے ۔ جناب مرزا جانجانان مظہر کے شاگرد ہوئے ۔ استاد کی توجہ و اصلاح سے چند ہی روز میں درجہ کمال کو پہنچے ۔ آپکا کلام شیرین و دلاویز نمکین و شور انگیز ہوتا تھا ۔ آپ اپنے معاصرین و اقران سے بڑھ گئے ۔ خوش خلق خوش سیرت تھے ظریف الطبع لطیف المزاج تھے یاران ہم مشرب سے نہایت خوشی و خرمی سے ملتے تھے خندہ رو شگفتہ پیشانی تھے ۔ مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے مرید تھے ۔ مرشد کے عاشق تھے مرشد کے معتقد و مطیع تھے ۔ آخر آپ دلّی سے حیدرآباد دکن میں وارد ہوئے چند مدت تک زندہ رہے پھر آخر سنہ ۱۲۰٦ ہجری میں فوت ہوئے ۔

من اشعاره

قفس میں بے رہائی کیلئے کیا کیا نہیں کرتا ۔۔۔ تڑپتا ہوں پھڑکتا ہوں کوئی پروا نہیں کرتا

ولہ

کہتا نہیں میں عرش پہ ہو نالہ جا پہنچ ۔۔۔ کانوں تلک تو اوسکے تو اے نارسا پہنچ

ولہ

باتوں میں آہ کٹی لگا یار سے بیان ۔۔۔ رکھتا تھا کان تک مری فریاد کیطرف
ہوویگا ذوق حسرت دیدار میں خلل ۔۔۔ شیرین گذر نکیجیو فرہاد کی طرف

ولہ

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی ۔۔۔ ظالم یہہ تیری نگاہ کیا تھی

مت آئیو اسے وعدہ فراموش تو اب بہی | ولہ | جسطرح کٹا روز گذر جائیگی شب بہی

بیان کون ہے اتہلک پوچہتے ہو | ولہ | تغافل کے قربان تجاہل کے صدقے

وصل کی شب کا ماجرا کیا کہون تجہہ سے ہمنشین | ولہ | شام سے لیکے صبح تک وہ ہی نہین نہین رہی

بندہ میر محمد میر اورنگ آبادی

بندہ تخلص - میر محمد میر نام - سید صحیح النسب شریف الحسب ہین - اصلی وطن اورنگ آباد دکن ہے - آپ فارسی وعربی مین ذی استعداد و طالب علم تہے - زبان ریختہ مین نہایت نزاکت و لطافت سے کلام موزون فرماتے تہے چند مثنویان ہندی زبان مین ارباب دل کی تعریف و توصیف مین تالیف کین - لچہمی نراین صاحب کے دوستون مین سے ہین - صاحب چمنستان شعرا مین لکھتے ہین کہ میر صاحب ابتدا مین میر تخلص کرتے تہے جب مجہہ سے ملاقات ہوئی تو مین نے کہا کہ میر تقی میر تخلص آپکے ہمنام و تخلص ہند مین موجود ہین میرے نزدیک اشتراک تخلص خوب نہین آپنے میری بات قبول کی اوسی روز سے بندہ تخلص فرمایا انتہی کلام آپ حرف گیرون کے بیان مین ایک مثنوی لکہی ہے - ہم مثنوی کے چند اشعار لکہتے ہین ہو ہذہ

مثنوی

سنو نکتہ چینون کا مجہسے بیان | کہ اون کی حقیقت ہے اونپر عیان

کسیکا اگر شعر ہے خوب صاف | ولیکن وہ کہتے زراہ خلاف

کہ اس شعر مین کچہہ نہین بند و بست | ہر اک جائے پر بحر ہین ہی شکست

کسی کا ہے مضمون اگر بہترین | یہہ کہتے ہین وہ سارے زراہ کین

یہ مضمون مدت سے ہیگا قدیم | کہ اسکو کہا ہے اسیر و کلیم

کسی نے اگر تازہ مضمون پڑہا | کہ جسکے معانی ہے بس بے بہا
یوں کہتے ہیں وہ نکتہ چین از حسد | یہ مضمون کسی سے نہیں ہے سند
سرو شمشاد ہو گئی حیران | شعر | جب چمن میں ترا خرام ہوا

بیان۔ آقا مہدی اصفہانی

بیان تخلص۔ آقا مہدی نام۔ ابو طالب کلیم کا ہمشیرہ زادہ ہے۔ ہمدانی المولد اصفہانی المنشا ہے نشو و نما کے بعد اصفہان میں علوم و فنون میں استعداد وافی و مہارت کافی حاصل کی۔ جامع علوم و فواضل تہا۔ تحریر و تقریر میں بے نظیر ذہین خوش مزاج و حلیم تہا۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع تہا۔ تکبر و غرور سے نفور صاحب عزت غیور تہا۔ شاعری میں استادانہ کلام شستہ و پختہ کہتا تہا۔ عالمگیری زمانہ میں وطن سے ہند میں وارد ہوا۔ دلی و لاہور و آگرہ میں چند مدت تک بسر کرتا رہا آخر گولکنڈہ دکن میں آیا اوسوقت عبداللہ قطب شاہ زندہ تہا۔ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہو کے منصب مناسب سے سرفراز ہوا۔ اُسوقت گولکنڈہ دکن میں وبا کی بیماری پیدا ہوئی۔ اکثر خلائق اس مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے بیان بہی اسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۱ ہجری کے آخر میں واقع ہوا۔ صاحب یاض الشعرا اور صاحب تذکرہ کے بیان صاحب ترجمہ کے حال میں اختلاف کرتے ہیں۔ صاحب یاض الشعرا کا قول فقیر مولف کے موافق ہے۔ اور صاحب تذکرہ بی نظیر کہتے ہیں کہ بیان اولا وطن سے کشمیر میں وارد ہوا اور وہاں سے چند روز کے بعد سنہ ۱۱ کے آخر میں وطن کیطرف مراجعت کا ارادہ کیا

کشتی مین سوار ہوا کشتی کو آگ لگ گئی آگ و دریا مین حریق و غریق ہو گیا

من اشعارہ الفارسی

شب خیالت دل خلقی ز کف امروز برد
بیابان خاک ہست گرد پے عمر بست
خدنگت بہر غم وا میگذارد
گذشت تیر جانان را بلا کم
ازان خار سر را ہم یکوبیت

ولہ

خوب ستی آن بت بیداد گر و اکردہ است
بزیر پا نگاہے میتوان کرد

ولہ

اگر در سینہ ام جا میگذارد
کہ پیکان را بدل وا می گذارد

ولہ

کہ آنجا مدعی پا میگذارد

بیجان - لالہ جیکشن داس اورنگ آبادی

بیجان تخلص - لالہ جیکشن داس نام آپکا وطن اورنگ آباد ہے - آپ نواب صلابت جنگ بہادر کی دارالانشا مین تہے - منشی خوش تحریر - اور خوشنویسی مین جواہر قلم - شعر گوئی ریختہ کا فریفتہ تہا - اور شاہ سراج اورنگ آبادی کی خدمت مین کلام کی اصلاح لیتا تہا - مضامین نازک و معانی لطیف کو موزون کرتا تہا - خوش خلق نیک سیرت درویش دوست و صوفی مشرب تہا - لچھمی نراین چمنستان شعرا مین نقل کرتے ہین کہ ایکروز مجہسے شاہ سراج نے نقل کی کہ جیکشن نواب صلابت جنگ کے لشکر جانے کے لئے تیار ہو کر میرے پاس رخصت کے لئے آیا اور ایک شعر تازہ جو کہا تہا پڑہا اور اصلاح کا خواہان ہوا شعر یہ ہے

تری یاد کمر سے یون عدم مین ملگیا بیجان * کہ تا لب بہی نیاوے
گو کوئی اسکا کفن کہوئے * حاصل کلام رخصت ہو کر چلا گیا اتنا اسکا

بتاؤ نشان نہین انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

نگہ کی جوت پتلی کی نہین سینی نمایان ہے
یار مہندی بہری ہاتون سی اگر ہووی طبیب
قید مین عاشق اگر یاد کرے گلہ و کو
باغ مین کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
کیون نہ حاصل ہوئی خوشی جگمین

ولہ

اندہاری رات مین بجلی ہی چمکی ہی خدا حافظ
نباض نبض دل بیمار سے مرجان پہولے
وہان کی زنجیر کے والے سے گلستان بہولے
آنکہہ کے اشارت سے تب جواب دیتا ہے
دل بیجان مین جان آیا ہے

ولہ

باقی۔ راجہ گرد ہاری پرشا حیدرآبادی

باقی تخلص۔ راجہ گردہاری پرشاد نام بنسی راجہ عرف ہے۔ آپکے بزرگونکا اصلی وطن چہپرا ہوا ہے۔ آپکے جد اعلی آصفجاہی زمانہ مین وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے بندگانعالی سرکار نظام کی قدردانی سے خدمات جلیلہ پر مامور ہوئے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کا کام دیانت داری امانت سے انجام دیتے رہے۔ امانت و دیانت وقتاً فوقتاً آپکی بزرگون کی ترقی کا باعث ہوتی رہی۔ آپکا خاندان ہمیشہ ترقی کے اوج پر عروج کرتا گیا۔ روز بروز عزت و آبرو بڑہتی گئی۔ فی الحال زمانہ کے استداد سے اور خاندانی سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی پانچ یا چہہ پشتین گذرین ہین۔ برابر آپکے بزرگ مسلسل طور پر اس ریاست مین معزز و مکرم رہے ہین۔

آپکی ولادت باسعادت اسی شہر فیض بہر مین ہوئی۔ نشو و نما بہی یہین کی آب و ہوا مین ہوا، ابتدائے تعلیم و تربیت کے بعد آپنے شروع شباب مین علماء حیدرآباد سے کتب درسیہ

فارسیہ کی تحصیل کی۔ اور عربی مین مختصرات نحو و صرف کو حاصل کین۔ انشا پردازی و عبارت نویسی مین منشی بیبدل ہوئے۔ فن حساب و سیاق مین جو آپکا موروثی ہی منجانب بے مثل ہوئے۔ طبیعت مین چستی و چالاکی موجزن۔ اور طبیعت مین شوخی و بیباکی شعلہ زن تہی۔ مزاج مین جولانی اور دماغ مین سنجیدگی کا جوش۔ اور قوت ناطقہ مین تازگی اور خیال مین نازک خیالی کا خروش تہا۔ طرفہ یہہ ہے کہ شباب کا عالم ہر رگ و ریشہ تازہ دم تہا ایسے زمانہ رشک بہار مین آپکو سخن سنجی و شعر گوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ تلاش مضامین کا ذوق ہو پیدا ہوا۔ آپنے اکثر استادون کے دواوین فارسی و اردو جمع کئے۔ اور ہر ایک دیوان کو ابتدا سے انتہا تک خوب غور و فکر سے ملاحظہ کیا۔ مواد و اسباب ہر قسم کا حافظہ کے خزانہ مین موجود تہا۔ دواوین کا دیکھنا کیا تہا کہ آپ دیوانہ و مستانہ بنگئے۔ جوش دل سے تازہ تازہ مضامین شگفتہ شگفتہ معانی کے ساتہہ موزون کرنے لگے۔ سننے والون کو آپکے کلام سے حیرت ہوتی تہی۔ اور اکثر کثرت تعجب سے عالم سکتہ مین محو ہوتے تہے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین نہایت ہی شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر لطافت و نزاکت مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ حضرت شمس الدین فیض کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین سہ

ہین فیض صاحب سے اُستاد — دکن سے جائین کیون ہندوستان ہم

آپ بظاہر امیر اگر بباطن فقیر ہین۔ فقرا دوست و غربا پرور ہین۔ آپکا کلام ہمارے اس قول کی تصدیق کا محضر ہے۔ اکثر آپکا کلام صوفیانہ ہوتا ہے ہر ایک شعر و مصرع سے توحید و وحدت عیان ہے۔ ہر ایک فقرہ و کلمہ سے انا الحق کی حیثیت نمایان ہی آپکے صوفیانہ کلام سے صوفیائے کرام کو وجد و حال آجاتا ہے۔ آپکی رباعیات مین بہی کیفیت ہے

غزلیات مین عاشقانہ جوش و خروش ہے کہین خط و خال کی تعریف ہے۔ کہین سراپائے حسن و جمال کی توصیف ہے۔ کہین شانت فراق ہے کہین لذت وصال ہے۔
اور آپ کے قصائد مدحیہ کا اور ہی رنگ ہے کہین ممدوح کی سیرت و صورت کی بہار ہے کہین شجاعت و سخاوت کا گلزار ہے۔ کہین مضامین واقعہ کا مرقع۔ کہین لطافت و نزاکت کا تماشا دکھایا ہے۔ غرضکہ آپ جامع الکمال ہین۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع ہین سلیم المزاج و حلیم الخصال ہین۔ آپکی عمر قریب ستر برس کی ہوگی۔ ماشاء اللہ چشم بددور روشن دل تازہ دماغ ہین۔ ابھی تک طبیعت مین جوانی کا ولولہ و ترقی کا حوصلہ موجود ہے حسن اتفاق و اشفاق مین شہرۂ آفاق ہین۔ آپکو خلائق کے ساتھہ کیا خاص کیا عام اتفاق ہے۔ پیشتر بندگان عالی متعالی حضور پرنور کی مقرب تھے۔ رات دن مورد عنایت و مرحمت تھے۔ بعد ازان نظم جمعیت مین عہدۂ جلیلہ سررشتہ داری پر مامور ہوئے صاحب التالیف و التصنیف تھے۔ کلیات یادگار باقی۔ کنوز التاریخ۔ دیوان لقائی قصائد باقی۔ سیاق باقی۔ پیرایۂ عروض۔ آئینۂ سخن وغیرہ ہین
آخر آپنے سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کے طرف روانہ ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

شبے اے ترک ابواب طرب بر روئے ما بکشا
کلہ از سر بنہ بنشین کمر واکن قبا بکشا

بہ بستان نرگس شہلا بہ شوخی دیدہ می بازد
تو نیز از خواب شب بیدار رو چشم سیہ را بکشا

بس اے صیاد رحمی کن بہار آمد رہائی دہ
چنین تا بقفس ما بند داری تا کجا بکشا

بیاور بادہ ور نہ در خمارم تا کجا داری
در میخانہ اے پیر مغان بہر خدا بکشا

نگہ رو در سیہ چشم از شیشہ ساغر تو اے ساقی
سر رطل و سبو واکن خم سربستہ را بکشا

بہ محشر تا حساب دیگران را فرصتی باشد تو باقی دفتر آوارہ خود را جدا بکشا
بہ نازان زلف بر بندد و کاکل از ادا بکشا بآن بست و کشا این خاطر وابستہ را بکشا
ہمہ فانیست الّا حق زبان در بحث لا بکشا بجز او کیست باقی چشم عبرت اِنتما بکشا
بہ بند از نقش چشم و صنعت نقّاش را بنگر مکن صورت پرستی دیدۂ معنی نما بکشا
تماشائے دو عالم دیدنی دارد چو آئینہ بہ بین از پائے تا سر دیدۂ حیرت نما بکشا

من اشعارہ الہندی

جلوہ فرما جو کبھی وہ مہ انور ہوتا شرف منزل خورشید میرا گھر ہوتا
بلبل آتش نفس ہون ڈر ہی کیا صیاد کا شعلۂ آواز سے پھونکون قفس فولاد کا
ولہ
ملے گا خضر کو اپنا پتا کب روان ہین صورت ریگ روان ہم
ولہ
آگ دیتا ہون جگر کو دل سے حق ہمسایہ ادا کرتا ہون
ولہ
شور گریہ سے زمانہ کی ہوا بدلی ہے مژدہ دیدۂ تر ابر سے کیا بدلی ہے
ایک گل مین بھی نہین بوئے وفا باقی اندنون گلشن عالم کی ہوا بدلی ہے

ردیف بائے فارسی

پروانہ۔ شاہ ضیاء الدین برہانپوری

پروانہ تخلص۔ شاہ ضیاء الدین نام آپکا مسقط الراس دار السرور برہانپور ہے اور آپکے بزرگان سلف ورنگ آباد وآئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ آپ بھی بزرگان سلف کے ساتھ ایام طفلگی مین آئے۔ اور اسی شہر مین نشوونما پایا۔ اور سن شعور کو پہنچکے کتب درسیہ متداولہ اساتذہ کرام سے حاصل کین۔ اور شعر و شاعری مین حضرت آزاد بلگرامی سے

اصلاح لیتے رہے۔ آزاد کی اصلاح سے درجہ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ میر کی خدمت مین اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا ہے ؎

پہنچات اے نسیم صبح عرض مطلبی دارم ۔۔۔ رسانی حضرت آزاد را ازمن بہ ین عجی سی را

پروانہ صوفی مشرب فقیر دوست تہا۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی کا مرید و خلیفہ تہا تا بزندگی پیر اورنگ آباد مین قیام پذیر رہا۔ پیر کی رحلت کے بعد سیر و سیاحت کا عزم کیا پیر و مرشد کی قبر و مکان کی عمدہ تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد بیدر گیا۔ اور وہان اپنے لئے ایک تکیہ تعمیر کیا۔ وہان کے حکام و اعزہ آپکی تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ گل رعنا کا مؤلف لکہتا ہے ایک زمانہ مین ہم دوستان موافق یعنی میر اولاد محمد ذکا و میر عبد القادر مہربان و میرزا عطاء ضیا۔ و شاہ پروانہ صاحب ترجمہ و غیرہم کا مجمع ہوتا تہا۔ باہم حسن صحبت و اخلاق سے لطف و حظ حاصل ہوتا تہا۔ شعر و شاعری کا مذاکرہ و مباحثہ رہتا تہا انتہی کلامہ۔ پروانہ صاحب ترجمہ ہندی فارسی دونون زبانون مین کلام موزون کرتا تہا۔ لیکن شعر گوئی ہندی کیطرف زیادہ مائل تہا۔ کبہی کبہی اعزہ و احباب کی خواہش سے فارسی بہی موزون کرتا تہا۔ دونون زبانون مین آپکا کلام رنگین خوش ادا ہے آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین بطور سیر احمدنگر مین رونق افزا ہوئے تہے۔ بمقتضائے آب و خورش چندمدت تک وہان سکونت پذیر رہے۔ اس سکونت کی وجہ سے بعض نے آپکو احمدنگری اور بعض نے بیدری لکہا۔ واقع مین آپ مولداً برہانپوری نشو و نما کی وجہ سے اورنگ آبادی تہے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکا سنہ وفات نہین لکہا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین رحلت کی۔ والعلم عند اللہ

من اشعارہ الفارسی

در حباب حق نگر تا با تو لائیم ما — بر سر غیر خدا تیغ تبرائیم ما
کی شناسد هستی ما چشم بوج هر حباب — در نظرها قطره‌ایم و عین دریائیم ما

وله
درمیان ما حجابی نیست جز پندار ما — آئینه شد حذف حاصل شاهد و مشهود ما

وله
که می فهمد بجز عشاق قدر کم نگاهی را — تغافلهای صیاد است دام مرغ ناهی را
بدست خنجر و در دست دیگر تیغ می آید — خدا حافظ دل خود داده‌ام طفل سپاهی را
بمن پروانه و بیرو حرم این حرف میگوید — که در هر شمع دیدم شعلهٔ نور آلهی را

وله
روز عید از دست خود فرمود قربانی مرا — خلعت بسیار رنگین کرد ارزانی مرا
رنگ دامن کرد رسوا قاتل بیرحم را — آه گشت از خون خود حاصل پشیمانی مرا

وله
چه بخت سبز دارد هر که می بوسد پانش را — بمن هم لطف کن یارب نصیب برگ پانش را

وله
اگرت بود بدل اینچنین که تخلصم شنود یقین — پر و بال سوخته را ببین بطواف شمع لگن درا

وله
انحرافی از هوا دارد مزاج عندلیب — می توان از قرص گل کردن علاج عندلیب

وله
کیست از سلسله جویان که گرفتار تو نیست — نیست در مصر عزیزی که خریدار تو نیست

وله
سینه هم دل نگاری که وفائی دارد — باز ده آئینهٔ من که ز سرکار تو نیست
روش پروانه با شمع خود آرائی گفت — که بجز من سببی گرمی بازار تو نیست

وله
ندارد بر کف ساقی این پیاله عبث — نکرده ایم باو نقد جان حواله عبث

وله
پای من وقت خزان گشت بدامان محتاج — فصل گل دست جنون شد بگریبان محتاج

وله
نه از تراوش می وش شور قلقل بود — که خواند شیشه او را دخوان دعای قدح

وله
ز شمع گریه ز پروانه ماند خاکستر — آب چشم صراحی بخاک پای قدح

وله
هست در بستان اگر صحن و در و دیوار سرخ — در بیابان از کف پایم بود هر خار سرخ

چون شمع مرا شعلهٔ آتش بسر افتاد
زند دم بوالهوس بر زخمم از روی نادانی
زشوخی بسکه داری در دل من آمد و رفتی
دیدهٔ چون نقش مرا پرسید این مقتول کیست
غنچه‌سان خوابیده گانرا کیسه زر می‌نهند
فغانم غفلت آسودگان خاک برهم زد
نمی‌ماند ز رفتن شمع گر آتش بسر بارد
خیالت در دل تنگم هر آنکس دید می‌گوید
تا حال دل خود بدلارام نویسم
خدا بیرون آورد از گدایم آزادم نکرد
با زبان تیغ خواهم گفت حرفت را جواب
جز دو آن گه خدارا کی توانی یافتن
هر بلبلی که زاغ شود هم‌نوای او
می‌کند با سرو پا در گل به بستان خیال
لاله و سنبل نگر در کوه و صحرا کرد گل
خیال روی تو از دل نمی‌شود زائل
سوختن در محفل عشاق چون سرگرد شمع
موسم خط در بساط زلف و یکدل نماند
جان داد و در رهش دل امیدوار حیف

وله همرا قدمم سوخته در چشم تر افتاد
وله چو شمع گشته از سوز درونم دود برخیزد
غباری کز تو بر خاطر نشیند زود برخیزد
وله دیده و دانسته بیدارانم تجاهل می‌کنند
وله هوشیارانرا چو شبنم دیدهٔ تر می‌نهند
وله دل بیتابت الله الهی چنین باشد
رهی سالک که او را جان آگهی چنین باشد
که تاریکی چنین یوسف چنین چاهی چنین باشد
وله ای اشک می‌باش مشو دشمن کاغذ
وله مرغ دست آموز تمکین نشسته بر پا هم هنوز
وله بوالهوس از جوهر شمشیر عریانم مپرس
وله قبله گر می‌جویی از قبله‌نما غافل مباش
باشد با و چو غنچه خموشی هزار فرض
گر کند قمری بان سرو خرامان اختلاط
دست سرو دیوانه دارد با گریبان اختلاط
برنگ آتش خار است در وطن محفوظ
دیده را اول ز اشک آتشین تر کرد شمع
کهنه دولتمند یار تیغ پریشان شد دریغ
آن طفل بی‌سوار نیامد هزار حیف

ولہ
یکروز ہم نگرد گذاران سیاہ چشم
چشم سفید شد برہ انتظار حیف

ولہ
ریخت ہر شب شورہا در دیدۂ لیلی نمک
گرد پیدا در جہان یارب جنون ما نمک

ولہ
در ہیچ گاہ یار بہیک جو نمیخرند
آرد اگرچہ یوسف مصری ہزار دل

ولہ
بیاد سرو دلجوئے قیامت نہا کردم
چو قمری مشت خاک خویش را اندر ہوا کردم

بگوش گل رسان پیغام دردآلود مشتاقان
بہ پیشت عرض احوال خود ای باد صبا کردم

ولہ
نقش تصویریم سراپا انتظار کیستم
کیست داند تا مرا جز خود دو چار کیستم

ولہ
ہمین کہ فال شہادت گذشت در دل من
رسید خنجر عریان بدست قاتل من

عشقبازان دیدہا سازند پا انداز او
رخصت تشریف فرمودن دہد گر ناز او

زکات بود فرض بر لبت امشب
کہ ماہ حسن رخت صاحب نصاب شدہ

باوازِ حزین در کوی او میگفت پابوسی
زنم بر سنگ سر تا چند مالم دست افسوسے

پناہ۔ محمد پناہ اورنگ آبادی

پناہ تخلص۔ محمد پناہ نام۔ اورنگ آبادی الاصل ہے۔ لچھمی نرائن شفیق کے رفیقون مین سے تہا۔ شاعر خوش سلیقہ تہا۔ فارسی و ہندی دونو زبانون مین موزون کرتا تہا کلام پاکیزہ و صاف ہے جو کچھہ کہتا ہے خوب کہتا ہے سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین زندہ تہا سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

تری دو زلف سیہ کی قسم ہے ای دلبر
علاج جلد مرا کر لڑا ہے کالا ناگ

حسن کے دریا مین تیری حلقۂ در کی قسم
اہی دلکو مری یہہ زلف جالا ہو گیا

پنچھی نجم الدین بلگرامی نزیل حیدرآبادی

پنچھی تخلص۔ نجم الدین نام۔ سادات بلگرام سے ہے۔ پیشتر عاجز تخلص کرتا تھا۔ عارف الدین خان عاجز کا شہرہ سنکر بجائے عاجز پنچھی تخلص اختیار کیا۔ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین حیدرآباد مین آیا محلہ حسینی علم حیدرآباد کے قریب سکونت اختیار کی۔ قناعت و توکل مین زندگی بسر کرتا تھا۔ مستغنی المزاج تھا کسی امیر و فقیر سے کچھ غرض و واسطہ نہین رکھتا تھا لچھمی نرائن لکھتے ہین کہ مین سنہ ۱۱۸۰ مین میان پنچھی سے حیدرآباد مین ملا۔ خوش مزاج و خوش خلق پایا۔ مجھ سے نہایت محبت سے ملے۔ طرفین مین خوشی حاصل ہوئی۔ اور مجکو اپنے چند اجزا جنمین آپکے اشعار طبع زاد مرقوم تھے عنایت کئے۔ ہم اپکے چند اشعار آبدار چمنستان شعرا سے نقل کرتے ہین۔

جناب نجم الدین صاحب نے حیدرآباد مین بلگرام کی براق کی نقل یہان حسینی علم کے قریب قائم کی۔ اب تک ہر سال ماہ محرم مین وہ براق قائم ہوتی ہے۔ اکثر اہل دکن نیاز گل و چراغ چڑھاتے ہین۔ شہر مین آپکے نام سے مشہور ہے۔ لوگ پنچھی کی براق سے نامزد کرتے ہین۔ یہہ خاص میری تحقیق ہے۔ اسکو کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے نہین لکھا آپ سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب اسی شہر مین فوت ہوئے۔

من اشعاره الہندی

کفر و اسلام کی کچھ بات نہ پوچھو ہم مین
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
اسقدر نادان نہین ہون مین کہ دل یا تو کہین دون

بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہین
کبھو ن نے نہین پوچھا کہ یہہ کیا کہتے ہین
عمر گذری ہی سجن تمہین سے عیارون کے بیچ

ابرو کمان چڑھا کے کہنے ہوئے باڑ گری | جی تو لیا ہمارا اب کیا کروگے لڑکے
شاید کہ آج آوے تجھی ترا تماشا | بہوڑکے ہے آنکھ ہر دم دلکو لگے ہے دھڑکے

وله

صنم بتا تو خدائیکا تجھکو کیا نہوا | ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہوا

وله

کہاں آتا ہے رحم اوسکو ستم کا جو مزا جانے | مری کوئی بلا جیئے صیاد ظالم کی بلا جانے
چھپی نہیں ہے حقیقت داغ دل ہر کلی گلشن میں | وہ لالہ جانتا ہے باغبان جانے صبا جانے
تبنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا | قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

وله

قیامت ہے ترا گھونگٹ کے اوٹھوں میں لٹک جانا | بلا انکھیاں سو انکھیاں کہ انہسکر مٹک جانا
نئی نم سے چلی ہے ناز کی یہہ طرح دنیا میں | کہ دکھلا دور سے جھلکے نملنا اور ٹھٹک جانا

حرف التاء

تجلی۔ محمد حسین کاشی

تجلی تخلص۔ محمد حسین نام۔ کاشانی المولد ہے۔ استعداد ضروری حاصل کرنیکے بعد شعر گوئی کا شوق ہوا سخن سنجی و نکتہ پردازی میں عدیم المثال تہا۔ طبیعت میں بلند پردازی تہی مضامین رنگین و معانی دلنشین کی شیرازہ بندی کرتا تہا۔ آپکے کلام سے نزاکت نمایان ہے ہر فقرہ سے لطافت عیان ہے۔ وطن مالوفہ سے ہند میں وارد ہوا گجرات میں سکونت اختیار کی مولانا نظیری کا معاصر تہا مشاعرہ میں مع لاناکے ساتہہ ہم طرح ہوتا تہا۔ بطور سیاحت حیدرآباد دکن میں بہی آیا تہا اور قطب شاہیہ سلاطین سے انعام و اکرام پاکر پہر دکن سے گجرات میں مراجعت کی آخر سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں فوت ہوا خاک گجرات میں مدفون ہوا۔

من اشعارہ

ہر جائے خدنگ تو و ہر بوسہ شادی	ولہ	صید تو کہ آرد بسوئے زخم دہن را
تو کشتی بادہ و تجلی آہ	ولہ	آتش آنجا بلند و دود اینجا
چہ شد کہ رخ ننمودی دین و دل بردی	ولہ	کہ روئے بستہ حریفان زنند قافلہ ہا
وحی در بزم میخواران سخن خالی نخواہد شد	؍؍	اگر ساغر کند دوران پس از مردن گل ما را
بر مزار ما شہیدان نے چراغ و نے گلے	؍؍	ہر طرف پروانہ در طوف است و ہر سو بلبلے

تابع خلیفہ اسد اللہ تتوی نزیل برہانپوری

تابع تخلص۔ خلیفہ اسد اللہ نام۔ آپکا اصلی وطن تتہہ سندہ ہے۔ وہان سے شہر برہانپور مین آکے مدت تک متوطن رہے۔ پھر وہان سے بندر سورت مین پہنچے علی نواز خان جو سورت کے متصدی تھے اُن کے مصاحب ہوئے۔ تا مرگ معز الیہ کی خدمت مین زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر سورت مین سنہ ۱۱۹۵ ہجری مین فوت ہوئے۔ شعر گوئی کے عاشق و شائق تھے۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ دو شعر آپکے طبعزاد ہمکو تذکرہ مردم دیدہ سے ملے ہین لکھے جاتے ہین ؎

راہ سفر وصل تو تا سر نشود اے دوست　　پیش از قدمم در رہ شوقت سرم افتاد
اے دل تو بپرواز بر من یکدو قدم پیش　　راہے بسر کوچہ آن دلبرم افتاد

تسلیم محمد قلی برہانپوری

تسلیم تخلص۔ محمد قلی نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ آپکے بزرگ ہمدانی الاصل تھے آپ جعفری المشرب حنفی المذہب تھے۔ گوشہ نشین و تارک دنیا تھے زندگی آزادانہ گذارتے تھے

توکل و قناعت کا سہارا تھا۔ رات دن زبان پر صبر و شکر کا نعرہ تھا۔ جوش محبت و عشق الٰہی میں جگر پارہ پارہ تھا۔ دل شیفتہ مجنون کی طرح جنگل و صحرا میں آوارہ تھا۔ نواب منورخان خویشگی المتوفی ۱۱۵۶ ہجری آپکے معتقد تھے ہمیشہ آپکی خبر گیری کرتے رہتے تھے تسلیم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے زمانہ میں زندہ تھے۔ نواب شہید کی شہادت کے بعد برہانپور میں فوت ہوئے۔ تقریبًا ۱۱۷۹ ہجری میں وفات واقع ہوئی۔
سخنوری و سخن گوئی میں لائق تھے ہمعصروں میں فائق تھے۔ ذی علم و فہم تھے آپکے اشعار دلکش و دلاویز۔ شورانگیز و شکر ریز ہیں۔ صاحب دیوان تھے آپنے ایک مثنوی ایک لڑکے برہمن زاد کی تعریف میں لکھی تھی ہم اشعار کے ساتھ مثنوی کے بھی چند شعر گذارش کرتے ہیں تاکہ ناظرین محظوظ ہووین۔

من اشعارہ

فکر خود در فکر بالائے تو عالی کردہ ام	زان کمر باریکتر نازک خیالی کردہ ام
در فراقت نیست غیر از سرگرانی با نسیم	داغ پہلوئی تو گلہائے نہالی کردہ ام
این غزل را مصرع نواب برکرسی نشاند	من بقدر رم درین صحرا غزالی کردہ ام
حرف حرفم خوش نگاہا برزند تا خن بدل	بسکہ تعریف بروئے ہلالی کردہ ام

من المثنوی

کہ رساند بگوش صاحب ام	وحشئی تازہ اوفتادہ بدام
دل من مہر نقش روی تو بست	گو بگو نیدہ آفتاب پرست
ولہ	
شعلۂ سر زدہ تسلیم ز دل حرف کلیم	می کشد خار درین بادیہ دامان از من

نواب نورالدینخان بہادر فوجدار سیکاکول نے ایک عرضی نواب نظام الدولہ ناصر جنگ

شہید کی خدمت مین لکہی عرضی مین جوش شوق ملازمت ظاہر کیا ہے۔ اور عنوان نامہ پر یہہ ایک بیت تہی ؎

ہر دم از شوق آستان بوسی　　　میشوم محو بیقرار یہا

جس زمانہ مین نواب موصوف کے پاس عرضی آئی آپ اسوقت نواب شہید کے مہمان تہے۔ آپنے بہی اسی بیت کی طرح مین غزل لکہی۔ غزل یہہ ہے ؎

چہ نگارم بر بیقرار یہا	بیقرارم با نتظار یہا
چہ گلہ از تغافل یارست	چون ز خود نیست چشم یاریہا
سوخت گرد بہر شمع پروانہ	شمع را بہر کیست زار یہا

تجلی۔ شاہ تجلی علی حیدرآبادی

تجلی تخلص ۔ شاہ تجلی علی نام۔ آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے آپنے نشو و نما کے بعد عالم شباب مین علمار حیدرآباد سے کتب درسیہ عربی و فارسی تحصیل کین مستعد و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر مین فائق شمار کئے گئے۔ شہر مین سب لوگ کیا عام کیا خاص آپکی تعظیم و توقیر کرتے تہے۔ جامع علوم و فنون تہے۔ فن زرگری و آہنگری و نجاری مین ہوشیار تہے۔ اور ان فنون مین عمدہ قدرت رکہتے تہے اور تصویر کشی مین مصور بے مثل تہے۔ آپکے ہات کی قلمی تصویر اسطرح صاف و شفاف ہوتی تہی کہ ناظرین کو عکسی معلوم ہوتی تہی ذرہ برابر بہی فرق نہین ہوتا تہا۔ آپنے نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی تصویر خاکہ پر برابر قد مبارک کہینچی تہی۔ اور جواہر قیمتی جو بندگا نعالی سے عنایت ہوے تہے اسپر مڑین گئے۔ اور اقسام اقسام کے رنگون اور طرح طرح کی بیل بوٹون سے اسکو سجایا

تیار ہونیکے بعد حضور پرنور مین پیش ہوئی۔ بندگانعالی و اہل دربار نے پسند فرمایا آپکو پانچہزار روپئے انعام ملا۔ آپ فن خطاطی مین بہی اُستاد کامل تہے۔ انواع انواع کے خطوط لکہتے تہے۔ آپنے اس فن مین حضرت شاہ معین تجلی قدس سرہ ایرانی سے جو شہر حیدرآباد مین تشریف رکہتے تہے کمال حاصل کیا۔ اور آپ درویشی مین شاہ صاحب موصوف کے مرید و خلیفہ تہے۔ حسن ارادت کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے تہے۔ آپکے مرشد اسی شہر مین فوت ہوئے۔ اولاً آپکو بیرون دروازہ علی آباد مدفون کیا۔ آپ نے چار مہینہ کے بعد محمد خلیل اللہ خان کو جو آپکے مرید خاص و بندگان عالی حضور آصفجاہ ثانی کے اُستاد زادے تہے خواب مین خبر دی کہ مجھکو غصبی زمین سے نکالو دوسرے مقام مین دفن کرو خانموصوف اُسیوقت قریب نصف شب سو دو سو ملازم سپاہیان ہمراہ لیکر قبر پر حاضر ہوے اور قبر کو کہولا سب نے دیکہا کہ نعش مبارک مع کفن بجنسہ موجود ہے۔ سڑی نہ گلی۔ گویا آج ہی کی میت تازہ ہے۔ اُسیوقت نعش کو پلنگ پر ڈالکر اپنے دولتخانہ برجہ یاقوت پورہ مین تہا لیگئے اور اپنے خاص باغ مین مدفون کیا۔

آپ شعر گوئی و تاریخ دانی مین عدیم المثال تہے۔ صاحب تالیف و تصنیف تہے۔ فارسی مین ناظم و ناثر کامل تہے۔ اہل زبان کے ساتہہ فارسی مین اسطرح مکالمہ کرتے تہے کہ اہل زبان آپکی تقریر و لہجہ کو دیکہکر کہتے تہے کہ یہہ شخص ہندی نژاد نہین ہے ضرور فارسی الاصل ہوگا خوش گفتار و خوش کردار تہے۔ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ کے سامنے کسر نفسی سے جہکے جاتے تہے۔ نہایت عاجزی و خاکساری سے ملتے تہے۔ شاعری مین خوش مذاق و ظریف تہے تازہ تازہ مضامین کو بیان کے سانچے مین ڈہالتے تہے۔ معانی رنگین و شیرین بیانی کا فوٹو کہینچتے تہے۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تہے۔ کلام سے لطافت

ونزاکت ٹپکتی تہی - سامعین لذت و حلاوت پاتے تہے - ہم آپکے کلام سے ذیل مین ہدیہ ناظرین کرتے ہین -

آپ کو بسبب جامع الفنون و العلوم ہونیکی وجہ سے حضور پر نور آصفجاہ ثانی - و اعظم الامرا ارسطو جاہ و نواب شمس الامرا بہادر ہر وقت یاد فرماتے تہے - آپنے روزانہ اوقات تقسیم کردیئے تہے - ہر ایک مقام مین وقت معینہ پر حاضر ہوتے تہے - اور آپکو ہزار ہا روپیے اور خلعتین عنایت کرتے تہے - آپ حقیقت مین فقیر امیر تہے آپنے تزک آصفیہ تالیف کرکے اعظم الامرا ارسطو جاہ کے توسل سے بندگان عالی آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیش کی حضور کے پسند ہوئی - ارسطو جاہ نے امرا ریاست سے نقد پچاس ہزار روپیہ لوایا اور حضرت بندگانعالی شاہ تجلی کی لڑکی کی شادی مین اون کے مکان پر رونق افزا ہوئے اُسروز پچاس ہزار زر نقد کا سلوک فرمایا گویا یہہ صلہ تزک آصفیہ کا تہا - راجہ راجندر رگہوتم راو پیشکار سرکار عالی نے تزک آصفیہ کو با تصویر ستعلیق خط مین لکہوایا - اور اُسکی جداول طلائی - اور رنگ آمیزی تصاویر مین تین ہزار روپیے خرچ کئے - تیاری کے بعد حضوری کتبخانہ مین داخل کیگئی صاحب گلزار آصفی لکہتا ہے کہ اسوقت تک حضوری کتبخانہ مین موجود ہے - صاحب گلزار آصفی بزمانہ حضرت بندگانعالی ناصر الدولہ مرحوم زندہ تہا ۱۲۶۰ سنہ ہجری مین کتاب کو تالیف کیا - مین یقین کرتا ہون کہ فی الحال بہی حضوری کتبخانہ مین نسخہ مذکورہ موجود ہوگا - سروار الملک کہا نسی ہیان شاہ تجلی علی سے بہت محبت و اتحاد رکہتے تہے - شاہ صاحب کے ساتہہ عزیزانہ و برادرانہ سلوک کرتے تہے - معلوم ہوتا تہا باہم یکدگر قرابتدار قریبہ ہین - واہ رے حسن محبت و اتفاق - فی زمانہ باپ بیٹون مین محبت و اخلاص عجیب معلوم ہوتا ہے یہی بد بختی و پہٹکار ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہین -

شاہ تجلی آخر سنہ ۱۲۱۵ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون آپکے خلف الصدق مرزا محمد متخلص بمرزا یادگار تھے - مرحوم الیہ پیر مومن کے دائرہ مین مدفون ہوئے -

من نتائج طبعہ

تاریخ فیروزی سریرنگ پٹن

مشیر الملک از تائید حیدر
بہمراہ سکندر جاہ غازی
خرد تاریخ این سال نکو گفت
شاہ دین پرور سلیمان حشمت و آصف لقب
چشم امید جہان روشن ز گرد راہ او
میشود غلطان بچون لعل گران از اشک او
خاک راہ ز رگہش در بوئہ چشم ہوس
سینہ میگردد در اندوہ دواگر دو نشاط
بہر دفع چشم حاسد میکند ورد دعا

ولہ

باسم اعظم و عقل ارسطو
روان شد از پئے تنبیہ بد خو
بدست آمد سرنگ پٹن ز ٹیپو
ماہ اوج سلطنت عالی نسب والا حسب
یک نگاہ فیض عامش جاہ و عزت را سبب
گر گہر پاشی کند وقت تکلم از دو لب
می سزد گر میکند فغفور چین کسب نسب
میکشاید ہر کہ پیش بارگہ دست طلب
انس جان صبح و مسا و ہم ملک در روز و شب

حرف الثاء مثلثہ

ثاقب - محمد احسان اسد خان بدایونی

ثاقب تخلص - محمد احسان اسد خان نام - مولوی نصر اسد خان بہادر صدر الصدور آگرہ کے فرزند ہین - آپکا اصلی وطن بدایون ہے - آپنے عربی فارسی و انگریزی مدارس

انگریزی مین تحصیل کی۔ مدراس کے سند یافتہ ہین فہیم و ذہین ہین۔ موزون الطبع وخوش فکر ہین۔ شعرگوئی شروع کی متفرق استادون سے مشق کرتے رہے۔ اولاً حافظ خان محمد خان نزیل بہوپال سے۔ ثانیاً محمد محسن کاکوروی سے۔ ثالثاً مولوی فضل رب عرشی نزیل حیدرآباد سے اصلاح لیتے رہے۔ اوستادون کی توجہ سے شاعر ہوگئے۔ کلام پاکیزہ وشایستہ ہوتا ہے۔ فارسی اردو دونون زبان مین کہتے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

ہشدار اے سپہر کہ شست کمان من
دردا کہ نماندہ است درو جز نفسے چند
زودست کہ جا گرم کنم بر سر شاخش
ناصح چہ وزاہد کہ وکے آمدو کے رفت

ولہ

تیر فغان وناوک آہ رسا گرفت
بشنو ز لب کشتۂ خود ملتمسے چند
المنۃ للہ کہ شکستم قفسے چند
مارا چہ چیز ازین گاوخسے چند

من اشعارہ الہندی

تیری نمود ہے کہ ہر ذرہ سے عیان
اک لطف ہے شراب ہے ساقی ہے شوخ وشنگ

ولہ

جلوہ ہے تیرا ہر رگ سنگ و شرار مین
ثاقب سا ہمنشین ہے روز بہار مین

حرف الجیم

جانی۔ میرزا جانی ترخانی

جانی تخلص۔ میرزا جانی نام۔ ساکن بہکر ہے۔ قبیلہ ترخانیان سے تہا۔ اسکا جد میرزا عیسی خان المتوفی سنہ ۹۷۵ ہجری بہکر من اعمال سندہ کا بادشاہ تہا۔ اسکے بعد محمد باقی میرزا پدر میرزا جانی قائم مقام ہوا۔ اور اکبر بادشاہ کا تابع تہا۔ ہمیشہ فیما بین

سلطان محمود بہکری بادشاہ سابق و محمد باقی میرزا کبہی جنگ کبہی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تہا - آخر سنہ ۹۸۲ ہجری مین اکبر بادشاہ نے محب علیخان کو بہکر کی تسخیر کیلئے بہیجا - انہین ایام مین سلطان محمود بہکری فوت ہوا - اور بہکر اکبری تصرف مین آیا - اور بعد ازان محمد باقی بہی سنہ ۹۹۳ ہجری مین فوت ہوا - اور میرزا جانی صاحب تتہ جسمہ باپ کی جگہ قائم ہوا - اور حکمرانی کرنے لگا - پہر اکبر بادشاہ نے خانخانان عبدالرحیم کو تتہ کی تسخیر کے لئے سنہ ۹۹۹ ہجری مین روانہ کیا - اولاً میرزا جانی اکبر سے خلاف کرتا رہا - اور مقابلہ کے لئے مستعد و قائم رہتا تہا - آخر عاجز ہوا - اور خانخانان سے ملاقات کی اور سنہ ۱۰۰۱ ہجری مین خانخانان کے ہمراہ درگاہ اکبری مین حاضر ہوا - اور امرا کے زمرہ مین شریک ہوا - اکبر نے تتہ کو اسکی جاگیر مین مقرر کیا - انہین ایام مین بادشاہ اسیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا میرزا جانی بہی ہمرکاب برہانپور مین آیا - اور وہان سنہ ۱۰۰۸ ہجری مین فوت ہوا - تاریخ طاہری مین لکہا ہے کہ بہادر پورہ مین فوت ہوا اور وہین دفن کیا گیا - موزون الطبع تہا - شعر گوئی کرتا تہا -

من کلامہ

عشقی خواہم کہ از خودی پاک کند
آب مژہ کہ دہر نمناک کند
پائے کہ بیابان امل را سپرد
دستی کہ گریبان ہوس چاک کند

جرأت - میر محمد ہاشم

جرأت تخلص - میر محمد ہاشم نام - موسوی خان خطاب - اورنگ آبادی المولد مین آپکے نسب کا سلسلہ بیس واسطہ سے امام ہفتم سے ملتا ہے - ابتدا مین آپکے جد سید علی

زمین گیلان سے ہند مین وارد ہوئے۔ اور آپکے والد میر محمد شفیع بہی ہمراہ تہے۔
علوم و فنون مین مہارت کامل رکہتے تہے۔ عالمگیری زمانہ تہا علم و فضل کا بازار گرم تہا
جد و والد بادشاہی ملازم ہوئے۔ بحسب کشش آب و دانہ اورنگ آباد متعین ہوئے۔ اور اس
شہر مین سکونت اختیار کر لی ۱۰۸۰ھ ہجری مین موسوی خان پیدا ہوئے۔ والد کے
سایۂ رحمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد امیر الامرا حسین علیخان
بارہہ کی ملازمت مین پہنچکر داروغہ ضلع اورنگ آباد کی قلعداری پر مامور ہوئے۔ جب ۱۱۳۱ھ ہجری
مین جب دکن سے ہند کو روانہ ہوئے تب موسوی خانصاحب بہی ہمرکاب ہوئے۔ دلی مین
پہنچکر علما ہمعصر مثلاً میرزا عبد القادر بیدل و میر عبد الجلیل بلگرامی وغیرہ سے ملے۔
ہر ایک سے استفادہ کیا۔ سادات بارہہ کی خرابی کے بعد حضور بندگان عالی آصفجاہ کی
خدمت مین آئے غفران پناہ نے عنایت و مرحمت سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ اور منصب
ڈہائی ہزاری اور دار الانشا کی میر منشی گری سے سرفراز کیا۔ غفران پناہ کے انتقال کے بعد
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زمانہ مین بہی بدستور دار الانشا کی میر منشی گری پر مامور رہے
منصب چار ہزاری اور معز الدولہ کے خطاب سے سربلند ہوئے۔ امیر الممالک آصف الدولہ
صلابت جنگ مرحوم کے زمانہ مین بسبب ضعیفی خانہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرزند
مسعود خان کو ۳۷ برس کی عمر مین دار الانشا کی خدمت پر قائم مقام فرمایا۔ آخر
۱۱۷۵ھ ہجری مین جہان فانی سے عالم باقی کو روانہ ہوئے۔ اورنگ آباد کے غربی
جانب مین دفن کئے گئے۔ جناب میر غلام علی آزاد نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی

موسوی خان ز کلک گوہر بار	آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد	کرد جرأت وداع دنیا را ۱۱۷۵ھ

سرو آزاد و گل رعنا ۱۲

موسوی خان سخندانی و سخن سنجی و انشا پردازی و شعرفہمی مین فرید زمانہ تہا۔ اسوقت نواب آصفجاہ کے ہمراہ محمد شاہی دربار مین باریاب ہوا تہا۔ اسوقت آصفجاہ نے دربار مین بادشاہ کے حضور مین کہا کہ موسوی خان اس زمانہ کا ابوالفضل ہے میر آزاد و عبدالجلیل و مرزا عبدالقادر بیدل و خان آرزو وغیرہ کا معاصر تہا۔ آزاد اور آپ مین بہت ہی صحبت تہی۔ زمانہ دراز تک ہم صحبت رہے بایکدیگر علمی مذاکرہ رہتا تہا۔ اکثر آپسمین غزلین طرح کرتے تہے۔ اور دونون مین کہتے تہے۔ ہفتہ عشرہ مین مشاعرہ بہی ہوتا تہا۔ خوب لطف رہتا تہا۔

من اشعاره الفارسی

تا یاد ابروش را کردیم نقش در دل — رسم است اینکہ گیرند در دست چپ کمان را

وله

تا توانی ہمعنان بوی گل دارد مرا — از نسیم صبح می جویم سراغ خویش را

وله

آنکس کہ بنازد بہ نسب مردہ فروش است — ما ہم کہ باشد نسب ما حسب ما

وله

وضع ہموار است مرغوب ملایم طینتان — ہر کہ را دندان نباشد دوست دارد آش را

وله

در یاد خدا باش کہ کاری بہ ازین نیست — سیاحی دل کن کہ دیاری بہ ازین نیست

وله

بی بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست — نکہت گل بی شگفتن قابل پرواز نیست

منتہای کار عشق از بدایت روشن است — شمع را آئینہ انجام جز آغاز نیست

وله

ہوس زخم بہ مہتاب تجلی دارم — کاش عریانی من رنگ کتانی میداشت

وله

تو آن خدنگ نگاہی کہ سوی ما فکند — ہنوز باتن مجروح نیم جانی ہست

وله

آمد اندیشہ دنیا بطلب گاہی دل — گفتم آن شیفتہ بی سر و پا حاضر نیست

وله

چون قلم مردم سخن چین را — از جہان روسیاہ باید کرد

خلق عالم گر مسافر نیستند — وله — خیمهٔ گردون چرا برپا بود

کاش دنیا با جوانمردی سپہر پیدا کند — وله — بادہ است این بیوفا شاید نرے پیدا کند

شب که در بزم چمن طرب آمادہ بود — وله — دانهٔ انگور قندیل چراغ بادہ بود

قرب شہان مجو که تنک مایه می شود — وله — با آفتاب ماه چو ہمسایه می شود

فارغ از ہر دو جہان بندۂ جہان تیغ ام — وله — سرو آزادم و پابند گلستان توام

نه بہر آنکه منزل دور و پا لنگ ست می نالم — وله — دلم را چون جرس جای طپش تنگ ست می نالم

بسملم کردی و برمی طلبم آزردہ مشو — وله — میکنم رقص که در ذیل شہیدان توام

شد صرف سوز عشق سراپے که یافتم — وله — مانند شمع سوختہ بانی که یافتم

منظور از نظارۂ حسنت شہا و نشست — از فعل بت پرستانی که یافتم

راز جانان ہر معشوق ست باید پاس داشت — وله — بہر این لیلی نباشد بہتر از دل محملے

پاس دل گر بنوائی داشت سلطان بشوی — وله — این نگین را گر بدست آری سلیمان بشوی

بے غبار کینہ نتوان زیستن آسادہ لوح — از صفائے سینه چون آئینه حیران می شود

تا شنیدم پند ناصح می گریزم از شراب — چون گزد کس را سگ دیوانه می ترسد ز آب

دل خون گشته ز چشم چه بنا خبر چکید — وانمی شد گرہ الفت او و ہر چکید

جویا محمد فاضل سرہندی

جویا تخلص۔ محمد فاضل نام۔ آپکا اصلی وطن سرہند ہے۔ اوسط عمر میں وطن سے اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے۔ خواجه کامگار خان اورنگ آبادی کے ہم صحبت تھے مزاج میں دیوانگی تھی۔ عزلت نشین رہتے تھے۔ اہل دنیا سے کم ملتے تھے۔ گذر اوقات کا مدار

اطفال ہنود کی تعلیم پر تہا۔ آپ سرکاری ملازمت سے متنفر تہے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ درویشانہ رنگ رہتے تہے۔ شعرگوئی مین ذہین و فہیم تہے۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے تازہ تازہ مضامین ایجاد کرتے تہے۔ اور اشعار مین نئے نئے رنگ کہلاتی تہے۔ خواجہ موصوف آپکی مدح مین کہتے ہین ؎

سخن فہمی بجو یا ختم شد چون حسن بر یوسف
کہ پیش از جنبش لب یافت معنی طبع چالاکش

لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے تذکرہ گلرعنا مین لکہا کہ آپ دوسری تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۱۶ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے۔ بیرون شہر اورنگ آباد مدفون ہوئے

من اشعارہ الفارسی

ولہ
بسکہ ابر پرست گلشن از بہار جلوہ ات
بال بلبل آشیان گردید از پرواز ماند

ولہ
سرکشان از من حیرانی من یاد کنید
آب گردید دلم آئینہ ایجاد کنید

پیش سرو قد رعنا می کسے از قمری
مشت خاکی بسر نخوت شمشاد کنید

ولہ
ز غیرت عشق چشمی غیر می بندد تماشا کن
غبار پیر کنعان سرمۂ چشم زلیخا شد

ولہ
شوخی رنگ شکستہ است صدف را چون گل
فکر نقاش بسر سید کہ تصویر کہ بود

ولہ
غم ندارد کشتۂ چشم تو از خورشید حشر
بر مزارش سایہ از شاخ غزالان می شود

ولہ
شب کہ یاد غیرت او شمع این کاشانہ بود
تا سحر از شمع نے در ناخن پروانہ بود

ولہ
ہلال آسائے بیداری دل مژگان چو یا
خبر از صبح محشر میدہد حال بنا گوشش

ولہ
ندانم تا چہ سازد با نقاب آن شوخی مژگان
کہ دل شد پردۂ زنبور از یادش چو غربالم

چنان از خانمان آوارگی دارم بہ بیتابی
کہ نتوان دید اندر خانۂ آئینہ تمثالم

مورا کہ از خضاب سیہ فام کردہ ایم
خوبان برق جلوہ درین دام کردہ ایم

جو یانہ شبنم ہست کہ از اشک عندلیب | تعویذ بستہ ہست صبا در گلوے گل
ز فیض عشق ہنبر آہنگ حیرت نالۂ دارم | کہ موے چینی افلاک گر دیدہ است از فغانش

جولان میر حسن علی احسان حیدر آبادی

جولان تخلص ۔ میر حسن علی خان نام حیدر آبادی المولد ہین ۔ شہر کے مشاہیر شرفا مین سے تہے ۔ سرکار عالی نظام کے منصبدار تہے ۔ ذی استعداد و لائق آپکو عالم جوانی مین شعرگوئی کا شوق ہوا طبیعت کی تیزی و چالاکی سے موزون کرنے لگے ۔ کلام سنجیدہ و بامحاورہ ہوتا تہا ۔ ملاحت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا ہمکو نہین معلوم ہوا کہ آپ کس شاعر سے اصلاح لیتے تہے ۔ میرا گمان ہے کہ آپ بمصداق الشعراء تلامذۃ الرحمن ؛ فیض الٰہی سے فیض پاتے تہے ۔ آپ سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین زندہ تہے ۔ رحلت کی تاریخ کسی تذکرہ نویس نے نہین لکہی ۔

من کلامہ الہندی

اب ایسی جام ساقی شراب ارغوانی بہر | کہ جسکو دیکہہ کے زاہد کے منہ مین آئی پانی بہر

جوش ۔ مرزا غلام حسین مدراسی

جوش تخلص ۔ مرزا غلام حسین نام ۔ مدراسی الاصل ہین ۔ مدت سے حیدرآباد دکن مین سکونت پذیر ہین ۔ فارسی مین مستعد و لائق ۔ شعرگوئی کے شائق میر مجروح کی لکہنوی سے اس فن مین مشق کی ہے ۔ استاد کی اصلاح سے چند ہی روز مین آپکا کلام صاف و درست ہو گیا پختگی و شستگی کلام سے نمودار ہے ۔ آپ

نیک کردار و پسندیدہ گفتار و حمیدہ رفتار ہین فی الحال تخمیناً آپکی عمر چالیس برس کی ہو گی

من اشعارہ الہندی

یہ یکتائی ہے اونکا روی زیبا دلکی صورت ہے
ہوئے ہم محو حیران ہے لب مہر خاموشی
جگر ہو سبز داغون سے ہمنے دل آتش غم سے
نہون دریا دلون سے قریب کم ظرف مستغنی
مگر یہ بہی تو نکی چہرہ سمین کا ہے کشتہ

ہمارے قلب روشن کا سویدا تل کی صورت ہے
یہ رخ کی یہ دہان یار کی یہ تل کی صورت ہے
ہوئے لالہ ریحان ہین ہی حاصل کی صورت ہے
صدف کے کف مین ہمیشہ کاسہ سائل کی صورت ہے
عیان آئینہ سیماب ہین بسمل کی صورت ہے

جرأت - سید رضوی خان

جرأت تخلص - سید رضوی خان نام - سادات صحیح النسب سے تہے - عالم فاضل و منشی کامل تہے - کتب درسیہ سے فارغ التحصیل - انشا پردازی مین منشی بیمثل و شعر گوئی مین شاعر بے بدل تہے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی سرکار مین ملازم تہے دار الانشا کے میر منشی تہے - نواب شہید کے مقربین مین داخل - میر آزاد بلگرامی سے بہت محبت رکہتے تہے - جب ملاقات کرتے تو نہایت خلوص و اخلاص سے کرتے تہے لچھمی نرائن گلزار عنا مین لکہتے ہین کہ میرے حال پر بہت ہی مہربان تہے - آخر آپ بمقتضائے قضا و قدر ارکاٹ گئے - نواب سراج الدولہ بہادر محمد علیخان بن نواب انور الدینخان شہامت جنگ گوپاموی سے ملے - نواب نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی دیوانی کی خدمت پر مامور فرمایا - دو تین سال تک دیوانی کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے - آخر سنہ ۱۱۸۱ ہجری مین ارکاٹ مین فوت ہوئے - اسی مقام مین مدفون ہوئے

جناب میر آزاد بلگرامی نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

رضوی خان منشی ہمیشل یکقلم طبع زاد و سامی
سال تاریخ فوت او جستم گفت دل رفت منشی نامی
۱۱۸۰ھ

چونکہ آپ کے نتائج طبع ہمکو دستیاب نہیں ہوئے اسوجہ سے گذارش نہیں کئے گئے

جلیل۔ مولوی حافظ جلیل حسن صاحب اُستاد اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

جلیل تخلص۔ جلیل حسن نام ہے۔ آپ مولوی حافظ عبد الکریم صاحب کے فرزند ہین۔ آپکا وطن اصلی مانک پور ضلع لکھنو ہے۔ آپکی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۸۳ ہجری مین واقع ہوئی۔ اور آپ کی نشو و نما بھی وطن ہی کی آب و ہوا مین ہوئی۔ آپ ابتدا سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت نہایت چست و چالاک تھی۔ ذکاوت و فطانت کے میدان مین جولانی کرتی تھی۔ اولاً آپنے دہ سالہ کی عمر مین حفظ قرآن سے فراغت پائی۔ بعد ازان طالب علمی شروع کی۔ لکھنو مین آئے متعدد اساتذہ سے کتب متبدا ولہ درسیہ عربی و فارسی حاصل کین۔ اور آپکو تحصیل علم کے بعد شاعری و سخن گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت مولوی امیر احمد مینائی کی خدمت مین آئے اور آپکے سلسلۂ تلمذ مین وابستہ ہوئے۔ اور آپکے دامن خدمت کو ایسا تھاما کہ تا بمرگ امیر مرحوم کے ساتھہ سایہ کی طرح رہے۔ کوئی وقت ایسا نہین ہوا کہ آپ حضرت مرحوم سے دور ہوئے ہون۔ آپ مرحوم کے ارشد تلامذہ سے مین۔ مرحوم آپکو اپنے فرزندون سے زیادہ چاہتے تھے۔ جلیل کے کلام کو اصلاح دیتے وقت فرماتے تھے کہ (کلام الجلیل جلیل الکلام ہے) آپکی طبیعت سخن سنجی و شاعری کی بلندی کے

عروج کررہی تھی۔ شعلۂ جوالہ کیطرح آسمان نہم کیطرف مرتفع ہورہی تھی اور طبیعت مین
قوت سخن ایسی تھی جس مضمون کو چاہتے نہایت خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھہ نمایان کرتے
تھے۔ اور استاد کے ملاحظہ مین پیش کرتے تھے۔ استاد کی پیرائش و آرائش سے آپکے
شاہد سخن کا حسن دوبالا ہوجاتا تھا۔ آپکی نازک خیالی وشیرین مقالی کے زیور سے شاہد
سخن کی وہ حالت ہوتی تھی کہ شعراے وقت فریفتہ وشیفتہ ہوتے تھے آپکے کلام کی
نزاکت ولطافت کیا ہے گویا کرامت وخرق عادت ہے۔ معترضین میرے کلام
پر قہقہہ لگائین گے۔ اور کہین گے کہ جلیل کی تعریف حضوری تعلق کی وجہ سے تملقاً
کررہا ہے۔ بخدا مین کسیکی تعریف تملقاً ومذمت عداوتاً نہین کرتا ہون بلکہ واقعہ کو
واقع کے مطابق بیان کرتا ہون۔ اگر کسی نکتہ چین کو ہمارے کلام کی تصدیق وتکذیب
مطلوب ہو تو حضرت جلیل صاحب ترجمہ کا دیوان مسمی تاج سخن جو فی الحال مطبوع ہوکے
شایع ہوا ہے مطالعہ کرے۔ ہمارے کلام کی تصدیق وتکذیب صراحۃً ہوجائیگی عجب
نہین کہ معترض نکتہ چین کلام کی کرامت کے اثر سے اسبات سے توبہ کرے گا کہ
مین نے مولوی صاحب پر بیجا اعتراض کیا۔ اور انکو تملق کے طرف منسوب کیا
مین فی زماننا حضرت جلیل کے دیوان کو دیکھہ رہا ہون۔ آپکا کلام مجھپر جادو کا اثر
کررہا ہے ہروقت میرے دل وزبان سے یہی آواز برآمد ہوتی ہے واہ واہ کلام جلیل
جل جلالہ۔ جلیل شاگرد۔ اور امیر استاد مین تمیز کرنا امر دشوار ہے۔ اگر کوئی ناواقف
شخص کے سامنے دونون بزرگون کے کلام کو پیش کرین۔ اور حکم بنائین کہ دونون
مین بایکدگر کیا نسبت ہے تو غور وفکر کے بعد یہی کہیگا کہ دونون استاد جلیل الاستعداد
ہین یہہ نہین بتلا سکیگا کہ ایک استاد و دیگر شاگرد ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر مینائی

جو نقادِ سخن تھے جلیل کو مثل لختِ جگر سمجھتے تھے۔ اور یہ جلیل کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ میں نے دونوں بزرگوں کے کلام کو خوب غور و فکر سے دیکھا ہے اور میزانِ عقل میں دونوں کے کلام کو تولا ہے تو دونوں میں عام خاص من وجہٍ کی نسبت پائی۔ اگر میں بمصداق پسر بہ از پدر کہوں تو میرا قول بیجا ہوگا۔ لیکن بعض نکتہ چین میرے قول کو مبالغہ پر محمول کریں گے یا سخن فہمی میں ناقص کہیں گے۔ جو اہل سخن منصف مزاج ہوں گے وہ تسلیم کریں گے اور کہیں گے جلیل صاحب ترجمہ کی تعریف واقع میں حضرت امیر مرحوم کی ہی تعریف ہے۔ پہلے میں لکھ چکا ہوں کہ آپ استاد مرحوم کے رکاب میں ہر وقت سفر و حضر میں سایہ کی طرح ہمرکاب ہمراہ رہتے تھے جب امیر مینائی مرحوم حسب الطلب نواب والی رامپور۔ رامپور گئے۔ تب آپ بھی ہمراہ تھے۔ چند مدت رامپور میں خوشی و خرمی سے بسر کئے جب ١٣١٨ ہجری میں اعلیحضرت کلکتہ سے واپس ہوتے وقت بنارس میں فروکش ہوئے تب امیر مینائی رامپور سے بنارس آئے آپ سے ملے اور مسدس مولفہ کو پیش کیا۔ اعلیحضرت مسدس کے ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور امیر مرحوم کو حیدرآباد ہمراہ لائے۔ سوء اتفاق سے حیدرآباد میں پہنچتے ہی ہیضہ سے بیمار ہو گئے ہیضہ کیا تھی گویا موت کا سفیر تھی۔ ایک مہینہ تک ہیضہ کا سلسلہ جاری رہا آخر اسی مرض میں واصل حق ہوئے۔ یہہ واقعہ بتاریخ ١٩ جمادی الثانی ١٣١٨ ہجری میں واقع ہوا۔ پس حضرت جلیل صاحب صاحب ترجمہ بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ امیر مرحوم کے فوت ہوتے ہی افسوس و حسرت میں مبتلا ہوئے۔ اور حیدرآباد میں اسی امید کے سہارے پر استقلالی کیا تھا کہ اعلیحضرت قدر قدرت اپنی فیضان کرم سے سرفراز فرمائیں گے سنہ مذکورہ سے ١٣٢٠ ہجری تک بسر کئے آخر اعلیحضرت نے آپکو اعزازاً و اکراماً

پانسو روپیہ ماہانہ کے تقرر سے سرفراز فرمایا - اور آپکو استاد کے لقب سے ممتاز کیا اعلیحضرت کبھی کبھی آپکو اپنا کلام دکھلاتے ہین - حضرت جلیل صاحب بمصداق ترجمہ اِنَّ مع العسر یسراً صبر و قناعت و استقلال کی برکت سے فائز المرام ہوئے - اب فراغت سے زندگی بسر کرتے ہین - آپ خوش خلاق و مقبول آفاق ہین - سیرتاً فرشتہ و صورتاً انسان برگزیدہ ہین - متقی و پرہیزگار - صوم صلوٰۃ کے پابند امر معروف و نہی منکر پر پورے کاربند ہین -

الحمد للہ فی الحال ظاہراً آپ کی شان و عظمت درجۂ عروج پر ہے مگر آپکو اس شان پر غرور ہے نہ ناز ہے - آپکے مزاج مین وہی خاکساری و کسر نفسی ثابت و قائم ہے آپ بظاہر امیر ہین لیکن بباطن درویش - آپ اکثر اوقات ورد و ظائف و قرأت قرآن مین صرف کرتے ہین - اور شائقین شعر و شاعری کے کلام کو اصلاح سے درست فرماتے ہین - آپکا دربار دربار عام ہے - غربا و فقرا اعزہ و امرا سے شگفتہ جبین و خندان روئی سے ملتے ہین - ہر ایک خواہ امیر ہو یا فقیر ہو برابر حسن خلاق سے ملاقات فرماتے ہین - چند مہینے گذرے کہ فقیر مولف کو بھی آپ سے ملازمت حاصل ہوئی تھی ہے بخدا مجکو آپ کی ملازمت سے بہت لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - آپنے اپنا خاص دیوان مطبوعہ جو مجکو ہدیتہً عطا فرمایا ہے اُس کے دیکھنے سے ہر وقت دلکو ایسا سرور و مزہ و مسرت ہوتا ہے کہ مین اس لطف کو زبان قلم و قلم زبان سے ادا نہین کر سکتا ہون آپکا کلام نہایت شستہ و پاکیزہ - شگفتہ و تازہ ہے - حشو و زوائد سے پاک و صاف تعقید لفظی و معنوی سے مبرا ہے -

اب مین آپ کے نتائج طبع سے چند اشعار گزارش کرتا ہون -

کلام الجلیل جلیل الکلام ہے

شکریہ سرفرازی

جو دن پھرتے ہیں تو ساماں پیدا ہو ہی جاتا ہے
شب غم لاکھ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے

چمن میں پھولنے پھلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
دکن میں بارور نخل تمنا ہو ہی جاتا ہے

رہا جو شہ کی نظروں میں ترقی اسکو لازم ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے

چمک ذرے میں سورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
در شہ کا گدا ادنی سے اعلیٰ ہو ہی جاتا ہے

توجہ چاہیے تھوڑی سی شاہ بندہ پرور کی
فقیروں کا جہاں میں بول بالا ہو ہی جاتا ہے

جو دل سے ہو رہا حضرت کا پھر اسکو کمی کیا ہے
موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے

مرے گلزار میں رنگ خزاں کب تک جما رہتا
کہ اکدن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے

توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہیں جاتا
یہ دیکھا ہے کہ فضل حق تعالی ہو ہی جاتا ہے

اشارہ چاہیے پھر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے
سہارا چاہیے پھر بوجھ ہلکا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا درد دل ہے بے اثر یہ غیر ممکن ہے
مریضوں پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے
دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے

تجسس شاہ ہے مقصود کا ضائع نہیں جاتا
وہ اکدن زیب آغوش تمنا ہو ہی جاتا ہے

عقیدت جب ہوئی پوری تو کیسا پردہ دوری
رخ محبوب لیلیٰ جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے

سجا ہے اب عروس شاعری کا دون کی لینا
شباب آتا ہے تو جوبن دوبالا ہو ہی جاتا ہے

گل مضمون جو کل تک خشک تھے اسکا تعجب کیا
خزاں کے دور میں پھر پھول کانٹا ہو ہی جاتا ہے

نہیں چھپتا نہ میرے شعر چھپتے بات اتنی ہے
جسے چھپا کہیں کارا چھپا ہو ہی جاتا ہے

جلیل ارکو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو
نقب جو شاہ سے ملتا ہے بیجا ہو ہی جاتا ہے

تعجب کیون کسی کو ہو ہماری سرفرازی پہ
خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے

یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نوازی ہے
نہ کچھ کہئے مگر لوگون مین چرچا ہو ہی جاتا ہے

حسد کوئی کرے کسواسطے سب یہ ظاہر ہے
کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے

لکھون اب یہ کیا تھا کچھ مدح شہ والا
کہ اس موقع پہ لمبی چوڑی شہ پہلے ہو ہی جاتا ہے

یہ مدح شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنیکا
ارادہ بھی نہین کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے
جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے

نظر جسکی پڑی آئینہ روئے مبارک پر
نصیب اسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے

سواری کا سمان سو بار دیکھا ہے مگر پھر بھی
سلیمان کا شہ آصف پہ دہوکا ہو ہی جاتا ہے

زہے سر بلندی بخت و دولت بھی یہ کہتی ہین
تمہین جو دیکھہ لیتا ہے تمہارا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھتے شہ جمجاہ کا ہے رعب داب ایسا
کسی کا بخت ٹیڑھا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے

تجلی محو کر دیتی ہے ایوان معلے کی
ورشہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے

کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہین چلتی
کرم کا خلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے

بہت دور آپکو کہینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے
خدنگ لطف شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے

دلون پر کیون نہ ہو قبضہ دلکو شاہ کرتی ہین
یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے

مثال ماہ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہین
تو شاہان جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے

کمال شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے
کوئی ارمان ہو وہم بھی پورا ہو ہی جاتا ہے

جہان مجرم کوئی پہنچکر ہوا سائل ہائی کا
مروت آہی جاتی ہی اشارا ہو ہی جاتا ہے

عتاب شاہ بھی خالی نہین شان ترحم سے
ہوا جو برطرف اُسکا وظیفا ہو ہی جاتا ہے

نکل جاتی ہے خدمت تہہ سے تو رہی نہین جاتی
یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہو ہی جاتا ہے

سزا کیواسطے دلمین کوئی پہلو نہین آتا
عطا کیواسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے

مرے شہ کی سخاوت مشک کی تاثیر رکھتی ہے
چھپا کر لاکھ دین عالم مین شہرا ہو ہی جاتا ہے

ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
لٹاتا ہے جو موتی دل کا دریا ہو ہی جاتا ہے

عجب عہد مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو
خوشی کا عیش کا سامان مہیا ہو ہی جاتا ہے

مسافر کو سفر مین دہوپ کی ایذا نہین ہوتی
کہ ہر پر دامن دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے

اسی در پر تو پہل ملتا ہے نخل خاکساری کا
جو قدمون پر جھکا اُسکا سر اونچا ہو ہی جاتا ہے

دل آئینہ ہے اور اُسمین خواص جام خسرو ہے
کسیکا راز دل ہو آشکارا ہو ہی جاتا ہے

سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطون بان ہو کر
ہوا جو بندہ بیدام دانا ہو ہی جاتا ہے

زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
دل حُساد مین خون تمنا ہو ہی جاتا ہے

کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھے جہان دو گل کہلائے طبع رنگین نے
گلستان بوستان کا رنگ پھیکا ہو ہی جاتا ہے

زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
بیان پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے

فلک کو داغ آتش کو جلن جامی کو بیہوشی
صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے سامعین کا شور پھر ہی نعرہ زن ہونا
کہ اک اک شعر موزون سر برعنا ہو ہی جاتا ہے

زمین سخت مین بھی معنی روشن نکلتے ہین
صدف مین در حجر مین لعل پیدا ہو ہی جاتا ہے

بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہے جا کیا
طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے

دئے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند سے ٹکڑے
قمر جب بیٹھتا ہے گھٹ کے آدھا ہو ہی جاتا ہے

نہ کیون دشمن ہون سب کے دیدہ و دل شانہ از دون سے
کہ مہر و ماہ سے گھر اُجالا ہو ہی جاتا ہے

مجھے دعوی نہین لیکن ثنا جب شہ کی لکھتا ہون
سخن کو اپنی یکتائی کا دعوی ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے مین تو ہون اس فیض کا قائل
زمین مشکل سے مشکل ہو قصیدا ہو ہی جاتا ہے

جلیل آصف کے حق مین جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضل خدا سے اُس مین پیدا ہو ہی جاتا ہے

اشعار منتخبہ دیوان

ہے لاکھہ لاکھہ شکر خدائے جلیل کا
جس نے دُرِ سخن سے بھرا سینہ جلیل کا

خود فرش خاک پر ہے نظر عرش پاک پر
اللہ رے حوصلہ ترے عبد ذلیل کا

وله

ناوک اُسکا کبھی خطا نہ ہوا
طائر سدرہ تک نشانہ ہوا

تیرے قدمون سے کیون رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

دل سے صبر و قرار سب بھاگے
مگر اک داغ دل جدا نہ ہوا

وله

نہ ملا یار سرو قد افسوس
شجر آرزو ہرا نہ ہوا

وله

مرے جذب دل کا اثر دیکھہ لینا
تم آؤ گے تھامے ہوئے ادھر دیکھہ لینا

ابھی ہے تڑپنے کا ارمان باقی
ذرا پھر ادا سے ادھر دیکھہ لینا

وله

ابھی باقی ہے آنا قبر پر اس فتنۂ قامت کا
قیامت ہو چکی پھر بھی رہا دھڑکا قیامت کا

قلق اسمین تڑپ اسمین الم اسمین ہے غم اسمین
مرے پہلو مین دل کیا ہے خزانہ ہی محبت کا

وله

مرے وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا
سننے والون کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا

مر کے بھی روح نہ پینے کو ترستی ساقی
مری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا

وله

پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا
دیکھا تو ذرے ذرے مین اُسکا ظہور تھا

وله

نہ وہ شمع دیکھین نہ پروانہ دیکھین
کوئی ہو اُنہین دل جلانے سے مطلب

آہی جائیگا صحبت مین اثر آپ سے آپ — وله — ہوئی جائیگی اُنہین میری خبر آپ ہی آپ

پہلو سے وہ اُٹھے سو کہا دل نے ہائے دوست — وله — آباد ہو کے لٹ گئی دولت سرائے دوست

اُنسے ملنے کا ہے سوال عبث — وله — جان بچنے کا ہے خیال عبث

چمک کر بولی وہ برق نظر آج — وله — کہ لوٹیگی خرمن دلکی خبر آج

کہو اُنسے بچائین دامن اپنا — کہ ہے شعلہ فگن داغ جگر آج

یون تو بسمل ہے ترا سارا جہان میری طرح — وله — پر تڑپنے لوٹنے والا کہان میری طرح

گل اگر بجلی سے چھوٹا آج صرصر لے اُڑی — ہو نہ دشمن کا یارب آشیانہ میری طرح

موسم گل ہے پھول پھولے ہین — وله — دیکھنا باغ کیا ہے سرخا سُرخ

ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہو کر — وله — ہماری باغ ہستی مین بہار آئی خزان ہو کر

نصیبون سے ہوا کرتا ہے مرنا اچھی صورت پر — وله — خدا شاہد ہمین تو ناز ہے اپنی محبت پر

توکل کا یہہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر — وله — نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر

صیاد کو ہے بلبل ناشاد کی تلاش — وله — بلبل مین ہم کہ ہے صیاد کی تلاش

قسمت نے دی نجات نہ مجھکو تلاش سے — دلبر ملا تو ہے دل ناشاد کی تلاش

اللہ رے تیری زلف سیہ فام کے خواص — اک مرغ جان حق مین ہین سو دام کے خواص

کیا نصیبے کے زبردست ہین خال عارض — جنکو حاصل ہے شب و روز وصال عارض

کہان ہم اور کہان اب شراب خانۂ عشق — نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق

غلط ہے صاحب دولت کو گر غنی کہئے — غنی وہ ہے جسے ملا ہے خزانۂ عشق

کیا کیا شب غم ہمنے مصیبت نہین دیکھی — اتنی ہے کمی صبح قیامت نہین دیکھی

دیکھے ہین طرحدار جہان آنکھ نے لاکھون — دل جسکا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکھی

جعفر ۔ مرزا جعفر بیگ قزوینی

جعفر تخلص ۔ مرزا جعفر بیگ نام ۔ آپ بدیع الزمان قزوینی کے خلف الصدق ہین ۔ اکبر و جہانگیر کے عہد مین معزز و ممتاز رہا ۔ فن شاعری مین استاد کلام تہا مثنوی شیرین خسرو اسکے کلام شیرین کی یادگار ہے ۔ اپنے عم بزرگوار کے فوت ہونے کے بعد مخاطب بہ آصف خان ہوا تہا ۔ سنہ ۱۰۲۲ ہجری مین بلدہ دار السرور برہانپور مین فوت ہوا کسی شاعر نے تاریخ وفات اس فقرہ سے نکالی ہے صد حیف از آصف خان ۔

من اشعارہ

دربار صبا بوئے کسے ہست کہ یعقوب
چشمے کہ ندارد برہ قافلہ وارد

ولہ

ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر
ہنوز رسم خود آرائی چمن باقیست

در سنی ہمہ کس در شکست بیداری
شکست زلف کجا و دل شکستہ کجا

ایصبا در شکنم اما دل ما این جوش مسکینم
کہ این گلستانست نتوان در رہ باد بست

شہر گنجائش غمہائے دل ما چو ندا شت
آفریدند برائے دل ما صحرا را

ز شعور آنچہ آنجا دیدہ فرہاد
مرا اینجا قلم از دست افتاد

حرف الحاء حطی

حفظی ۔ نواب حفظ اللہ خان

حفظی تخلص ۔ حفظ اللہ خان نام ۔ آپ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کے فرزند ہین ۔ آپکی ولادت ہند مین واقع ہوی سن شعور کے بعد علمائے وقت سے

کتب درسیہ تحصیل کین - لائق وفائق ہوئے - بادشاہی منصب سے سرفراز تھے آپ خوش خلق وباخیر نیک طینت و نیک صورت تھے - علما وشعرا و فقرا سے نہایت اخلاص ومحبت رکھتے تھے - ماہ ربیع الاول مین میلاد شریف کی مجلس نہایت عظمت وشان سے کرتے تھے - ایکہزار سے زیادہ اہل دعوت ہوتے تھے - کہانے سے اول آخر وقت تک خود بدانۂ آفتابہ وسیلابچی ہاتہہ مین لیکر تمام اہل دعوت کے ہاتہہ دہلاتے تھے اس فعل خیر سے ثواب اخروی حاصل کرتے تھے - عالمگیری زمانہ مین ٹہٹہ وسیوستان کے صوبہ دار تھے - صوبہ داری کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے - آپکے زمانہ مین تمام رعایا امن وامان مین تہی - آخر سنہ ۱۱۱۳ ہجری مین سیوستان مین آخرت کا سفر اختیار کیا - جناب میر غلام آزاد بلگرامی نے آپکی وفات کی تاریخ کا مادہ آیہ کریمہ سے پایا فلہم جنات ۲ الماوی نزلا کانوا یعملون - خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ آپ موزون الطبع تھے کبہی کبہی رباعی یا غزل موزون کرتے تھے - ایکوقت آپ کی مجلس مین کسی میر نے ناصر علی سرہندی کی رباعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین پڑہی ؎

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ   ہرچند کہ آخر بظہور آمدہ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد   دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

آپ رباعی کو سنکر حسرت کرنے لگے اور فرمایا کاش یہہ رباعی میرا حصہ ہوتی تو بروز قیامت باعث نجات ہوتی - پہر فکر کرکے ایک رباعی کہی وہ یہہ ہے ؎

در انجمن دہر نخست آمدہ   زانگونہ کہ نشاستہ نشست آمدہ
اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود   دیر آمدہ ولے درست آمدہ + انتہی ۔

من اشعارہ الفارسی

اے کہ می گوئی کہ می آئم نمی آئی چرا
اے آنکہ سراپا ہمہ لطف نمکی
جز شیرۂ پستان حلاوت نمکی

ولہ

پائے شوقت را مگر رنگ حنا زنجیر پاست
بر برگ گل تازہ چکیدہ نمکی
پیغمبر خوبانی و اما نمکی

فائدہ نواب متوسل خان بہادر بندگان عالی حضور آصفجاہ کے داماد اور حسب رضا ترجمہ کے لخت جگر تھے اور ہدایت محی الدین مظفر جنگ بن متوسل خان آپکے پوتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو دکن سے خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی وجہ سے دکنی شمار کئے گئے تھے۔ ہم نے بھی انہی بزرگوں کے وجہ سے نواب حفیظ اللہ خان کا ذکر اہل دکن میں شامل کیا فتامل ولا تکن من الغافلین۔

ہمیشہ بہار کے مولف نے لکھا کہ حفیظ اللہ خان ذی استعداد و کمال دوست تھا علوم عقلی و نقلی میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ عالمگیری عہد میں صوبہ داری لاہور پر مقرر تھا۔ ناظم و ناثر تھا۔ من کلامہ

تر دماغی می کند پروانہ در پرواز شوقے ٭ روغن بادام گویا در چراغ عشق کردہ اند ٭ انتہی کلامہ

حشمت محتشم علی خان

حشمت تخلص میر محتشم علیخان نام۔ سادات بدخشان سے تھے۔ آپکے اجداد میں ایک بزرگ وارد ہند ہوئے۔ آپکے والد میر باقی محمد یار خان صوبہ دار دہلی کی رفاقت میں مدت تک رہے صوبہ دار عالمگیری امرا میں تھے۔ میر حشمت کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ سن شعور کی بعد دہلی میں علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کیں پھر آپکو

شعرگوئی کا شوق پیدا ہوا شعرگوئی شروع کی خوب شعر کہنے لگے ہندی و فارسی دونو زبانون مین کلام موزون کرتے تہے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین پاکیزہ و صاف ہے۔ ہر ایک شعر کی عبارت سلیس با محاورہ ہے۔ آپ فنون سخنوری مین ممتاز تہے مدت تک میر محمد افضل ثابت و شیخ عبدالرضائی متین و مرزا عبدالقادر بیدل و آزاد کے مصاحبت و مجالست مین رہے اکثر یاران معاصر کیساتہہ مشاعرہ مین شریک ہوتے تہے۔ ہم طرحی غزلون پر مشاعرہ کا بازار گرم رکہتے تہے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین واقع ہوئی۔ علی قلی خان والہ ریاض الشعرا مین لکہتا ہے کہ مین ایکروز حشمت کے دیوان کو دیکہہ رہا تہا کہ یہہ بیت میری نظر سے گذری ؎

نہ ہر ایرانی ہم طرح حشمت می تواند
نہ ہر چینی فروش ہم سر فغفوری گردد

چونکہ اکثر مردم ایران بعنوان سوداگری دلی مین چینی فروشی کرتے ہین ہندوستان مین ایرانیون کے لئے دوکانداری کرنا ننگ ہے۔ اس لئے ہندی نژاد کل ایرانیون پر چینی فروشی کا طعن کرتے ہین۔ مثلاً کسی ہندی نے کہا ہے ؎

دست این چینی فروشان را بمو لی بستہ ایم
ما زبان اہل ایران را ہموئی بستہ ایم

ان ابیات کے دیکہنے سے میرے دلمین حمیت و غیرت نے جوش پیدا کیا حشمت کے دیوان کے حاشیہ پر یہہ دو بیتین لکہین اور حشمت کے نزدیک دیوان کو بہیجدیا ؎

باستادان ایران ہندی ہم طرح میگردد
بچینی میزند پہلو سفالین کاسہ ہنگی

حریف نالہ دلہائے زار ما نہ حشمت
مزن انگشت بر لب چینی فغفور ما را

پس حشمت صاحب ترجمہ ابیات کو دیکہکر پشیمان ہوا معذرت کی انتہی کلامہ۔
آپ صاحب دیوان ہین تقریباً سات ہزار اشعار ہین۔

من کلامہ

کشته شمع را چو سحر اهل بزم گفت	وله	این روز بود اول شب در نظر مرا
رونق از دیوانه کشور سودا گرفت	وله	وحشت از ما بود کو مجنون و روزی جا گرفت
گر چنین شهر بسودای تو دیوانه شود	وله	همچو زنجیر زه هر کوچه فغان برخیزد
با رقیبان نکنم سجده خاک در دوست	وله	این نمازیست که بی شرط جماعت باشد
سر رشته نقش هستی عقده کار دل من شد	وله	خط پیشانیم چون قفل ابجد مشکل من شد
نگاه گرم چه سان در بغل کشد تنگش	وله	که از فروغ در آغوش خود پرد رنگش
صبر و بیطاقتی آن روز که قسمت شد	وله	بیقراری بمن و صبر با توب رسید
جان بقربان کمان تو که زد آخر کار	وله	تیر صافی که بداد دل ما خوب رسید
بسیر گردیدم و سر می گردد	وله	آسیا وقت سحر میگردد
از رنگ لاله و داغش عیان است	وله	که حسن و عشق با هم توامان است
قشقه از بالای ابروی تو آفت می شود	وله	آفتاب از قبله سر زد قیامت می شود
بیا که از اشک سوزانیم با هم بلبل و گل را	وله	تو گل را کن خجل در حسن و من عشق بلبل را
زبس پیش که دل ناله و آهی میکرد	وله	چشمش بمن التفات گاهی میکرد
گریان گریان ز دور میدارم داد		خندان خندان بمن نگاهی میکرد

مستزاد

آئینه بزم دلکشا شور رسا ره انجا نگاه	هم شانه تیر نف مشکسا شور رسد یار گناه چه
ما خاک شویم و سپهر منظور فتد و غنچه تیر زنگ	دل خون نشود و حنا بپا شور سیاه سبحان الله

میرزا ذره نے نکات الشعرا میں لکھا کہ محتشم شعراے ہندوستان سے ہے۔ سید صحیح النسب سپاہی عمدہ تھا فارسی ہندی میں سخن گوئی کرتا تھا۔ خوش اخلاق و خاکسار تھا

ہر ایک سے نہایت عاجزی و انکساری سے ملتا تھا۔ عزیز دل شہر دلی میں سکونت پذیر تھا
آپکی بڑے بھائی میر ولایت اللہ خان تھے حشمت مدت سے خانہ نشین تھے
ریختہ میں صحیح الفکر ذکی الطبع تھا۔ یہ دو بیت میر کے تذکرہ سے نقل کیجاتی ہے

نکہت گل نے جگایا کسے زندان کے بیچ بہار آئی دیوانے کی خبر لو	پھر کر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

گلشن بیخار کا مولف لکھتا ہے کہ میر حشمت علی خان حشمت خلف میر باقی بدخشانی دہلوی المولد ہے۔ فارسی زبان میں رنگین خیال و شیرین مقال تھا۔ میر محمد افضل ثابت و شیخ عبد الرضا متین کا ہم صحبت و ہم طرح تھا۔ سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں بمرگ مفاجات فوت ہوا۔

حقیر۔ مہا سنگھ اورنگ آبادی

حقیر تخلص۔ مہا سنگھ نام کہتا ہل عرف ہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد ہے۔ منشی جواہر قلم و دبیر عطارد رقم تھے مضمون نگاری و انشا پردازی میں بلند پرواز۔ ایجاد معانی و سخن سازی میں سحر پرداز تھے۔ طبع نقاد و ذہن وقاد سے لآلی آبدار اشعار کو رشتہ نظم میں پروتے تھے۔ تحریر و تقریر میں زبان و قلم سے موتی رولتے تھے۔ خوش وضع و خوش مزاج تھے۔ نیک رفتار و پسندیدہ اطوار تھے۔ باوجود لیاقت و استعداد کسر نفسی سے ہر ایک کے مقابلہ میں اپنے کو حقیر و ناچیز سمجھتے تھے۔ سراج دکنی و آزاد بلگرامی کی ہم صحبت تھے۔ جناب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے دار الانشا میں ملازم تھے۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجری میں شہر اورنگ آباد میں فوت ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

از بہار سبزات سر سبز بخت باغبان — وز لب چون غنچہ ات گلرنگ رخت باغبان
در چمن از حال بلبل ہیچگہ آگاہ نیست — خار ہا دارم بدل از طبع سخت باغبان
تا تماشای نگاہ چشم آن گلرو کند — نرگستان گشتہ در گلشن درخت باغبان
از ہوائے قامت شمشاد رنگش شد حقیر — در زمین سربلندی سبز بخت باغبان

ولہ

چون از زلف درازش یافتم سر رشتۂ مطلب — دعای ازدیاد عمر او در نیم شب کردم
سخن آراستہ گفتم برلب لعلش نگہ کردم — بآن حسن طلب زان پستہ لب مطلب طلب کردم
حقیر این مصرع موزون ز شہرت در دلم آمد — جلوہ ریز آمدم در آن معنی را طلب کردم

حامد محمد خان المخاطب بحامد علیخان دولت آبادی

حامد تخلص ۔ محمد خان نام ۔ حامد علیخان خطاب ہے ۔ آپ دولت آبادی ہین ۔ شیخ ابوبکر الہ آبادی چشتی کے شاگرد و مرید تہے ۔ حنفی مذہب صوفی مشرب حریفان ہم مشرب کی بادہ رنگین مزاجان ہمدم کے دوستدار تہے ۔ شعرگوئی و شعرفہمی مین قابل و لائق تہے ۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے ہم صحبت و مشاعرہ تہے ۔ اکثر اوقات نواب شہید کی ترغیب سے غزلین کہی ہین ۔ تعریف و تحسین کے مورد ہوئے ہین ۔ پیری کی وصیت سے شعر کم کہتے تہے کبھی کبھی فارسی زبان مین موزون کرتے تہے ۔ علوم ادبیہ مین مستعد و کامل تہے گاہے ماہے عربی مین کہتے تہے ۔ بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تہے ایکروز ایک نوجوان لڑکا خوش لباس آپکے سامنے آیا ۔ آپنے اسیوقت یہہ شعر موزون فرمایا

جامۂ سبز و چہرۂ گلنار — داد صد رنگ خوشدلی بدلم

ایک وقت نواب آصفجاہ نظام الملک بہادر کے جشن سالگرہ ۔ دوزن مبارک کے بیان مین لکھا

از بہر نثار این خداوند جہان — لعل و گہر آمدہ زکان عمان

بار وے جہان فروز در روزن — خورشید در آمدہ سراج منیران

ان صنمی کان فی الجلباب کنت رایتہٗ — بل ھو شمس شفقت نظرت فی المطر

ان دو تین اشعار کے سوا ہمکو آپکا کلام نہین ملا ۔ شاید تلف ہو گیا ہو ۔ تحفۃ الشعرا مین مرزا افضل تا قشالی نے جو آپکا معاصر ہے یہی اشعار لکھے ہین ۔ شاید میان حاجی پیر کی غفلت کی وجہ سے اشعار کی حفاظت نکرتے ہون ۔

حفیظ ۔ شیخ حفیظ دہلوی

حفیظ تخلص شیخ حفیظ نام آپکا اصلی وطن دلی ہے ۔ آپکی بزرگ سپاہ پیشہ تہے سپاہ گری کے پیشہ مین زندگی بسر کرتے رہے ۔ مگر آپ سن شعور کے بعد عالم شباب مین طالب علم ہوئے ۔ چند مدت مین علما و فضلا کی خدمت مین ضروری لیاقت حاصل کر کے فن شاعری کے طرف متوجہ ہوئے ۔ آپکی طبیعت تیزی مین شعلہ جوالہ تہی طبع والا و فکر رسا سے شعر موزون کرنے لگے ۔ کلام شیرین و رنگین ہونے لگا معاصرین دیکہکر تعجب کرتے تہے ۔ رفتہ رفتہ آپ درجہ استادی کو پہنچ گئے سب شعرا معاصرین آپکی استادی کے قائل ہوئے ۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کہتے ہین ۔ دونو زبانون مین آپکا کلام سنجیدہ و بامحاورہ ہوتا ہے ۔ پاکیزہ و شستہ آپ ہند سے اورنگ آباد دکن مین آئے ۔ راجہ ہیبت رام کے خدمت مین باریاب ہوئے راجہ صاحب آپکی لیاقت و قابلیت دیکہکر بہت خوش ہوئے ۔ اور آپکو نہایت اکرام

واعزاز سے اپنے پاس کہا۔ اور آپکے لئے معقول تنخواہ بھی مقرر کردی۔ چند مدت راجہ صاحب کے مصاحب رہے۔ جب راجہ صاحب کا کام درہم و برہم ہوگیا۔ تب راجہ سے علیحدہ ہوئے۔ آپ بھی مجبور ہو وہان سے حیدرآباد آئے۔ اور راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر سے ملے اور ایک قصیدہ بھی پیش کیا۔ مہاراج بہادر نقاد سخن تھے فرقت آپکو خلعت اور ہزار روپیہ ماہوار سے سرفراز فرمایا۔ پہر آپ حیدرآباد مین ملک الشعرائی کے درجہ کو پہنچے۔ اور مہاراجہ بہادر کے مصاحب ہوئے۔ آپنے اپنی خوش کلامی و جادو بیانی سے مہاراجہ کو مسخر کر لیا تہا۔ مہاراجہ بہادر آپکے کلام پر فریفتہ و شیفتہ تھے آپ خوش اخلاق و نیک طینت تہے۔ نازک دماغ و پاکیزہ خیال تہے۔ ہر روز دربار مین تازہ و نیا لباس پہنکر آتے تہے۔ باوجود جاہ و حشمت فقرا دوست و غربا پرور تہے۔ مہمان نواز و فیض گستر۔ کلمۂ خیر مین بڑے جوانمرد تہے۔ ہر ایک کی سفارش کرتے۔ آپکے نزدیک آشنا و بیگانہ مساوی تہے۔ آپکی بدولت ہزارہا غربا و فقرا مہاراجہ بہادر کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور صدہا آدمی سلسلۂ ملازمت مین شریک ہوئے۔ ایک عالم آپکا ممنون منت تہا۔ آخر آپ ۱۲۴۷ھ ہجری مین جنت کو روانہ ہوئے۔ اور حیدرآباد مین مدفون ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

لب جانان سے جی اداس آیا
ہمکو آب بقا نہ راس آیا

ہین وہ شمع مزار بیکس ہون
کہ پتنگا نہ جس کے پاس آیا

ولہ

ہم اُسے بادۂ گلرنگ پلا دیتے ہین
خانہ باغ آئینۂ رخ کو بنا دیتے ہین

ولہ

ہمارے دل مین یہ درد و الم کا جوش رہا
کہ سینہ داغون سے دوکان گل فروش رہا

خیال کاکل مشکین یہ مجھکو دوش رہا
کہ مثل کعبہ مرا دل سیاہ پوش رہا

ہزار نالۂ محشر نما نہ لب سے تھے
کسیکا پاس ادب تھا خموش رہا

ولہ

خط میں کچھ طلب تھا نہ سوا اسکے جسے
نامہ بخیر و سلامت بشما کہتے ہیں

تب تپ شہر کیا قاتل بیچارے کو
آپ فرمائیے قبلہ اسے کیا کہتے ہیں

ولہ

چاک سینہ ہو گیا دل سے صدا آنے لگی
کھلتے ہی اس کی جنت کی ہوا آنے لگی

لڑکوں نے لیکے مارے جوں ہی سے سنگ
دیوانگوں کی خون سے ہوا رستے رنگ

آپ نے ایک رباعی حضور سکندر جاہ نور اللہ مرقدہ کی نذر کی تھی - رباعی

کوئی نام خدا لے کے حرم تک پہنچا
کوئی پوجتے ہی دیر صنم تک پہنچا
خوش طالعی میری ہے کہ لیکر میں نذر
تجھ سے سکندر کے قدم تک پہنچا

ولہ

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکہاتی ہے
اگر یکدم منسائی ہے تو پھر پہروں رلاتی ہے

روبرو غیروں کے شکوہ کیا کروں میں آپکا
ہو رہینگی پھر کرو باتیں ہماری آپکی

حنا - مہدی حسین خان لکھنوی

حنا تخلص - مہدی حسین خان نام - آپ محمد حسین خان لکھنوی کے فرزند ہیں - آپکی ولادت شہر لکھنؤ میں ہوئی - تعلیم و تربیت بہی اسی شہر میں پائی - استعداد علمی کے بعد شعر گوئی شروع کی - مومن خان مومن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۶۸ ہجری کی خدمت میں سخن کی مشق کی - استاد کی توجہ کی برکت سے لائق و ممتاز ہوئے - دس گیارہ برس سے حیدرآباد دکن میں کسی سرکاری خدمت پر مامور ہیں - چست و چالاک ہوشیار بیباک ہیں خوش سیرت نیک عادت ہیں صحبت و دوستی کے لائق ہیں شگفتہ جبین و خوشخو ہیں

بارک اللہ فی بقائہم

من اشعارہ

قلم ہے کیا جو ہے عرض مدعا کے لئے
زبان ہی نہیں صرف التجا کے لئے

تمہارے لب جو کریں دعوی مسیحائی	مرض ملے نہ کہیں نام کو دوا کے لئے

حبیب ۔ محمد کاظم صاحب کنتوری

حبیب تخلص ۔ محمد کاظم نام ۔ آپکا مولد و منشا قصبہ کنتور ضلع لکھنؤ ہے آپکے نسب کا سلسلہ جناب سید حمزہ بن حضرت امام موسی کاظم سے ملتا ہے ۔ آپکے بزرگ سادات نیشاپور سے تھے ۔ زمانۂ سلف میں وطن اصلی سے ہند میں وارد ہوئے ملک اودہ قصبہ کنتور نامی میں فروکش ہوئے ۔ اسوقت کنتور میں فضلاء والا سکونت پذیر تھے ۔ آپکے جد اعلی نے بھی وہیں سکونت اختیار کرلی ۔ آپکے بزرگوں میں اکثر علما گذرے ہیں ۔ علوم عقلی و نقلی میں بے نظیر ہوئے ہیں ۔ زمانۂ حال تک بھی اسی موروثی علم کا خاندان میں اثر باقی ہے ۔ آپنے ابتدائے شعور میں کسیقدر فارسی و عربی کتب پڑہیں تہیں ۔ زمانۂ طالب علمی میں آپکو شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوگیا آپکی طبیعت کا میلان شعرگوئی کے طرف رجوع ہوا ۔ اور طالب علمی حالت میں خلل واقع ہوا ۔ آپ تحصیل علوم و کسب فنون سے محروم ہے ۔ مگر شاعری میں استادی کے مرتبہ کو پہنچ گئے ۔ آپنے سخن کی مشق جناب سید لطف اللہ قادر مرحوم سے جو آپکے نانا تھے کی ۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت میں ڈوبا ہوا ہے ۔ آپ خوش وضع و خوش فکر ہیں ۔ فی الحال آپکی عمر قریبًا سینتالیس برس کی ہے ۔ چندسال سے اس ریاست میں ملازم ہیں معتمد مدار المہام سرکار عالی نظام کے میر منشی ہیں ۔

من اشعارہ الہندی

دلسوز کون تھا ہمیں روتا جو بعد مرگ	ہاں بیکسی کا رکھتی ہے شمع مزار غم

اسیری میں بلا نازاں ہوئی وحشت کے پر نکلے | ولہ | چلے صحرا سے زندان کو گریبان پہاڑ کر نکلے

ہمارے ساتھ جاتے ہیں عالم کو حسرت و ارمان | | یہہ حسن اتفاق اسوقت جیسے ہم سفر نکلے

لے چلی ہیں دلکو سوئے کوئے قاتل حسرتیں | ولہ | کس زمین میں ہے مہر کاروان شام و سحر

عرش پر ہوگا دماغ رہروان کوئے عشق | | آسمان پر ہے غبار کاروان شام و سحر

عکس روئے یار ہے تصویر پشت آئینہ | ولہ | دیکھئے چمکی ہے کیا تقدیر پشت آئینہ

خط تقدیر ہے پھر جسے سمجھے ہیں سب جوہر | | بنگئے ہیں غم سے ہم تصویر پشت آئینہ

حشمت میر حشمت علی حیدرآبادی

حشمت تخلص حشمت تخلص۔ میر حشمت علی نام۔ آپکا مولد و منشا حیدرآباد دکن ہے۔ آپ میر حیدر علی مرحوم کے فرزند ہیں۔ مرحوم لیہ سرکار عالی نظام کے صدر ثبتہ خانہ کے میر منشی تھے۔ آپنے سن تمیز کے بعد علما حیدرآباد سے کتب فارسیہ کی تحصیل کی۔ انشاپردازی و عبارت نویسی میں خوب مہارت پیدا کی۔ مزاج میں سخن سنجی و شعرگوئی کا ولولہ تھا۔ اور طبیعت بھی سنجیدہ تھی۔ شعرگوئی کے میدان میں سبقت کرکے خوب جولانی کرنے لگے۔ حیدر حسین خان حیدر المتوفی ۱۲۸۵ سنہ ہجری سے کلام کی اصلاح لیتے رہے۔ کلام سے نزاکت و ملاحت نمود ہوتی ہے۔ آپکی عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی۔ متوسط قد۔ گندمی رنگ مائل بہ سیاہی۔ خداتعالےٰ آپکو دیرگاہ زندہ رکھے

من اشعارہ الہندی

مرگ عاشق پر بھی اسطرح غم کہاتے نہیں | | صبر کی جا ہے مریکے ساتھہ مرجاتے نہیں

ہوگئے ہیں جاکے شاید کوئے جانان میں مقیم | | حضرت دل آج پہلو میں نظر آتے نہیں

بخشش حیدر کا دربار معلّا عام ہے
گورے ہاتہوں سے جو دفناؤ گے منت ہوگی
جیتنا شور مچا ناسہ مدفن کیسا

ولہ

اس جگہہ حشمت سخندان فیض کرب پا نہین
گو زمین مین پہر شمع کی جا حسب ہو گی
روح عاشق پہر جی ورقیامت ہو گی

حبیب محمد حبیب حیدر آبادی

حبیب تخلص - محمد حبیب نام مشاہیر شعراء حیدر آباد سے ہے تذکرہ نویسون نے آپکی پوری کیفیت نہین لکہی سنہ ولادت و وفات کا بہی کچہہ ذکر نہین کیا۔ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر لائق و فائق تہے۔ مضامین تازہ خوب تلاش کرتے تہے۔ خوش فکر و خوش خیال تہے۔ تقریباً آپکا بہی انتقال ۱۳۰۵ہجری مین واقع ہوا ہے۔

من اشعارہ الہندی

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر
ہنس پڑا باغ مین بیتابی بلبل کی دیکہہ
مونہ کر آنکہہ کو کیا ذوق سے سویا تہا حبیب
دل ہے بلبل کی یک تسلی کو
گلبدن پہول کی مست توڑ توڑا لی آرہی

ولہ

رہ گئی صرف یہی یار کی نشانی آخر
کہل گئی یار تری غنچہ دہانی آخر
نہ سنی حیف مری ہیچم کہانی آخر
سمجہہ تو اپنی نشانی دو جانان
دیکہہ ابہی شور کرین بلبل نالی آرہی

حسن - امیر حسن دہلوی

حسن تخلص - امیر حسن نام نجم الدین لقب ہے۔ آپ امیر علا سنجری کے فرزند ہین۔ آپکا مسقط الراس شہر دہلی ہے۔ آپکی نشو و نما و تربیت و تعلیم بہی وہان کی ہوئی آب و ہوا مین

ہوئی۔ عالم شباب کے ابتدا میں علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ شعر و شاعری کے میدان میں مشقت کرنے لگے۔ آپکی طبیعت میں سخن سنجی کی قوت خداداد تھی۔ آپکا کلام تصوف و تجرد و وحدت الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر شامل ہوتا ہے۔ صاحبان حال کامل و بزرگان صاحب دل آپ کے کلام کے سننے سے وجد کرتے ہیں اور نیم بسمل کی طرح تڑپتے ہیں۔ دنیا و ما فیہا سے بیخبر و مست ہوتے ہیں و مقام الست و بزم بلی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ آپ فطرۃً رندمشرب و فقر طلب تھے۔ مرات الخیال کے مولف نے "تاریخ ہند" سے نقل کیا کہ آپ مکارم اخلاق و ظرافت و لطافت و استقامت عقل میں بے نظیر تھے۔ اور روش صوفیہ و تجرید و تفرید و بے تعلقی دنیا میں بے مثل تھے۔ رندانہ مستغنیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپکی توبہ کا سبب یہہ لکھا کہ آپ ایکروز ایک نانبائی کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُسروز قدوۃ السالکین حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ مع مریدین بازار سے گذر رہے تھے اور امیر خسرو بھی ہمراہ تھے۔ یکایک امیر کی نظر فقیر یعنے حسن صاحب ترجمہ پر پڑی۔ امیر نے دیکھا کہ صورت زیبا لائق و قابل سلوک ہے۔ آگے بڑھ کے خواجہ حسن صاحب ترجمہ سے سوال کیا کہ نان و کلچہ کسطرح بیچتا ہے۔ حسن نے جواب دیا کہ روٹی کو ترازو کے پلڑے میں رکھتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دوسرے پلڑے میں زر قیمت رکھے۔ جب خریدار پلڑے میں زر رکھتا ہے اُسوقت اُسکو روٹی دیکر روانہ کرتا ہوں۔ امیر قدس سرہ نے کہا اگر خریدار مفلس ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حسن نے جواب دیا کہ اُس سے درد و نیاز قیمت لیتا ہوں۔ امیر قدس سرہ آپکے جواب سے متعجب ہوئے۔ واقعہ کی پوری کیفیت حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں گزارش کی۔ شیخ قدس سرہ نے کچہہ جواب نہیں دیا۔ لیکن حضرت کی توجہ باطن نے حسن کے دل پر اثر کیا کہ

اسیوقت حسن کا حال متغیر ہوا - اور درد طلب دامنگیر ہوا - فوراً نان بائی کی دوکان سے اوٹھکر حضرت کی خانقاہ مین آیا اور توبہ کی اور حضرت کی بیعت سے سرفراز ہوا - دیکھو حضرت کی توجہ تیر بہدف تہی - بزرگان دین و اہل اللہ کی نظر بے اثر نہین ہوتی ہے پیر ہون تو ایسے ہون - خدائے تعالی ہمکو ایسے بزرگون سے ملائے کہ ہم دنیا و فیہا سے سبکدوش ہو جائین - فی زماننا پیری مریدی کی نسبت اگر گویم مشکل و گر نگویم مشکل بامر لاچاری شق ثانی کو اختیار کرتا ہون - اور دم بخود رہتا ہون خدا ہم تمام کو نیک ہدایت کرے - بزرگان دین کی توجہ موثرہ کی بابت کسی شاعر نے کہا ہے ؎

آنرا کہ بدانیم کہ او قابل عشق ست　　رمزے بنمائیم و دلش را بربائیم

آپ امیر خسرو کے معاصرین گویا دونون بزرگ سخنوری مین برادران توام ہین - اور ان دونون بمصداق ہذان لساحران فن شاعری مین جادوگر ہین -

بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ امیر خسرو و امیر حسن مین باہم الفت و محبت برادرانہ تہی - دونون شاہزادے سلطان محمد بن غیاث الدین بلبن کی ملازمت مین ملتان گئے - امیر خسرو شاہزادے کی مصحف داری پر خواجہ حسن دوات داری پر مامور تہے - شاہزادے کی شہادت کے بعد دہلی مین آئے - ملازمت کے زمانہ مین دونون ہم نوالہ و ہم پیالہ رہتے تہے - لیکن امیر حسن امیر خسرو پر تقدم رکہتا تہا - تقدم کے مختلف اسباب ہین - امیر حسن کے قطعات و قصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح مین زائد ہین - اور امیر خسرو کے قصائد سلطان کی مدح مین کم ہین -

اور مولف مذکور نے یہہ بہی لکہا کہ خواجہ بعمر ۵۶ سالہ حوض شمسی کے کنارے شراب و کباب مین مصروف تہا کہ یکایک اسطرف حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا گذر ہوا

خواجہ حسن نے آپکو دیکھکے یہہ دو بیتین پڑہین ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست
زہد نان فسق از دل ما دور نکرد — فسق ما یان بہتر از زہد شماست

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا صحبت موثر ہے۔ اگر حسن نہیت سے ہو۔ کامیابی کا وقت پہنچ گیا تہا۔ فوراً شیخ کے قدمون پر گرا اور تمام گناہون سے توبہ کی۔ اور حضرت کے حلقۂ ارادت مین داخل ہوا۔ اور ایک غزل کہی اسکا مطلع یہہ ہے ؎

یک سر موئے ولت سفید نشد — ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند
اے حسن توبہ انگہی کردی — کہ ترا قوت گناہ نماند

آپ کی غزلین و قصائد درد آمیز و شور انگیز ہوتے ہین فصاحت و بلاغت کی خوبیان مضامین معانی کی موشگافیان کلام سے ظاہر ہوتی ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین۔ آپنے ایک کتاب مسمی فوائد الفواد جو حضرت شیخ کے حال و اقوال پر شامل ہے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے لکہی ہے۔ رسالہ متانت الفاظ و لطافت معانی سے مرکب و مرتب ہے۔ نقل کرتے ہین کہ امیر خسرو رسالہ کی نسبت فرماتے تہے کاشکے اگر میری تمام تصانیف حسن کے نام ہوتین اور یہہ کتاب میرے نام پر ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اور مین اس سعادت ابدی سے مشرف ہوتا۔ اور دارین مین اس سعادت پر فخر کرتا۔ امیر خسرو کا یہہ کلام صحبت و اتحاد کی وجہ سے ہے۔ خواجہ حسن صاحب ترجمہ شعر گوئی و روش شاعری مین سعدی شیرازی کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ خود کہتا ہے ؎

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردست — کہ اہل معنی گل چین آن گلستانند

سعدی شیرازی کی پیروی کرنے سے آپکو سعدی ہندوستان کہتے تہے مولانا عبدالرحمن جامی نے

بہارستان مین لکہا کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی مین طرز خاص اختیار کیا ہے۔ اکثر قوافی تنگ اور ردیفین نادر اختیار کین۔ آپکے کلام کی حالت مجتمعہ اگرچہ ظاہر انظر مین آسان معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا کلام کہنے مین دشوار و مشکل ہوتا ہے۔ بناءً علیہ آپکے کلام کو سہل ممتنع کہتے ہین۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کہتا تہا۔ امیر حسن آن نے وارد کہ عاشق آن نوا شنید گو امیر خسرو یوسف زمان بود چنانچہ خود میفرماید ؎

اے حسن بر آستین نظم خود نوکن طراز　　خاصہ این ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

انتہی کلامہ۔ لطائف اشرفی کے مولف نے لکہا کہ آپ ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔ آپ جب مجلس احباب مین جلوہ افروز ہوتے تہے تب احباب کا جلسہ آپکے وجود سے ذرونق پذیر ہوتا تہا۔ آپکے لطائف و ظرائف سے احباب کو لطف فزہ حاصل ہوتا تہا بحسب اتفاق خواجہ حسن کو بیماری لاحق ہوئی۔ عارضہ کی شدت سے بیہوش ہوگئے۔ چند احباب مثلاً امیر خسرو و منصور وغیرہم عیادت کے گئے اور آپکو آواز دے کہ خواجہ صاحب ؎ یارامی شناسید یا کیانیم ؎ و آخر گفتند تا چہ کسانیم۔ خواجہ نے آنکہہ کہولکر کہا کہ ؎ ما بندہ سخن اولیئیم ؎ تمام آپکے کلام ظرافت انجام سے محظوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ایسے وقت مین بہی ظرافت کو ترک نہین کیا۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے لکہا کہ مین نے لطیف المزاج و سلیم الطبع و خوش اخلاق مثل خواجہ حسن کسیکو نہین دیکہا۔ لطافت مزاج و خوش خلقی مین بے نظیر تہا سلاطین و امرا آپکے ساتہہ خاص توجہ رکہتے تہے یعنے آپکے کمال و حسن لیاقت کے خریدار ہوتے تہے۔ آخر عمر مین جب سلطان محمد تغلق شاہ نے دہلی کو خراب کرکے دیوگڈہ دکن کو دار السلطنت بناکے دولت آباد نام سے موسوم کیا۔ تب تمام باشندگان دہلی حسب الحکم دیوگڈہ مین آئے۔ آپ بہی تمام کے ساتہہ آئے۔ چندروز کے بعد خلد برین کو روانہ ہو

کی مخدوم اولیا کی تاریخ رحلت ہے۔ بحساب سات سو اڑتیس ہوتے ہین۔ اخبار الاصفیا کے مولف نے لکھا کہ سنہ ۷۳۷ ہجری۔ اور مرات الخیال کے مولف نے سنہ ہجری لکھا۔ سنہ رحلت بقول مرات الخیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔

روضہ خلد آباد مین قریب مقبرہ شاہ برہان الدین غریب بخیرہم مدفون ہوئے۔ دکن مین حسن شیر نام سے مشہور ہین۔ یہہ خرابی و تصحیف حسن شاعر کی ہے۔ آپ صاحب دیوان تھے آپکا دیوان ہند و دکن و عرب و عجم کے کتبخانون مین موجود ہے۔ اب مین آپکے گلزار ہمیشہ بہار دیوان سے گلہائے رنگین و شگوفہائے شیرین انتخاب کرکے بطور گلدستہ ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون تاکہ اسکی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر و تازہ کرین

ھو ھذہ

بازدل سوئے سفر می بینم آن دلدار را	نیست زیار یکہ تنہا می گزارد یار را
گر بہم شبے تاکہ طالع نشوی چون مہ	بگذر چو نسیم گل وقت سحرے برپا
بازو زنجیر زلف دلبران آویختیم	چون کنیم جائے نمی یابیم دل دیوانہ را
صبر مین بیگانہ ترشد چون تو برگشتی ز من	آشنا ہر گہ برگردد چہ غم بیگانہ را
خوبان اگر بدست رقیبان گرو بیند	گر در چمن برائے چہ بندند خارہا
طرہ از رویت نمیگردد جدا	کافران را نیست از آتش نجات
جرعہ کز دست افتد بر زمین	خون او ہفت آسمان را خونبہاست
یارب منجمے برسان تا بپرسمش	کان آفتاب شب رو ہم از آسمان گذشت
زلف تو شفیع محشرم باد	ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است
ساقی وم صبح مشکبار است	غائب نشوی کہ با تو کار است

چشمت سوئے من همی شود بازه | وله | جانان مگر از منت غبار است

بار باری کند اگر خواهد | وله | قصهٔ من هنوز بر اگر است

بنویسم نامهٔ خود روز محشر | وله | که از خط سیاهش یادگار است

عشقبازان دیگرند و عیش سازان دیگرند | وله | انچه در فرهاد می بینم در پرویز نیست

از خط خونریز و از رخسار خویش گویا | وله | محضر ظالم به پیش پادشاه عادل است

سنگ را بر روئے خود زن آتشی در خرمن خویش | | اے حسن این سنت دیوانگان غافل است

روئے گل این صفت روئے کسے با او هست | وله | بوئے حلقهٔ گیسوئے با وی هست

روشن چشم همه کس در مه تو حیران بود | | چاشنئی خم ابروی کسے با وی هست

گفتم ز باغ وصل تو بوئے بمن رسد | وله | آواز از در تو برآمد که بار نیست

خال تو بر رخ جهان افروز | وله | هندوی آمد آفتاب پرست

آب مژه ما گذران شد ز سر ما | وله | نیکو مثل است نیکه هم از ماست که بر ماست

خط کشیدی من شدم عاشق | وله | راستی مشک و عشق پنهان نیست

مرا بنده و گر رفتی برحمت بگذاره | وله | که پادشاه پسے صید را گرفت و گذاشت

یار آواره کی همی خواهد | وله | رفتن هیچ بهانه افتاده است

بیستم خواهم شنودم کان الف را تا بی هم | وله | زان مثل ترسم که در بابست تا ب آمده است

ما گناهے نکرده ایم | وله | خوئے بد را بهانه بسیار است

دلم بردی و نتواختی هزار افسوس | وله | چنانکه دلبری هست و دلنوازی هست

مگر بتو نرسیده است کان بزرگ چه گفت | وله | میان ما و شما عشق هست و بازی هست

فائدہ اس بیت مین شیخ فرید الدین کے کلام کی طرف تلمیح ہے یعنی ایکوت

شیخ بہاءالدین کے طرف سے شیخ فریدالدین کی خدمت مین ایسی بات پہنچائی گئی کہ شیخ فریدالدین کے موافق نہ تہی۔ بعد مین شیخ بہاءالدین نے آپکی خدمت مین ایک معذرت نامہ بہیجا۔ اسمین یہہ ایک فقرہ تہا کہ میان ما و شما عشق بازی ہست۔ شیخ فریدالدین نے جواب مین لکہا کہ میان ما و شما عشق ہست بازی نیست الخ

رویت در بہشت بود خط چہ میکشی	وله	اے ظلم پیشہ خار منہ بر در بہشت
سرورے کہ سایہ کرم از من دریغ داشت	وله	صبح سعادتست دم از من دریغ داشت
یارب ہمیشہ بر سر من پایدار باد		آن ابر رحمتی کہ نم از من دریغ داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقہ چون رکاب		زان شہسوار من قدم از من دریغ داشت
گر شبے خوانی سگ کوئے خودم	وله	وا شد آن شب بر نیاز از من است
دلم گم شد درین مجلس کجا رفت	وله	لبش گیرم کہ پنہان کردہ اوست
روز من تو بر فروز شبم را تو نور بخش	وله	این کار تست کار مہ و آفتاب نیست
گفتی ترا چہ سود و چہ سود است در سماع		این آن سوالہاست کہ آنرا جواب نیست
شب آمد و شنید کلام حسن ز دور	وله	گفتم پری مگر بفسون آمدن گرفت
تا گر با خندہ شیرین تو لافی زند	وله	در دہانش باز نگذاریم دندانی درست
چشم ہر ناظر بمنظور رخ تو کردہ اند	وله	توتیائے گرد گرد رہ مشتاقان بس بود
جان پیش کشم چو تو در آئی	وله	در خلوت دوست جان نگنجد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمیکنی بلب	وله	چشم تو جور میکند لعل تو داد میدہد
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما		اندکتری نوازد و بسیار می کشد
حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج		ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند

وله — شیرین لبان کشند و نوازند یار ما — اندک نوازد و بسیار می کشد

وله — وز آن نسیم زلف تو مدهوش آورد — جانرا شمائل تو به بیهوشی آورد

لعل تو اے نگار چه معجون حکمت است — گرچه خوانده ایم فراموشی آورد

گفتی چرا سخن نکنی چون بمن رسی — حیران جمال تو مدهوشی آورد

وله — دل ربودی دگر چه خواهد شد — راضی ام من بهر چه خواهد شد

دل نشد جان بسوخت این کم شد — شد نی شد دگر چه خواهد شد

بخت برگشت یار برگردید — اے حسن زین بتر چه خواهد شد

وله — سیر من بر زمین باشد همیشه پیش من روان — مگر آن روز نه معذورم که در زیر زمین باشد

وله — تحفهٔ هر دو جهان بر در او می آرند — از من خسته سلامی و دعا هم برسد

وله — اے چو گل خاستهٔ خار بے لبت کام مراد — قرة العین منی عین کمالت مرساد

وله — اے خضر یکبار دگر محمل بسوئے روم کن — روح اسکندر را بگو کان آب حیوان میبرد

وله — بمکتبے که ارو میروی همه طفلان — بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند

وله — مصلحت نیست که بنمایم هی انچه حکیم — هر کسے مصلحت خویش نکو میداند

وله — خواهم که بوسم پاتنه چندان که دارم دسترس — اے صبح دولت یکدمے با دوستان شو همنفس

وله — فراق رو ننمود بسیار نشد چه چاره کنم — مگر لباس حیاتے که هست پاره کنم

گرفتم اینکه به بندم دهن ز نالیدن — طپیدن دل بیچاره را چه چاره کنم

وله — اگر گوئی بمیر اندر غم من — عجب نبود که از شادی بمیرم

وله — لب شیرین و غمزهٔ شوخت — نسخهٔ صلح و جنگ می بینیم

صلح کردم به بوسه و شست — جنگیم وقت تنگ می بینیم

چگونہ آدمی حیران نماند — وله — پری پیدا شدہ از نسل آدم
گفتم بفا ختہ کہ چہ می نالی اینچنین — وله — گفتا کہ درس عشق تو تکرار می کنم
اے از شب گیسوئی تو ہر شب مرا قدرے دگر — وله — پردہ ز رخ بگیسو فگن روز مرا نور ورکن
جانخواہم جز بخاک کوے تو — وله — جان من نشنیدۂ حب وطن
خون شد دل دیوانہ ام لفت بیا زہی اینچنین — وله — آخر رسید افسانہ ام شب دراز ہی انچنان
بسیار خواندہ ام صفت دوزخ و بہشت — وله — دوزخ فراق تست بہشتم وصال تو
کباب گشت جگر بے مئے جگر گویم — وله — مرا جگر بدہ آن بادۂ جگر گون دہ
گفتی بداغ خاص بکرم کنم ترا — وله — این وعدہ را امید وفا ہست گر کنی
داغ گشتم از دیر رفتن تو — وله — داغ دیگر کہ دیر می آئی
سگ تو باشم و خاکدرت شوم چکنیم — وله — غلام حکم توام تا چہ حکم فرمائی
بیا کہ بر ہمہ خوبان شہنشاہ توئی — وله — چو غنچہ در صف گل صاحب کلاہ توئی
ز دست تو بکہ نالم زنا حکم تراست — وله — ز تو سوی کہ گریزم گریزگاہ توئی

امیر حسن صاحب نثر جمہ نے ایک مختصر مثنوی سلطان علاء الدین کی مدح میں لکھی تہی

من ۲۰ ابیات ھ

بیا اے گہر جوئے دریائے غیب
ز در ہر چہ داری برون کن جیب
چو آئی درین بندگی بندہ وش
ز ہر در چہ باشد ترا پیشکش
طبق از ورق در از نظم خواہ
درے در طبق نہ بیا پیش شاہ
زہے گلشن ملک را نو نہال
بر آوردہ حضرت ذوالجلال
روان کردہ از بہر میدان خویش
روان کردہ از بہر حسان خویش

ز خورشید بر آسمان گوئے زر — ز از ریختن ور زمین جوئے زر
برائے و برایت بر افراشتن — ترا ختم شد مملکت داشتن
توئی بر خلافت بحق مستیاب — یمین الخلافہ ازان شد خطاب
فریدون اگر کین کشید از دو مار — تو از صد فریدون برآری دمار

حاکم ـ حکیم بیگ خان لاہوری

حاکم تخلص ـ حکیم بیگ خان نام ہے ـ آپ شادمان خان اوزبک کے فرزند ہین ـ قاضی میر یوسف ہراتی کے دختر زادے ـ شادمان خان عالمگیری زمانہ مین بلخ سے ہند مین آئے ـ بادشاہی منصبداروں کے زمرہ مین شریک کئے گئے منصب ہفتصدی سے پنجہزاری تک ترقی کی ـ فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے عہد مین منصب پنجہزاری و نوبت و نقارہ سے سربلند و ممتاز تھے ـ اور لاہور مین سکونت پذیر تھے حکیم بیگ خان بھی فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے ابتدائے عہد مین منصب و خانی سے ممتاز ہوئے آخر آپ تارک الدنیا ہوئے اور فقیری کا دامن تھام لیا کشمیر و دہلی مین سیاحی کی ـ اور حرمین شریفین کی زیارت کا مصمم ارادہ کیا ـ اولاً خود صاحب ترجمہ و شیخ نور العین واقف بٹالوی باہم ملکے دکن کو روانہ ہوئے ـ ٢٩ تاریخ ماہ رجب سنہ ١١٤٧ ہجری مین اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے ـ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس فروکش ہوئے ـ آزاد آپکی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے ـ مہمانداری بطور شائستہ ادا کی ـ ایک ہفتہ تک دونون عزیز آزاد کے پاس مہمان رہے ـ ایک ہفتہ کے بعد دونون بزرگ بندر سورت روانہ ہوئے ـ واقف بندر سورت مین بسبب بیماری لاحقہ

سکونت پذیر ہوا۔ اور حاکم صاحب نے جمعہ جہاز مین سوار ہوکے روانہ ہوگیا مع الخیر والعافیہ
حرمین شریفین مین پہنچ کے حج و زیارت سے فائز المرام ہوکے سورت مین مراجعت کی پھر
بتاریخ ۵ جمادی الاولی سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین حاکم و واقف اورنگ آباد مین داخل ہوئے
آزاد دونون اعزہ کے ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ اسوقت حاکم نے ایک مختصر تذکرہ
شعرا لکھا۔ اور اس تذکرہ مین ان شعرا کو درج کیا جنکو دیکھا۔ تذکرہ کا نام تحفۃ المجالس
تجویز کیا۔ آزاد بلگرامی نے کہا کہ اس کا نام مردم دیدہ رکھنا چاہئیے تاکہ اسم بامسمی
ہوجاے۔ اور اسمین ایہام بھی ہے حاکم نے پسند کیا۔ اور یہی نام قرار داد ہوا۔ حاکم نے
تکملہ نسخہ مین یہہ قطعہ منظوم کیا ہے

نسخۂ تازہ کردہ ام تالیف ۔۔۔ کہ ازو تازہ شد روان سخن
نام او کرد مردم دیدہ ۔۔۔ آنکہ بودہ است رازدان سخن
اسم سامی او غلام علی است ۔۔۔ سرو آزاد بوستان سخن
غیر او دیگرے بملک دکن ۔۔۔ نیست باللہ قدردان سخن
او بود داد معنی و لفظم ۔۔۔ او بود رمزدان سخن

جب حاکم تارک الدنیا ہوا تب سے شاہ عبدالحکیم ملقب ہوا۔ بتاریخ ۹ شوال
سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین اورنگ آباد سے بطریق سیر حیدرآباد گیا۔ سیر کرکے ۱۹ تاریخ
ماہ صفر کو اورنگ آباد پہنچا۔ دوسری تاریخ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین حاکم
و واقف ہند کو روانہ ہوئے۔ چونکہ مالوہ کا راستہ خوفناک تھا۔ احتیاطاً برار
و چندر پورہ کا راستہ اختیار کیا۔ اتفاقاً راستہ مین ایک واقعہ پیش آیا اورنگ آباد
و بالاپور کے درمیان رہزنون نے دونون اعزہ کا مال و اسباب لوٹ لئے۔ خیر گذری کہ

جان سلامت رہی۔ آخر دونون اعزہ بمصیبت تمام بالاپور برار مین پہنچے۔ وہان سے ایک خط قاصد کے ہاتھہ سے آزاد بلگرامی کے پاس بہیجا اور اپنا تمام واقعہ لکھا۔ آزاد نے تہوڑا روپیہ بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا۔ لیکن خرچ کافی نہین تہا۔ بالاپور سے کہولاپور پہنچ گئے۔ پہر آزاد کے پاس ایک آدمی بہیجا۔ آزاد نے اسوقت خرچ کافی بہیجدیا۔ دونون کہولاپور سے منازل قطع کرتے ہوئے مع الخیر و العافیہ وطن مالوفہ پہنچے۔ حاکم نے خانپور ضلع ہوشیارپور توابع لاہور سے ایک خط آزاد کی خدمت مین بہیجا۔ اور لکھا کہ ہم بتاریخ دوم شوال سنہ حال مع الخیر وطن مالوفہ پہنچے۔ اعزہ و اقارب و عیال و اطفال کو مع الخیر و العافیہ پائے۔ تمام کے دیکھنے سے دل کو سرور اور دیدہ کو نور حاصل ہوا۔ اسیطرح اعزہ نے بہی ہمارے دیکھنے کی بہت خوشی منائی۔ اور حضرت واقف بہی خیر و خوبی کیساتہہ اپنے وطن مالوفہ بٹالہ مین پہنچ گئے۔ تم کلامہ۔

حاکم کو تلمذ شاہ آفرین لاہوری سے تہا۔ خود شاگردی کا اظہار کرتا ہے ؎

حاکم ندا شتم سر و سامان فکر و شعر　　از فیض آفرین بسخن آشنا شدم

حاکم خوش طبع و خوش مزاج و ظریف تہا۔ ملا حامد لاہوری کے لڑکے کی ختنہ کی تاریخ کہی۔ ع ختنۂ ملا زادہ۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حاکم نے مجہہ سے مکرر ذکر کیا کہ مین اپنا دیوان سراج الدین علیخان آرزو کے پاس اس غرض سے لیگیا کہ نظر اصلاح سے مطالعہ کرین اور کلام کے حسن و قبح سے مطلع فرمائین۔ اولا انکار فرمایا لیکن میرے اصرار سے نگہداشت کیا۔ اور دو مہینے کے بعد واپس بہیجا۔ جو کچہہ خیال مین آیا حاشیہ پر لکہدیا۔ وارستہ سیالکوٹی نے اعتراضات کو دیکہا تو ایک رسالہ مسمی بہ جواب شافی لکہا۔ آرزو کے اعتراضات فضول تہے۔ آرزو و حاکم کی

خوش اخلاصی تحسین و آفرین کے لائق ہے۔ باوجود مناقشۂ شاعری دونون مین
بدستور اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم تہا۔ آرزو مجمع النفائس مین حاکم کی تعریف
کرتا ہے اور حاکم بہی مردم دیدہ مین آرزو کو نیکی کے ساتہہ یاد کرتا ہے۔ شعرا مین
اس قسم کا خلوص کم دیکہا گیا۔ متقدمین علما و فضلا مین بہی باہم مسائل حکمیہ و فقہیہ مین
مناظرے و مباحثے ہوتے تہے بایکدیگر بحث و تکرار بسا اوقات کرتے تہے۔ لیکن ان کے
قلوب کدورت و کینہ سے صاف و پاک ہوتے تہے باہم برادرانہ تعلق رکہتے تہے کبہی
ایک دوسرے کی مذمت نہین کرتا تہا۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی۔ و علامہ
سعد الدین تفتازانی امیر تیمور گورگان کے پاس تہے ایکروز دونون بتقریب شکار
بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے۔ سید کا عالم شباب تہا۔ اور تفتازانی کا عالم پیری و ضعیفی
بادشاہ نے سید کے لئے گہوڑا تیز و چالاک و پیر بزرگ کے لئے لاغر و ضعیف تجویز کیا
القصہ امیر و دونون بزرگ گہوڑون پر سوار ہوکے سمرقند کے میدان پر فضا و صحرائے
راحت افزا مین جولانی کرنے لگے۔ سید کا بارپا آگے بڑہتا تہا نہایت خوشی سے چہلتا
کودتا تہا۔ اور بلائے ضعیف کا سست قدم آہستہ آہستہ قدم اُٹہاتا تہا۔ پیچہے
پیچہے چلتا تہا۔ تیمور کبہی گہوڑا دوڑاتے ہوئے سید کے پاس جاتا تہا کبہی عقب مین
تفتازانی کے پاس آتا تہا۔ تیمور نے امتحاناً کہ دونون بزرگون مین باہم خلوص ہے
یا کینہ کہ اولاً تفتازانی سے آہستہ کہا دیکہو کہ جرجانی کسقدر غرور و تکبر سے گہوڑا
دوڑا رہا ہے۔ تقدم و تاخر مین پاس ادب نہین کرتا ہے۔ تفتازانی نے امیر سے کہا
غرور ہے نہ تکبر۔ سید جرجانی عالم افضل و بہتر ہے۔ فی زمانا جسکا نظیر نادر ہے گہوڑا
خوش ہو رہا ہے جوش خوشی سے کود رہا ہے کہ مجہہ پر ایسا عالم فاضل جسکا مثل معدوم ہے

سوار ہے۔ اے بادشاہ گھوڑا جسقدر فخر کرے اسکا فخر بجا ہے۔ پھر میر تیمور سید کے پاس آیا۔ اور آہستہ سے کہا دیکھیے تفتازانی سست قدم و پست دم یابو پر آہستہ آہستہ بروبا با بروبا با کہتے ہوئے آرہا ہے۔ سید نے فرمایا اے بادشاہ علامہ کا یابو سست قدم نہیں ہے نہ علامہ سست ہیں۔ اس آہستگی و سستی کا اور ہی سبب ہے امیر نے کہا وہ کیا ہے سید نے کہا علامہ جامع العلوم والفنون حاوی الحواشی والمتون ہے۔ علوم و فضائل کے ذخائر سے علامہ کی ذات گران بار ہو گئی ہے گران باری ایسی کہ اسپ قوی ہی متحمل نہیں ہو سکتا ہے بناءً علیہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ امیر تیمور دونوں فاضلوں کے خلوص صفائے قلب سے واقف ہو کے بہت خوش ہوا۔ دونوں کو خلعت انعام سے سرفراز فرمایا۔ اور خدا کا شکریہ نہایت عاجزی و نیازمندی سے ادا کیا۔ کہ میرے زمانہ میں ایسے علما باصفا ہیں۔ فی زماننا علما و مشائخ کی جو حالت ہے اظہر من الشمس ہے گزارش کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک انا و لا غیری کا دم بھرتا ہے۔ اور مدعی نیکی و ہنر کو ذلیل کرتا ہے۔ اور اپنی نمائش کا علم بلند کرتا ہے۔ اور اپنی گرم بازاری چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علما کی یہہ حالت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ وجہ یہہ ہے کہ ہر ایک ناقص العلم ہوتا ہے اگر کامل العلم ہوتا تو کبھی نمائش کی پیروی نکرتا۔ اور انا و لا غیری کا مدعی نہ بنتا اللہ جلشانہ ہم تمام کو اخلاص اخلاق کے رستہ پر لائے۔

اب میں جواب شافی سے دو ایک مثالیں گزارش کرتا ہوں

مثال اول۔ حاکم کہتا ہے ؎

غلط ساز ند مردم بعد ازین روزن گلخن	چنین گر بہ شوم از چشم حیران دود میخیزد

خان آرزو اعتراض کرتا ہے از روزن گلخن ہے اگر روزنہ گلخن مراد ہے تو گلخن دروازہ

کو چاک کہتی ہے اسکو روزن نہین کہہ سکتے۔ اگر اس سے دودکش ہندی مراد ہے تو وہ بھی بمعنی روزن گلخن نہین آیا ہے۔

وارستہ جواب دیتا ہے کہ اہل زبان کے محاورہ مین آیا ہے چنانچہ طاہر وحید کا قول شاہد حال ہے ؎

چو لالہ روزن گلخن بود گریبانم	ازین چہ سود کہ در باغ گشتہ اند مرا

دودکش کو محاورہ ہند کہنا۔ زبان دانی پر خاک ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ فارسی ہے۔ طاہر نصیرآبادی جو کبھی ہند مین نہین آیا۔ اُس نے اپنی شعر مثنوی خواب و خیال مین لکھا ہے " از دود عود دماغش پریشان می شد، در دودکش حمام منقاشش دوام " صاحب براہیم شاہی نے لکھا کہ دودکش۔ باورچیخانہ و حمام کے روزن کو کہتے ہین

مثال ثانی حاکم ؎

گل کردہ تا ز شرق دل مطلع گر	خورشید نشد زشرم برنگ سہا گرہ

خان آرزو کہتا ہے۔ خورشید گرہ شدہ۔ غیر مانوس ہے۔ وارستہ جواب دیتا ہے کہ مانوس ہے اس لئے کہ میرزا صائب کہتا ہے ؎

طوفان گرہ شدہ است مرا در دل تنور	تا مہر شہرم بر لب اظہار ماندہ است

طوفان را گرہ زدہ کہنا غیر مانوس نہین ہے۔ گل رعنا کے مولف نے اس مقام مین دو شعر دیوان صائب سے نظیراً پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے گرہ زدن آفتاب مانوس ہے ؎

آہ سردے از لب ہر کس کہ می گردد بلند	آفتابے ورزنہ دل چون سحر دارد گرہ

اسی طرح کے متعدد اعتراضات مع جوابات مذکور ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے اسی قدر پر اکتفا کیا۔

شاہ عبدالحکیم حاکم صاحب ترجمہ آزاد سے بہت محبت و اتحاد رکھتا تھا۔ مرثیہ دیدہ مین آزاد کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

زبسکہ محنت و غربت نمود آزادم ورز غلام علی شد مرا علی قاپی

علی قاپی صفاہان مین دولتخانہ صفویہ کے سامنے ایک دروازہ کا نام ہے۔ قاپ ترکی مین دروازہ کو کہتے ہین۔ یہہ دروازہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے نام پر بنوایا گیا۔ اور قرارداد ہوا تھا کہ جو کوئی اس دروازہ سے داخل ہو جائے آزاد و مامون ہوتا ہے۔ اگرچہ گناہگار واجب القتل ہو۔ گویا یہہ دروازہ دارالامن (امن یافتہ) تھا۔ دروازہ مذکور کو کعبہ کا حکم دئے۔ گل رعنا کے مولف لچھمی نرائن نے لکھا کہ نورالعین واقف لاہوری کا خط بنام آزاد مورخہ اوائل محرم سنہ ۱۱۸۳ ہجری ملتان سے آیا اس سے معلوم ہوا کہ حاکم و واقف کشمیر مین نواب سربلند خان بہادر صوبہ کے پاس گئے مراجعت کیوقت مقام ٹھٹھہ مین حاکم بعارضہ پیچش فوت ہوئے وہان دفن کیا گیا یہہ واقعہ سنہ ۱۱۷۸ ہجری مین واقع ہوا۔ اب آپکے بوارق طبع گزارش کیے جاتے ہین۔

من اشعارہ

بابروی نماید ترک چشمش کج کلاہیہا	ولہ	کہ می نازند دائم بر بروت خود سپاہیہا
ہر کہ با دیوانگان پیوست ایمن از بلاست	ولہ	نیست بیم دزد ہرگز خانۂ زنجیر را
نمایم گر با سکندر کتاب سینۂ خود را	ولہ	شمارد فرد باطل صفحۂ آئینۂ خود را
بود در فقر لب بستن ز حرف مدعا واجب		کنم از موی چینی خرقۂ پشمینۂ خود را
برنامہان بیازند از حرص نقد جان را	ولہ	دو ناسزان شمارند بینند چو سنان را
صاحب سخن نہ بیند بیجا ز ضرر کثرت		افزونی نقطہ شد آسیب زبان ہان را

کار من تنها ز درد دل نمی سوزد همان گذشت
نیست معلوم که جا داد و زیاد دل شدگان
مجنون چو مرد چاک گریبان بگل گذاشت
شد نقد عمر صرف در بند آن شکر فروش
نی بخار آتش و نی باد خزان کرد بگل
بگلستان ما هم گوشه زندانی را
ملائمت کند ار سختی فلک با من
تا نگردد کهنه داغ عشق کی بخشد فروغ
بی تعلق تر بود چالاک تر در راه دوست
نه پدر نه آشنائی نه بعشق راه دارد
ز من باشد بعالم خاندان کفر و دین روشن
زنده در گور بی تو می سوزم
ناقه لیلی بصحرا رفت هان ای گردباد
خاکم نساخت سوختگان را هوای ابر
هلاک چشم تو با منکر و نکیر از ناز
اهل دولت نیز اظهار پریشانی کنند
در دل خیال چشم تو دائم بگردش است
در شادی و غم همدم تو با تو شریک است
بتان نه شکر بوسی نه زهر دشنامی

درد اگر این است می باید ز جان گذشت
اینقدر هست که در کوی تو غوغائی هست
داغش بلاله دامن صحرا بهار رسید
در کیسه زر نماند چه سودا بهار رسید
آنچه با بلبل من حسن بیباکی کرد
مکن ز دام برای خدا مرا آزاد
زری که آب شود کی غم محک دارد
شمع کم پرتو دهد چون تازه روشن میشود
با برهنه هر که گردید است بهتر می شود
بکار آید این دل که کسی نگاه دارد
دلم شمعی است کاندر کعبه و بتخانه می سوزد
همچو اخگر بزیر خاکستر
می بری گر مشت خاک ما هم از پی زود باش
حالم بیک نسیم دگرگون شود چو شمع
دهد بگوشه ابرو جواب در ته خاک
با وجود زر لباس پاره در بر داشت گل
مانند آن مریض که جا می کند بدل
کی خنده بیک لب کنی و گریه بیک چشم
هزار شکر که شرمنده شما شدم

سوخت برق جلوۂ آن شمع قامتا پیکرم	چشم قمری می شود آئینہ ز خاکسترم
دل دیوانہ ام شاید بتقریبے بیا ساید	بیا از زلف و شبہا بخود افسانۂ دارم
بزیر خون مرا از دام کن آزاد	بیا برائے خدا کن از این دو کار یکے
ظہور کون زنیرنگ و حادث و اسیت	ہزار رنگ برآید گل و بہار یکے

حیاتی ۔ کاشی مرزا حیاتی

حیاتی تخلص ۔ مرزا حیاتی نام کاشانی الاصل تہا۔ میر غلام آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ میں لکہا کہ شاعر شیرین ابیات و میر آب چشمۂ حیات ہے۔ ابتدا میں سقائی تخلص کرتا تہا۔ الحاد و زندقہ کیطرف مائل رہتا تہا ملاحدہ و زنادیق کی مصاحبت میں ایسی ترقی کی تہی کہ ملاحدہ کا افسر مانا جاتا تہا۔ عاشقانہ مزاج رکہتا تہا۔ ایک صراف کے لڑکے حسین پر فریفتہ ہوکے اُسکے ہمراہ کاشان سے قزوین کو گیا۔ مدت دراز تک وہان ملاحدہ کے ساتہہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا۔ اہل کاشان نے اس فرقہ کی ایک جماعت کو مع چند ارباب زندقہ و الحاد شاہ طہماسپ صفوی کے حضور میں لیگئے۔ تمام حسب الحکم شاہی معذب و مقید ہوئے۔ تقریبًا دو سال تک شکنجہ حبس و عذاب میں گرفتار رہے۔ حیاتی بہی انکے ساتہہ رنج و بلا میں مبتلا رہا۔ دو سال کے بعد شکنجۂ قید سے رہائی پاکے شیراز گیا دو سال تک وہان بسر کیا۔ پہر ۹۸۶ھ نو سو چہیاسی ہجری میں اپنے وطن مالوفہ کاشان میں پہنچا۔ الحاد و زندقہ سے توبہ کی۔ دین نبوی کا حلقہ بگوش بنا۔ تہوڑے زمانہ کے بعد کاشان سے بطریق سیر دکن میں آیا۔ اور احمد نگر میں نظام بحری کی ملازمت میں رہا۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرتا تہا کہ کسی مقرب و مصاحب نے جہانگیر بادشاہ ہند کے

حضور مین حیاتی کی تعریف کی۔ بادشاہ اسکے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور اسکی طلبی کا حکم صادر فرمایا۔ حیاتی احمدنگر سے حسب الحکم درگاہ بادشاہ مین حاضر ہوا۔ شاہانہ عواطف سے سرفراز۔ و خلعت و انعام سے سربلند۔ سنہ ۱۰۱۹ ہجری مین تغلق نامہ مولفہ امیر خسرو بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوا۔ بادشاہ مثنوی مذکور کے دیکھنے سے بہت محظوظ ہوا۔ لیکن کتاب ناقص تھی ایک داستان اسمین سے مفقود تھا۔ بادشاہی شعرا اس داستان مفقود کے نظم کرنے پر مامور کئے گئے۔ ہر ایک نے اپنے نتائج طبع کو پیش کیا۔ ان تمام سے حیاتی کی نظم زیادہ مقبول ہوئی۔ بادشاہی حکم ہوا کہ حیاتی کو زر سرخ و سفید مین وزن کرین۔ حیاتی تولا گیا وزن و سنگ مین چہہ خریطہ ترازو کے پلڑے مین آئے ہر ایک خریطہ ہزار اشرفی و روپیہ پر شامل تھا۔ یہ تمام زر سفید و سرخ حیاتی کو دیا گیا۔ حیاتی مالامال ہوگیا سعیدائے گیلانی نے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہو بہذہ سه

چون حیاتی را بزر سنجید شاہنشاہ عصر	بادشاہ عادل گستر شاہ گردون اقتدار
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ	آفتاب ہفت کشور سایۂ پروردگار
بہر تاریخش بروئے کفۂ میزان چرخ	شاعر سنجیدہ شاہی رقم زد روزگار

کسی تذکرہ مین آپکا سنہ وفات کا ذکر نہین دیکھا گیا۔ تقریباً آپکا انتقال سنہ ۱۰۵۳ ہجری مین ہوا۔ والعلم بحقیقۃ الحال عند اللہ۔

من بوارق طبعه

فغان کہ رنجش جانان بآن مقام رسید	کہ ہر کہ کرد گنہ از من انتقام کشید
خاک کوئے تو ز سیل قطرہ پر نم کردیم	تا غبار بتو از رہگذر ما نرسد
در بلائے عاشقی دل یاری من میکند	جان فدائے او کہ جانب داری من میکند

در دل من درد افزودی بگوئی منال — آتشے در جانم افگندی می گوئی مسوز
می نمایم شاد خود را گرچه می میرم ز جور — تا نیاید رحم در خاطر جفا کار مرا
بہر شوخی کو نداند دوستی در اصل خلقت — خلق را با خود جیانی از چه دشمن کردهٔ
بے لعل تو گر خون رود از چشم تر من — شادم که نیاید دگرے در نظر من
ترسم که شود یار بجز بخیر شود شاد — اے باد مکن جانب آن کو خبر من

حافظ خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی

تمہید ذکر خواجہ حافظ

چونکہ خواجہ حافظ شیرازی حسب الطلب محمود شاہ بہمنی دکن مین آنیکے لئے مستعد ہوے تہے بہمنی نے زاد و راحلہ کے لئے دس ہزار ہُن جو مساوی پینتیس ہزار روپیہ سکۂ انگریزی ہوتے ہین بہیجدیا تہا اور آپ جہاز پر سوار ہوے کہ یکا یک باد مخالف شروع ہوئی آپ بندر ہرمز مین جہاز سے اُترکے بہ بہانہ ملاقات یاران مقام لار مین چلے گئے۔ اور دکن کا ارادہ فسخ کردیا اور ایک غزل لکہکے میر فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی۔ چنانچہ تمام واقعہ ذیل مین مذکور کیا جاتا ہے بناءً علیہ ایسا ہی ملا نا جلال الدین دوّانی و مولانا عبد الرحمن جامی کو بہی خواجہ محمود گاوان نے مدرسہ بیدر کی تدریس کے لئے طلب کیا تہا لیکن یہہ بزرگ بسبب ضعیفی و فاصلہ بعیدہ نہین آئے۔ بمعذرت نامہ بہیجدیا اور خواجہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری رکہا۔ دوّانی نے ہیاکل النور کی شرح لکہی اور اسکا دیباچہ خواجہ کے نام سے معنون کیا۔ اگرچہ علمائے ثلاثہ دکن مین نہین آئے لیکن آنے کے لئے مستعد ہوگئے تہے۔ موانع ایسے ہوئے کہ آنے سے معذور ہوگئے

دکن کے سلاطین سے انکا تعلق رہا۔ بناءً علیہ انکا ذکر تذکرہ شعرائے دکن مین کرنا واجب ہوا

ھو ھذا

حافظ تخلص خواجہ حافظ نام شمس الدین لقب ہے۔ آپکے والد خواجہ بہاؤالدین تاجر پیشہ تھے۔ تاجرون مین بزرگ تاجر شمار کئے جاتے تھے۔ آپکے والدنے جب اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ تب کئے فرزند لڑکے اور لڑکیان وارث چھوڑ گئے بعد ازان تمام مال و اسباب باہم وارثون مین تقسیم ہوگیا۔ جو کچھہ مال و اسباب ہر ایک کو ملا تھا تھوڑی ہی مدت مین خورد و برد ہوگیا۔ اور تمام اعزہ پراگندہ ہوگئے۔ صرف خواجہ صاحب کی والدہ رہگئی۔ اور خواجہ صاحب بوجہ خوردسالی مان کے سایۂ آغوش مین رہگئے۔ جو کچھہ ذخیرہ موروثی پاس تھا اُس سے گذراوقات کرتے رہے۔ چند روز مین پاس کا سرمایہ صرف ہوگیا درجۂ مفلسی کو پہنچ گئے۔ فاقون کی نوبت آئی۔ مان نے آپ کو کسی صاحب مال کے پاس رکھدیا کہ وہ آپسے اپنا کام لیتا رہے اور آپکو کہانا و پارچہ دیتا رہے۔ آپ چند روز کے بعد وہان سے ترک تعلق کرکے کسی نان بائی کے پاس خمیر بنانے وغیرہ کامون پر مقرر ہوئے رات کو خمیر بنانیکا کام کرتے تھے صبح اپنی اجرت لیکے چلتے ہوتے تھے۔ آپ سن شعور کو پہنچ گئے تھے کہ آپکے دل مین پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ مین داخل ہوکے پڑہنے لگے۔ آپ کو جو کچھہ اجرت ملتی تھی اُسکے تین حصّے کرتے تھے۔ ایک حصّہ والدہ کو دوسرا اُستاد کو تیسرا فقرا کو دیتے تھے۔ چند مدت مین کتب عربیہ و فارسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اور قرآن شریف کو بھی حفظ کرلیا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تھی سخن سنجی سے مناسبت واقع ہوئی تھی۔ جوش طبیعت سے کلام موزون کرنے لگے۔ مگر آپکے اشعار بعض درست و بعض نادرست ہوتے تھے۔ آپ لیرانہ مشاعرون مین جاتے تھے بید ہڑک

اپنے کلام کو سناتے تھے۔ ارباب مجلس سنجیدہ کی داد دیتے اور غیر سنجیدہ پر قہقہہ لگاتے تھے۔ آپ کچھہ پروا نہین کرتے تھے۔ لوگ آپکو جلسون مین بلاتے خوش طبعی و دل لگی سے لطف و مزہ اٹھاتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ کی لیاقت و استعداد ایسی بڑھ گئی کہ لوگ آپکے کلام کو سنکے حیران ہوتے تھے۔ پھر آپکی شاعری و سخن سنجی کا تذکرہ اطراف آفاق مین پھیل گیا۔ امرا و سلاطین آپ کی ملاقات و دیدار کے مشتاق ہوئے اور خطوط طلب بھیجنے لگے اسوقت شاہ ابو اسحق انجو شیراز مین حکمرانی کرتا تھا۔ عالم فاضل تھا۔ علما و شعرا کا بڑا قدردان تھا۔ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ آپ بھی اسکے احسان مند تھے۔ اکثر اشعار مین اسکی مدح سرائی فرماتے ہین۔ اسیطرح اور بھی بادشاہ یکے بعد دیگرے آپ کی قدر کرتے رہے۔ جب تیمور نے سلطان منصور حاکم شیراز پر فتح پائی۔ اور منصور قتل ہو گیا تو اسوقت تیمور نے خواجہ حافظ صاحب ترجمہ کو بلایا۔ اور کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کو بزور شمشیر مسخر کیا۔ اور ہزارہا بنی آدم کو تسخیر کے معرکون مین تہ تیغ کیا۔ آپ میرے ملک مفتوحہ معمورہ کو معشوق کے خال سیاہ کو عطا کرتے ہین۔ آپنے فوراً جواب مین کہا کہ انہین بیجا و فضول اخراجات کی وجہ سے تہیدست و مفلس ہو گیا ہون فقر و فاقہ مین بسر کرتا ہون تیمور آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور آپکو شاہانہ عطا سے سرفراز فرمایا۔ سلطان احمد بن اویس جو جامع کمالات تھا آپکو بغداد مین بلایا آپکو شیراز کی سیرابی و شادابی نے شیراز سے نکلنے نہین دیا۔ آپ سیرگاہ مصلی و رکناباد کی پر فضا میدانون پر فریفتہ تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر ٭ نسیم باد مصلی و آب رکناباد

آخر آپ بغداد نہین گئے۔ ایک غزل سلطان کے پاس بھیجدی جسکا مطلع یہہ ہے

؎ احمد اللہ علی معدلۃ السلطان ٭ احمد شیخ اویس حسن ایلخانی ٭ الخ

اسیطرح سلطان محمود شاہ بہمنی جو دکن مین حکمرانی کر رہا تہا۔ عالم و فاضل تہا۔ شعر و شاعری کا فریفتہ۔ شعرائے عرب و عجم کے لئے مزد قدم و شست بہر حسب دستور بہمنیہ مقرر کیا تہا کہ جو شاعر عرب یا عجم سے آئے ایک ہزار ہن دیا جائے۔ ہفت اقلیم وغیرہ تذکرہ نویسون نے لکہا کہ آپکو بہی دکن کی سیر کا شوق ہوا۔ مگر یہہ شوق خیالی تہا۔ میر فضل اللہ انجو شاگرد علامہ سعد الدین تفتازانی کو جو محمود کے دربار کا صدر تہا آپکے خیال کی خبر پہنچی تو میر نے ایک ہزار ہن آپکے لئے زاد و راحلہ بہیجکر آپکو تشریف آوری کے بابت لکہا آپنے زر مرسلہ سے کچہہ رقم ادائے قرض مین صرف کی۔ اور کچہہ اعزہ و اقربا کو دی۔ اور باقی رقم سے زاد و راحلہ کا سامان مہیا کر کے شیراز سے نکلے۔ اور مقام لاہور مین پہنچے۔ وہان ایک دوست سے ملاقات ہوئی جسکا مال و اسباب رہزنون نے لوٹ لیا تہا۔ آپنے بقیہ زاد و راحلہ اُسکو دیدیا۔ اور خود تہیدست ہوگئے۔ اور متردد ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ وہان اتفاقاً خواجہ زین العابدین ہمدانی و خواجہ محمد گازرونی تاجرون سے ملاقات ہوئی۔ دونون ہندوستان آئےہوے تہے۔ دونون از روئے ہمدردی آپکے اخراجات کے کفیل ہوے آپ محمود شاہی جہاز پر جو ہرمز مین آیا تہا سوار ہوئے۔ سوء اتفاق سے طوفانی ہوا چلنے لگی۔ آپ گہبرائے۔ اور جہاز سے اُتر گئے۔ اور اہل جہاز سے کہا کہ مین لا ہور مین بعض احباب سے ملکر آتا ہون۔ چلدئے۔ اور یہہ غزل لکہکے شاہ فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی۔ غزل یہہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد … بہ می بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است … کلاہ دلکش است اما بہ دردسر نمی ارزد

بہ کوئے میفروشانش بہ جامے در نمی گیرند … زہے سجادہ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوی سود غلط کردم کہ یک موجش بصد من زر نمی ارزد

فضل اللہ نے آپکی یہہ غزل محمود شاہ کی خدمت مین پیش کی اور تمام واقعہ مذکورہ الصدر کا ماجرا بیان کیا۔ بہمنی نے سنکے فرمایا کہ اگرچہ حضرت یہان تشریف نہین لائے لیکن دکن کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہو چکے تہے موانع کی وجہ سے نہین آئے ہم کو حضرت کی خدمت کرنی چاہئیے۔ حکم دیا کہ ایک ہزار تنکہ نقد و دیگر مصنوعات ہند خرید کے ملا محمد قاسم مشہدی کے ہمراہ روانہ کرین حسب الحکم میر فضل اللہ انجو نے ملا مشہدی کو مع زر نقد و تحفہای ہندی حضرت خواجہ کی خدمت مین روانہ فرمایا۔ سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر حاکم بنگالہ نے بہی خواجہ صاحب کو بلایا تہا اور ایک مصرع طرح کا بہیجا تہا۔ وہ یہہ ہے ؎ ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود آپ نے اس طرح پر غزل لکہہ بہیجی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	وین بحث با ثلاثۂ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث الدین	غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

خواجہ صاحب نے ۷۹۳ ہجری مین اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ آپکو زندگی مین مصلی و رکن آباد کی آب و ہوا و میدان پر فضا مرغوب و محبوب تہا۔ اسلئے مصلی کے ایک ٹیلہ پر دفن کئے گئے۔ اور کسی ادیب مورخ نے آپ کی وفات کی تاریخ (خاک مصلی) کہی اسمین از روئے حساب جمل ایک عدد کی کمی ہے۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ میرزا محمد معمائی صدر بابری نے آپکا مقبرہ بنوا دیا۔ اور اسپر بیشمار زر خرچ کیا۔ چنانچہ اِتک موجود ہے ہزار و ہیتک آپکے مقبرہ کی وجہ سے اس مقام کا نام حافظیہ مشہور ہو گیا ہے

ہفتہ مین بروز پنجشنبہ لوگ زیارت و سیر کے لئے وہان جاتے ہین۔ آپکی زیارت کرتے ہین قبر پر حسن اعتقاد سے چادر و پہول چڑہاتے ہین۔ عمدہ عمدہ کہانے پکاتے ہین۔ کہاتے پیتے ہین اور غربا کو بہی کہلاتے پلاتے ہین۔ دن تمام وہان بسر کرتے ہین ہمیشہ ہر پنجشنبہ کو آپکے مرقد مقدس پر خلائق کا ہجوم ہوتا ہے۔ ارباب حاجت حسن ارادت سے اعانت کرتے ہین آپکو خداتعالی نے حیات و ممات مین قبولیت عامہ نصیب کی۔ مشائخ برہانپور کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ آپ صاحب اولاد تہے۔ آپکے صاحبزادے شاہ نعمان بہاءالدین ہندوستان آئے۔ اور مقام برہانپور و اسیر مین سکونت پذیر رہے آخر مقام برہانپور مین فوت ہوئے۔ مقام نعلچہ جو اسیر و برہانپور کے درمیان واقع ہے مدفون ہوئے۔ خواجہ ہاشم مجددی نقشبندی آپکا مرید تہا۔ آپ جب کبہی آگرہ یا دہلی جاتے تہے تب خواجہ کو اپنا جانشین کرکے جاتے تہے۔ انتہی کلامہ

آپکی علمی لیاقت کی کیفیت اگرچہ تذکرہ نویسون نے مفصل نہین لکہی۔ لیکن آپکے کلام بلاغت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم فاضل و ادیب کامل تہے۔ نظم و نثر عربی و فارسی لکہنے پر قدرت کاملہ و ملکہ تامہ رکہتے تہے۔ دیوان مین اکثر اشعار عربی موجود ہین اور جابجا عربی جملے مذکور ہین۔ حافظ قرآن تہے۔ اور قرآن کو خوب سمجہتے تہے۔ عربی و فارسی کے محاورات سے خوب واقف تہے۔ آزادانہ رہتے تہے۔ رند مشرب تہے دنیا و مافیہا سے دور۔ متوکل علی اللہ تہے اور ما حضر و ما حصل پر قانع و صابر تہے۔ آز پرست و تقدس فروش نہین تہے۔ تونگرانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ سرو سہی کی طرح آزاد رہتے تہے سلاطین و امرا سے کم ملتے تہے۔ لیکن امرا و سلاطین آپسے حسن عقیدت رکہتے تہے اور آپکی ملازمت و خدمت کے مستدعی ہوتے تہے۔ چنانچہ محمود شاہ بہمنی وغیرہ کی استدعائے قدوم کا ذکر

صدر مین مذکور ہو چکا ہے اب اعادہ کی ضرورت نہین۔ آپ غزل گوئی مین استاد مانے جاتے ہین۔ بیشک آپکی غزلین سوز و گداز۔ و فراق و وصال اور معشوق کے خد و خال۔ و شراب و کباب و نغمہ رباب اور حسن و عشق و مستی و رندی و دنیا کی بیوفائی اور زمانہ کی بے اعتباری وغیرہا مضامین پر شامل ہوتی ہین۔ اور آپ ان مضامین کو غزلون مین ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب و ترکیب دیتے ہین کہ سامعین وجد کرتے ہین۔ اور حال سے بیحال و خود ہی سے بیخود ہو جاتے ہین۔

آپ حسن اخلاق و خوش اشفاق تھے۔ ظریف الطبع و سلیم المزاج رند مشرب و صوفی منش تھے۔ صلح کل کے طریقہ پر ثابت قدم تھے۔ شراب محبت کی نشہ مین ہمیشہ مست و سرشار رہتے تھے مدت العمر کسی حاکم یا رئیس کی نوکری اختیار نہین کی ہمیشہ آزادانہ بے نیازانہ رہے سلاطین وقت آپکی خدمت مین ہزارہا روپئے اعانتہً بھیجتے تھے۔ آپ تمام نامے نوشتن مین صرف کر دیتے تھے۔ فقرا و احباب و اعزہ کو بھی عطا فرماتے تھے۔ چونکہ آپکا کلام جامع اسرار ہے۔ لوگ اکثر آپ کے کلام سے فال لیتے ہین۔ حسب اتفاق و موقع فال مین ایسا شعر برآمد ہو جاتا ہے کہ صاحب فال کو شعر کے مضمون سے تسلی ہوتی ہے۔ غالباً صاحب فال کو کامیابی حسب خواہش ہو جاتی ہے۔ بناءً علیہ آپکا لقب لسان الغیب مشہور ہوا۔ خزانہ عامرہ و بہارستان سخن وغیرہ مین بھی وجہ تسمیہ بتلایا گیا ہے۔

آپکا دیوان متداول ہے۔ ہر ایک جوان و پیر و نوآموزان صغیر و کبیر واقف ہین یہان زیادہ اشعار کے بیان کی ضرورت نہین ہے۔ مگر دیوان و تذکرون سے چند اشعار بطور نمونہ گذارش کرتا ہون۔ تاکہ یہ تذکرہ کلام سراسر الہام سے محروم نہ ہو جائے۔

من اشعاره الفارسی

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را   دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا
ده روزه مهر گردون افسانه است و افسون   نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا
ای صاحب کرامت شکرانهٔ سلامت   روزی تفقدی کن درویش بینوا را
در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند   گر تو نمی‌پسندی تغییر کن قضا را
آئینه سکندر جام جم است بنگر   تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا
گر مطرب حریفان این پارسی بخواند   در رقص حالت آرد پیران پارسا را
هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی   کاین کیمیای هستی قارون کند گدا را
خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند   ساقی بده بشارت پیران پارسا را

وله

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را   بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را
بده ساقی می باقی که در جنت نخواهی یافت   کنار آب رکناباد و گلگشت مصلا را
حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو   که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانان که از جان دوست‌تر دارند   جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی   جواب تلخ میزیبد لب لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ   که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

وله

شب از مطرب که دل خوش باد وی را   شنیدم نالهٔ جانسوز نی را
چنان در جان من سوزش اثر کرد   که بی رقت ندیدم هیچ شی را
حریفی بد مرا ساقی که هر دم   ز زلف و رخ نمودی شمس و دی را
حماک الله من شر النوائب   جزاک الله فی دارین خیرا

واہتمام عمدہ طرح سے کرتے تھے۔ ملک کی بہبودی میں سعی وکوشش فرماتے رہے سرکاری کام دیانت و امانت سے ادا کرتے رہے۔ آخر بندگان حضور آصفجاہ نے قدردانی وجوہر شناسی سے آپکو برار کی صوبہ داری پر مقرر فرمایا۔ مدت تک برار میں رہے۔ آپ شجاع وبہادر تھے۔ مستقل مزاج وثابت قدم وتجربہ کار خوش کردار خوش گفتار اور رعایا ودوست نواز تھے۔ رقص وسرود ومجلس سماع کے شائق تھے۔ مجلس سرود ورقص میں کثرت رقت وورد سے زار زار روتے تھے بعض دن عالم سکوت میں مستغرق ہوتے تھے نواب صمصام الدولہ بہادر وحضور بزبان مبارک فرماتے تھے کہ آپ اسلاف کے یادگار ہیں آخر آپنے خدمت ملازمت ترک کی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آپکی زندگی کا آخر حصہ بخیر ہوا۔ آپ موزون الطبع وذہین وفہیم تھے۔ شعر فارسی میں کبھی کبھی فکر کرتے تھے کلام بلاغت وفصاحت سے خالی نہیں ہے ہم اشعار ذیل ہدیہ سامعین کرتے ہیں۔

من اشعارہ

دل می طپد از ذوق ندانم خبری کیست — رنگم پریده ز چهره درین رهگذری کیست
بد نظر سپهر کنان قبله نما گشت — پرواز نگه از اثر بال و پری کیست

ولہ

بسوخت ز آتش شوق تو جان تن باقیست — بسان شمع بسوزند و پیرهن باقیست
ہلاک گشتن مجنون ہزار سال گذشت — ہنوز در کفنش بوی سوختن باقیست
چراغ راه ندارم بہ بزم سوختگان — با هم پرتو حسنت در انجمن باقیست
سپند تیز نگاهست بدل نشتاب گشت — ہزار ریخته گرد نه دود خفتن باقیست
بناز بسمل مقتول خود بیا ظالم ببین — که بکفنش از آه بستن باقیست

ولہ

ز شبنم نگهم داده آب بر رخ گل — بہار گشتم در برگ گل چو بو رفتم

گہر فشان شدہ اشکم ز چشم بہر نثار	وله	بپای بوس تو ہر دم بآبرو رفتم
ز گرمی نگہت چون خویش آب شدم		برای آن لب لعل تو در سبو رفتم
صدای قلقل مینا شنیدہ مست شدند	وله	کسے چگونہ چشند قطرۂ ایاغ ترا
ز بے نیروی زمانہ مرا درد سر شدہ	وله	صندل موافقت بسرم نمی کند

آخر آپنے سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین اس دار ناپایدار سے عالم بقا مین رحلت کی اور شہر اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔

خاکی حیدر بیگ بدخشانی الاصل

خاکی تخلص۔ حیدر بیگ نام بدخشانی الاصل ہے۔ آپکے بزرگ بدخشان سے عالمگیری زمانہ مین وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی لشکر مین ملازم ہوئے۔ خاکی کی ولادت ہند مین واقع ہوئی نشو نما بھی ہند کی آب ہوا مین پایا۔ بقدر ضرورت فارسی عربی مین استعداد حاصل کرنیکے بعد شعر گوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ سپاہ پیشہ تھے ہند سے نواب نظام علیخان آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دکن مین وارد ہوکے عہدہ وفادار خان داروغہ باورچیخانہ سرکار فیض آثار بخشی بیگم صاحبہ کی خدمت مین ملازم ہوئے۔ داروغہ صاحب کے فرمانے سے ملکہ علیم النسا بادشاہ زادی مصر کا قصہ جو فارسی مین تھا اوسکو اردو زبان مین نظم کیا۔ قصہ مذکور ہمکو سنہ ۱۲۱۶ ہجری کا لکھا ہوا دستخطی سید عبد الغنی خان مرتبہ خان دکنی ملا ہے۔ ہم اسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ خاکی کا انتقال سنہ ۱۲۵۷ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ

ہم عشق بہی سیکہین اگر اُستاد ہو کوئی | دل تو ہی بتا دے مجھے گر ہو کوئی

من قصہ علیم النسا

الٰہی ترا مجھکو دیدار دے | مجھے دین اسلام کا پیار دے
تری ذات عالی ہے حیّ قدیم | جو تیری کرے یاد ہے مستقیم
محمد نبی صاحب تخت و تاج | رکھا اُنکے سر پر شفاعت کا تاج
نبی و علی دونون ہین پاک ذات | اُنہی کی شفاعت سے سبکی نجات
یہ قصہ جو تہا فارسی مین سب | لکہا فارسی کو ہین ہندی ہین اب
اگر کوئی پڑہیگا یہہ قصہ کو لا | وے ایک ہے عرض سب سے مرا
تو کچہہ نا کہے اُسکو خامی پر جا | بہرحال خاکی کو دیوے دعا

اس قصہ مین ایکسو سوال ہے۔ سوالات عالم عناصر وغیرہ اشیا کی حقائق کی نسبت ہین ایک فاضل عبد العلیم ہندی کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے قصہ عجیب و غریب ہے رسالہ ہزار مسائل کی طرح ہے مطالعہ سے لطف و فرہ آتا ہے۔

خلیل اصالت خان حیدرآبادی

خلیل تخلص۔ اصالت خان نام۔ آپ سید مظفر مازندرانی کے جو ابوالحسن بادشاہ والی دکن کے وزیر تہے فرزند ہین۔ آپکی ولادت باسعادت حیدرآباد دکن مین ہوئی۔ اور نشو و نما بہی دکن ہی کی زمین مین ہوا۔ سن شعور کے بعد علما و فضلا کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل کین۔ جامع فضائل و فواضل ہوئے۔ ہمعصرون مین لائق و فائق شمار کئے گئے۔ سرکاری خدمات پر متقرر تہے۔ مدت تک والد ماجد کے سایہ عاطفت مین

سرکاری کامون کو اچھی طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر ١٠٩٣ھ ہجری مین والد ماجد کے ہمراہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت مین پہنچے۔ بادشاہی منصبدارون مین شریک ہوئے۔ موزون الطبع خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ سنہ وفات کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ لیکن آپ کی رحلت ١١١٥ھ ہجری مین واقع ہوئی۔ خدا غریق رحمت کرے۔ آپ کے نتائج طبع سے صرف ایک شعر ملا لکھا گیا۔

من اشعاره

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن نہ دہیم		تشنہ لب عشق را ذوق چشیدن نہ دہیم

خان۔ محمدی خان دکنی

خان تخلص۔ محمدی خان نام۔ آپکا اصلی وطن و مولد حیدرآباد دکن ہے۔ آپ عالم شباب مین فارسی مین بقدر ضرورت لیاقت حاصل کرکے شہر مین کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ وطن سے دل برخاستہ ہوکر دلی مین گئے۔ سپاہ پیشہ تھے وہان کسی محکمہ مین ملازم ہوگئے۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور دلی ہی مین سکونت ہی اختیار کرلی۔ شعرگوئی کا شوق تھا وہان نواب سعادت یار خان رنگین المتوفی ١٢٥١ھ ہجری کے شاگرد ہوئے۔ شعر خوب کہنے لگے۔ کلام درست صاف با محاورہ ہوتا ہے۔ آپکے انتقال کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی۔ مگر تقریباً ١٢٦٥ھ مین راہی عدم ہوئے

من اشعاره

یاد جسوقت تری آتی ہے		مجھکو ہچکی وہین لگ جاتی ہے

خاص۔ شاه خاص حیدرآبادی

خاص تخلص - شاہ خاص نام - آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے والد شاہ خاموش صاحب اول جو آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین اندرون شہر چادرگھاٹ کے متصل سکونت پذیر تھے - درویش فانی و فقیر حقانی تھے - متوکل علی اللہ و قانع آپ بھی بدستور قدیم بزرگان سلف کے طریقہ پر قائم تھے - والد ماجد کے مرید و خلیفہ - آپ کی شکل و صورت درویشانہ تھی - جبہ و دستار مشائخانہ پہنتے تھے خوش مزاج و پاکیزہ طینت تھے مزاج مین محبت الٰہی کا جوش اور دل مین شعر گوئی کا خروش تھا - شعر عمدہ کہتے تھے - نازک مزاج و عالی دماغ تھے - آپ سنہ ۱۲۴۰ہجری کے قریب فوت ہوئے - آپکے دوسرے بھائی مسمی طٰہٰ بھی شاعر تھے - ہجو گوئی مین کمال رکھتے تھے - مہاراجہ بہادر نے دو روپیہ یومیہ مقرر کردیا تھا

من اشعارہ

گلاب سے تازہ گال اُسکے کلی نازک دہن گلابی	تمام قد نونہال رنگین قبا سراپا چمن گلابی

ردیف الدال

درگاہ - درگاہ قلیخان سالارجنگ

درگاہ تخلص - درگاہ قلیخان سالارجنگ نام - آپ کے آباؤ اجداد نور بورہ الوس مشہدی سے تھے - آپکے جد اعلیٰ خاندان قلیخان شاہ صفی کے زمانہ مین علی مردان خان گورنر قندہار کے ہمراہ تھے - علی مردان خان نے شاہ صفی کی ناقدردانی کی وجہ سے نوکری ترک کرکے شاہجہان بادشاہ ہند کی خدمت مین آنیکا ارادہ کیا - تشریف آوری سے پہلے خاندان قلیخان کو درگاہ بادشاہ مین بھیجا - خاندان قلیخان غرہ جمادی الآخر

سنہ ۱۰۸۲ ہجری مین درگاہ بادشاہی مین آیا علی مردان خان کی عرضداشت پیش کی
خلعت و انعام ہزار روپیہ سے سرفراز ہوا۔ علی مردان خان چہاردہ تاریخ رجب سنہ مذکور
کو بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت قدردانی سے صوبہ داری
کشمیر پر مقرر فرمایا۔ اور خاندان قلیخان کو اپنے پاس رکھا۔ خاندان قلیخان کے انتقال
کے بعد اُن کے خلف الصدق درگاہ قلیخان کو بذریعہ علی مردان خان منصب و جاگیر
ضلع ٹھٹھہ مین مقرر فرمایا۔ سرکار علی مردان خان کی میرسامانی بھی منصب جاگیر کا
ضمیمہ ہوئی۔ علی مردان خان کے بعد درگاہ قلیخان شاہزادہ اورنگ زیب کے
منصبدارون مین شریک کیا گیا۔ شاہزادہ کے ہمراہ دکن مین آیا۔ پھر چندروز کے بعد
ہند مین مراجعت کی اور وہان فوت ہوا۔ پھر اُنکا خلف الصدق نوروز قلیخان
واردوار ضلع بیجاپور کی قلعداری پر سرفراز ہوا۔ مدت تک قلعداری کا اہتمام
کرتا رہا۔ پھر وہین فوت ہوا آپکا خلف الصدق خاندان قلیخان ثانی منصب و جاگیر
سے سرفراز ہوکر منصبداران متعینہ اورنگ آباد مین شریک ہوا۔ شاہ عالم خلد منزل
کے زمانہ مین سنگمنیر کی وقایع نگاری اور ضلاع کی فوجداری پر سربلند ہوا۔
نواب آصفجاہ نے اپنے زمانہ مین اپنی خاص سرکاری خدمات پر مامور فرمایا۔ نظام آباد
بالائے گنتل فرداپور جو اورنگ آباد سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اُسکی تعمیر آبادی
آپکے اہتمام سے ہوئی۔ آپ اُسوقت میر عمارت تھے۔ آپکے خلف الصدق نواب
درگاہ قلیخان ثانی سالار جنگ صاحب جمعہ کی ولادت اُنیسوین تاریخ رجب ۱۱۲۳ ہجری
سنگمنیر مین واقع ہوئی چنانچہ خود سالار جنگ تاریخ تولد مین کہتا ہے ؎

شد سال ولادتش ز روئے الہام ‖ درگاہ قلی ز خاندان والا

نشو و نما کے بعد جب آپنے چودوین سال مین قدم رکہا سرکار آصفجاہ نے منصب
و جاگیر سے سرفراز فرمایا بیس برس کی عمر مین اپنا ہمرکاب کیا اکثر حضوری خدمتین
آپکے تفویض تہین۔ آپ خدمات کا اہتمام نہایت دیانت و امانت سے فرماتے رہے
جب تک زندہ رہے حضور آصفجاہ کی عنایات و مراحم سے خوشحال و سرفراز رہے
حضور کے سفر دلی مین جو ہنگامہ نادرشاہی مین ہوا تہا آپ ہمرکاب تہے۔ بعدہ العصر
سرکاری خدمات و آقا کی تابعداری مین جانفشانی و عرق ریزی کرتے رہے۔ نواب
نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے عہد مین بہی ممتاز اقران و محسود جہان رہے
نواب امیر الممالک صلابت جنگ کے زمانہ مین منصب شش ہزاری اور موتمن الدولہ
خطاب اورنگ آباد کی صوبہ داری سے سربلند و نامور ہوئے۔ خوب انتظام و بندوبست
کرتے رہے۔ جب ریاست دکن کا انتظام نواب آصفجاہ ثانی کے متعلق ہوا اسوقت
آپ ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب و موتمن الملک خطاب سے معزز ہوئے۔ اور سواری
عماری ہاتی و دوجہالر کی اجازت ملی۔ اسوقت حضوری دستور تہا کہ کوئی امیر بغیر
اجازت حضور عماری پر سوار نہین ہوسکتا تہا۔ اب بہی دکن مین وہی دستور جاری
ہے چند مدت کے بعد حسن خدمات کے صلہ مین خاندوران خطاب سے مخاطب ہوئے
آصفجاہ ثانی آپکو بہت چاہتے تہے۔ اور نہایت عزیز رکہتے تہے جس زمانہ مین
کہ راجہ بہادر دریائے گنگا کے کنارے مقتول ہوا آصفجاہ ثانی اورنگ آباد
مین رونق افزا ہوئے۔ اور چہاونی کے لئے خجستہ بنیاد ہی کو تجویز فرمایا۔ حضور
بہی شہر مین مقیم ہوئے۔ بندگان عالی کثرت عنایت و رحمت سے آپکے محلات
مین رونق افروز ہوئے۔ چند روز رہے۔ آپنے آقائے نامدار کی نہایت شایان

وشوکت سے مہمانداری کی ہر روز جشن نوروز تہا۔ سامان عیش جلوہ افروز تہا۔
علی ہذا القیاس رات کی بہی یہی کیفیت ہتی تہی رات کیا تہی شب برات تہی
جب حضور بندگانعالی رخصت ہوئے۔ اکثر تحائف بے بہا نذر گذرانے
حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔
بعد ازان گردش تقدیر سے کوئی ایسا سبب پیدا ہوا کہ آپ غرہ رجب ۱۱۷۹ ہجری
مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ عزیز خلائق تہے آپکی معزولی
سے عام شہر مین رنج والم تہا گہر گہر شور وماتم تہا۔ اس حالت مین عام کا آپکے شہسا
ہمدردی وافسوس کرنا اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ بانتہا درد امانت دار
ومنصف تہے اور یہہ قبولیت عام اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپ خلق مجسم صلح کل
تہے۔ نہین تو ایسی حالت معزولی مین عرف عام رواج کے موافق کوئی ہمدردی نہین کرتا
بلکہ لعن وطعن کرتے ہین۔ آپ ہفتم ربیع سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نظام آباد
جاگیر مین تجمل وشان کے ساتہہ روانہ ہوئے۔ روانگی کیوقت مجمع عام تہا
عمائد شہر ومشائخ وفضلا بیرون شہر تک ہمراہ آئے آپکو نہایت حسرت ورنج
سے رخصت فرمایا۔ فقرا وغربا کا ہجوم تہا شور وغل تہا۔ آپکے احسانات یاد کرتے
تہے اور کہتے تہے کہ شہر سے اگر ہزار آدمی چلے جائین تو کچہہ غم نہین ہوتا اور نہ شہر کی
آبادی مین بہی کمی ہوتی مگر اس مربی دانا کے جانے سے شہر ویران نظر آتا ہے
آپ خوش مزاج وخوش خلق تہے منصف وعادل۔ کریم باذل تہے شگفتہ طبع
وزندہ دل۔ دلاوری مین دلیر وبیدل تہے۔ رعیت پروری وغربا نوازی مین بے نظیر
تہے۔ ملکی ومالی تدابیر مین روشن ضمیر تہے۔ طلاقت بیانی وسخندانی مین بے مثل

انشا پردازی و تاریخ دانی مین بے بدل ۔ آپکی حاضر جوابی اور بداہتہ بیانی مشہور تہی ۔ طبیعت کی تیزی نور علی نور تہی ۔ آپ وقت کے پابند تہے آپکا وقت کاموں سے معمور رہتا تہا ۔ وقت کی بڑی قدر کرتے تہے ۔ آپکی ظاہری شان و شوکت و حشمت کی شان بہی قابل دید تہی اور آپکی سواری بڑی تکلف و تجمل سے نکلتی تہی ۔ دو تین سو سوار حبشی و عرب دکنی جلو مین ہمرکاب ہوتے تہے ۔ سواری کے آگے چند عرب ویچپے الغوزہ بجاتے ہوئے گاتے تہے ۔ اچہلتے کودتے تہے ۔ سواری کے دیکہنے سے لطف آتا تہا ۔ امارت و ریاست کا تماشا نظر آتا تہا ۔ اور رعایا کے دلون مین رعب و خوف ہوتا تہا ۔ کوئی مفسد و باغی فساد و بغاوت نہین کرنے پاتا تہا ۔

آپ لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی مین یکتا تہے ۔ آپکے لطائف و ظرائف اکثر مشہور ہین منجملہ ہم چند لطیفے شائقین کے مطالعہ کے لئے لکہتے ہین کہ اون کے دیکہنے سے لطف اوٹہائین ۔ کہتے ہین کہ جناب شاہ علی صاحب کے صاحبزادہ کی شادی تہی مجلس منعقد مین شہر کے تمام امرا و مشائخ حاضر تہے ۔ اور اُس مجمع مین جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی و شاہ محمود صاحب و نواب خاندوران صاحب جمہ و نواب اشجع الدولہ مجتمع تہے ۔ اُسوقت حسب دستور طرفین یعنی داماد و عروس کے وکلا قاضی صاحب کے سامنے آئے ۔ خواجہ دکہو نامی بنات فروش عروس کے طرف سے وکیل ہوکر آیا ۔ خاندوران کا قلیچان نے کہا ۔ آج ہمکو معلوم ہوا کہ آپ بنات فروش ہین ۔ حاضرین مجلس اس لطیفہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے ۔ لفظ بنات جمع بنت یعنی بیٹی ۔ و بمعنی پارچہ پشمی ۔

لطیفہ دیگر ایک روز شاہ علی صاحب نے نواب صاحب سے کہا کہ ہم غیرون کیلئے فقط دنیا کی دعا کرتے ہین مگر آپکے لئے دین و دنیا دونون کی دعا چاہتے ہین ۔

دین کی دعا کا محل مسجد مقرر کیا ہون اور دنیا کی دعا کا مقام بیت الخلا۔ کیونکہ وہ مقام قضاء حاجت ہے۔ نواب نے کہا آپ مسجد مین کئے مرتبہ جاتے ہین۔ شاہ صاحب نے فرمایا پانچ وقت۔ اور بیت الخلا مین کئے بار شاہ صاحب نے کہا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ نواب صاحب نے کہا مین جناب آلہی مین دعا کرتا ہون کہ حضرت کو پیچش ہو تا کہ آپ بیت الخلا مین بار بار جائین اور دنیا کی دعا بہت کرین شاہ صاحب و حاضرین قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

لطیفہ دیگر چند نوملازمین کی درخواستین نوابصاحب کی خدمت مین پیش ہوئین نواب صاحب نے ہر ایک شخص کو بالمشافہ بلا کر اُسکی حیثیت کے لائق تنخواہ مقرر کر کے دستخط فرماتے تہے۔ اونمین دو لڑکے کم سن تہے۔ نوابصاحب نے ایک کی درخواست پر لفظ سامو زد لکہا اور دوسرے کی درخواست پر لفظ دیگر لکہا۔ وہ دونون کم سن لڑکے بجہی نہ اُین پیشکار کی خدمت مین گئے۔ پیشکار نے دونون درخواستونکا نقلنے لکہوایا۔ اور نوابصاحب کی خدمت مین دونون کو پیش کیا۔ فرمایا کہ کل یہہ دونون منظور ہوئے۔ پیشکار نے عرض کیا جسکی فرد پر آموزد دستخط تہا وہ آج سیکہکر آیا ہے۔ اور دوسرا جسکی فرد پر دیگر ہے مین نہین سمجہتا ہون کہ دیگر سے وقت مراد ہے یا کوئی دوسرا شخص۔ نواب صاحب نے پیشکار کی تقریر سے تبسم فرمایا اور دونون کو نوکر رکہہ لیا۔

لطیفہ دیگر دلی مین آپ نواب آصفجاہ کے ہمراہ تہے۔ دربار مین نادر شاہ نے محمد شاہ سے کہا کہ ہم کل جائین گے اُسوقت آپ نے یعنی درگاہ قلیخان نے آہستہ نواب کے کان مین کہا کہ النادر کالمعدوم۔ نواب آصفجاہ بہادر آپ کے

لطیفۂ نادر سے بہت خوش ہوئے۔

آپ شعرا دوست و علما پرست تہے۔ قدردان و جوہر شناس۔ ہر مہینہ مین دو تین عام جلسے اپنے باغ دلکشا مین منعقد فرماتے تہے۔ اور اُن بزرگون کو جو لائق صحبت ہوتے تہے بلاتے تہے۔ اور ہر روز آپکے دولتخانہ پر ہم مشربان خاص کا جلسہ رہتا تہا۔ اور آپکی مجلس مین تکلف نہین ہوتا تہا۔ آپ حاضرین مجلس سے خندہ رو وشگفتہ جبین ملتے تہے۔ آپ تعمیر عمارات و آبادی قصبات و دیہات کے شائق تہے اورنگ آباد مین اکثر عمارات آپکی یادگار ہین۔ باغ دلکشا اورنگ آباد مین جنوبی جانب آپکا بنایا ہوا ہے ۱۱۶۷ہجری مین ایک نہر کہدوائے اور باغ مین لائے۔ اور باغ مین ایک کشادہ حوض بنوایا۔ حوض کی وجہ سے باغ سیراب و تازہ رہتا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اُسکی تاریخ لکہی۔

تاریخ بنائے نہر

خاندوران میر عالیجاہ — مورد عاطفات ربانی

نہر آب حیات جاری کرد — خضر آنرا کند نگہبانی

کامیاب زلال احسانش — مردم شہر و بیابانی

کرد این نہر را روان در باغ — تازہ شد آب و رنگ بستانی

کند حوض وسیع در بستان — کہ توان گفت کوثر ثانی

این عمل انتہا ز خاصی یافت — از قبول جناب سبحانی

سال تاریخ او طلب کردم — گفت دل نہر خان دورانی

۱۱۶۵

آپ موزون الطبع تہے۔ سخن فہم و سخندان تہے۔ کبہی کبہی شعر موزون کرتے تہے

اور ہندی مین مراثی حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے مراثی بہت ہی خوب کہتے تھے۔ چند اشعار مندرجۂ ذیل آپکے طبعزاد ہین۔ ایکروز میر آزاد بلگرامی نے خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر ٭ صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را ٭ کہ سر بکوہ وبیابان تو دادۂ ما را ٭ طرح کی اور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن بہار رعنا را	کہ داد بوئے تو سرمایۂ جنون ما را

اسیوقت نواب خاندوران خان بہادر نے بھی فی الفور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن جنون تمنا را	بہار آمد و سر سبز کرد صحرا را

لچھمی نرائن مولف گل رعنا نے بھی حسب خواہش نواب صاحب موزون کیا ؎

فزود جلوۂ او سیل گریۂ ما را	طلوع ماہ کند بیش آب دریا را

نوابصاحب بہت خوش ہوئے اور تحسین و تعریف کی۔ آپکی بحالی کا سامان موجود ہوگیا تھا۔ یکایک آپ ۱۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ مین مرض سرسام سے نظام آباد مین فوت ہوئے۔ وہان سے نعش مبارک کو اورنگ آباد مین لائے آپکے والد ماجد کے مقبرہ مین جو شہر کے جنوبی جانب ہے دفن کئے۔ دفن کیوقت عمائد شہر و مشائخ و فقرا جمع ہوئے۔ شور و غوغا برپا تھا قیامت تھی۔ میر علی رضا رضا جنہی نے مادۂ تاریخ مین ایک مصرع لکھا ؎ اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ ٭ اور کسی دوسرے شاعر نے ایک مصرع مین تاریخ صوری و معنوی لکھی ؎

یکہزار و یکصد و ہشتاد سال

۱۱۸۰ ہجری

مین آپ کی اولاد و شجرہ خاندان کو گزارش کرتا ہون

اولاد نواب موصوف

حنیف الدینخان بانی سرائے اورنگ آباد کی لڑکی کے بطن سے

ایک دختر
بنکاح محمد صفدر خان
غیور جنگ بن شیر جنگ
تھی

دو فرزند

امام قلیخان مؤتمن الدولہ
سالار جنگ جاگیردار
برادر خجستہ بنیاد

وصی قلیخان مخاطب
بہ درگاہ قلیخان
جاگیردار برار

شجرۂ نسب

[illegible] ۱۰۱۵ ہجری

خاندان قلیخان ذو القدر از ترکان بوربورالوس خانان سیاہ خیمہ نواحی مشہد مقدس

درگاہ قلی خان اول

نوروز قلیخان قلعدار دھارواڑ بیجاپور
مستعفی

خاندان قلیخان دوم نظام آباد کی تعمیر آپ کے اہتمام سے ہوئی

درگاہ قلیخان ثانی المتولد ۱۱۲۲ ہجری بمقام سنگمنیر دکن

دختر

دو پسر

نواب سالار جنگ مرحوم اول کی ننھیال کا سلسلہ آپ سے منتہی ہوتا ہے۔

جب ۱۱۴۶ ہجری مین وزارت خان اورنگ آبادی کو غفران پناہ عالیجناب آصفجاہ اول نے دوبارہ دیوانی سے سرفراز فرمایا - احباب نے جوش خوشی سے تاریخین کہین - آپ نے بھی دو بیتین تاریخی موزون کی - ہر ایک مصرع سے سنہ سرفرازی دیوانی برآمد ہوتا ہے لیکن مصرع آخرین ایک عدد زائد ہے - ھوھذا

شد بحکم نو بزم نورانی	با مصابیح فضل یزدانی
از برائے صلاح خلق اللہ ۱۱۴۶	باز رونق گرفت دیوانی ۱۱۴۶

گل رعنا کے مولف نے آپکے اوصاف حمیدہ اسطرح لکھے واقعی آپ جامع الصفات والکمالات تھے مولف کا قول مبالغہ سے مبرا ہے خوشامد و تملق کے دھبے سے معرا ہے

ھوھذا درگاہ قلیخان بہادر مخاطب بہ مؤتمن الدولہ خاندوران سالار جنگ امیرے بود عالیجاہ دانش نگاہ متصف باوصاف حمیدہ و متخلق باخلاق پسندیدہ غنچۂ تصویر را در محفل رنگینش ہوائے شگفتگی در سر و طوطی خوش صفیر را از بیان شیرینش منقار در شکر - بلبل ہزار داستان مستفید طلاقت زبانش - و گل شگفتہ جبین دریوزہ گر چہرہ خندانش - چرب نرمی او دل سنگ را موم می ساخت - و تالیف قلوبی او احبا و اعدا را در دام می انداخت - ضمیر منیرش در بدیہہ بیانی بازار آئینہ می شکست و ذات والاصفاتش در بزم فروزی بالا دست شمع می نشست - صولتش زہرۂ شیر را آب می نمود - و شجاعتش گوئے سبقت از رستم و دستان می ربود الخ انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شرک محض ست گمان من و تو	مرد وحدت ہست بیا نہ من تو
معاشرانہ سوالے بدوستان داریم	برائے شما این ہوا چہ بخواہد

نگاهش دیده صهبا آفریدند / قدش دیدند طوبی آفریدند

بعالمم ریخت اشکم رنگ طوفان / ز جیب قطره دریا آفریدند

وله

می چکد رنگ بهار از خامه‌ام / وصف رخسار که انشا می کند

حکم آصف این غزل را تازه کرد / کارها را کارفرما می کند

وله

کسی که در صدد وصف آن دهن باشد / چو شخص هیچ مدان در پی سخن باشد

وله

بآغوشش آید آن دلدار از هواے چنین باشد / خدا اگر راست آرد دولت جاه چنین باشد

چه منتهاست بر دل از صبا گر نکهت زلفش / حیات تازه می بخشد هواهائے چنین باشد

مصفّا ساختم مهر قدومش حضرت دل را / برائے شاه والاجاه درگاهے چنین باشد

وله

سوائے حیدر کرار شاه مردان نیست / که ذوالفقار باو داد حق نبی و دختر

وله

دلم را فرقت آن نامسلمان ساخت سیپاره / نمود از هم جدا اجزائے قرآنی که من دارم

وله

کردیم ثنا ز حجر طاقت / اے صبر بما چه کار داری

باکے نبود ز تیغ اعدا / گر صاحب ذوالفقار داری

وله

نوروز که روز سعد عشرت افزاست / مولائے جهان تخت خلافت آراست

از مقدم گل نماند آثار خزان / سالے که نکوست از بهارش پیداست

وله

کونین شد ایجاد برائے ایشان / حاشا که کسے رسد بجائے ایشان

اسرار نبوت اند اولاد علی / درگاه فلک است خاکپائے ایشان

دانش میر رضی مشهدی

دانش تخلص۔ میر رضی رضوی نام ہے۔ آپ میر ابوتراب مشہدی کے فرزند ہیں

آپکے والد عالم فاضل تھے۔ دانش بھی بمصداق الولد سر لابیہ ہوشیار و ہونہار تھا۔ کتب ابتدائی والد ماجد سے پڑہین اور باقی کتب مختلف اساتذہ سے تمام کین تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد حرمین شریفین کی زیارت و حج کا ارادہ کیا جب حرمین پہنچا تو ایک مثنوی کعبہ کی تعریف مین لکہی۔ من ۲ اشعار ہ

زخوبی کعبہ معشوق جہانست	نشاط دلربائی در جہانست
بروئے تو نیازان در کشادہ	چہ معشوقانہ خود را جلوہ دادہ
جمالش عذر خواہ زحمت دشت	بگرد آن تواضع میتوان گشت

ایسا ہی روضۂ منورہ کی وصف مین بھی کہتا ہے۔

ہمایون قبہ سرکوب افلاک	بہشت بے گمان عالم خاک
زحق بیگانگان را آشنا ساز	چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش فلک را دست کوتاہ	نمایان تا بعرشش زسایہ اش راہ

حج و زیارت سے مشرف ہوکے مشہد مین آیا۔ ہندوستان مین باپ سے ملنے کا شوق دل مین شعلہ زن تہا۔ چنانچہ ہند کے شوق مین کہتا ہے ؎

راہ دور ہند پابست وطن اردہرا — چون حنا شد بے میان رفتن بہندو خوشستانست

آخر مقامات متبرکات کی زیارت سے فارغ ہوتے ہی ایران و ہند کے جانے مین تردد کا فیصلہ کیا کہ سفر ہند کو ایران پر ترجیح دی چنانچہ کہتا ہے ؎

پریشان خاطرے باہم بگل داشت	میان ہندو ایرانم زدو دل داشت
جگر را در بغل پنہان کشیدم	در آن آئینہ روئے کار دیدم
جلا چون از سوادش دیدہ دادم	سیہ رنگی ہند آمد بیادم

پدر کز من روانش تازه بادا | دران گلشن بلند آوازه بادا
نشاط آباد غربت بود جایش | فضائے ہند باغ دلکشایش
شد از تحریک آن سرگشته بلبل | سواد ہند برمن سایۂ گل
حقیقت را بلند آوازه کردم | نمک با لعل سبزان تازه کردم
نگہ را حسن گندم گون نصیبست | چو طوطی سبز دریاران غریبست
گہر را قدر در خاک عراقش | محک بخت آزمایان را سوادش
سوادے دیدنش سرمایۂ نور | بہر دم پروری چون دیده مشہور
زبس سبزیست نخل بوستانش | بہر طوطی بود برگ خزانش
رسیدم فصل خوبہائے ایام | ہوا بردواز سرم فکر سرانجام

پہر دانش صاحب ترجمہ شاہجہان کے عہد مین وارد ہند ہوا - اور پدر بزرگوار کی ملازمت سے کامیاب - سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکھتے ہین کہ در عہد شاہجہان با والد خود عازم ہند گردید الخ اور خزانۂ عامرہ مین لکھتے ہین کہ در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان بہند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید الخ تحریر اول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہند مین باپ کے ہمراہ آیا - تحریر دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہانی عہد مین آیا - اور باپ سے ملا یعنے اسکا باپ پہلے سے ہند مین موجود تہا - تحریر ثانی درست و صحیح - تحریر اول مین تردد ہوتا ہے - شاید سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی - والا میر صاحب سے ایسا تضاد واقع نہین ہوتا والعلم عند اللہ - ماہ شعبان ۱۰۶۵ ہجری مین ایک قصیدہ مدحیہ بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا دو ہزار روپیہ صلہ پایا - قصیدہ کا مطلع یہہ ہے ؎

بخوان بلند کہ تفسیر آیہ کرم ست — خطے کہ از کف دست مبارکش پیداست

چندے روز شاہزادہ دارا شکوہ کی ملازمت مین رہا۔ شاہزادہ کی عنایت و الطاف سے مخصوص ہوا۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شاہزادے نے میر رضی کو غزل کے ایک شعر کا صلہ ایک لاکہہ روپیہ عطا کیا۔ وہ شعر یہہ ہے ؎

تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار — قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود

اور شعر کے مضمون سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور غزل مذکور یہہ ہے ؎

موسم آن کہ ابر تر چمن پرور شود — نکہت گل مایہ شور جنون در سر شود
تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار — قطرہ تا مے میتواند شد چرا گوہر شود
نالہ بلبل نہان در پردہ برگ گل است — بیدما غم کاش از ین یک پردہ نازک تر شود
تا بذوق گریہ مستی درین بزم آمدیم — مے بدہ ساقی بقدر آنکہ چشمم تر شود
راز پوشیدن نیاید دانش از بیتاب عشق — در میان انجمن پروانہ خاکستر شود

دار الخلافہ مین جب اس غزل کی شہرت ہوئی تب شعرائے وقت نے اسکے جواب مین موزون کئے۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے یہہ بیت موزون کی ؎

سلطنت سہل ست خود را آشنائی فقر کن — قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

انتہی کلامہ۔ میر دانش صاحب ترجمہ چند مدت بنگالہ مین شاہزادہ شجاع بن شاہجہان کے ساتہہ رہا۔ اور وہان سے ابتدائے جلوس عالمگیری حیدر آباد دکن مین آیا۔ سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین اعزاز و اکرام سے باریاب ہوا۔ قطب شاہ کے نزدیک معتبر و معتمد علیہ ہوا۔ قطب شاہ آپکے ملنے سے بہت خوش ہوتا تہا۔ آپکی تقریر و تحریر کو پسند کرتا تہا۔ آپ دربار قطب شاہی کے

رونق تھے۔ تذکرہ نویسون کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے والد ماجد میر ابوتراب فطرت تخلص جو حیدرآباد مین سکونت پذیر تھے۔ اور قطب شاہی سلاطین کے سایہ پرورده تھے سنہ ۱۱۰۶ ہجری مین فوت ہوئے اور میر مومن استرآبادی کے دائرہ مین دفن کئے گئے۔ آپکی لوح مزار پر یہہ رباعی جو مرحوم نے رحلت کیوقت موزون کی تھی لکھی ہوی ہے۔ خود مولف فقیر نے بھی سنہ ۱۲۸۶ ہجری مین لکھا تھا

رباعی فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد	ننواخت بمہر و خارج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی درو می گنجد	اکنون ز تنر دو نفس تنگی کرد

اور اسی رباعی کے تحت مین میر رضی دانش کی رباعی جو والد ماجد کے فراق مین

کہی مرقوم ہے

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم کہ چو عیسی بفلک بر شدہ	آید بچہ کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ نے میر رضی دانش صاحب نے جمہ کو اپنے طرف سے نائب مقرر کرکے سنہ ۱۰۶۲ ہجری مین مشہد مقدس کو روانہ کیا۔ تاکہ روضہ رضویہ مین بادشاہ کے طرف سے زیارت کے مراسم ادا کرے اور اس کے لئے سالانہ دو ہزار تبریزی وظیفہ مقرر کردیا تا بزندگی سلطان اُسکو پہنچتا رہا۔ فقیر مولف نے تقرر سالیانہ کا فرمان عبدالعلی طالقانی میر منشی قطب شاہ کی انشا طالقانی مین جو میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تھی دیکھا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ وہ انشا مع سنکڑی ہی حیدرآباد کی طغیانی واقع سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب نذر سیلاب ہوئی کاش اگر موجود ہوتی تو بجنسہ یہان فرمان کو نقل کرتا۔ آخر میر رضی دانش نے سنہ ۱۰۷۶ ہجری مین

رحلت کی۔ اب مین متفرق تذکرون سے آپکے بوارق طبع کو گزارش کرتا ہون تاکہ ناظرین ملاحظہ کرین **ہو ہذہ**

زبسکه مشق سخن ساخت ناتوان ما را / گداخت همچو قلم مغز استخوان ما را
نشد که بوسه بپای هدف چو تیر رسیم / گذشت عمر بخمیازهٔ کمان ما را
وله — ذخیرهٔ بدل از چشم اشکبار نماند / شکست شیشهٔ سیماب در کنار مرا
وله — غنیمت دان بهشت روی گندم گون در محشر / که فرد طاعت محراب ابرو میدهد ما را
وله — بوی گل شد فیض بخش آهوش وقت و بیخودیست / یکنفس بگذار در سیر چمن تنها مرا
وله — چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم / همچو طفلان اول شب خواب می آید مرا
وله — لب تشنهٔ تیغیم بگو قاتل ما را / کو آب که شیرینی جان زد دل ما را
وله — وعدهٔ هم صحبتان رفته روز محشر است / دیر می آید قیامت گشت تنهائی مرا
فصل گل است جوش بهار سخن مرا / گل کرد همچو غنچه زبان در دهن مرا
تا رسا زد درین بزم نسبتی داریم / خوش نداهل نشاط از ضعیف نالیها
عینکی باید مرا از شیشهٔ می ساختن / تا توانم خواند در پیری خط پیمانه را
در ره انتظار چو مژگان نشسته ایم / بر آستان خانهٔ ما جای ما بس است
بر دیدهٔ آلوده بخون صف مژگان / چون حلقهٔ ماتم بدر شهید است
گر ز ابرو جبین گشاید در دم بسمل بس است / خون بهای کشتهٔ ما خندهٔ قاتل بس است
دست گلچین قتل عام لاله و گل میکند / باغبان در پای گلچین خواب افتاده است
در غم رنجور مرا روز وصل / گریهٔ شادی عرق صحت است
وصل یاران چون رهاند از شکایت می بدنماست / گریهٔ شادی کم از باران روز عید نیست

مرا که خندهٔ گل سر بدرد می آرد | وله | دماغ گریهٔ بلبل درین بهار کجاست
آبروئے دودمان تاک هم بر باد رفت | وله | دختر رز را عسس صد بار با مستان گرفت
باد و بلبل عرض چاک سینه میکرد هم دوش | وله | ناز پروردِ گلستان زخم خارے هم نداشت
صفحهٔ دشت بامداد رفیقان طے کند | وله | چون قلم بے دو سه یاری سفر نتوان رفت
کشاده روئے خوبان در آخر حسن است | وله | در چمن همه جا موسم خزان باز است
سینه صافان را غم محبت کشان بیش از خود است | وله | آب می بالد ازان بازی که بر دوش پل است
هر روز کامیاب ز روئے چو ماه دوست | وله | آئینه عذر نامهٔ چرخ نگاه اوست
گر سرمه لاف نسبت مژگان زند بجاست | وله | از خاک بر گرفتهٔ چشم سیاه اوست
در بزم کنم سیر که جائے دگرم نیست | وله | از حلقه برون چون قدح می سفرم نیست
رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت | وله | روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت
چسان بینم که می از محتسب بر خاک میریزد | وله | که می لرزد دلم بر برگے گر از تاک میریزد
در آن وادی که من باشم آبادی نمی باشد | وله | سیاهی میکند از دور کاهے چشم آهوئے
بر سرم آمد ولے بسیار زود از من گذشت | وله | دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود
کسے در عاشقی هم پیشه را چون من نمیخواهد | وله | خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آمد
نوبهار است هوا مایهٔ عشرت دارد | وله | مفت رندی ست که می دارد و فرصت دارد
اے هما از سر ما خاک نشینان بگذر | | سایهٔ بال تو بدنامی دولت دارد
چسان از قدر این صیاد آزادی هوس باشد | وله | که پرواز بلندم تا لب بام قفس باشد
پرده بر عیب خود از دامن صحرا پوشد | وله | هر که از سلسلهٔ اهل جنون رسوا شد
دلت فصل خزان گر خار خار جوش گل دارد | وله | بگیر آئینه در کف تا بهار رفته برگردد

چگونه باره بمنزل برد مسافر اشک وله گه رهزنی بکمین همچو آستین باشد

تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود وله مهر باید بر لب قاصد بجای نامه زد

درد دلی بکاغذ ابری رقم نهیم شاید که پی بدیدهٔ گریان ما برد

نمیدانم چه صیادی که زیر تیغت آهو را وله چو چشم دلبران در زیر ابرو خواب می آید

دل از حسن جوانی داشت آرامی ندانستم وله که این یوسف چو پیری کهنه گرگی در کمین دارد

مرد دانا به هنر زبدهٔ اقران گردد وله میوهٔ رنگین چو شد از برگ نمایان گردد

نیستم ایمن اگر زحشمت مرا دل میدهد صید را صیاد آبی وقت بسمل میدهد

دگر زلف سیاهش در پی تاراج ایمان شد بفکر رهزنی افتید سیاهی چون پریشان شد

شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاده است بلبلان شیون بگرد کشته گلچین کنید

گر آه ندارم بجگر شکر که از من بر دامن آئینه غبارے ننشیند

بے تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد گو بتعظیم نسیم گل غبارے بر نخیزد

میتوان در پرتو روشندلانم یافتن جلوه گاه من چو عکس آئینهٔ آبنوس

پس از وفات که یاد کند بجز غم خویش چو خون مرده سیه پوش شو بماتم خویش

تنگ بر بی هنران دور فلک کی گردد از قفس زود شود بلبل خاموش خلاص

باغبان پیدا چو شد خاطر پریشان میشوم جا اگر یابم چو بو در غنچه پنهان میشوم

صبح دیدم شبنمی بر برگ گل غلطان بناز یادم آمد طفلی و دامان مادر سوختم

ز ساقی باده میگیرم بپای تاک میریزم ندارم فکر خود میخانه را آباد میسازم

در کفم از بادستی زر نمیگیرد قرار جامه در نیکنامی پاره چون گل میکنم

قلم سنبل شود گر حرف گیسوی تو بنویسم خطم صورت کند پیدا اگر روی تو بنویسم

غم و شادی مبادا وہی دامن ما گردن و مدارا کن — بکی کم از قدح عادت بدرد و صاف مینا کن

نشان آبحیاتم چه مدہی اے خضر — کجاست سرمہ زدیدہ ہا نہان گشتن

سیہ بختم از مژگان سیاہان — ندیدم راستی زین کج کلاہان

بامید وصالت در شب ہجر — نمی خواہم چو خون بیگناہان

اینکہ میخواہی مرادت از چمن حاصل شود — بلبلے را از قفس در جوش گل آزاد کن

دریں رنگین چمن چون لالہ زارہ — غریبم در میان ہمنشینان

بگذار تا بعکس تو عکس آشنا کنم — گلگشت باغ آئینہ تنہا چہ می کنی

دانش - میرزا اور علی

دانش تخلص - میرزا اور علی نام - آپ آقا سید علی رشتی کے خلف الصدق ہین - آپکے والد ما جد علم و فضل کے زیور سے آراستہ - خوش اخلاقی کے پیرایہ سے پیراستہ تھے - شعر و شاعری کے میدان مین بہی سابق قدم - سید تخلص فرماتے تھے عجم سے مہاراجہ چندو لال کے عہد وزارت مین حیدرآباد دکن وارد ہوئے - مہاراج کے شعرائے درباری مین ملازم ہوگئے - نواب سراج الملک بہادر مرحوم کی دیوانی تک شعرا کے زمرے مین منصب مناسب پاتے رہے - نواب مرحوم نے آپکو بلحاظ لیاقت و فضیلت اپنے برادرزادے یعنی نواب سالار جنگ مرحوم اول کی تعلیم و تکلم فارسی کیلئے مقرر فرمایا - علاوہ منصب حسن سلوک بیحد فرماتے تھے - پس دانش صاحب انکے جمع کے والد نواب کے دولتخانہ پر مادۃ العمر وابستہ رہے - نواب مختار الملک بہادر بہی استاد کا بہت اعزاز کرتے تھے - آخر ۱۲۸۵ھ ہجری مین کربلائے معلی گئے - چند روز کے بعد وہان سے

بہشت بریں روانہ ہوئے۔ دانش صاحب جمعہ حیدرآبادی المولد ہے اُنکی ولادت ۱۲۴۴ ہجری میں ہوئی۔ لیکن آپنے تربیت و تعلیم والدماجد کی توجہ و سرپرستی سے پائی۔ بمصداق الولد سر لابیہ۔ آپکی فارسی زبان و لہجہ و تکلم مثل اہل زبان ہے۔ سیرت و صورت سے شان اہل زبان عیان ہے۔ آپ منشی ذی استعداد ہیں۔ انشاپردازی میں ملکۂ کاملہ رکھتے ہیں ناظم و ناثر ہیں۔ شعر و شاعری کے فریفتہ۔ آپکو تلمذ جناب ناجی صاحب سے ہے آپکا کلام شستہ و شائستہ ہوتا ہے۔ لطافت و حلاوت سے بھرا ہوا۔ آپ فارسی و اردو دونوں زبانوں میں کلام موزون فرماتے ہیں۔ جو کچھہ آپکا طبع زاد ہوتا ہے لطف و مزہ سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ ان فضائل کے سوا آپ خطاط و شمشیرباز ہیں۔ خط نستعلیق و شفیعائی میں جواہر رقم و عطارد قلم ہیں۔ خوب لکھتے ہیں اور خطاطی کے فن کو علماً و عملاً جانتے ہیں۔ شمشیربازی یعنے بنوٹ میں بھی مشہور ہیں اس فن میں آپ کو محمد وزارت علی صاحب بن محمد مراد علی شاہ سے تلمذ ہے۔ فی زماننا شہر میں اُستاد کے قائم مقام ہیں۔ اکثر شائقین فن آپسے مستفید ہوتے ہیں۔ آپ سرکار عالی نظام الملک خلد اللہ ملکہ کے منصبداروں میں اکیسو تین روپیہ ماہوار پاتے ہیں۔ نواب سالار جنگ بہادر حال کے اور موزوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور کتبخانہ سالار جنگی کی نگرانی بھی آپ ہی کے متعلق ہے۔ آپنے کتبخانہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے رکھا ہے۔ اور کتبخانہ کی فہرست بھی مرتب کی ہے غرض موصوف لیے کتبخانہ کی درستی و نگرانی عمدہ طرح سے کرتے ہیں۔ فقیر مولف کو آپ کی خدمت میں نیاز ہے۔ نہایت محبت و اخلاص سے ملتے ہیں خدائے تعالیٰ آپکو خوش و خرم رکھے۔ اب میں آپکے نتائج طبع سے ہفت بند نعتیہ و قصیدہ مدحیہ اردو سے چند اشعار ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھتا ہوں۔

اسلام اے بارگاہت مہبط روح الامین
بانیٔ بنیاد عرفان وار حکمت شہر علم
چیست خور آسمان وکیست خور اے جہان
ہر سر انگشت تو ا برده از ید بیضا سبق
لب کشاید چون بہ نعت دلکشت روح القدس
ہمایون دولت و اقبال ہو اے ظل سبحانی
نظام الملک محبوب علیخان آصف دوران
امیرونکا سر تسلیم جہک جاتا ہے یہان دائم
ہوا وہ سرور دوران جسے حضرت نے دی عزت
امیری کبیری کا تفاخر ملگیا اسکو

ولہ

خسرو کون و مکان محبوب العالمین
قبلۂ ارباب ایمان کعبۂ اہل یقین
آن ز مہر تو مبیّن واین ز مہر تو حسین
چہ خورشید وارئی گوئیا در آستین
آیدش از پردۂ قدرت صدائے آفرین
جہان کی ہے بنا جبتک ہے قایم جہانبانی
رئیس خسرو ملک دکن اسکندر ثانی
ادب سے آکے رکہتے ہین در اقدس پہ پیشانی
بنا وہ ہمسر شاہان عطا کی جسکو دیوانی
دیا ہے جس کو آپنے حکم ملکس رانی

داغ - نواب مرزا خان دہلوی

داغ تخلص - مرزا خان نام - آپ نواب شمس الدینخان برادر نواب ضیاء الدین بہادر والی لوہارو کے خلف الصدق ہین - آپ کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی - ابہی آپ خورد سال تہے کہ ۱۲۵۲ ہجری مین والد کا انتقال ہوگیا - آپ یتیم ہوگئے چونکہ آپکی والدہ صاحبہ کو صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر ولی عہد بادشاہ دہلی کی ہم آغوشی کا شرف حاصل تہا - اس لئے آپکی والدہ صاحبہ بادشاہی محل مین ہی تہین - اور آپ بہی والدہ کے ساتہہ محل مین پرورش پاتے تہے - رسم تسمیہ کے بعد

والدہ نے آپکی تعلیم شروع کرائی۔ دس بارہ برس کی عمر مین بقدر ضرورت فارسی و اردو مین استعداد حاصل کرلی۔ عالم شباب کا ابتدا تہا۔ طبیعت مین چستی و چالاکی موجزن تہی شعر و شاعری کے ساتہہ دلچسپی تہی آپ شاعری کے میدان مین بڑہنے لگے جناب محمد ابراہیم ذوق کی خدمت مین اصلاح سخن کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ولیعہد بہادر نے دیکہا کہ لڑکا شاعری کے طرف زیادہ مائل ہے اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ جناب ذوق سے آپکی سفارش کی۔ ولیعہد کی سفارش کی وجہ سے ذوق شوق سے آپکے کلام کی اصلاح فرماتے تہے۔ استاد کی اصلاح سے روز بروز آپ ترقی کرنے لگے۔ چند ہی روز مین استاد کے تلامذہ مین ممتاز ہوئے۔ دہلی کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے اہل مشاعرہ مثلاً شیفتہ و غالب و صہبائی و صابر وغیرہم سے داد سخن و تحسین پاتے تہے ولیعہد بہادر کے فوت ہونیکے بعد آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی کے زمانہ مین ہند کے غدر کا ہنگامہ شروع ہوا۔ آپ دلی سے رام پور آئے۔ نواب یوسف علیخان والی رام پور کے پاس رہے۔ نواب آپکے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے۔ نواب کے فوت ہونیکے بعد نواب کلب علیخان بہادر نے بہی آپکے ساتہہ والد مرحوم کی طرح حسن سلوک جاری رکہا اور آپکو کارخانجات کا معتمد و مہتمم کیا۔ آپ تا بزندگی نواب کی خدمت مین نہایت آرام و فارغ البالی سے بسر کرتے رہے۔ آپ نواب صاحب کی زندگی مین حرمین شریفین کی زیارت و حج سے بہی مشرف ہو کر آئے اور وطن مالوفہ گئے۔ پہر وہان رام پور واپس آئے۔ نواب صاحب بہی اس زمانہ مین عالم فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہوئے۔ آپ وہان سے برداشتہ خاطر ہوکے دلی آئے۔ پہر ۱۳۰۵ھ ہجری مین حیدرآباد دکن آئے۔ بذریعہ راجہ گردہاری پرشاد باقی تخلص حضور مین باریاب ہوئے۔ آپنے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔ اعلیحضرت بندگانعالی

خلد اللہ ملکہ سنکے بہت خوش ہوئے۔ چند روز امیدوارانہ گوشہ مین پڑے رہے۔ بلحاظ
ضرورت چند روز کے لئے دہلی چلے گئے تھے۔ غیبت کے زمانہ مین اعلیحضرت نے یاد فرمایا۔
نواب داور الملک کے ذریعہ سے آپکو اطلاع ہوئی آپ فوراً حیدرآباد آئے۔ اور استقلال کے
ساتھہ سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد ۱۳۰۸ھ ہجری مین ایک فرمان جناب فرمانروا الاذعان عالی
مع ایک غزل مہر شدہ آپکے پاس پہنچا۔ آپنے اُسیوقت غزل کو دیکھہ کے
واپس بھیجدی اور حسب الطلب دربار مین حاضر ہوکے نذر دی۔ اعلیحضرت نے آپکی
بڑی قدر و منزلت کی۔ اور آپکی عظمت و شان زیادہ رتبہ بلند فرمایا۔ اور آپکے لئے
۱۳۰۹ھ ہجری مین چارسو پچاس روپیہ ماہوار بلا خدمت بصیغہ منصب مقرر فرمایا
اور ساتھہ ہی حکم بھی صادر فرمایا کہ آپ کو ابتدائے تشریف آوری سے آج تک کی
کل تنخواہ دیجائے۔ دو تین سال کی کل تنخواہ بحساب چارسو پچاس روپیہ ماہانہ چھکڑہ دوان
پر لدی ہوئی داغ کے مکان پر پہنچی۔ حضرت داغ رقم کے دیکھتے ہی فارغ البال
ہوئے۔ پھر ۱۳۱۱ھ ہجری مین جشن سالگرہ کی تقریب مین خانی و بہادری و خطاب جنگ
و دولہ و ملک کے خطابات یعنے ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان
و منصب چار ہزاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ ہجری
مین ایکہزار روپیہ وظیفہ ماہانہ مقرر ہوا۔ علاوہ تنخواہ آپکو وقتاً فوقتاً صلات
و انعامات ملتے رہے ہین۔ آخر آپنے ۱۳۲۲ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی
مین رحلت کی۔ آپکی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ اعضا قوی درست تھے۔ صورت
و شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ چہل سالہ ہین۔ آپکا کلام روزمرہ کی بول چال ہے
مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کا چشمۂ زلال ہے۔ سامعین کو سننے سے لطف و مزہ

آپکی عمر متوسط تھی لیکن طبیعت مین جوانی کا ولولہ موجود تھا - زندہ دل و پاکیزہ منزل تھے - کلمۃ الخیر کے گویا - صلح کے جویا تھے - درویش دوست غریب پرور آپ کی تصانیف متعدد دواوین ہین - گلزار داغ - آفتاب داغ - فریاد داغ یہہ تینون مطبوع ہوچکے ہین - آپکے یہان ہزار ہا شاگرد ہین - اکثر آپکے چشمہ فیض سے سیراب فیضیاب ہوئے ہین اب مین چند ہی اشعار آپکے دواوین سے گزارش کرتا ہون -

من اشعارہ الہندی

تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

ولہ

ناوک ابھی ہے شست مین صیاد کے مگر
اُٹھتے ہین ہین انگلیان وہ نشانہ اُڑا دیا

ولہ

ہے سارا خون کے چھینٹون سے یہ مین گلزار
ترے شہید کا لاشہ بہار سے اُٹھا

ولہ

غضب ہے جنپہ دل آیا کہین نچاؤ وہ بنکر
کہان آیا کدہر آیا کیون آیا یہہ کب آیا

ولہ

یون آنکھہ اُٹھی کرکے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہوکے کچھہ ارشاد رہگیا

ولہ

کبھی فلک کو پڑا دل جلون سے کام نہین
اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

ولہ

داغ کو چین ہی نہین آتا
جب تک اُس سے بُرا بھلا نہ سنے

ولہ

یہہ بھی طرز خرام ہوتی ہے
ساری دنیا تمام ہوتی ہے

دم آخر تو کچھہ مری سنلو
آج صحبت تمام ہوتی ہے

ملانے ہوا سے بھلو خاک مین جو دل ملتا ہے
مری جان چاہئے وہ الاٹری مشکل سے ملتا ہے

دنیا مین ایسے لوگ مصیبت زدہ کہان
ہم آج خوب روئے گلے ملکے داغ سے

پھیری فریاد دوسرا نہ سُنے
تم سنو اے بتو خدا نہ سُنے

دولت۔ میر دولت علی اسیری

دولت تخلص۔ میر دولت علی نام۔ منظفر علیشاہ خطاب۔ آپکا مولد اسیر ہے بمقتضائے آب و خورش ۱۱۷۵ہجری مین شہر اورنگ آباد وارد ہوا۔ مدت تک شہر مین سکونت پذیر رہا۔ شعرا و علما سے ملتا رہا۔ پچھمی نرائن صاحب تخلص اورنگ آبادی سے نہایت ربط و اتحاد پیدا کیا تھا۔ اکثر اوقات اپنی فرودگاہ سے صاحب کے دولتخانہ پر آمد و رفت کرتا تھا۔ ریختہ مین اکثر صاحب کا تتبع کرتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام مین کہتا ہے ؎ نقش ہے ولیکن میرے مصرعہ صاحب ٭ کیا ہوا بات ہماری جو نہ مانے بہزاد ٭ پھر اورنگ آباد سے برہانپور مین آیا۔ رخصت کیوقت بداہتہً صاحب کے حق مین ایک مصرعہ موزون کیا ؎ دولت کو دل سے اپنے صاحب نہ بھول جانا
وطن مین پہنچکر مدت تک زندہ رہا آخر سنہ ۱۲۱ہجری مین فوت ہوا۔

شاعر ذہین و خوش فکر تھا۔ نازک خیال و رنگین مزاج تھا۔ احباب کے ساتھ خوش صحبت و خوش خلاق تھا۔ آپکا کلام ریختہ صاف و شستہ ہے۔ ایہام و تلازم شعریہ سے پاک۔ سیدھا سادہ کلام ہے۔

من اشعارہ الہندی

ہر آن گریہ کرنا ہر دم آہ بھرنا — گر صبح ہے تو یہ ہے اور شام ہے تو یہ ہے
سب بلبلون سے اول ہمکو تو ذبح کرنا — صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہ ہے

وله

یارو قسم ہے تمکو کہین جستجو کرو — قاتل مرے کو مجھ سے ذرہ روبرو کرو

چاہو نماز حضرت گل کی ادا کرو — اے بلبلو تم اشک سے اول وضو کرو
اس چشم مے پرست کا مارا گیا ہے جو — لازم ہے اسکو خاک سے خم یا سبو کرو
ہمکو ہمارے یار کے جلوہ سے کام ہے — اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو

وله

لب ورخسار اور قد و قامت — دیکہہ سب غنچے مسکراتے ہین

وله

مجلس مین نہ جا ہیاسے تجہ رخ کی تجلی سے — ہوئیگی شمع پانی جل جائیگا پروانہ
اسلام سے نہین مقصد اور کفر سے نہین مطلب — منظور ہمرے دلکو ہے جلوہ جانانہ
سوتا تہا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا — کیا عالم بہار خدا نے دکہا دیا
خوف ہے مجکو مبادا کہ دیوانے ہوئے — صورت اُسکی نہ زلیخا کو دکہا نا بہزاد
جائے نامی کی ہین اُس مال کیتنین بہیجونگا — کہینچ تصویر کو دولت کے لے آنا بہزاد
اس غم کی کشمکش مین روتے ہی عمر گذری — کیا یاد مین کرونگا خوبی سے اس جہان کو

دانا نصیر الدین خان

دانا تخلص۔ نصیر الدین خان نام۔ آپ جلال الدین کے بہائی ہین۔ بہادر بادشاہ کے زمانہ مین آپ منعم خان خانخانان کے مصاحب تہے۔ صحیح النسب تہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد تہا۔ آپ فضائل و فواضل سے آراستہ تہے۔ کتب درسیہ سے فارغ التحصیل تہے۔ شعر گوئی کا شوق تہا۔ خوب مرغوب فرماتے تہے۔ اشعار کے دیکہنے سے آپکی لیاقت و استعداد معلوم ہوتی ہے۔ آپکا کلام آپکی لیاقت و استعداد کا محضر ہے۔ آپکو سرکار سے صوبہ برار مین تہوڑی جاگیر تہی۔ آپ جاگیر کے تعلق کی وجہ سے بلدہ ایلچپور برار مین سکونت پذیر ہوئے۔ اور جاگیر سے جو کچہ حاصل

اُس مین زندگی بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ نویس نے آپکی نسب و خاندان کا حال اور آپکی ولادت و وفات کی بھی تاریخ نہین لکھی۔

من اشعارہ

صراحی سجده ام ساغر پرستم تا چه پیش آید		بهر سو میروم از خویش رستم تا چه پیش آید
حسن نشاط کرد گل هیچو بهار هر طرف	ولہ	چون گل شهر میدید شیشه و جام و نای و دف
حیرت برق حسن یار بسکه ز گریه جوش زد	ولہ	قطرهٔ اشک شده بر مژه چون دُرِ نجف
پیر مغان با عتقاد میکده را چو در گشاد		ساغر می بکف نهاد و گفت بنوش و لاتخف
ورنه توکسے که نیست نیست نقاش جاودان		غیر تو هر که هست هست بمعرض تلف
با تو مراست آرزو خواب فراموش خود		سینه بسینه او بر دو بدست بدست کف بکف
آصف عهد اے نصیر یافت ز روح جد افیض		طالع اگر مدد کند و انش آرم بکف
نمیرسد بخدا نشه بجائے شراب		چه جائے تنباک و چه افیون و شراب و ائے شراب

آپکا انتقال بھی تقریباً ۱۱۸۵ھ ہجری مین ہوا۔

درسی۔ سید محمد درویش برارہی

درسی تخلص۔ سید محمد درویش نام۔ آپکا اصلی وطن سوبہ جی انجن گانون ضلع برار ہے۔ آپکے اشعار شاہد حال ہین۔ ع مکا نست من عرصہ سوبہ جی بگہر ناز انم طریقہ کجی۔ دیار ست موزون بصوبہ برار۔ چو آب و ہوایش طراوت دیار بہشت است ثانی با آب ہوا۔ ہوا روز در روز خوش میشوا۔ آپ سید صحیح النسب والحسب تھے آپکا نشو و نما برار کی آب ہوا مین ہوا۔ تربیت و پرورش ہین کی غذا سے ہوئی آپنے

نشو و نما کے بعد وہان کے علماء و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ تحصیل کے بعد شعر گوئی و عبارت نویسی کا شوق ہوا۔ طبیعت کی تیزی چالاکی سے انشا پردازی و سخن طرازی شروع کی۔ رفتہ رفتہ دونون فن مین کامل ہوئے۔ ہمعصرن مین منشئ بیمثل و شاعر بیبدل شمار کئے گئے۔ آپ فارسی کی نظم و نثر لکھنے مین اسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بغیر سوچے سمجھے مضامین تازہ موزون کرتے تھے۔ آپ بادشاہی منصب پر ممتاز تھے۔ نواب عوض خان بہادر عضد الدولہ صوبہ برار کے مصاحب تھے اور گلندار خان اسد خانی کے مقرب۔ آپ عالمگیری زمانہ مین زندہ تھے۔ آپنے ایک کتاب مسمی نادر پسند نواب صاحب موصوف کے زمانے سے لکھی۔ کتاب مین وزیرزادہ اور شاہزادی ملکہ کا عشق و محبت بیان کیا ہے۔ کتاب عجیب و غریب ہے تالیف کتاب کی تاریخ ۱۱۳۲ہجری ہے سہ

بہ سن یکہزار و صد و شہ سی	ہمایون دران روز ہائے بسے
مرتب شد این نامۂ نامور	چنین کاخ پرداختم ورو ہر

آپ صاحب دیوان ہین دیوان مختصر ہے۔ کلام بامحاورہ و سلیس ہے۔ عبارت صاف و شستہ ہے۔ استعارہ و کنایہ سے خالی ہے۔ خط و خال و رحسن جمال کے بیان مین مبالغہ و تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ کلام مین تشبیہ مبالغہ کا ہونا ضرور ہے۔ یہہ کلام کا نمک ہے۔ کسی شاعر کا کلام اس رنگ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ نواب صاحب صوف اور خانصاحب آپکے حال پر زیادہ مہربان تھے۔ اور ہمیشہ حسن سلوک سے دستگیری کرتے تھے۔ آپ خوشحال و فارغ البال تھے۔ آپ اکثر اوقات نواب صاحب اور خانصاحب کی مدح مین صرف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپنے دونون کی تعریف مین دو غزلین لکھی وہ ہم

ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ آخر آپکا انتقال ۱۲۸۵ھ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ بمدح نواب عیوض خان بہادر

خدا شناس رحم دل نواب عیوض خان
ہمیشہ بد نظر بر صواب عیوض خان

دلیل شرح حدیث ہدیرہ انصاف
مراد حاجتیان از جناب عیوض خان

امیر نو رتبہ دارد جلوس چون خورشید
منیر روز ازل شد شہاب عیوض خان

کہ فیض بخش ہمہ فریاد رس ستم یابان
خدا نگہبان باشد بآن عیوض خان

سخن کاہی ز آگاہ دل بگو در سی
کہ برترست بجہان جناب عیوض خان

بمدح گلزار خان

از کمال بندگی مطلوب شد گلزار خان
شد رقم روز ہی ازل طالع اسد گلزار خان

در سخن ہائے کہن دارد بلاغت بیگمان
در طریقے وین شناسی میرسد گلزار خان

زین شمیم پاکیزہ ہا مقبول در دارین شد
حسن خوبی خو بعالم می کند گلزار خان

از سحاب ابر الطاف الٰہی سبز تر
این نہال تازہ دائم بشگفد گلزار خان

عالی ہمت جہان چون ثانی حاتم زمان
بیکس و محتاج را ملجائے شد گلزار خان

یا الٰہی در دو عالم نام آوازش بلند
برتر از اوصاف کن ابدا ابد گلزار خان

از دعائے جملہ یاران ہم بحق آن رسول
اسم در ہر دو جہان بالا شود گلزار خان

در سیا شیرین سخن در ہمگان آگاہ دل
ای نواز غیب بستا باشد مدد گلزار خان

من اشعارہ الفارسی

ساغرم پر نور کن ساقی بیا ساقی بیا
پر ہمہ وہ را دور کن ساقی بیا ساقی بیا

کشور سے شیرین سخن آباد ہمش در سیا
در سخن منصور کن ساقی بیا ساقی بیا

برد یم دل تمام براہ خیال دوست | حاصل شود بہ تنیم خاصہ کمال دوست
اہلہا عیش نمایند نشار زر دارند | ہم غذا اہل دلان غم بفکر می بینیم
ساقی بیار جام پر از بادہ ہستی | بادہ ہستی تو بدہ بادہ ہستی

داؤد ۔ میرزا داؤد اورنگ آبادی

داؤد تخلص ۔ میرزا داؤد نام ۔ آپکے بزرگ عالمگیری زمانہ مین بلخ سے اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے ۔ بادشاہی منصب سے معزز و مکرم ہوئے ۔ آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی ۔ اسی سرزمین مین نشو و نما پایا ۔ علما و فضلا کی صحبت مین لیاقت و قابلیت پیدا کی ۔ شعرگوئی کے میدان مین قدم رکہا ۔ چنانچہ تہوڑے دنون مین ہمعصرون سے بڑہ گیا ریختہ مین ولی کا تتبع کرتا ہے ۔ آپکے کلام سے شکربیانی و نازک خیالی ظاہر ہے آپ غزل کو مشاعرہ مین خوش الحانی سے پڑہتے تہے ۔ آپکی لحن داؤدی سے مشاعرہ مین ایک لطف و مزہ ہوتا تہا یاران ہم صحبت کو سرور ہوتا تہا ۔ آپ ولی کی کرامت کے قائل تہے اور اسکو اپنا استاد سمجہتے تہے ۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

سند یوں بس ہے تجہے مصرع ولی داؤد | کہ تجکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

اور دوسرے مقام مین لکہتا ہے ؎

کہتے ہین سب اہل سخن اس شعر کو سنکر | تجہ طبع مین داؤد کا اثر آیا

لچہمی نرائن صاحب اورنگ آبادی تذکرہ چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مجکو آپکے صاحبزادہ میرزا جمال اللہ عشق تخلص سے معلوم ہوا کہ آپکی وفات سنہ ۱۱۶۸ ہجری مین واقع ہوئی ۔ فقیر نے آپکی تاریخ لکہی ؎ بلبل گلزار معنی طوطی رنگین زبان

از غم آباد جہان بگذشت چون تیر از کمان ✦ مصرع تاریخ فوتش گفت با من ہاتفے - گو برفتہ میرزا داؤد فانی از جہان - انتہی کلامہ آپ صاحب دیوان ہین آپکی دیوان ہین کم و بیش تخمیناً پانسو اشعار ہین - ہم آپ کے چند اشعار آبدار ذیل مین لکہے ہین -

جناب میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا مین لکہا کہ میرزا داؤد تخلص شاگرد سید یعنی مولوی سید عبد العلی عزلت - اور صرف ایک شعر آپکا طبعزاد لکہا باقی حال کی نسبت فرمایا کہ تحقیقاً معلوم نہین ہوا - میر صاحب نے جسقدر لکہا یہ بہی پایۂ تحقیق سے دور ہے - داؤد عزلت کا شاگرد نہین تہا - اور صاحب گلشن بیخار نے لکہا کہ داؤد شعرا متقدمین سے ہے - مین خیال کرتا ہون کہ تذکرہ نویس اُس زمانہ مین تحقیقات کی طرف توجہ نہین کرتے تہے جو کچہہ سنتے تہے اُسکو لکہہ دیتے تہے - اسی بے توجہی کی وجہ سے اکثر غلطیان کرتے ہین - اور تذکرہ مین صرف شاعر کے نام یا محض تخلص پر اکتفا کرتے ہین - ولادت و وفات اور اُن کی طرز معاشرت کی نسبت ایک فقرہ بہی نہین لکہتے - واقع مین انہین چیزون کی ضرورت ہے - ہم نے حتی الامکان اپنے اس تذکرہ مین انہین باتون پر زیادہ زور دیا ہے - کتب قدیمہ اور بیاضہای دیرینہ سے ان باتون کو جمع کیا ہے اور ہر ایک شاعر کے حال مین لکہا ہے - فانظروا انصفوا لاتکن من المکابرین -

من اشعارہ الہندی

عزیزان خواب مین دیکہا ہون آج اُس سرو قامت کو ✦ ہوا معلوم وقت آیا ہے میری سرفرازی کا

ولہ

سند ہے اہل دل کو بساط زمین کا فرش ✦ ہے بے ریا کو بوسے ریا نقش بوریا

ولہ

مجہے طومار لکہنا ہے دو زلف عنبرین مو کا ✦ قلم کیون نا کرون اے باغبان شاخ شنبو کا

قانونِ شفا نطق مین ہے یار کے موجود ولہ ایدل نہو محتاج طبیبان کی دوا کا
ہوا ہے ابر گریان دیکھہ میری چشم گریان کو ولہ پڑا ہے شور دریا مین مرے اشک جاری کا
لالہ رو کو دیکھکر لالہ کا پہول ولہ داغ دل کے ہات دکہلانے لگا
عاقبت اُس سنگدل کے جور سے دل کا مینا پر شکست آنے لگا
ہجر مین دلبر کے ابر چشم آج اشک کی برسات برسانے لگا
تجہ خیال زلف کے ہو پیچ مین سو بہو دل آج بل کہانے لگا
سرمہ لگانے مین کہتا ہے یون وہ دلبر ولہ عشاق بیچطا پر اب تو تیا کرونگا
مجہ بزم مین رقیب عبث سرکشی نکر ولہ شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجہ سوز آہ کا
جس بوستان مین وہ گل رخسار ہوئیگا ولہ بلبل بہار گل سے تی بیزار ہوئیگا
بجا ہے محتسب کے سر اُپر آج ولہ تجھے اب پہوڑنا پہر ہیگا مٹکا
اُس صنم کے خیال ابرو نی ولہ ناتوان مجہکو جیون ہلال کیا
یہ جام چشم مست جسے دکہاؤگے ولہ تا حشر اُسکو ہوش سے اُسکے بہلاؤگے
دانہ دکہا کے خال کا جسکو دیو جہاٹ آخر کو دام زلف مین اُسکو پہنساؤگے
دیکھہ تجہ چشم کا بیکد ورہ ولہ دل کے شیشہ مین نشہ شراب ہوا
لکہتا ہون جب سے تجہ لب شیرین کی صفت سون تجہ ہاتہہ مین نے ہان سے قلم نیشکر ہوا
آیا ہے بر مین جب سے تو وہ صندلی قبا دائو دسون رفع مرا درد سر ہوا
نین سیتلا کے داغ تیرے مکہہ پر اے صنم ولہ آئینہ تجہ جمال کا جوہر ہوا
دیکھہ کر خط سبز کو تیرے ولہ تہا شرابی تو سبز پوش ہوا
کاش ہم جوئے خون مین ہوتے غرق ولہ جب حسین علی شہید ہوا

جب سے ن کیا لباس وہ گل پیرہن ہرا
آتش عشق سون تری جل جل
رنگ گل عذر ہوا ہے فاختہ
دیکھ تیرے لبون پہ رنگ مسی
دل پر خون میرا برنگ حنا
دست رنگین کو دیکھکر تیرے
بر جا ہے بر گل سون کفن اسکو ہو نصیب
کہتے ہین عاشقان مرا حال دیکھ کر
کیونکر سیر چاندنی کرنیکو نکلے وہ صنم
مجھ پر سون ہوئے ہیں اگر آوے عجب نہین
کرامت عادۂ گل جانمن عشاق ہیکل سے
مرا احوال چشم یار سے پوچھ
میرے حال پریشان کی حقیقت
ہیرے ہر یک صدائے آہ کا پیچ
تیمم اسکا ارون کے وضو کرنے سے افضل ہے
محمد مصطفی کی یاد ستی
زور دیتا ہے تا وسونے کو
ہوا ہون چار چشم اب عاشقی مین
اے زاہدان اٹھاؤ جبین کو زمین سے

وله یکبارگی دکھاکے جھب عاشق کا من ہرا
وله دل ہوا دل ہوا کباب ہوا
وله جب لکھون سرو قد کی تین مکتوب
وله چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات
لیگیا گلبدن ہاتون ہات
رنگ مہندی چھپا ہے پانون پات
جو کوئی ہوا شہید وہ گلگون قبا کے ہات
شاید تو دل دیا ہے کسی بیوفا کے ہات
وله دیکھنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہین
وله اس چشم پر خمار کو دیکھا ہون خواب مین
وله جو اپنی کل سے بیکل ہے اسے کیا کام کل سے
وله حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ
صنم کے زلف کے ہزار سے پوچھ
وله سجن کے چہرۂ بلدار سے پوچھ
کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو
مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے
شوخ زرگر پسر مین کیا فن ہے
مجھے اس چار ابرو کی قسم ہے
جو سر نوشت ہے اسے کان تلک مٹا دوگے

گلبدن ہنستا ہے مجھ رونے کو دیکھ
خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

آیا کیونہ یاد علی بین رہون مدام
روز ازل سے دل ہے مرتضی نگر

شاہ خیبر کشا کی یاد ستی
دل مرا شاہ گڈھ ہوا یارو

یاد کرنے سے گلرخان کے سدا
گلشن آباد دل ہوا میرا

ہے شراب و کباب و فصل بہار
کوئی اسوقت مین پیالا دو

زرگراب مجھ سے زرگری مت کر
بہاؤ نہ بلا شتاب سونے کا

زلف دلبر سے مجھکو سودا ہے
لوگ کہتے ہین تجھکو سودا ہے

یہہ آخر کا شعر میر تقی میر نے نکات الشعرا مین لکھا ہے۔

دردمند۔ محمد فقیہ اودگیری

دردمند تخلص۔ محمد فقیہ نام۔ آپ شرفائے اودگیر سے ہین۔ آپکی ولادت ۱۱۳۶ ہجری مین مقام اودگیر توابع محمد آباد بیدر مین واقع ہوئی۔ آپ صغر سنی مین والد ماجد کے ہمراہ دار الخلافہ شاہجہان آباد مین پہنچے۔ سن شعور کے زمانہ مین علما و فضلا کی خدمت مین کتب متداولہ پڑھنے لگے۔ آپ نے شاہ ولی اللہ نبیرہ شاہ گل وحدت تخلص سرہندی کے ظل عاطفت مین سکونت اختیار کی۔ اور آپکی خدمت بابرکت مین مستفید ہونے لگے شاہ گل آپ کو ہونہار دیکھکے توجہ و دلدہی سے تعلیم فرماتے تھے۔ و تہذیب اخلاق و صفائے باطن کے طرف بہی راغب کرتے تھے۔ آپ استاد شفیق و پیر رہنما کی برکت سے روز بروز درجۂ اوج پر عروج کر رہے تھے۔ کہ آپکے والد ماجد نے دنیائے سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی۔ آپ کو باپ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔

حضرت میرزا جان جانان مظہر قدس سرہ نے آپکو اپنے سایۂ عاطفت مین لیا۔ تربیت و تعلیم کرنے لگے۔ آپ حضرت کی عنایت و تربیت سے مجموعہ کمالات ہوئے۔ اور فن سخن مین بھی درجۂ کمال کو پہنچے۔ شعرا و صوفیہ مین مشہور ہوئے۔ چنانچہ میرزا صاحب آپکے حق مین فرماتے ہین ؎

مظہر مباش غافل از احوال دردمند　　　یعلے ست این کہ در گرہ روزگار نیست

آپ فارسی اردو مین کلام موزون فرماتے ہین آپکا کلام درد آمیز و شوق انگیز ہوتا ہے صاحب دل آپکے کلام کو سنکر وجد و حال مین ستے ہوتے ہین۔ آپکا ساقی نامہ ریختہ مین مشہور ہے۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکھتے ہین کہ فقیر و فقیہ دردمند کے درمیان غائبانہ محبت و اتحاد کا سلسلہ قائم ہے۔ باہم مراسلات کا سلسلہ جاری ہے فی الحال بنگالہ تشریف لیجا گئے ہین۔ ناظم بنگالہ کے پاس رہتے ہین آپکے اشعار فقیر آزاد کو دستیاب ہوئے۔ تم کلامہ۔ تحفۃ الشعرا و گل رعنا کے مولفین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب دیوان تھے آپکا دیوان فی زماننا نادر الوجود ہے۔ آپکا سنہ وفات تحقیقاً معلوم نہین ہوا۔ آپ تقریباً معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۷ھ ہجری مین فوت ہوئے یا ۱۲۰۵ھ ہجری مین۔ مدفن دہلی ہے۔

من اشعارہ الفارسی

بزخم خویش از ان کوہکن نمک پرست	کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز ست
در کوئے می فروش نماند آبروے مرا	لب تشنگی فروخت بدست سبوے مرا
جان یکسانہ دادم و شادم کہ عمر ہا	بودہ است بر مراد تو مرگ آرزوے مرا
از فیض تو اے شافع روز محشر	ہر روز بود عید غدیر دیگر

چون جام بود چشم امیدم در حشر	رباعی	بر دست ساقی حوض کوثر
یکچند عتاب و نازہ ظاہر کردی		وین عمر دوروزہ بار خاطر کردی
بعد از مردن رہت بجا کم افتاد		اول باست انچہ آخر کردی

داغ - لالہ نہالکرن اورنگ آبادی

داغ تخلص - لالہ نہالکرن نام - اورنگ آبادی المولد ہے - لچھمی نرائن چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مین لالہ صاحب سے بتوسل محمد ایوب اورنگ آبادی کے ملا - خوش مزاج ورنگین طبع پایا - خوش صحبت وخوش اخلاق ہین - ملاقات کے بعد وہ بہی میرے غریب خانہ پر آئے - پہر تو فیما بین مین ربط محبت و اتحاد قائم ہوا - وہ میرے پاس آتے تہے - اور مین اُن کے پاس جاتا تہا - لالہ صاحب پہلے رفعت تخلص کرتے تہے - اور اُن کے والد کا تخلص لالہ تہا - مین نے اُن سے بمناسبت لالہ کہا کہ رفعت تخلص مناسب نہین آپ داغ تخلص اختیار کیجئے - داغ لالہ کے مناسب ہے - میرے کہنے سے داغ تخلص اختیار کیا ہے ؎ لالہ را نازم کہ او با داغ میرد بیدر خاک ؛ خاک بادا برسر عشقی کہ یادگار نیست - انتہی کلامہ - داغ نازک خیال وشیرین مقال ہے تازہ تازہ مضامین موزون اور نئے نئے معانی ایجاد کرتا ہے ۱۱۷۵ہجری مین زندہ تہا - سنہ ۱۲ ہجری مین فوت ہوا - آپکا کلام اکثر ریختہ مین دیکہا گیا - فارسی کلام کہین دستیاب نہین ہوا - شاید آپ کو زیادہ دلچسپی ریختہ سے ہوگی -

من اشعارہ الہندی

دوڑتے تجہہ رہ مین میرے منتو اسلے		داغ تا کسی پانون نہین پڑتے مین چہالے

انتظاری سے تیری اے پرکیفیت — دیدۂ نرگس فتّان مین بھرے ہین جالے

بعضے اہل کہتے ہین کہ بجائے پرکیفیت نسرین رخسار اگر کہتا تو خوب ہوتا۔

ہات مت ڈال یہان بالون مین اپنے سر کے — ناگ بیٹھے ہین پٹارے مین پری کے پالے

ولہ

دیکھکر داغ سیہ دست حنائی مین سجن — لالہ رویون کی جہان بیچ ہوے دل کالے

ولہ

دل موج درد سر سے پژمردہ جیون کلی ہے — شاید سخن کے سر پر دستار صندلی ہے

دارا۔ خواجہ بہاء الدین حیدرآبادی

دارا تخلص۔ خواجہ بہاء الدین خان نام۔ عظام جنگ بہادر خطاب۔ آپ خواجہ یسین علیخان بہادر مرحوم کے خلف الصدق ہین مشاہیر امراء حیدرآباد دکن سے ہین۔ سن شعور کے بعد فارسی عربی مین ضروری استعداد و لیاقت حاصل کرکے شعر گوئی کی طرف توجہ کی۔ خواجہ محمد مرتضیٰ خان بقا لکھنوی سے سخن کی اصلاح لینے لگے استاد کی توجہ سے آپکے کلام مین درستی و شستگی آگئی۔ اور آپکی قوت ناطقہ سے بہت جلد کلام پختہ و شائستہ ہوگیا۔ سنہ ہجری مین استاد کا انتقال ہوگیا۔ آپکو سخت رنج و ملال ہوا۔ اسوقت سے آپنے کسی سے اصلاح نہین لی۔ اصلاح کی ضرورت بہی نہین تہی۔ خود ہی زور طبیعت و فکر رسا سے کہتے ہین۔ سنجیدہ و برجستہ کلام ہوتا ہے طرز کلام سے خوبی نمایان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مطبوع ہوگیا ہے فقیر مولف کے دیکھنے مین نہین آیا۔ ہم کو چند اشعار متفرق گلدستون سے ملے ہین ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ اسوقت آپکی عمر قریب چالیس ہوگی۔ شگفتہ جبین و خوش خلق ہین۔ خاندانی شرافت چہرہ سے عیان ہے۔ آپ جناب قدر الدولہ

نور الحسنین صاحب مرحوم کے قرابتداروں مین سے ہین - اللہ تعالے آفات آسمانی سے انکو محفوظ رکہے

من اشعارہ الہندی

فراق مین تیرے یہہ حال ہوگیا دل کا
کہ لوگ روتے ہین سن سنکے ماجرا دلکا

بہرے ہین سینۂ عاشق مین جسم تین کیا کیا
صنم برائے خدا سنئے مدعا دلکا

پہڑک ہی جاتے ہین دلبر شعر دارسے
کلام اسکا پڑہتا ہے وہ بولا دلکا

یون کہوکسدن نکالیگا خار اس پیچ سے
دل ہمارا شانۂ زلف معنبر ہوگیا

تم تو ہو مشہور دارا جہانمین پارسا
دل ہمارا مائل اس کافر پہ کیونکر ہوگیا

نغمہ سرائی وان تو رہی بزم غیر مین
اور یان رہا زبان پہ نالا تمام شب

شب جان پر بنی رہی گیسو کی یاد مین
چہاتی پہ لوٹتا رہا کالا تمام شب

دبیر - لالہ دولہ رائے برہانپوری

دبیر تخلص - دولہ رائے نام - وطن اصلی برہانپور ہے - لالہ خوشحال چند تخلص فرحت کا برادرزادہ ہے - دفتر انشا پردازی کا فرد فرید - وجریدۂ سخن دانی کا دبیر بے نظیر تہا - ناظم و ناثر شاعر خوش کلام تہا - تاریخ دانی مین استاد - تاریخ آصفی نہایت عمدہ تالیف کی - خاندان آصفیہ و امراء عالیہ کا احوال شرح و بسط کے ساتہہ لکہا ہے صاحب گل رعنا مین لکہتا ہے کہ فی الحال یعنی سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین وطن سے اورنگ آباد مین آیا ہے - مجہہ سے ملاقات کی لائق و خوش اخلاق ہے - تم کلامہ -

آخر سنہ ۱۲۳۵ ہجری مین وطن مالوفہ برہانپور مین فوت ہوا -

من اشعارہ الفارسی

نه هر انسان هنر دارد ندارد — نه هر دریا گهر دارد ندارد
میانش را نشانی نیست پیدا — که می گوید کمر دارد ندارد

وله

وقت جولان جنون ست بیابان بدرد — نه فلک تنگ بود وسعت امکان بدرد
می طپد زخمی تیر نگهش بر سر خاک — تیغ ابرو بدوے خنجر مژگان بدوے
سینه ام سوخته داغ تپ دوری دوست — آه سرد بدوے دیدهٔ گریان بدوے

دوست سید خواجہ حیدرآبادی

دوست تخلص۔ سید خواجہ نام۔ آپ سید حیات حیدرآبادی کے فرزند ہیں۔ زیرک و ذکی الطبع ہیں خلیق و شفیق خوش باش و اہل معاش ہیں۔ شعر و شاعری کے میدان میں چست و چالاک ہیں۔ شیخ فدا حسین مشہور لکھنوی کے شاگرد۔ آپکی عمر تقریباً پینتالیس برس کی ہوگی۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپکا دیوان مسمی گلزار حیات مطبوع ہو گیا ہے۔ آپکا کلام مطبوع خاص و عام ہے سلیس و بامحاورہ ہے اللہ تعالی آپ کو صحیح و سالم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

خال مشکیں نہیں اس ابروئے خمدار کے پاس — ڈھال بھی رکھی ہے سفاک نے تلوار کے پاس
قبلہ سے کبھی قبلہ نما ہو نہیں سکتا — پھرتی ہے ادھر آنکھ پھرتے ہیں جدھر آپ
ناصح سنی ہوئیں ہیں جفا کی حکایتیں — جاتا ہے کون کوچۂ جاناں کو چھوڑ کر
منعم عبث ہے دولت دنیا پہ یہ غرور — جاتا ہے ایکدن سر و ساماں کو چھوڑ کر

خوب رخسار و لب لعلین کا نظارہ رہا	ہم حلب ہوتے ہوئے آئے بدخشان کی طرف

ردیف ذال

ذکا۔ میر اولاد محمد خان

ذکا تخلص۔ میر اولاد محمد خان نام۔ میر غلام امام برادر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فرزند ہیں۔ آپکی ولادت ۲۷ رجب سنہ ۱۱۵۱ ہجری میں بلگرام میں واقع ہوئی۔ خود ذکا نے عالم جوانی میں اپنی تاریخ ولادت کہی ؎

روزے کہ نمود بندہ را حق ایجاد — اولاد محمد پدرم نام نہاد

گفتم تاریخ خویشتن را من خود — در ماہ رجب تولد ما رو داد

نشو و نما و ابتدائے تعلیم کے بعد عالم شباب میں سنہ ۱۱۷۳ ہجری میں بلگرام سے اورنگ آباد میں جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت میں آئے۔ جس روز آپ اورنگ آباد میں پہنچے اُس روز غرۂ شعبان سنہ مذکور تھا۔ پانچ برس کامل میر صاحب کے سایۂ عاطفت میں رہے علوم عربیہ و فنون ادبیہ میں کمال استعداد حاصل کرکے عازم بلگرام ہوئے بلگرام میں دو برس گذرے پھر حسب الطلب میر آزاد مع سید امیر حیدر بن میر نور الحسنین بن میر آزاد اورنگ آباد میں آئے۔ نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی خدمت میں باریاب ہوئے منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوئے سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں گل زمین دکن میں رونق افزا تھے۔ اور میر آزاد کی خدمت میں رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مقطع میں فرماتے ہیں ؎

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا	اُستاد ما و قبلۂ ما افتخار ما

جناب میر آزاد نے آپکی خواہش سے تذکرہ خزانہ عامرہ تالیف کیا پچیس تا پنج ماہ محرم سنہ ۱۱۸۲ ہجری مین تقریب سیر عازم حیدرآباد ہوئے۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی جو حیدرآباد مین تہے اون کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے۔

لچھمی نرائن گلرعنا مین لکہتے ہین کہ میر ذکا و میر عزلت و فقیر وغیرہ شعرا کا باہم خوب جلسہ رہتا تہا سب یاران ہمصحبت خوشی و خرمی سے باہم ملتے تہے۔ ایکروز میر عبد الولی عزلت نے آپکے نام پر اعتراض کیا کہ لفظ اولاد کا اطلاق ایک کس ذات پہ درست نہین ہے اولاد محمد کی جگہہ ولد محمد ہونا چاہئے۔ مین نے ایک عرضی میر صاحب کی جناب مین بہیجی اور آپ سے اس امر کی تحقیق طلب کی میر صاحب نے اسکے جواب مین لکہا کہ علم بدیع مین ایک صنعت جسکا نام الحاق الجزئی بالکلی ہے۔ اور یہہ صنعت شرح بدیعیہ ابن حجہ اور انوار الربیع فی انواع البدیع مولفہ سید علی المدنی مین مذکور ہے صنعت کا مطلب یہہ ہے کہ کل کا اطلاق جزء پر تعظیما کرتے ہین اسی قسم سے ہے۔ آیہ کریمہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً اس آیہ مین مفسرین کہتے ہین کہ ابراہیم اکیلا تہا۔ مگر اُمّۃ کا اطلاق اسوجہ سے ہے کہ وہ جملہ صفات خیر پر جامع تہا۔ اور متنبی شاعر ایک شعر مین ممدوح کو باعتبار اوصاف کثیرہ اَنْتَ الْخَلَائِقُ کہتا ہے۔ اور فارسی مین بہی ضرب المثل ہے۔ یک آشنائے بامزہ یک عالم آشنا ہے۔ ایسا ہی اولاد محمد کے نام مین کہ ایک لڑ بمنزلہ اولاد کثیرہ ہے انتہی کلامہ۔ میان عزلت حضرت کا جواب سنکے اعتراض سے باز آئے۔

جناب ذکا شاعر خوش فکر و باریک نظر تہے مجلس سخن کے جلوہ افروز تہے آپکے مضامین رنگین دل فروز تہے آپ حسن خلق کے گلستان شیرین گو تہے

بوستان تھے۔ جوان صالح خوش وضع و خوش طبع مزاج مین خاکساری زیادہ تھی۔ ملنے والون سے نہایت انکساری و عاجزی اور حسن اخلاق سے ملتے تھے۔ عقیل و فہیم تھے۔ سخن فہمی تیز ذہنی مین مشہور تھے۔ تاریخ گوئی مین بے نظیر تھے۔ آخر آپ کی رحلت سنہ بارہ سو ہجری کے اوائل مین باختلاف روایات سنہ ۱۲۰۵ یا سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین ہوئی۔

قدرت اللہ خان قدرت نے نتائج الافکار مین لکھا کہ میر کا سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے اوائل مین فوت ہوئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ الفارسی

نامِ عالم آفرین سرِ حلقۂ عنوانِ ما — وله — تا بسم اللہ خطِ پیشانیٔ دیوانِ ما

دیدہ چون زاہدِ صد سالہ و بستانِ ترا — ؍؍ — دل و جان کرد فدا خواندنِ قرآنِ ترا

خواست از شیوۂ بیداد دہد یاد مرا — ؍؍ — خبرِ قتلِ کسے گفتہ فرستاد مرا

طفلِ صبّا دکہ آستا دفنِ خود شدہ است — رشتۂ بستہ بپاے گذارد مرا

چون خوردہ کہ ہیچ نیاید بکار گل — وله — مال بخیل سود نہ بخشد بخیل را

دارند ضامنی بفلان نو بہار زبان — من ہم ز دل باو گذرانم کفیل را

ہمی گردد میسر رو سفیدی سیاہان را — وله — کہ از سرخی نیاید کسے کلک سیاہی را

تمنا می کند اقلیم دل فرمانروایان را — وله — تسلّم باو بار بار بین ولایت میزبانا ترا

اگر شمشیر خون آشام او بسمل نفرماید — کہ ساز د در دو عالم سرخرو بسمہ و پایا ترا

رقم بر تربتِ فرہاد شیرین کرد یعنی — کہ آفت می رسد از دستِ جو ور و نہ آزمایا ترا

تمنا خاطرِ مجنونِ ہندوستان ہمین دارد — وله — کہ لیلاے عرب آباد سازد محملِ ما را

مپسند در بزم خود هرگاه یار آئینه را	وله	دور نتوانند نمودن از کنار آئینه را
معلوم شد که حسن بود مهربان عشق	وله	هر ذره را بنور کشد در بر آفتاب
پنجه از شوخی بدامانت زدن مقدور نیست	وله	ورنه دست ما ضعیفان اینقدر کم زور نیست
بر شکست دل کمر بستن نمی زیبد ترا	وله	جانم ظرف سفال و چینی فغفور نیست
سایهٔ زلف بتان یارب نصیب او مباد		گل زمین هند را هر کس که گوید خوب نیست
وادی عشق ز اشک و آه هم	وله	طرفه خوش آب و هوا افتاده است
دیده رفتن پروانه میان آتش	وله	حال واسوخته محتاج بیان این همه نیست
در طره ات ز دل بفلک شور میرود	وله	آواز ز نالی شب دور میرود
ز جلاد از برای عبرت بدخواه میبرد	وله	بقربانگاه خونم فی سبیل الله میبرد
الهی اتفاق با او امشب هم افتد	وله	فدای زلف مشکین دل شود هم سر قدم افتد
کار دل مجروح سرانجام توان کرد	وله	قابل و سینه خم دگر انعام توان کرد
همین خیال بدل بار بار می آید	وله	که بی تو زندگی من چکار می آید
چو آن نسیم که از لاله زار می آید	وله	نفس برون ز دل داغدار می آید
از پی برون دل آمده یکدم بباش	وله	باز تقریب چنین کار کجا می افتد
بر سر تربتم از دست مبارک جانان	وله	گل فشاندن چون میسر نشود خاری چند
بدست کج کلاهان چون زمام ما افتد	وله	هزار طشت خرابی ز بام ما افتد
ز لطف طبع ذکا شاد میشوی بالله		بسهو گر گذری از تو بر نگاه ما افتد
چه قدر خانهٔ چشم و دلم بلند افتاده	وله	مباد طفل سرشکم ازین دو منزل افتد
نگاه نرگس مخمور اعتباری نیست	وله	چو رفت نشئه از سر این کرم نخواهد ماند

وله — نمی گوییم که شمعی با چراغ زیر دامان بر / بجائے هر دو خاری بر مزارم ز بیابان بر

وله — کشید آخر مرا هم جذبهٔ گل جانب گلشن / صبا این مژدهٔ دلخواه سوئے عندلیبان بر

وله — خیال یار بدل رنج می کشد صد رنگ / فراخ حوصله عاجز بود ز خانهٔ تنگ

وله — چنین که کشور دل فتح کرده می آید / مسلم است بدانش خطاب نصرت جنگ

وله — گرفت موی سیاه مرا سفید بها / رسید بر سر هندوستان سپاه فرنگ

وله — منت از عیسی نفسان نتوانم برداشت / به که از مرگ کنم چارهٔ بیماری دل

وله — گر رسی تیغ بکف از سر جانان برخیزم / پیش پائے نشینم ز جهان برخیزم

وله — نه من اوج فلک از عالم ایجاد میخواهم / فضائے پشت بامم ز جهان آباد میخواهم

چو قفل بسته گر از نوک سوزن باز میگردد / کشاد کار دل از نشتر فصاد میخواهم

حریف وحشیم چون گردباد در صحرا / غبار هستی موهوم را برباد میخواهم

وله — شبے که یاد تو ای شوخ ماه پاره کنم / برون ز دیده گریبان خود ستاره کنم

وله — سپهر سلطنت و ظل هما بقدر میدانم / ز بینے گر بسر می شود در سایهٔ تاکم

وله — نسیم جانفزا از جانب آن گل نمی آید / نمیدانم چرا از خاطر عاطر فراموشم

وله — چه ضرور بهانه پرور بر رقیب ناز کردن / لب خود ز شکوهٔ من شب وصل باز کردن

وله — تا دمد آب بگل تشنگی روان من و تو / بلبل خلاص ضرورست میان من و تو

وله — تا بسوزد کشتهٔ خود را بداغ تازه / بر مزارم عنبر افروده چراغ تازه

وله — صحبت در دل دگر جا آهسته آهسته / نشست آخر گرسی کار ما آهسته آهسته

زبان تیشهٔ فرهاد شیرین کار میگوید / توان برکند از جا کوه را آهسته آهسته

چو زلف او تمنا از خدائے خود همین دارم / که طالع در شب تارم شود صبح بناگوشی

کجا آن طفل با خیل کبوتر سر کند بازی | وله | که بہر خانه با مرغ دل بے پر کند بازی
با یمنے که برزگر در بر بالائے خود فیلے | | سینه مست جنون با خاک راهش سر کند بازی

من اشعاره الهندی

یاقوت لب سے ہر گھڑی موج تبسم ہین نمایان | بسملونکا خون ہے یا رنگ پان ہیچ کہہ
جنون کے ہات کیا مین کہون دل سخت حیران ہے | وله | گریبان کر چکا ہون لت نذر آگے اب بیدامان ہے
تجہے واجب ہے جانا عرس مین اپنی شہیدون کے | سنا ہون مین کرانکا آج صندل کل چراغان ہے
رہا گر آستان پر آکے مین عقیدت سے | تکلف بر طرف سرکار کا کیا اسمین نقصان ہے
لگے کیونکہ نہ دل کنج قفس مین عندلیبونکا | جہان مین آج کل آباد گر کچہہ ہی تو زندان ہے
نہین لازم ہے دینا ہات سے شیوہ ترحم کا | ہوی واقع ذکا سے کچہہ اگر تقصیر انسان ہے
کہیو آہستہ صبا جاکے تو اک کان کے بیچ | وله | بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ
نہ کچہہ بے طاقتی پر دل لگی ظالم صبح و شام آیا | وله | خدا جانے اسے منظور کیا تہا جو بدام آیا
فغان سے ایکدم تو باغ مین خاموش رہ بلبل | وله | نہین سنتی کہا کیا زور آیا ہے خرابی کا
محبت پیر نجا دل ہر کسو کے | وله | کہ ہے یہہ آشنا سب روبرو کے
رہا برنگ نگین قید نام مین پابند | وله | جہان مین گیا ہو نقش وا گر نشان ہے گیا
ضرر پہنچے اوسکو بیطرح کا آہ بلبل سے | وله | کہو جا گل کو اب پینے کئے سے باز آوے
غم اب تمہارا ہے دل چہوڑ دیو خواہ لیجاو | پہرا اتنا چاہتا ہون پہر خدا یہ دن نہ دکہلاوے
نرم ہو جاویگا آخر ابرونکا پیچ و تاب | تہر کے آتش سے ہر دم ان کمانونکو نہ چہیڑ
کام آوینگے کسی دن صف شکن جانینگے تیرے | خانہ دولت سے اپنے جانون کو نہ چہیڑ
کیون نہ لیوے طالع شہرت خدا مجکو ذکا | عالم ایجاد مین جون کیمیا نایاب ہون

جہان کے میکدے میں آتے دن ہم ساقی ہو — ولہ — زبان پر اُسکے نکلے آبلے جس نے کہ پی ہو
ٹھہرنیکا نہیں دل مرا ہے یار تیرے خمون کے — جو کچھہ کل اُسکے حق میں حکم فرمایا ہے آج ہی ہو
خدا کے واسطے مت چوکنا دل کی نشانی پر — ولہ — بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑی ہے کمان تو نے
مبادا دوست دشمن کچھہ زبان سے اپنی کہہ بیٹھے — ولہ — نہیں ہے خوشنما بیت میں ہندوستان کی
کھلے بندوں نکل آیا تھا گھر سے آج کہتے ہیں — نہ تھا میں مر نہ ہوتا دیکھہ خوبی قد موزون کی
مجھے اُس بیہ گستر کی تواضع یاد آتی ہے — جہان خم دیکھتا ہوں میں چمن میں بید مجنوں کی
بےطرح گل کے جگر کو چاک کرتی ہے شبنم — کھینچتا ہے کسقدر تمسک بی زر کے ساتھ

من چمنستان شعرا

دیوانہ ہو چلا ہوں شہر سے صحرا کو لے کر کو — کبھی ہرگز نکرنا جسکو جو تدبیر آتی ہو
دل ہے بد مجھہ سے دو تنخواہ فرمان کے ساتھ — حیف ہے آقا ہو خوش جان نثار نوکر کے ساتھ
چاہتا ہوں میں کہ دیوں جیو شمع حال اپنی کہتیں — جیہی کچھہ ہے زندگی گذری ہے ورد مسرت کے ساتھ
رو پتھر جسکے لگتے ہو جا سہرن نکل آوے — نہان کہاں ہو تیر حق میں سنگ آستان تو نے
خدا کیواسطے مت چوکنا دل کی نشانی کو — بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑے ہے کمان تو نے
ذکا فرما نہ پھر کسی امیر میں بعید بندہ ہے — مگر اس سخن کا کرلیا ہے امتحان تو نے

ذکا ۔ دوارکا پرشاد فتحپوری

ذکا تخلص ۔ دوارکا پرشاد نام ۔ آپکا وطن فتحپور ہسوہ ہے ۔ آپکے آبا و اجداد سرکار انگریزی میں خدمات لائقہ پر ممتاز رہے ہیں ۔ آپ انگریزی فارسی میں لائق ہیں ۔ ذکی الطبع اور خوش فکر ہیں ۔ مزاج میں بردباری خاکساری ہے ۔ ہر خاص و عام سے

نہایت نرمی و فروتنی سے ملتے ہین۔ ملنے والون کو آپ کی ملاقات سے حظ و لطف آتا ہے۔ انسانیت و آدمیت کی مصداق ہین۔ فی الحال آپکی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی۔ آپ سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین ہند سے حیدر آباد دکن مین وارد ہوئے مطبع ہزار داستان کے اڈیٹر ہوئے۔ جب تک آپ مطبع مین رہے اخبار رونق پر تہا۔ عمدہ عمدہ مضامین آپکے طبعزاد مطبوع ہوتے تہے۔ ناظرین حظ و لطف اٹہاتے تہے۔ پہر کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ آپ مطبع سے علیحدہ ہوگئے۔ آپکے جدا ہونے کے بعد اخبار بہی موقوف ہوگیا۔ گویا آپ اخبار کی زندگی کا باعث تہے۔ اب ہمکو معلوم نہین کہ آپ یہان ہین یا وطن مالوفہ گئے۔ آدمی لائق ہین جہان ہین اللہ تعالی اُن کو خوش رکہے۔ آپ شاعری مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ آپکا کلام رنگین و شیرین ہے۔

من اشعارہ الہندی

بے رنگ گل ہے رشک گلستان کو دیکھکر — سکتے مین ہم رہے قد جانانکو دیکھکر
یہہ چار دن بہار کے ہین پہر ہی خزان — اترا نہ عندلیب گلستان کو دیکھکر
سکتا اگر ہمین ہے تو اسکا عجب نہین — حیران ہے آئینہ رخ جانان کو دیکھکر
گہبرائے کیون ہو دلمین جو کرتا ہون بند مین — یوسف کو خوف کچہہ نہو زندان کو دیکھکر

ولہ

وہان تو غیر سے شغل شراب ہتا ہے — تب الم سے یہان دل کباب ہتا ہے
شب وصال بہی باقی نہین ہے لذت وصل — ادہر حجاب ادہر اضطراب ہتا ہے

ذکا۔ محمد حبیب اللہ مدراسی

ذکا تخلص محمد حبیب اللہ نام۔ آپ مدراسی الاصل ہین۔ آپکا مسقط الراس بلدہ مدراس ہے

آپکی ولادت ۱۲۴۴ھ ہجری مین ہوئی - نشو و نما کے زمانہ مین اعزہ و اقارب آپکی
صورت و سیرت کو دیکھکے کہتے کہ یہہ لڑکا ہونہار ہے - آپکے چہرے مہرے سے ہوشمندی
و چستی بیباکی و چالاکی عیان ہوتی تہی - واقع مین جسطرح آپکو قیافہ سے گمان
کرتے تہے - اُسیطرح برآمد ہوئے - اعزہ کا گمان یقین کے مرتبہ کو پہنچا - آپنے
سن شعور کے زمانہ مین مدارس کے علما سے فارسی و عربی مین کتب متداولہ ختم کین
عربی مین بقدر ضرورت استعداد رکہتے تہے - فارسی کے منشی بےمثل تہے - آپکی فارسی
اہل زبان کی طرح بامحاورہ تہی - تلفظ و لہجہ مین خاص اہل پارس معلوم ہوتے تہے -
آپکی تحریر فاضلانہ بامحاورہ ہوتی تہی - نظم و نثر خوب لکہتے تہے - شاعری مین
استاد سخن مانے جاتے تہے - ابتدائے شاعری مین سید مہدی ثاقب سے اصلاح لیتے
تہے - ثاقب کے بعد اپنا کلام سید مرتضی بینش کو دکہلاتے تہے - جب حیدرآباد مین
آئے حافظ میر شمس الدین فیض سے مشورہ لیتے رہے - آخر مین میرزا اسد خان غالب
دہلوی کی خدمت مین اپنا کلام بہیجتے تہے - اور اصلاح کلام کے مستدعی ہوتے تہے -
غالب آپکی لیاقت و شاعری کی تعریف کرتا تہا - آپکے کلام دلاویز و نزاکت آمیز کو
دیکہکے بہی جیتا تہا - آپ بزگو تہے - ہجو کہنے مین فرد فرید تہے - جب کسی امیر یا فقیر سے
ناخوش ہوتے تو فوراً اُسکی ہجو کہدیتے - کسی سے خوف و خطر نہین کرتے تہے - آپ
ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے - محفل احباب مین آفتاب کی طرح جلوہ افروز رہتے تہے
آپ کی ذات سے محفل کو رونق ہوتی تہی - آپکا کلام بامحاورہ ہے - قدما کے کلام سے
مساوی ہوتا ہے - آپکی لیاقت و استعداد کا اندازہ کلام سے ہوتا ہے - آپکی نظم و نثر اگر
دیکہنا مطلوب ہے تو خزائن و جواہر مین دیکہو - اسی کتاب کی تقریظ خود غالب نے

لکھی ہے۔ آپکا کلام سامعین کے دلوں پر جادو کا اثر کرتا ہے۔ آپ ۱۲۷۲ سنہ ہجری مین
مدراس سے شہر حیدرآباد مین آئے۔ تلاش معاش مین ہمہ تن مصروف ہوئے۔ منشی خانہ مین
مددگار ہوئے۔ پھر صدر محاسب کی خدمت مین ہیڈ منشی ہوئے۔ بعد ازان نواب سالار جنگ بہادر
کی جاگیرات مین عامل ہوئے۔ آخر عمر مین ناگر کرنول کے سوم تعلقدار ہوکے گئے۔
اسیطرح درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ آخر آپنے ۱۲۹۱ سنہ ہجری مین اس دار ناپائدار سے
عالم بقا رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکی ظرافت وخوش طبعی و بذلہ سنجی
و ہجوگوئی دکن مین مشہور ہے۔ آپکے اشعار ہجویہ اکثر زبان زد عوام وخواص ہین
مین اس قسم کے اشعار کو بلحاظ ادب و تہذیب کتاب مین نقل کرنا پسند نہین کرتا ہون
اور اپنی زبان کو فضول و لغویات سے آلودہ کرنا مکروہ جانتا ہون۔ آپکے دو صاحبزادے
یادگار پدر بزرگوار ہین۔ ایک مولوی محمد میران صاحب دوم مولوی محمد اسد اللہ صاحب
دونون بزرگ لائق وفائق ہین۔ ہر ایک عربی وفارسی مین مہارت کاملہ رکھتا ہے
اور ہر ایک کی طبیعت شعر وشاعری موزونی کے ساتھ مناسب ہے کبھی کبھی موزون
فرماتے ہین۔ دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد میران صاحب سے
مجکو نیاز حاصل ہے۔ خوش خلق ومحبت پرور ہین۔ اکثر اوقات غریب خانہ پر تشریف لاتے
تھے اور ملاقات سے مسرور کرتے تھے۔ زمانہ دراز گذرا کہ ملاقات نہین ہوئی۔ دونون بھائی
صدر دفتر محاسبی مین ملازم ہین۔ مین نے سنا کہ مولوی میران صاحب ملازمت سے الگ ہوگئے
ہین اور وظیفہ پارہے ہین۔ دونو بھائی نکوکار خدمت گزار سرکار ہین۔
اب مین حضرت ذکا کے بوارق طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ اسوقت میرے پاس
آپکا دیوان موجود نہین ہے لیکن گلدستون ومختصر تذکرون سے ماخوذ کرکے نقل کرتا ہون

تاکہ میرا تذکرہ صاحب ترجمہ کے کلام سے خالی نہ رہے۔

من اشعارہ الفارسی

زکوے او وہمت قاصد انشانے چند — ہمی تپند بہر گوشہ نیم جانے چند
نشستہ اند بکوہیت بلاکشانے چند — کہ میکشند بجائے نفس فغانے چند
دماغ کار ندارم بعشق ورنہ ز کا — زورود دل بکنم طرح آسمانے چند

ولہ

دل برد کہ برد دستان برد — دل بود از آن او از ان برد
ہجران تو طاقت و توان برد — فریاد کہ نالۂ فغان برد
دست تو زہر کہ خواست جان برد — از دست تو جان نمی توان برد
صبر و دل و دین کہ جمع کردیم — عشقت آمد یگان یگان برد
دل در خور نقد بوسہ اش بود — صد حیف کہ این نداد و آن برد

ولہ

غم نیست گزدیدہ دشمن فتادہ ام — گوئی کہ من بقصد فتادن فتادہ ام
برخاستن بہ جشم ہم آسان نبودہ است — با این فتادنے کہ ز کا من فتادہ ام

ولہ

نہ پائے آن کہ بکوئیت سفر توان کردن — نہ رائے اینکہ از ان در گذر توان کردن
خدا نکردہ خدا گر شوی چہ خواہی کرد — از آن ستمے کہ زقہرت حذر توان کردن

ولہ

میخورم سیلئے دربان کسے — می برم نالہ بر ایوان کسے

ذہنی - ملا حیدر کاشانی

ذہنی تخلص۔ ملا حیدر نام۔ کاشانی الاصل ہے۔ سید شریف النسب جامع علم و ادب شاعر خوش فکر و شیرین کلام تھا۔ وطن مالوفہ سے بطور سیر ہندوستان میں

بیجاپور دکن مین علی عادل شاہ کے زمانہ مین آیا بادشاہ کی قدردانی سے اہل مناصب مین مقرر ہوا۔ مدت العمر عادل شاہ کی ملازمت مین رہا۔ بیجاپور کو وطن بنا لیا تھا ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام پاتا رہا۔ قماربازی مین ہمہ تن مصروف رہتا تھا تمام اپنے ذاتی سرمایہ کو اسی قماربازی مین برباد کر دیا۔ باوجود منصب و آمدنی انعام و صلہ مفلس و تہیدست رہتا تھا۔ آخر بیجاپور ہی مین فوت ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات نہین لکھا۔ ہرچند کہ تذکرون مین تلاش کیا گیا پتا نہین ملا۔ اب چند اشعار جو دستیاب ہوئے مین گزارش کرتا ہون۔ **ھو ھذہ**

غم چہ شد سایہ فلک سایہ نشین من بودم دست در دامان شوق فنی زن گریبانی بدر	ہر کجا پائے ستم رفت زمین من بودم خجلت عشق ست بے چاک گریبان بستن

ذہین ۔ روپ نرائن

ذہین تخلص ۔ روپ نرائن نام۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کا حقیقی بھائی ہے۔ چوتھی تاریخ جمادی الاولی سنہ ۱۱۹۲ ہجری شہر اورنگ آباد مین پیدا ہوا۔ نشو ونما کے بعد شہر مین علما و فضلا کی صحبت مین تعلیم پائی۔ فارسی عربی مین لیاقت پیدا کی موزون الطبع تھا شاعری کا شوق دلمین پرجوش تھا۔ شعر کی مشق شروع کی حضرت آزاد و میر دکا سے اصلاح لینے لگا۔ رفتہ رفتہ ترقی کی۔ امیر الممالک آصف الدولہ مرحوم نے منصب سے سرفراز فرمایا۔ صیغۂ منصب مین دولے چنا نام سے مشہور ہوا آخر سنہ ۱۲۲۳ ہجری مین فوت ہوا۔ **من اشعارہ**

چو دستش کند رنگین حنا آہستہ آہستہ	کند پرواز رنگ از روئے ما آہستہ آہستہ

خداوندا اگر بیمار شد از دوری این رہ
ہمچو قمری در جہان شاد بیم ما
یاد ما تصویر جانان می کشد

ولہ

چہرۂ زیبائے یار خویش شب دیدم بخواب
اشتیاق دیدن رویت جگر خون کرد و است
انتظارت میکشد امشب ہمین از جان و دل
افسوس از دولت دیدار تو دورم

گر از کویش رسد باد صبا آہستہ آہستہ
با وجود طوق آزادیم ما
عشق می داند کہ بہزادیم ما

ولہ

صبحدم چون چشم وا کردم برآمد آفتاب
اے بفرمانت روم یکدم برون آ از نقاب
گر تو فرمائی کرم بہتر بود اے ماہتاب
تقدیر چنین بود قضا را چہ کند کس

حرف الراء المہملہ

رازی میر عسکری المخاطب بعاقل خان خوافی

رازی تخلص۔ میر عسکری نام عاقل خان خطاب۔ سادات خواف و عالمگیری امراسے ہیں بادشاہی عنایت سے دلی کی صوبہ داری پر متفرد و ممتاز تھا۔ دیر تک خدمت صوبہ داری پر مامور رہا۔ عمدہ طرح سے انتظام کرتا تھا۔ خوش مزاج و خلیق تھا۔ امیر دادگستر و رعیت پرور تھا۔ صوفی المشرب و زندہ دل تھا۔ خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ مرزا بیدل نے رازی کی صحبت میں تمام سامان تصوف حاصل کیا۔ مرزا جب شعر پڑھتا تھا تب رازی احسنت و تحسین کرتا تھا۔ مرزا اٹھکر تسلیم بجا لاتا تھا۔ یہہ تسلیم از روئے بزرگی تھی نہ بوجہ امارت رازی انتہی کلامہ۔

رازی برہانپور میں آیا اور حضرت شیخ برہان الدین شطاری راز الہی برہانپوری المتوفی ۵ ماہ شعبان سنہ ۱۰۸۳ ہجری کا مرید ہوا۔ مرشد کے نام کی مناسبت سے رازی تخلص

اختیار کیا۔ موزون الطبع و خوش فکر و خوش خیال و صاحب تصانیف تھا۔ ثمرات الحیات ملفوظات شیخ کو جمع کیا۔ مثنوی مہر و ماہ ہم وزن مثنوی مولانا روم۔ و رسالہ امواج خوبی و قصہ راجہ رتن سین پدماوت مسمی شمع و پروانہ و مثنوی عشق راجہ منوہر۔ آخر ۱۱۰۸ ہجری دہلی میں فوت ہوا۔ میرزا بیدل نے ایک غزل رازی کے مرثیہ میں لکھی غزل کے ہر ایک مصرع سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ بہارستان کے مولف نے تاریخ وفات ۱۱۰۷ ہجری لکھی۔ اول روایت صحیح ہے ثانی کو سہو کاتب پر محمول سمجھنا چاہیئے۔

وائے پیوند سخن سنجان نماند   تکیہ گاہ صاحب عرفان نماند
مجمع استاد بے شیرازہ ماند   ہمدے جمجاہ عاقلخان نماند

من اشعارہ الفارسی از مثنوی شمع پروانہ

رازہا در جہان بروے زمین   نے رتن ماند و نے علاء الدین
نی پدم ماند نے جمال پدم   برد با خود رتن خیال پدم
لیکن از عشق داستانے ماند   زان وفا پیشگان نشانے چند
اے بسا چون رتن بہندوستان   آمد و رفت نیست نام و نشان
ہشتصد سال شد ز عشق رتن   لیکن این روستان نگشت کہن
در ہمہ حال نغمہ عشاق   سخت پیچیدہ است در نہ طاق
بلکہ نہ طاق پردۂ عشق ست   زانکہ بنیاد کردۂ عشق است

من مثنوی عشق منوہر

زان کردم من این ہنگامہ بنیاد   کہ دل شاگرد بود و عشق استاد
ز لوح ہندوی این نسخہ راز   بنقش فارسی شد جلوہ پرداز

شنیدم نالهٔ چند از دل ریش — بود در عهدهٔ هندی کم و بیش
نباشد این مثل پوشیده از عقل — که کفرے نیست هرگز کفر را نقل
اگر نیک و بد آورده‌ام فراهم — نه در گلبن گل و خارست باهم
گلم وردست یاران باد دسته — بجانم باد خارمن شکسته
ز طبعم راست گر خارست و گر گل — بباغ خویش گو یا نم چو بلبل
تنها نشسته‌ایم و طلبگار چون خودیم — وله — مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته‌ایم

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ رازی صاحب ترجمہ کے اشعار پر کلمات الشعرا کا مولف افضل خان اکثر اعتراضات کرتا ہے۔ بلکہ بعض اشعار مین کمی بیشی کرکے درست کر دیتا ہے چنانچہ رازی کے شعر کو ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ٭ ہجر کہ دشوار بود آہ چہ آسان گرفت ٭ سرخوش اسطرح درست کرتا ہے ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ٭ ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت ٭ انتہی کلامہ

شمع انجمن کے مولف نے لکہا کہ میر عسکری سادات خواف و عمدہ خوانین عالمگیری سے تہا۔ عالمگیر کے شاہزادگی کے زمانہ مین ایک خاص پرستار فوت ہوئی تہی۔ متوفیہ کی جدائی کا شاہزادہ کے دل پر سخت صدمہ گذر رہا تہا۔ پس شاہزادہ اس غم و گداز مین دوسرے دن شکار کے لئے برآمد ہوا۔ رازی صاحب ترجمہ نے خلوت مین عرض کیا کہ باوجود رنج و ملال شکار کو جانا کیا حکمت ہے۔ شاہزادہ نے اس بیت کی طرف اشارہ کیا ؎

نالہاے خانگی دل را تسلی بخش نیست — در بیابان می توان فریاد خاطر خواہ کرد

اُسیوقت عاقل خان نے اپنی طبع زاد یہہ بیت پڑہی۔

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود — ہجر تو دشوار بود یار چہ آسان گرفت

بیت کے سننے سے بادشاہ کے دل مین بہت رقت ہوئی۔ چند مرتبہ بیت کو پڑھوا کے سنا اور یاد کر لیا۔ اور پوچھا کہ یہہ کسکی طبع زاد ہے۔ عرض کیا کہ یہہ ایسے شخص کی ہے کہ وہ حضور کے سامنے شاعری کے نام سے مشہور ہونا پسند نہین کرتا ہے مسکرایا۔ اور رازی کی تربیت و ترقی کو مدنظر رکھا چند ہی روز مین منصب چارہزاری کو پہنچا دیا۔ سفر دکن کے وقت صوبہ داری شاہجہان آباد پر مامور فرمایا۔

آپکا دیوان شگوفہاے معانی دلنشین و گلہاے مضامین رنگین سے نمونہ گلزار پر بہار ہے ہر ایک شعر لطافت و نزاکت سے خالی نہین ہے۔ فصاحت و بلاغت مین ڈوبا ہوا ہے کہین عاشق کا سوز و گداز ہے۔ کہین معشوق کا ناز و انداز ہے۔ کہین صوفیاے کرام کا وجد و حال ہے۔ کہین وحدت الوجود و ماہیت ہویت کی قیل و قال ہے۔ آپکے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صوفی المشرب تھے۔ آپکو خاص فن تصوف سے دلچسپی تھی۔ درویش پرست و فقرا دوست تھے۔ اکثر طلبہ آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔ آپ طلبہ کے ساتھہ حسن سلوک فرماتے تھے۔ آپکو شعر و شاعری و مذاکرہ علمی سے دلاویزی تھی۔ بناء علیہ آپکے پاس علما و شعرا کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ شعرا و علما کے انجمن کے آفتاب روشن تھے۔ اور تمام شعرا و علما بھی آپکی محفل کی رونق تھے۔ آپکے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ اسقدر بیشمار ہین کہ زبان قلم و قلم زبان سے ادا کرنا محال ہے۔ اب مین آپکے بوارق طبع کو بطور نمونہ گذارش کرتا ہون تاکہ ناظرین مطالعہ معنوی سے محروم نرہین

من اشعاره الفارسی

خشک کنم ز سوز دل دیدهٔ اشکبار را ••• چند در آب افگنم آئینهٔ نگار را
قبلهٔ مست میکند خانهٔ میفروش را ••• آنکه بکعبه می برد سالک هوشیار را

چند غم جهان خوری دل چه نهی برین چمن ۔ باد خزان در پی ست جلوهٔ این بهار را
بست گره ز خون دل نافهٔ آهوی یمن ۔ تا بگشاد آن غزال طرهٔ مشکبار را

وله

مست جام نیست دل جرعه نوش ما ۔ مستی ماست از نگهٔ می فروش ما

وله

سر چو کشیدم ز جیب عشق گرفت ۔ پا چو کشادم ز بند راه بیابان گرفت
هر که بکف جام دید دولت جمشید یافت ۔ هر که ز دنیا گذشت ملک سلیمان گرفت

وله

سالها شد که دلم معتکف روی تو بود ۔ روی چون قبله‌نما از همه سو سوی تو بود
در جهان هیچ دل از وسوسه آزاد نماند ۔ مگر آن دل که اسیر خم گیسوی تو بود
هر گل تازه که بشگفت سحر رنگ تو داشت ۔ غنچهٔ نافه چو بشگفت پر از بوی تو بود
سامری کیست که جان در تن گوساله دهد ۔ ساحری چیست همه فتنهٔ جادوی تو بود
کشتهٔ غمزهٔ تو نیست همین راز و بس ۔ بس مسلمان بتیغم کشته هندوی تو بود

وله

ای حسن ترا هر دم صد جلوه نقاب اندر ۔ صد موج زند دریا هر لحظه حباب اندر
درد تو مرا در سر چون روح بود در تن ۔ سوز تو در اشک من چون بوی گلاب اندر
تا زلف ترا دیدم در دست صبا پیچان ۔ می پیچم و می کاهم چون رشتهٔ تاب اندر
احوال دل رازی گفتند درین مصرع ۔ در کار هم و بیکار هم چون مه بحجاب اندر

وله

عشق از معموره میخواند بویرانی مرا ۔ عاشق ویرانه کرد این گنج پنهانی مرا
من همی سازم بتو هرچند میسوزی دلم ۔ دل همی رنجد ز تو هرچند رنجانی مرا
از نظر پنهانی و درد تو در دل آشکار ۔ آشکارا می کند این درد پنهانی مرا

راز - میر میران اصفہانی اورنگ آبادی

راز تخلص ۔ میر میران نام ۔ آپ علی مردان خان اصفہانی کے خلف الصدق ہیں

سلطان حسین مرزا شاہ ایران کے طرف سے فرخ سیر والی ہند کی خدمت مین ایلچی ہوکر آئے۔ مراتب اعلی پر پہنچے۔ چند روز دلی مین رہے پھر نواب آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت مین دکن مین وارد ہوئے۔ نواب صاحب نے آپکی بڑی قدردانی کی۔ منصب و خطاب سے سرفراز فرمایا آپ نواب صاحب کے سایۂ عاطفت مین زندگی نہایت خوشحالی و فارغبالی سے بسر کرتے رہے۔ دکن کے امرا مین معزز و مکرم تھے۔ پھر تمام شہر اورنگ آباد کے داروغہ ہوئے۔ تا زندگی نواب صاحب بدستور کام پر مامور فرماتے رہے۔ نواب آصفجاہ کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ عاقبۃ الامر نواب سراج الدولہ بہادر حاکم ارکاٹ نے آپکو بلایا۔ آپ انکار کرتے رہے مگر نواب کے اصرار سے ارکاٹ کی طرف عازم ہوئے۔ یکایک اجل پہنچ گئی چھبیس ۲۶ تاریخ ربیع الاول ١١٨٠ھ مچھلی بندر مین جہان فانی سے عالم بقا کیطرف روانہ ہوئے آپکی نعش مچھلی بندر سے اورنگ آباد لائے۔ بیرون شہر آپکے باغ خاص مین دفن کئے گئے لچھمی نراین نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے ؎

نوازش خان را زان نکتہ پرداز   چو نام خود ازین عالم نہان شد
طلب کردم ز ہاتف سال تاریخ   ندا آمد کہ گلگشت جہان رفت

گل رعنا مین لچھمی نراین لکھتے ہین کہ آپ سخن سنج و شعر فہم تھے۔ آپ نے ایکروز غائبانہ نواب خاندوران خان بہادر سالار جنگ کی مجلس مین فقیر کی اس بیت پر ؎

رسید بادشان را نوید خوشحالی   کہ آمد ابر سیہ مد ظلہ العالی

اعتراض کیا کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے بلکہ ابر سفید ترشح کرتا ہے۔ شراب خوار ابر سفید کو چاہتے ہین کہ اس سے ترشح ہوتا ہے اور یہی انکا مقصود ہے۔ پس لفظ ابر سیہ شراب خواروں کی خواہش کے مخالف ہے۔ اور ابر سیاہ کی سند چاہی۔ فقیر نے

کلام سے۔ انتہی کلامہ۔ جب اس اعتراض کی خبر مجکو معلوم ہوئی۔ مین نے جواب مین لکھا۔ ابرکو لفظ سیہ سے مقید کرنا بلحاظ رعایت مناسبت طل ہے۔ اور جو لوگ اسبات کے قائل ہین کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے محض غلط ہے۔ دیکھو سکندرنامہ مین نظامی گنجوی لکھتا ہے ؎ بہنگام سختی مشو نا امید۔ کہ ابر سیہ بارد آب سفید۔ از مرزا صائب

طاعت کند رشک ندامت گناہ را ‏ ‏ ‏ ریزش سفید می کند ابر سیاہ را

صائب کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابر سفید نہین برستا ہے۔ ؎

گرچہ می گویند باران نیست در ابر سفید ‏ ‏ ‏ از طراوت می چکد از پرتو مہتاب آب

یہہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے کہ ابر سیاہ شعرا کے نزدیک برسنے کے خلاف مزاج ہے۔ بلکہ شعرا بجواز مطلق ابر کے خواہان ہوتے ہین سفید ہو یا سیاہ + انتہی ما فی گل رعنا۔

آپ خوش مزاج و لائق تھے۔ اشعار موزون کرتے تھے مگر اصلاح طلب ہوتے تھے۔ لیاقت سے زیادہ کے مدعی تھے تا بزندگی اصلاح نہین لی۔ میر آزاد بلگرامی کے دوستون مین سے تھے راز کے فوت ہونیکے بعد چند اجزا جنمین راز کے اشعار تھے میر صاحب کو ملے میر صاحب نے اکثر اشعار کو قلم اصلاح سے درست کر دیئے۔ مرحوم کی محبت و آشنائی کا حق مرنیکے بعد ادا فرمایا۔ اور ریختہ مین کہتے تھے۔ ریختہ مین تخلص یہبد کرتے تھے۔ مگر بہت ہی کم کہتے تھے

من اشعاره الفارسی

صفحهٔ آئینه دارد هر نفس نیرنگها ‏ ‏ ‏ بسکه می بارد ز رخ او از نزاکت رنگها

آرد اگر بآئینه رو خود پرست ‏ ‏ ‏ داند درست حال دل پرشکست ما

زخاک کربلا پوشان لباس ناخن می یابد ‏ ‏ ‏ برنگ رشتهٔ تسبیح چشم ناتوانم را

ای عزیزان نقد جان حاضر کنید ‏ ‏ ‏ یوسفی در کاروان داریم ما

نگر آید برون از کان حیا امشب	وله	که چون آئینه لبریزست از حیرت هوا امشب
بدانکه روز و شب بجهان وا رسیده است	وله	فانوس آسمان چو تو شمعی ندیده است
باد صبا شمرده بکویش قدم گذار	وله	انجا ز طبع گل دل هر خار نازک است
اگرچه روز مرا تیره ساخت گیسویت	وله	تمام عمر خودش همچو من پریشان است
عقیق دل چو مرا گشت مهر نام علی		هزار بار به از خاتم سلیمان است
صبح بی گل رو شنوا ای داغ گل سرخ	وله	خار گردید بچشم همه باغ گل سرخ
فصل گل شد بچمن چشم تو بلبل روشن		که برافروخته شد باز چراغ گل سرخ
بکوی یار ندانم چسان رسیده شود	وله	مگر چو اشک براهش ز سر دویده شود
ز گریه های بافراط خویش می ترسم		مبادا در قفس داغ تو آب دیده شود
اگر از پرده آن شور قیامت سر برون آرد	وله	ز محشر بیشتر هنگامه محشر برون آرد
ز غفلت عمرها باشد که با عشرت هم آغوشم	وله	بیا ای غم که گرد و بستر راحت فراموشم
از سوز نوای شمع بتان سوخت داغم	وله	بر گیر ز خاکستر پروانه سراغم
چون کمان رفته ام بقربانت	وله	وقت پیری جوانی کردم
تا خیال قامت آن سرو رعنا کرده ایم	وله	عالمی بالا بزیر پا تماشا کرده ایم
غیر نرگس کی برون آید گلی از خاک ما		بسکه یاد ساغر آن چشم شهلا بوده ایم
بسکه برداشت لاله داغ زمین		گشت هر لاله باغ باغ زمین
چنین که روز من از داغ هجر تیره تر است		بهجر تو گذرد شام من چسان بی تو
سحر یاد شوق را ابروی طاقت قبله گاه		دیده قربانیان را کوی نازت عیدگاه
کنم من توان صیدی بدام غم گرفتاری		بدر رو داغ شادی حیات خویش بیزاری

رباعی

خواہد ببزم یار اگر جا کند کسے — مانند شمع گریہ شبہا کند کسے
آنرا کہ خیال زلف خوبان باشد — روز شب و ہمیشہ یکسان باشد
آشفتگیش چو مو بود عین مراد — از جمع شدن دلش پریشان باشد

لچھمی نراین صاحب اورنگ آبادی چمنستان شعرا مین لکھتے ہین کہ جناب نواب میر میران المخاطب بنوازش خان۔ فارسی ہندی دونون زبان مین شعرگوئی کرتے ہین۔ میر تقی میر نے لکھا کہ آپکا تخلص بیہدہ ہے۔ اور فتح علیخان نے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ آپکا تخلص میر میران ہے۔ فقیر کو شک واقع ہوا۔ رفع شک کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین ایک رقعہ بھیجا۔ اور نواب صاحب نے جواب بھیجا۔

جواب رقعہ۔ کہ اینجانب را صاحب سخنان خواہی نخواہی داخل ریختہ گویان نمودہ و حالانکہ این بے بہرہ را اصلاً بہرہ در این فن نیست۔ دست روزگار نام این گمنام سید عبد الحسین است والد مرحوم نظر برادر ناظم ملقب بمیر میران نمودہ۔ تخلص فارسی چون راز قرار یافتہ۔ لہذا دو سہ بیتے کہ بعنوان ریختہ موزون شدہ بود در تخلص بیہدہ ترقیم یافت و میر تقی بہر دو بیت کہ نوشتہ اند از صحبت ا۔ خود نوشتہ اند کہ تذکرہ را چمنستان شعرا موسوم نمودہ ام انصاف باید نمود کہ کار خار در چمنستان ہست یا نہ اگر ہست اشعار مرا باید داخل نمود۔ و اگر نیست خیر انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

دیکھی صبا نے شاہد گلرو کا مسکرانا — ولہ — سیکھی ہے ان لبان سے گل کی کلی کہلانا
دیکھا ہے دل نے جب سے بادام سی نین کا — ولہ — ہر صبح و شام کرنا شکر انہیکا دوگانا
کوئی گر زلف تیری خواب مین یک شب دیکھے — ولہ — اُس بیچارہ کی سبہی عمر پریشان گذری

ملاحت جب سخن کی تجہ لب پر شور سین ٹپکی — بجائے می نمک سرو دانۂ انگور سے ٹپکی
لگی تجہ شعلہ خو کا تیر کاری جسکو اے ظالم — بجائی خون شہر زخم کے ناسور سین ٹپکی

ولہ

از سر کو تو جانا سمجھے جانا مشکل — جاؤن تو خود سے مگر جان پہر نا مشکل

ولہ

چڑہا کس مرتبہ پر حکمین منصور — یہہ ملک عشق کی سرداریان ہین
گرا کنا تجلی کا تم یہ نہ سمجہو — جنون کی شوق کے گلکاریان ہین
تمامی عمر دل بیکل رہا ہے — یہ بیچارہ دکہون مین پل رہا ہے
پہری اس داغ دلکو دیکہہ لالہ — دل و پروانہ درسے کر جل رہا ہے
آہ گر باغ مین وہ سرو خرامان گذرے — اشک قمری کا گلستان مین طوفان گذرے
شیشۂ آتش غم تیز دروں مین مرے — ناوک ناز تیرا دلبستی سوزان گذرے

رنگین ۔ نورالدین علیخان

رنگین تخلص ۔ نورالدین علیخان نام ۔ آپ ضیاء الدین حسین خان صاحب الصدر دکن کے صاحبزادہ تہے ۔ اور قاضی کریم الدینخان قاضی بلدہ اورنگ آباد کے داماد تہے آپکے والد ماجد کو صدارت کے سوائے سرکار بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خانسامانی کی خدمت بہی تہی ۔ آپ نہایت لائق و مستعد تہے ۔ والد کے فوت ہونیکے بعد اضافہ منصب اور خطاب ضیاء الدین حسین خانی سے سرفراز و ممتاز تہے شاعر رنگین طبع ظریف المزاج تہے ۔ نہایت ستودہ عادت تہے ۔ حریفان ہم مشرب یاران ہم مذہب سے خوش اخلاقی و نرمی سے ملتے تہے ۔ عزیز دل تہے ۔ ذکی الطبع و تیز فہم تہے ۔ شعر گوئی مین عمدہ مہارت و لیاقت رکہتے تہے ۔ آپکے

اشعار رنگین سے تازہ تازہ مضامین عیان نظر آتے ہین۔ دیکھنے اور سننے سے لطف آتا ہے آپکا انتقال ۱۱۷۲ھ ہجری مین ہوا۔

من اشعاره الفارسی

چه شد دورم خبرهائے تو ای قاصد رسید اینجا
زما مپرس حال گریبان و آستین
کم کرده ام یاد خطش دست و پای خویش
هم رعشه دست رد هوش گشت و هم نفس
افشان مجنون دل شده رنگین قبائی ما

وله

تو با آئینه گشتی گرم صحبت دل طپید اینجا
داریم هم و دیده گریان و آستین
داریم گل شگفته بدامان و آستین
سیرابیم این نگس نگس آن آستین
از ما مپرس حال گریبان و آستین

انجمی نے اپنی چمنستان شعرا مین لکھتا ہے کہ رنگین کی طبیعت غزل گوئی کے ساتھہ مناسب نہین تھی۔ مثنوی مین صاحب کمال تھا۔ روضۃ الشہدا کو بطور وقائع نظم کرنے نہین پایا کہ عین عالم شباب مین ۱۱۷۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ میر عبد القادر مہربان اورنگ آبادی نے تاریخ وفات لکھی ہے

از جہان رفت خان رنگینی — نتوان یافت مرزائی چنین
سال فوتش شنیدم از ہاتف — با اجل رفت از جہان رنگین
۱۱۷۲

غرابت تاریخ مرحوم

یہہ بات مسلم ہے کہ کوئی شخص بے اجل نہین مرتا۔ لیکن مرحوم کی رحلت کی تاریخ کے حدوث مین اتفاقاً یہہ صورت واقع ہوئی کہ ایکروز سب یاران ہم مشرب مجلس مین مجتمع تھے۔ یکایک رنگین کے مرنیکی خبر معلوم ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ کسی نے زہر دیا ہے۔ نہین تو ایسے جوان کا ایکبارگی فوت ہونا تعجبات سے ہے۔ اس مجلس مین

مہربانان حاضر تھے۔ ایک مصرع فی البدیہہ کہا ؎ باجل رفت از جہان رنگین ٭ جب مصرع کے عدد نکالے تو بے کم وکاست پوری تاریخ برآمد ہوئی۔ پھر مہربانان نے ایک قطعہ مرتب کیا۔ چنانچہ صدر مین مذکور ہو چکا ہے۔ اور یحیی برائن لکھتا ہے کہ تذکرۂ چمنستان شعرا کے اتمام کے بعد رنگین کے خادمون کی زبانی معلوم ہوا کہ رنگین ۲۴ جمادی الآخر ۱۱۷۰ ہجری مین روز جمعہ بلدۂ ایلچپور مین فوت ہوا ہے۔ تو فقیر نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے ؎

سخن سنج معنی گزین خان رنگین ۔۔۔ چو شد بہر گلگشت گلزار عقبے

ندا داد ہاتف پے سال فوتش ۔۔۔ بمرگ مفاجات او شاد زدنیا

۱۱۷۰

من اشعار الہندی

نہین ہے آواز سے خالی یہہ بستان میرا ۔۔۔ گرتا ہے سدا یہہ سلسلۂ نالان میرا

سینہ نہین جو تیرا موسم خط میر بر ۔۔۔ دام مین مور کے نہین ہے یہہ سلیمان میرا

رشتۂ عمر کے نزدیک ہے مقراض اجل ۔۔۔ بے سبب چاک نہین ہے یہہ گریبان میرا

مناظرۂ رنگین و مہربان

میر عبد القادر مہربان قاضی دولت آباد ابتدا مین رنگین تخلص کرتے تھے ایک روز مجلس مشاعرہ مین ایک غزل پڑھی جسکا مطلع یہہ ہے ؎

خمارم بر نیاید بے منت صہبا کشیدنہا ۔۔۔ ز فیض چشمۂ نازم سر خوش بیخود طپیدنہا

یاران ہم منبر نے غزل مذکور میر ضیاء الدین حسین خان رنگین سے سنی تھی۔ مہربان کو سرقہ سے منسوب کیا۔ مہربان مع مجموعہ یاران رنگین کے مکان پر گیا دفع سرقہ کے لئے مباحثہ شروع ہوا۔ رنگین نے فرمایا کہ مین نے اس غزل کو اپنے طرف منسوب کر کے

نہین پڑہا۔ اس استاد کا منشا اشتراک تخلص کے سبب تہا۔ مجلس برخاست ہونیکا خان رنگین نے مہربان کی خدمت مین رنگین تخلص ترک کرنیکی نسبت ایک قطعہ منظوم لکہا وہ یہ ہے

براو از تو چشم عنایتی دارم	ز بارگاہ تو امید راحتی دارم
کہ یک تخلص رنگین من بمن بگذار	ز اشتراک تخلص دل امنست فگار
ازآنکہ قدرت چندین ہزار مضمون است	ز آب و تاب کلام تو جملہ مشحون است
اگر تو خواستہ باشی تخلصت بسیار	کہ لفظہا بجناب تو می دہند ہزار
شنیدہ ام کہ در ایام سابق استادان	نمودہ اند عنایت تمامی دیوان
عجیب نیست ز اشفاق عام انچه دوم	کہ از تخلص من بگذری تو دست لزوم
ہمین بس است مرا از رحمت و الطاف	دل مرا مکن ازین وعدہ صاف

مہربان نے خان رنگین کی خاطر سے رنگین تخلص ترک کیا۔ اور ایثار اختیار کیا۔ غزلون کے مقاطع کی تبدیل و تحریف مین سخت محنت پڑی۔ پہر میر آزاد بلگرامی نے براہ مہربانی مہربان تخلص عنایت فرمایا۔ بعض غزلون مین تخلص مہربان کی گنجایش نہین ہوتی ہے تو ایثار کو اختیار کرتے ہین۔

روشن۔ قاضی محمد صالح

روشن تخلص۔ محمد صالح نام۔ تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکہا کہ آپکے بزرگان سلف سلاطین گجرات کے عہد سے قصبہ جمبوسر تعلقہ بڑودچ مین سکونت پذیر تہے۔ اور بہت عرصہ سے خدمت قضا پر مامور تہے۔ آپکی ولادت اسی قصبہ مین ہوئی۔ اور وہین کی آب ہوا مین پرورش پائی نشو و نما کے بعد عالم شعور مین آپنے طالب علمی شروع کی۔ چند مدت مین

کتب درسیہ سے فارغ ہوکے فرخ سیر بادشاہ کے عہد مین بندر سورت کی قضا پر مامور
ہوئے۔ آپ نہایت ہی لائق و ہوشیار متقی و پرہیزگار تھے۔ چند سال اسی خدمت
پر مامور رہے۔ قضا کا کام عمدہ طرح سے انتظام فرماتے رہے۔ بہارستان کے مولف نے
لکھا کہ آپ نواب آصفجاہ اول کے آخر عہد مین بنادر ندکور سے حیدرآباد دکن مین آئے
اور حضور کی ملازمت مین باریاب ہوئے۔ امیدوار تھے کہ کوئی خدمت بزرگ پر مامور ہو جائین
لیکن اجل موعود نے فرصت و مہلت ندی کہ کامیاب ہو جائین آخر آپنے سنہ ۱۱۴۷ ہجری
مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکو شعر و شاعری
سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی شعر موزون فرماتے تھے۔ آپکا کلام نہایت متین و شستہ ہوتا تھا

من اشعارہ الفارسی

نیارد دید رنج ہمنشین دل البتہ صحبت	ول	اگر بر دف زنی دستے بتو آرد جلاجل را
بہرکیف آئینہ اعتبار روئے واد	وله	بغیر خویش کسے درمیان نمی بیند
راحت ہیچ اسرار رنج بود	وله	پائے چون خوابید صاحب بستر است
بادہ چون جان بزین شیشہ بدن ریختہ		سختش بگذارید کہ خون ریختہ
احتیاج ہیچ رام نیست در تسخیر ما		وحشی حرفیم و خاموشی بود زنجیر ما
چہ بیخود می چکد امشب بہر شاخ چشم گریانم		مگر کج کردہ پیمانہ لبریز ہمان را
زسیر گلشن حسرت کشیدہ دامانم		جو بوئے گل بہوائے کسے پریشانم

رسا۔ جان مرزا حیدرآبادی

رسا تخلص۔ جان مرزا نام۔ مرزا خان حسینی خطاب تہا۔ سادات حسینی ہمدان سے ہین

آپکے نسب کا سلسلہ سید علی ہمدانی سے پہنچتا ہے۔ آپکے اجداد مین میر شاہ طاہر اکبر بادشاہ کے زمانہ مین وارد ہوئے۔ بادشاہ ہند نے آپکی بڑی قدر و منزلت کی چند مدت کے بعد دکن مین آئے۔ سلاطین دکن نے بھی آپکی تشریف آوری کو نعمت عظمیٰ و غنیمت کبریٰ جانکر بڑی عزت و آبرو کی۔ آپکی آل و اولاد گجرات احمد آباد مین متوطن ہوئے اور ارباب فضل و کمال کے مرجع ہوئے۔ مشائخ کے طریقہ پر قائم تھے۔ اکبر بادشاہ نے چند مواضع جاگیر مقرر کرئے تھے۔ اُسکی آمدنی کو مایحتاج مین صرف کرتے تھے۔ بادشاہ اسلام کی دعاگوئی اور خلائق کی ہدایت مین زندگی بسر کرتے تھے۔

آپکے والد ماجد سید میر جان عالمگیری زمانہ مین ارباب مناصب کے زمرہ مین تھے۔ خدمات عمدہ پر ممتاز و سرفراز۔ علوم متعارفہ و فنون عربیہ ادبیہ سے واقف و ماہر تھے۔ میرزا جان کا مولد حیدرآباد دکن ہے۔ اور نشو و نما نواب آصفجاہ بہادر کے لشکر مین پایا۔ کتب درسیہ کی تحصیل اور علم ادب کی تکمیل والد ماجد کی خدمت مین کی تھی۔ عالم فاضل و ادیب کامل تھے۔ افضل قافلۂ تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ ابتدا مین نواب شجاعت خان بہادر صوبہ دار برار کی ہمرکاب تھے۔ نواب کی عالی ہمتی سے اُس مقام برار مین زندگی فراغت و آبرو سے بسر کرتے تھے۔ آصفجاہ بہادر کے آخر عہد مین دار الانشا مین موسوی خان جرات کی جگہہ میر منشی ہوئے۔ حضور آصفجاہ کے خاص مقربے مین داخل ہوئے۔ دلی کے سفر مین حضور آصفجاہ کے ہمرکاب تھے۔ اکابر مشاہیر دلی سے مستفید ہوئے۔ اور شعرا کی صحبت سے بھی فیضیاب۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت خلوص و محبت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات علمی مباحثے و مناظرے باہم ہوا کرتے تھے اکثر روز میرزا نے میر صاحب کے اس شعر مین سے آزاد از سواد سخن سرسری مرو

صد بار گر نگہ زدہ باز کن لحاظ ۔ اعتراض کیا کہ نگہ زدن نہین سنا یا گیا۔ سند چاہیے میر صاحب نے فی الفور نظامی کا شعر شیرین خسرو سے پیش کیا ؎

نگہ چون بر جمال نازنین زد گلہ بر آسمان سر بر زمین زد

فرمایا آج یہہ فائدہ مجکو آپکی برکت سے حاصل ہوا۔ کیا منصف مزاج وحق پسند تھے کہ سنتے ہی تسلیم کیا اور اپنی لاعلمی کے مقر و معترف ہوئے۔ فی زماننا کے ملاؤن سے ہوتے تو کبھی تسلیم نکرتے۔ بیفائدہ شور و غل مچاتے۔ مقابل کے قول حق کی تسلیم کو کسر شان سے سمجھتے۔ حالانکہ واقع مین تسلیم حق کی شان ایسی بلند ہے کہ آسمان ہفتم سے برتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خوش سلیقہ و خوش طریقہ ہے سخندان سنجیدہ و شاعر پسندیدہ۔ مودب مہذب رنگین صحبت ستودہ سیرت ناظم و ناثر تھے۔ نثر خوب لکھتے تھے۔ نثر کیا لکھتے تھے گویا موتی رولتے تھے۔ و نظم بھی خوب کہتے تھے۔ آپکے اشعار لالی آبدار ہین۔ سخن گوئی و شعر فہمی مین یگانہ زمانہ تھے۔ آپ آخر عمر مین دار الانشا سے محکمہ کروڑگیری بلدہ حیدرآباد مین منتقل ہوئے۔ آپ اس عہدہ پر زمانہ وفات تک مامور رہے۔ آپ خلق مجسم تھے۔ اسوجہ سے اہل شہر آپکو عزیز دل سمجھتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھ نیک خلق و لطف سے ملتے تھے عوام کی تالیف قلوب مین بہت ہی مستعد و سرگرم رہتے تھے۔ آخر آپ سنہ ۱۱۷۲ ہجری مین شہر حیدرآباد مین فوت ہوئے۔ میر آزاد نے رحلت کی تاریخ کہی ؎

شیرازۂ نظم میرزا خان	ہم نظم و نثر یکسر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت	پیوست برحمت الٰہی ۱۱۷۲ھ

زمین اشعاره الفارسی

تا جلوهٔ تو بدنظر می شود مرا — تار نگاه سالک گهر می شود مرا
یار از نظر رفته زمین گیر می شوم — روز و داغ درد گهر می شود مرا
ممنون ناله ام که درین بزم بیکسی — گاهی رفیق دیدهٔ تر می شود مرا
ما را رسا ز خاک محبت سرشته اند — هر جان و دل شکست اثر می شود مرا
خون چکاند از دیده ام نظارهٔ سیب حیا — وله — آن کف پا میبرد شاید بگلگشت حنا
جرات پابوسم آخر انتقام خود کشید — وله — رنگ ما نگرفت پایش زیر نشست حنا
از غم نرگس بدل فریاد می آید مرا — وله — شیشه بر جا بشکند دل یاد می آید مرا
رحم کن ای باغبان تقصیر در گلشن — وله — که ما را از رگ گل کرده زنجیر در گلشن
زبیم نازکیها بس قلم چون بید میلرزد — مصور گر کشد بر برگ گل تصویر در گلشن
چه لازم عندلیبان شکوه سنج باغبان بود — بسر برد این بهار آخر بهر تقدیر در گلشن
در رقص آمد آن قیامت ایجاد — وله — چون شعله بلندش زد لها فریاد
می آید و میرود خدا خیر کند — این برق بخرمن که خواهد افتاد
در گلشن دهر بسکه تاب داغم — وله — چون لاله رسیده پیچ و تاب داغم
کیفیت حال من تماشا دارد — چون مصرع شمع انتخاب داغم
چشمت سیاه مستی ما را ندیده است — وله — زلفت دراز دستی ما ندیده است
بسیار بلا خط پیمانه می دهد — ساقی هنوز مستی ما را ندیده است

از گل رعنا و سرو آزاد

خود را ز تنگی قفس آزاد میکنم — این مشت پر تواضع صیاد می کنم

درسراپردۂ دل ہر نفس آوازے ہست — کہ درین خانہ نہان خانہ برانداز ہست

ولہ

نرسیم گر بہ برمش زہجوم نارسائی — بنجیال آستانش من و مشق جبہہ سائی

ولہ

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان — رقمی نمودہ آہم دو سہ مصرع ہوائی

بگلشن دل پر داغ سیرہا دارم — معاشران چمن انتظار من مبرید

نمی توان بفلک طرح اختلاط انداخت — مرا ز صحبت این سفلہ ننگ می آید

خو بغربت کردہ را در بیکسی ہم عالمی است — بلبل ما در قفس کم می کند یاد وطن

روشن - محمد روشن خان حیدرآبادی

روشن تخلص - محمد روشن خان نام - آپکا وطن اصلی حیدرآباد دکن ہے - ذہین مستعد و لائق تہے - طبیعت مین چستی و چالاکی تہی - جولانی طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین اقران و امثال سے شائق و فائق تہے - کلام سے متانت و لطافت نمایان ہے - ہر ایک شعر و مصرع سے ملاحت و عذوبت عیان ہے ہمکو آپکے دیوان کے دو ایک ورق متفرق ملگئے - اُسمین سے چند اشعار ہدیۂ ناظرین کرتے ہین - آپ سنہ ۱۳ تیرہ سو ہجری کی ابتدا مین زندہ تہے سنہ ۱۳ ہجری کے قریب آپکا انتقال ہوا - ہمکو آپ کی تاریخ مین شک ہے - اور آپکا حال بہی پوری طور سے معلوم نہین ہوا - مگر آپکا اسقدر حال و تخلص کا نشان دیتا آپکے اُسی دیوان کے دو ورق سے جسقدر معلوم ہوا گزارش کیا گیا - چونکہ آپکا نام روشن ہے اُسی کی برکت سے آپنے اُس دیوان کے دو ورق سے یہہ روشنی دکہلائی - **ھو ھذا**

صلح کو یکدم مین پہر کرتا ہے جنگ — وہ گل رعنا عجائب ہے دورنگ

اُس کے آگے بلہوس چھوڑے ہوس
دیکھ کر سختی تری روشن اُوپر
خدا کیواسطے آے گل باغ شباب دل
اگر کوئی طفل نوخط اسکو لے بازیچہ بر جا ہے
نکوئی رمساز رکھتا ہے نکوئی ہمزر رکھتا ہے
دل سنگین پہ اُسکے جا اثر کچھ جاتا ہے ڈر
جلایا تلملایا تڑپھڑایا بات کیا آیا
دیکھو غماز تر کان کے دیکھو عین ساز چشمان کے
گریبان چاک کر روشن ہوا تا ہو کہان جاوے
برنگ گل گریبان چاک ہے دل
پتنگا ہو گیا اُس شمع رو کا
بُرا ہے یا بھلا ہے کچھ تو ہے گا
سدا رہتا ہے مست و لا اُبالی
علاج اُسکا اے روشن کیا کرون مین
کر مجکو بخش نہال رے نو نہال مل
خط وار لب کو دیکھ کے یاقوت دنگ ہے
ہے چلبچل مین آج مرا دل الے چنچل
اتنا نہ کم نما ہو کسیکا کبھی کر
روشن کے ریختے کو پڑھ مین شمع رو اگر

وله
بہ رنگ ظالم کی ہے تیغ فرنگ
ہو گیا رقت سے پارہ پارہ سنگ

وله
لے آیا ہون تیری خاطر شراب و کباب دل
چلا ہون آج مکتب کو بغل مین لیے کتاب دل
خطاب دل جواب دل جواب دل خطاب دل
ستم کرتا ہے مجھ کیا آتا الے اضطراب دل
قیامت مین الہی ظالم تو کیا دیگا جواب دل
یہی ہے انتخاب دل یہی ہے انتخاب دل
جگر زنجیر مین تو کہتا ہے اُسکو پیچ تاب دل

وله
جیون شبنم دیدہ نمناک ہے دل
کہ جی دینے مین کیا چالاک ہے دل
میرے پیو کے قدم کا خاک ہے دل
سراپا بیخود و بیباک ہے دل
کبھو خوش ہے کبھو غمناک ہے دل

وله
اپنا غلام تو جو ایصاحب جمال مل
کیا خوشنما ہوا ہے زمرد سے لعل دل
ہین دلبری مین روز ترے خط و خال مین
یک لحظہ میرے ساتھ اے ابرو ہلال مل
عشاق جیون پتنگ کرین جلد و صال مل

بتون کے گہر طرف تادکو لانیکا کیا حاصل
مسلمانون کو بتخانے مین لیجانیکا کیا حاصل

دل حیران حقیقت کو دل حیران کی کیا جانے
اے جان آئینہ کو آئینہ دکہلانیکا کیا حاصل

لیجا تو جوہر معنی کو کوئی جوہر شناس کے آگے
ارے روشن آئینہ نابینے کو دکہانیکا کیا حاصل

ولہ

پاس پاتے ہین ترے پہلو نہین ہم
پوچہتے ہین ان کو مقبولون مین ہم

اب رقیبون کے اوپر لاحول ہیچ
دیکہہ نہین سکتے تجہے بہولو نہین ہم

عاقبت ہوتا ہے صحبت کا اثر
بہول گئے ہین بیٹہہ کر بہولو نہین ہم

ہاتہہ سے مژگان کے جا سکتے نہین
کیا کرین اب سول ہین سولون مین ہم

تاکہ ہووین نقش پا اُس شوخ کے
روشن اب مل جاینگے دہولو نہین ہم

ولہ

پیار نہین پاتے ہین اب پیارو نہین ہم
یاریان نہین دیکہتے یارون مین ہم

لی خلافت عشق کی فرہاد سے
تکیہ بانہہ تا غم کے کوہسارو نہین ہم

غنچۂ دل کیون نہووے باغ باغ
دلبری دیکہین ہین دلدارو نہین ہم

اب خدا جانے بچین یا نین بچین
ہین ترے آنکہون کے بیمارو نہین ہم

کہین نظر آوے بت جادو فروش
دہونڈتے پہرتے ہین بازارو نہین ہم

رفیقی آملی

رفیقی تخلص - آپکا اصلی وطن شہر آمل ہے بستعدو لائق طالب علم تہا - فارسی انشا پردازی و فن معما و تاریخ مین مہارت کامل رکہتا تہا - وطن سے حج وزیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا - حج وزیارت سے فارغ ہوکر اکبری زمانہ مین ملک دکن مین آیا چند مدت حیدرآباد و بیجاپور مین بسر کیا - قطب شاہیہ و عادلشاہیہ سلاطین کی مدائح مین

قصائد لکھے پھر اکبری دربار مین پہنچا - بارگاہ اکبری مین ملازم ہوا کسی تذکرہ نویس نے
سنہ وفات کی نسبت کچھہ نہین لکھا -

من اشعارہ

بستم برخت پردۂ چشم نگران را — تا چشم بروئے تو نیفتد دگران را
زخم شمشیر جفائے تو بہم بستم — تا ازو چاشنی درد تو بیرون نرود

رونق - عارف الدینخان برہانپوری

رونق تخلص - عارف الدینخان نام - آپ حافظ محمد معروف برہانپوری کے فرزند ہین
حافظ صاحب موصوف نواب والاجاہ کے عہد مین برہانپور سے مدراس مین آئے - اور
سکونت پذیر ہوئے - نواب کی سرکار مین ملازم ہو گئے - سنہ ۱۱۹۲ ہجری مین رونق مدراس
مین پیدا ہوئے - اوائل سن شعور مین کتب درسیہ عربیہ مولوی محمد اسمعیل صاحب و مولوی حاجی
محمد مقیم صاحب کی خدمت مین تمام کین - کتب متداولہ فارسیہ غلام محی الدین المتخلص
بہ مجبر سے پڑہین - طبع موزون فکر رسا رکھتے تھے - سخن کی اصلاح مولانا آگاہ سے
لیتے تھے - مدت تک میرزا محمد صادق شیرازی المتخلص بکوکب کے ہم صحبت رہے - آپ کو
محاورات فارسی کی تحقیقات مین نہایت ہی دلچسپی تھی راتدن اسی تلاش مین مصروف
رہتے تھے - بیس برس کی عمر مین نواب عمدۃ الامرا بہادر کے ملازم ہوئے - امیر الملک تاج الامرا
کی خدمت مین متعین ہوئے - عمدۃ الامرا کے انتقال کے بعد مدراس سے کڑپا کرنول مین
پہنچے - مدت تک سر طامسن گورنر مدراس کی سرکار مین منشی گری کی خدمت پر مامور رہے
پھر بسبب کشش آب و دانہ حیدرآباد دکن مین آئے - زمانہ دراز تک شہر مین رہے حیدرآباد سے

مدراس مین آمد و رفت فرماتے تھے۔ آخر ۱۲۶۶ ہجری مین عزم جزم کیا کہ غربت کی شام سے جدا ہو کر صبح وطن مین آرام لینا چاہئے۔ پس مشاعرہ اعظم مین شریک ہوئے اقسام سخن مین خوب استعداد رکھتے تھے۔ اکثر محافل مین شعر فی البدیہہ کہتے تھے آخر بسبب ضعیفی و کم طاقتی گوشہ نشینی اختیار کی۔ ذکر الٰہی مین مشغول ہوئے مزاج مین آزادی تھی زندانہ روش مین زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر حیدر آباد مین فوت ہوئے سنہ وفات کو کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ ہم بھی مجبوراً انہین تذکرہ نویسون کی پیروی کرتے ہین ھوھذہ

طبع آزادان شود وارستہ از بند خطر | در گذشتن آتش و آب است یکسان سایہ را
در بیابان ہمسری با کوہ دارد خیر نیست | برلب دریا نسیمے کرد لرزان سایہ را
بعد تسلیم آن ستمگر بیوفائی سنگدل | پا نہد بر سینہ و گوید کہ دشمن زیر پا
نیست کس در جا نگہ از بی مثل آن تا بہت قدم | شمع میداند کہ آخر ہست مدفن زیر پا
رخ تو در نظر آئینہ دار می آید | بسادگی چہ قدر از تو کار می آید
سر آراسائے فرصت ندارم | کہ آغاز مرا انجام کردند
کریما نرا عجب تسخیر دلہاست | خطوط دست احسان دام کردند
با آتشین نفسان نتوان ہمزبان شدن | کم می کند تجلی خود ماہ در سحر
متاع سود و زیان بار خاطر است اینجا | چو گرد قافلہ اے کاروان ہم بر خیز
ہوس سرو قدت بعد فنا ہم نرود | قمری می کنم ایجاد ز خاکستر خویش
کے باسانی دہم از دست دامان فراق | بعد ازین دست من و چاک گریبان فراق
شد بکوی او وطن ما را ز فیض چشم زار | بار منت ہا بسر داریم از گرداب اشک

گرہ نشود چو طباشیر اشک در مژہ ام | اگر بفرقت آن نی سوار گریہ کنم
ربطی چو گوہرست مرا با گریستن | ہستی من چو اشک بود تا گریستن
شوخی مکن نسیم بزلف نگار من | فہمیدہ نہ قدم بشب تار اندکی

رائے - کنول کشن

رائے تخلص - رائے کنول کشن نام - قوم کایتھ - آپکا اصلی وطن پنجاب ہے - آپکے والد بہرہ مندخان عالمگیری کے دولتخانہ مین عمدہ خدمت پر مامور تھے - آپ پنجاب سے دکن مین آئے - نواب آصفجاہ مرحوم کی سرکار مین خانساماں کے پیشکار تھے - مدت تک سرکار موصوف کی خدمت مین سرفراز رہے - ۱۱۷۵ھ ہجری مین معین الدولہ حسین خان بہادر خانساماں آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیشکاری پر مامور ہوئے - صاحب مردم دیدہ اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین جبتک فقیر اورنگ آباد دکن مین رہا تب تک معز الیہ فقیر سے محبت و اخلاص کے ساتھہ ملتے تھے - صاحب دانش و خوش خلق و متدین تھے - کبھی کبھی شعر کی فکر کرتے تھے - باوجود کم فرصتی جو کچھہ کہتے تھے خوب کہتے ہین - نواب نظام علیخان بہادر آصفجاہ ثانی نے ماہ شوال ۱۱۷۵ھ ہجری مین قلعہ بلدرگ کو فتح کیا - آپنے اسکی تاریخ کہی ہے

آورد ہاتف مژدہ از فتح بلدرگ سترگ | دو دہ بود با ہفت و یک از ماہ شوال بزرگ

ثانی مصرع مین ۱۱۷۵ھ ہجری برآمد ہوتے ہین - انتہی کلامہ - سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین آپکی وفات واقع ہوئی - آپکا کلام سوائے اس تاریخ کے ہمکو نہین ملا اسوجہ سے صرف اسی تاریخ پر اکتفا کیا گیا -

رضا - محمد رضا بیگ اورنگ آبادی

رضا تخلص ـ محمد رضا بیگ نام ـ قوم مغل چغتائی برلاس سے تھے ـ آپکے جد بزرگوار بدخشان سے ہند مین آئے ـ آپکے والد دلّی مین پیدا ہوئے تھے ـ جد بزرگوار کا انتقال دلّی مین ہوا ـ والد با جد عالمگیر کے آخر عہد مین وارد دکن ہوئے ـ بادشاہی ملازم ہوکے شہر اورنگ آباد مین متعین تھے ـ محمد رضا کی ولادت شہر مذکور مین واقع ہوئی ـ اور اسی شہر مین تعلیم و تربیت بہم پائی ـ کتب درسیہ فارسیہ فضلا و علما کے خدمت مین نہایت تحقیق سے حاصل کین ـ سند طالب علم ہوئے ـ طبع موزون و فکر رسا سے موصوف تھے ـ شعرگوئی شروع کی ـ شاہ سراج اورنگ آبادی سے کلام کی مشق کرتے تھے آپکا کلام شیرین و رنگین ہے ـ چنانچہ راقم چمنستان مین لکھتے ہین کہ مین تالیف کتاب کیوقت ایک رقعہ اشعار کی طلب مین آپکی خدمت مین بھیجا ـ آپنے رقعہ کا جواب نظم مین لکھکر بھیجا ـ

یار کا جور و ستم کیونکر نہین برداشت کرون ✤ اُس سے آیندہ مجھے چشم کرم باقی ہے ✤ بعد مرنے کے رہوںگا مین کفن مین بیتاب ✤ بسکہ سینے مین رضا یار کا غم باقی ہے ✤ انتہی کلامہ ـ

من اشعارہ الہندی

ہے کسقدر ہیرا خود نمائی و رنگ
چھپا و مت دورخ بے نقاب پردے مین

آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دو رنگ
نہین رہا ہے کہین آفتاب پردے مین

رکھا ہون الفت ساقی کو اسطرح سے نہان
کہ جسطرح سے ہے کوئی شراب پردے مین

کار دنیا کیجئے یا فکر عقبی کیجئے
عمر کا عرصہ نپٹ تنگ اسمین کیا کیجئے

گرچہ ہمکو جلوۂ دیدار کی طاقت نہین
یکدم جو کچھ کہ ہونا ہو تماشا کیجئے

اے رضا نہین تمناؤن سے ان کا نکل اٹھا
عشق کی راہ مین تسلیم و رضا لازم ہے

رنگین ۔ لعل چند اورنگ آبادی

رنگین تخلص ۔ لعل چند نام ۔ قوم کا یتہ ۔ اورنگ آبادی المولد ہے ۔ رنگین مزاج و خوش گفتار تہا ۔ شروع جوانی میں لہو و لعب عیش طرب میں مشغول رہتا تہا ۔ آزادانہ زندگی بسر کرتا تہا ۔ آخر سنبہل گیا ۔ اور اپنی گذشتہ حالت پر افسوس کرنے لگا ۔ معاش و قوت بسری کی فکر پیدا ہوئی ۔ پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا ۔ شاہ سامی اورنگ آبادی کے خدمت میں حاضر ہونے لگا ۔ چند روز استفادہ کیا ۔ طبع موزون و فکر رسا رکہتا تہا ۔ ریختہ میں شعر گوئی شروع کی ۔ اور شاہ سامی سے اصلاح لینے لگا ۔ تہوڑے ہی زمانہ میں شاعر یکتا ہوگیا ۔ لچھمی نرائن شفیق کا معاصر ہے ۔ آپکا انتقال ۱۱۹۵ھ ہجری میں ہوا ۔

من اشعارہ الہندی

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن میں آوے — سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن میں آوے

ناصحون کی بہی نصیحت نہیں اسکو قبول — بات کرتا ہے وہی سکے جو من میں آوے

زاغ کو کبک کی رفتار نہیں آنے کی — بوالہوس کو نکہو عشق کے فن میں آوے

جسکے نین ہو نگی خواہش سخن رنگین کی — ہند سے نہیں ہے عجب گر وہ دکن میں آوے

عشق میں کوئی نہیں آج میسر آوے گا — کہ گرفتار ہون میں سلسلۂ تمکین کا

کام میں اپنے ہون سرگرم نہیں کسو سے کام — رنجو سے دق نہیں مشتاق نہیں تحسین کا

راز ۔ نوازش خان اورنگ آبادی

راز تخلص ۔ نوازش خان نام ۔ ایرانی الاصل ہیں ۔ آپکے والد جد علی مردان خان محمد فرخ سیر کے

زمانہ مین شاہ ایران کیطرف سے سفیر ہوکر آئے تھے۔ شاہ جہان آباد مین چند روز رہے پہر دلی سے دکن مین رونق افزا ہوئے۔ بندگان آصفجاہ کی خدمت مین پہنچے۔ عنایت و رحمت شاہی سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ پہر بعارضہ طبعی فوت ہوئے۔ آپکے خلف الصدق میان رازنوازش خان کا خطاب پاکر تمام بلدہ اورنگ آباد کی خدمت دارو غگی پر مامور ہوئے۔ جوان صالح متقی و پرہیزگار تہے۔ موزون الطبع و شعر فہم تہے۔ زور طبیعت سے شعر کی فکر کرتے تہے۔ آپکا کلام بامزہ ہے۔ تازہ تازہ مضامین سے شگفتہ و خندان ہے۔ کم گو تہے۔ کبھی کبھی موزون کرتے تہے۔ رفتہ رفتہ تمام اشعار کا مجموعہ ہوگیا۔ ایک مختصر دیوان بنگیا۔ صاحب دیوان مشہور ہین۔ آپکا انتقال ۱۱۸۷ سنہ ہجری مین ہوا۔

من اشعار الفارسی

در بزم تو تاز پا نشستم	چون نقش بد عا نشستم
چون کرد بشوق پا بوسی	در کوے تو جا بجا نشستم
از بہارش گلے نچید رقیب	خار شد آن چنان کہ می باید

ربط ۔ بالا پرشاد حیدر آبادی

ربط تخلص ۔ بالا پرشاد نام ۔ آپکے بزرگ مشاہیر لکھنو سے تہے۔ آپکی ولادت بہی شہر لکہنؤ مین واقع ہوئی ۔ سن شعور کے بعد کتب فارسیہ اُستادون سے تمام کین تحریر و تقریر مین عمدہ لیاقت حاصل کی۔ شعرگوئی کا نہایت ہی شوق تہا طبیعت چستی و چالاکی مین جولانی کر رہی تہی۔ دماغ مین نازک خیالی جوش مار رہی تہی کہ

شعر کہنا شروع کیا۔ آپکے اشعار اوائل ہی مین سنجیدہ و برجستہ ہونے لگے چند روز کی مشق مین پختگی و شستگی نظر آنے لگی۔ آپ وطن سے حیدرآباد دکن مین آگئے۔ راجہ خوشحال چند بہادر کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوئے۔ راجہ صاحب کی وجہ منصب مناسب پر بھی مقرر ہوگئے۔ آپ شعر و سخن کے شیفتہ تھے۔ حیدرآباد سے بغرض ملاقات شعرائے ہند لکھنو روانہ ہوئے۔ وہان شعرائے معاصرین سے ملے مشاعرہ مین شریک ہوتے۔ شعرا کی طرح پر غزلین موزون کئے۔ مجمع شعرا مین اپنا کلام پڑھا اور سب کو سنایا۔ سب نے پسند اور آپکو ہوا پہر سے وثیقہ سبات کا مرحمت کیا کہ آپ سن شباب مین فرید زمانہ ہین۔ اور آپکے اشعار فرائد ہین۔ آپ خوش کلام جادو بیان تھے۔ آپکے اشعار مین مضامین دلگداز ہوتے ہین۔ آپ خوش اخلاق صاحب مروت و سخاوت تھے آخر سنہ — ہجری مین فوت ہوئے۔ آپ حیدرآباد مین ایسے جیسے کہ مر کر اٹھے۔

من اشعارہ الہندی

تاب و توان و صبر گئے دل کے ساتھ ساتھ — محفل اٹھی ہے صاحب محفل کے ساتھ ساتھ
تب مجکو یار کتنے تھے مرنا سہج نہین — کچھ دن پہرا تو کیجئے قاتل کے ساتھ ساتھ
قاتل سے اب کوئی نہین کہتا کہ دو قدم — تو بھی تو چل جنازۂ بسمل کے ساتھ ساتھ
سر سے کفن لپیٹے ہوئے پہرتے ہین رط — مرنیکے اشتیاق مین قاتل کے ساتھ ساتھ

وله

کر نخل تمنا کو ہمارے ثمر آوے — شمشیر کا پہل پہول سپر کا نظر آوے
تصویر اگر شمع رسالت کی لکھون مین — خامہ سے نکل جلوۂ شق القمر آوے
طوفان ہرے اشکونکا اگر لہر پہ آوے — گردون مثل نوح کی کشتی نظر آوے

یوں تو یونہی صحیح منکر ہیں مرے قتل سے آپ	سرخی پنجۂ نازک کو حنا کہتے ہیں
وہ جو خنجر مرے مژگان کیطرح ہے پرخون	یہہ جو دامن پہ ہیں چھینٹے اسے کیا کہتے ہیں

رضا ۔ محمد رضا خان مدراسی

رضا تخلص ۔ محمد رضا خان نام ۔ آپ نواب حسین دوست خان رئیس و جاگیردار قلعہ اولکنڈہ مدراس کے فرزند ہیں آپکے جد بزرگ نواب شمشیر الدولہ مبارز جنگ چندا صاحب کے فرزند تھے ۔ چندا صاحب کرناٹک کے والی و رئیس تھے ۔ آپ فن شعر گوئی میں مرزا دبیر لکہنوی کے شاگرد ہیں ۔ آپ فارسی و اردو دونوں زبان میں شعر کہتے ہیں ۔ اور آپ استاد کی طرح مرثیہ گوئی میں بھی بے نظیر ہیں ۔ آپکا اکثر کلام گلدستوں اور اخبارات میں مطبوع ہوتا ہے ۔ مشہور و معروف ہے آپکی عمر بیالیس برس کی ہوگی ۔ نیک طینت و پسندیدہ سیرت ہیں ۔ خاندانی شرافت و نجابت کے یادگار ہیں ۔ طال بقاہ ۔ ہم کو یہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ آپ مدراس میں سکونت پذیر ہیں یا لکہنو میں ۔

من اشعارہ الہندی

دوست دشمن عدو یگانہ ہوا		منقلب کسقدر زمانہ ہوا
ہم اسی بیوفا پہ مرتے ہیں		جسکا وعدہ کبہی وفا نہ ہوا
سفاک کی گلی میں تہا خون تا کمر روان	ولہ	تقدیر نے دکہائی نئی کربلا مجہے

من اشعارہ الفارسی

شورش محشر فتد گر شبے غوغا کنم	تازہ قیامت شود صبح چو نالا کنم

مشرب من اگر و مشرب مجنون گر	نیست جنونم چنان خواہش لیلا کنم

راز مولوی احسان الحق دہلوی

راز تخلص ۔ مولوی احسان الحق نام ۔ دہلوی الاصل ہیں ۔ مدت سے حیدرآباد دکن میں متوطن ہیں ۔ سرکار عالی نظام سے یومیہ مناسب پاتے ہیں ۔ عالم فاضل ہیں شعرگوئی میں بھی ہوشیار و چالاک ہیں حکیم نواب مرزا احمد جان ہوش بریلوی کے شاگرد ہیں ۔ شعر خوب کہتے ہیں ۔ کلام سنجیدہ ہوتا ہے ۔ آپ خوش طبع و خوش فکر ہیں ۔ پاکیزہ طبیعت و پسندیدہ سیرت ہیں ۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند خدا و رسول کے اوامر و نواہی پر کاربند ہیں ۔ خدا تعالیٰ آپکو خوش خرم رکھے ۔

من اشعارہ الہندی

بلبلو سایہ پڑا کس کے گل رخسار کا	رنگ آتا ہے نظر بدلا ہوا گلزار کا
کیا اطبا دم بخود کیوں ہو نہ عیسیٰ بھی یہاں	ہو نہ جب ممکن علاج اس عشق کے بیمار کا
گر سجے بازار یوسف کی کہاں تھی اسقدر	اک جہان دل دیکھے طالب ہے ترے دیدار کا
یہ صدا پازیب کی جھنکار سے آتی ہے صاف	فتنہ محشر بھی بندہ ہے تری رفتار کا

رسا محمد وجیہ الدین خان حیدرآبادی

رسا تخلص ۔ محمد وجیہ الدین نام ۔ آپ محمد بہار الدین خان حیدرآبادی کے فرزند ہیں ۔ فارسی نوشت خواند میں ہوشیار و مستعد ہیں ۔ ذہین و فطین ہیں سخن سنجی و شعرگوئی میں خوش کلام و شیرین بیان ہیں ۔ آپنے ڈاکٹر احمد حسین صاحب

مائل ہے مشق کی ہے ۔ مزاج مین شاعرانہ شوخی و ظرافت ہے ۔ شگفتہ جبین خندان رو ہین ۔ یاران ہم مشرب کی مجلس کے رونق ہین بارک اللہ فی عمرہ ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً چھتیس برس کی ہو گی ۔ معلوم نہین آپ کس محکمہ مین ملازم ہین

من اشعارہ الہندی

گر تجلی رسا یار کے دیدار کا ہے شوق
وقت آرائش نگہ پڑتے ہی مضطر ہو گیا
ہان جواب وصل کی تکرار دیتی ہے مزا
ذرہ ہائے خاک بھی زنجیر جوہر بن گئے

ولہ

آنکھون مین عینک حق رشید و قمر ہے آج
خود تڑپ کر عکس آئینہ سے باہر ہو گیا
آپکا انکار بھی قند مکرر ہو گیا
نقش پائے یار مرآت سکندر ہو گیا

رشید ۔ محمد شکر اللہ خان لکھنوی

رشید تخلص محمد شکر اللہ نام ۔ آپ لکھنو کے مشاہیر شرفا سے ہین ۔ انا ہیمہ سب ہین علم و فضل سے آراستہ لیاقت و قابلیت سے پیراستہ ہین ۔ شاعر خوش بیان و شیرین زبان ہین ۔ آپکو مرزا دبیر مرحوم سے تلمذ ہے ۔ آپ استاد کے ہمقدم مرثیہ و مرثیہ و سلام نہایت ہی خوب کہتے ہین ۔ اور ایسی خوبی سے پڑھتے ہین کہ سننے والے نہایت محظوظ ہوتے ہین ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً ساٹھہ برس کی ہو گی ۔ آپ کسی زبردست توسل و ذریعہ کی وجہ سے مدار المہام کے معتمد کے حکم سے بلائے گئے ۔ آپ لکھنو سے حیدرآباد مین آئے ۔ اور اورنگ آباد صوبہ دکن مین تحصیلداری کی خدمت پر مامور ہوئے ۔ معلوم نہین فی الحال کس ضلع اور تعلقہ مین ہین جہان ہون خدا تعالے اُن کو خوش حال رکھے ۔

من اشعارہ الہندی

کیجئے نہ امتحان مرا غیرون کے سامنے
فرمائے تو رکہدون کلیجہ نکال کے

مارا ہے تیغ ناز نے اک شوخ چشم کے
پہاہے ہون زخم دلپہ زبان غزال کے

رفتار ناز سے کہین محشر بپا نہو
اوترکے رکہہ زمین پہ قدم دیکہہ بہال کے

ولہ

بوئے وفا کچہہ آتی ہے اے غیرت چمن
دل ہے کسیکا یا گل تصویر ہاتہہ مین

ساقی کے فیض عام سے ہے دور آفتاب
جام سوال لے فلک پیر ہاتہہ مین

تصویر یار نے مجہے عامل بنا دیا
الفت کا نقش ہے پئے تسخیر ہاتہہ مین

رضا حسین رضا لکہنوی

رضا تخلص - رضا حسین نام - آپ شیخ مہدی علی لکہنوی کے خلف الصدق ہین آپکے بزرگ شاہان دلی کے زمانہ مین معزز و مکرم ہے - عہدہائے جلیلہ پر مامور رہے اور لکہنو مین بہی نواب شجاع الدولہ کے عہد مین عزت و آبرو سے بسر کرتے تہے - آپ عالم شباب مین مولوی ہادی علی صاحب اشک مرحوم اور مولوی عبد الغفور صاحب سے کتب درسیہ تحصیل کین بہت جید و لائق ہین - اور شعر گوئی مین جناب میر لکہنوی کے شاگرد ہین - چند سال سے حیدرآباد مین رونق افزا ہین وکالت کرتے ہین - خوش مزاج و ظریف الطبع ہین - آپکا کلام رنگین و شیرین ہوتا ہے - اسوقت آپکی عمر تخمینا چالیس برس کی ہوگی مجہے اسبات کا پتا نہین ملاکہ صاحب ترجمہ حیدرآباد مین کس محکمہ مین ملازم ہین - صرف اسقدر جانتا ہون کہ شاعر لائق ہین اور میرا اسقدر جاننا بہی گلدستون جدیدہ سے معلوم ہوا ہے -

رہی گرمی نہ باقی نام کو خورشید محشر مین / قیامت کی تری تھی میکشون کے دامن تر مین
خیال عارض جانان نہین اس دیدۂ تر مین / حمیر شعلہ کا پیوند ہے پانیکی چادر مین
وہ مرغ خوشنوا ہون ایک عالم سننے آتا ہے / رہا کرتا ہے جب سے رات دن صہبا کے گہر مین
انہین کے منہ کا نغمہ تو غیر ہوتا ہے / جو مثل آسیا آٹھون پہر پستے ہین چکر مین
رضا اب چادر گل بھی نہین بیٹے انکی تربت پر / لدے پہنتے تھے جو نازک بدن پھولونکی زیور مین

رائق حکیم باقر حسن خان

رائق تخلص - باقر حسن خان نام - آپکا مسقط الراس قصبہ او دگیر ضلع مدراس ہے - آپ معززین نوائط سے ہین - آپ عربی و فارسی مین استعداد کامل رکہتے تہے - فارسی کی نظم و نثر لکہنے مین فرد فرید شمار کئے جاتے تہے - آپکو تلمذ مولوی باقر آگاہ سے تہا - آپکا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا ہے - نواب اعظم جاہ بہادر کی مصاحبت تہے - نواب صاحب آپکی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تہے - آپ نواب صاحب کے عنایت و کرم سے خوشحال و فارغ بال تہے - جب تک زندہ رہے خوش خرم رہے - تذکرہ گلدستہ کرناٹک آپ کی تالیف ہے - شعر و شاعری کے فریفتہ تہے - آخر آپ سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین اس دار فانی سے عالم آخرت مین روانہ ہوئے

من اشعاره الفارسی

بزاری عرض مطلب کن اجابت گر ہوس داری / اثرہا در گرہ باشد دعائے وقت باران را
ہمین ادائے تو تنہا نہ آفت جان ست / بہ پردہ چشم تو افتنہ ہائے پنہان ست
از تماشائے جہالت چہ بلا جوشد اشک / حشر طفلان شود آنجا کہ تماشا باشد

کرد بیهوش مرا گردش چشم سیهش	من ازین ساغر سرشار بسی مست شدم

راقم - محمد حسین قادری

راقم تخلص - محمد حسین نام مشہور بہ قادری - آپ نجم الدین حسن خوشنویس کے صاحبزادے ہین - آپکی ولادت سنہ ۱۲۳۲ ہجری مین واقع ہوئی - مسقط الراس رامپور ہے - آپ سن شعور کے بعد تحصیل علوم عربیہ کی طرف متوجہ ہوئے - مفتی بدر الدین بہادر کی خدمت مین تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوئے - آپکو شاعری کا شوق ہوا مولوی محی الدین واقف و ابو طیب خان والا و شائق کی خدمت مین مشق کلام کی - اساتذہ کی توجہ و اصلاح سے شاعر کامل ہوئے - آپکا کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے لطافت و فصاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے - شائقین کو مطالعہ سے لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - آپکا سنہ وفات معلوم نہین ہوا -

من اشعاره الفارسی

گداخت شعلهٔ رویت دماغ آئینه را	شکست سستی چشمت ایاغ آئینه را
بجور چیچ پرستند خوبرویان هم	نگاه کن کلف ماه و داغ آئینه را
بسان خط شعاعی ز تاب مهر رخت	نگه بدیدهٔ من رعشه دار میگردد

راحم - لاله رام پرشاد

راحم تخلص - لالہ رام پرشاد نام - قوم کایتھ سکسینہ - ساکن برہانپور - شاعر خوش فکر و سنجیدہ طبع تھا - کلام صاف و پاکیزہ کہتا تھا - معانی تازہ کو ایجاد کرتا تھا - سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین فوت ہوا - من کلامہ

آہ حسرت می کشد از رشک ما باد صبا	از دم ما غنچۂ تصویر خندان می شود

راغب میر مبارک اللہ خان

راغب تخلص۔ میر مبارک اللہ خان نام بلخی الاصل ہیں۔ آپکے بزرگان سلف قصبۂ امام علاقۂ بلخ میں متوطن تھے۔ آپکے جد امجد سید معصوم خان دادا و سید عبد اللہ خان وطن مالوفہ سے حضرت آصفجاہ اوّل کے عہد میں حیدرآباد دکن میں آئے۔ حضور کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ حضور آصفجاہ نے آپکو منصب مناسب سے سرفراز کرکے اپنی مصاحبت میں رکھا۔ حضور کی زندگی تک خوش رہے۔ صاحب ترجمہ کے والد ماجد سید عاصم خان بہادر مبارز جنگ حیدرآباد سے نواب امیر الہند والاجاہ محمد علیخان بہادر کی خدمت میں مدراس گئے۔ نواب نے آپکی بہت خاطرداری و مدارات کی اور معزز خدمت پر مامور فرمایا۔ آپکے والد ماجد حسن خدمت کے ذریعہ سے درجۂ مدار المہامی پر پہنچ گئے۔ بہادری جنگی خطاب سے مخاطب ہوئے۔ زمین بلدہ اس میں راغب صاحب ترجمہ کی ولادت ۱۲۰۳ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپنے سن شعور کے بعد اساتذۂ بزرگ سے کتب علوم و فنون تحصیل کیں۔ تحصیل و تکمیل کے بعد سخن سنجی و شعرگوئی کی طرف مائل ہوئے۔ چند روز کی مشق میں کلام سنجیدہ موزون فرمانے لگے۔ آپکے کلام سے نقادان سخن محظوظ ہوتے تھے۔ آپکا رنگین بیانی و شیرین معانی کی تعریف کرتے تھے۔ آپکے کلام سے فصاحت و بلاغت نمایاں ہوتی تھی۔ آپکی سنہ وفات کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی۔ آپکی تالیفات سے ایک ساقی نامہ۔ دوم فراقنامہ سوم دیوان ہیں۔ اب میں آپکے چند اشعار گزارش کرتا ہوں ھو ھذہ

وله
چون گل نرگس نمی آید بهم مژگان ما — در تلاش کیست یارب دیدهٔ حیران ما
آتش عشق که یارب شعله زد در جان ما — شورها دارد کباب آسا دل بریان ما

وله
در چمن کم زدم چو وصف نکهت گفتار او — با زبان لال شد سر در گریبان غنچه را

وله
هلال عید قربان تا ز تیغ ابروئیش دیدم — برنگ نیم بسمل میکنم مشق طپیدن ها

وله
نه بس دارم بسر سودای عشق لاابالی را — رگ برق از طپیدن کرده ام تار نهالی را

وله
چون شاخ گل پیاله بکف باش در بهار — دستے که بے می است کم از دست خار نیست

وله
راغب امروز هم مجال لب کشائیها نماند — من چگویم فکر زلفش سرمه ام در کام ریخت

وله
کس نکند ز بیکسی وقفه به پهلوے من آه — ناوک او چه از دلم برق صفت گذار کرد

وله
چسان شهید ترا از طپش امان باشد — تبسم تو نمک پاش زخم جان باشد

وله
حصار عافیت بر مسند قالین چه میجوئی — من از عزلت بنقش بوریاے خود پرده پوشیم

وله
انچه در یک جام صهبا دیده ام در بزم یار — سالها باید که بیند در طلسم جام جم

وله
باقیست کاروبار بهار از غبار من — بیهوده نیست رفتن گل از مزار من

وله
ز اضطراب خود آرام یافتم راغب — بسان جنبش گهواره شد طپیدن من

وله
ذره جانکاه از عشقت چو شمع — گرم رفتار باش تا باشی

وله
گشت از مضمون خط روشن مرا — گلعذاران دارند حسن عارضی

حرف السین المهمله

سراج ۔ سید سراج الدین حسینی اورنگ آبادی

سراج تخلص ۔ سید سراج الدین نام ۔ آپ سادات حسینی خاندان مشائخ سے تھے ۔ تربیت و تعلیم اسی شہر فیض بہر میں پائی ۔ آپنے اپنا حال منتخب دیوان کے

دیباچہ مین لکہا۔ ہم اُسکا ترجمہ بجنسہ لکہتے ہین۔ اور اُس منتخب کا نام تاریخی (منتخب دیوانہا) ہے ۱۱۶۹ھ
یہہ فقیر بارہ برس کی عمر مین جوش جذبہ و غلبہ شوق سے سات برس تک برہنہ تن
و برہنہ سر رہا۔ اکثر اوقات عالم بیخودی مین حضرت شاہ برہان الدین غریب دولت آبادی
کے روضہ کے اطراف مین گہومتا تہا۔ اسی دور و طواف مین رات دن بسر کرتا تہا
اور اسی حالت مستی مین اکثر اشعار فارسی زبان سے برآمد ہوتے تہے۔ مگر تحریر کے
دائرہ مین نہین آتے تہے۔ اگر اتفاقاً کوئی شائق حاضر ہوتا تہا تو لکہہ لیتا تہا
کاش اگر وہ تمام اشعار موجود ہوتے تو ایک ضخیم و بزرگ دیوان مرتب ہو جاتا۔ اور اُنکے
دیکہنے سے عالم کو تعجب ہوتا۔ اور اُن کو الہامات سے تصور کرتے۔ پہر مدت مذکورہ کے
بعد حضرت خواجہ سید شاہ عبد الرحمن چشتی المتوفی سنہ ۱۱۶۱ ہجری کی خدمت مین
پہنچا۔ حسن ارادت سے مرید ہوا۔ اُن دنون مین بپاس خاطر عزیزی عبد الرسول خانصاحب جنت
جو فقیر کے برادر طریقت تہے اکثر اشعار ریختہ زبان مین لکہے گئے۔ خانصاحب نے
جواہر متفرق کو جو تخمیناً پانچ ہزار اشعار تہے۔ حروف تہجی مین ترتیب دیا۔ اور کامل
دیوان شائقین کی خدمت مین بہیجا۔ شہر مین دیوان کی شہرت ہوئی۔ پہر فقیر نے
بمقتضائے الفقر فخری فقیری اختیار کی۔ اور مرشد کے حکم سے شعرگوئی ترک کی۔
اسوقت ستروان سال ہے کہ ابتک ایک فرد بہی نہین لکہی انتہی کلامہ۔

چمنستان و تحفۃ الشعرا کے مولفین نے لکہا کہ جناب سراج صاحب روزگار زندہ فقیر پاک نفس
تہے۔ مقبول درگاہ بی نیاز۔ مسافر دوست غریب نواز تہے۔ گوشہ نشین و خلوت گزین
پاکیزہ دل و پاکیزہ دین تہے۔ مزاج مین تواضع و خاکساری اسقدر تہی کہ ہر کس و ناکس
کے سامنے جہکے جاتے تہے۔ سبکروح و خوش کلام تہے۔ بوڑہون مین بوڑہے جوانون مین

جوان بچّوں میں بیٹھے ہنستے تھے۔ نہایت خوشی ہنسی سے ملتے تھے۔ اہل دکن کیا امیر کیا فقیر سب آپکی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ جناب میر صاحب نے نکات الشعرا میں لکھا کہ سید سراج سید حمزہ کا شاگرد ہے۔ شاید ہو۔ مگر مشہور ہے کہ آپکی شاعری خداداد تھی۔ آپنے کسی سے اصلاح نہیں لی آپ خدا کے شاگرد تھے۔ آپکے کلام کو اُس خوبی و خوش اسلوبی سے ترکیب پاکر استادانہ کلام معلوم ہوتا ہے مضامین پاکیزہ و معانی تازہ کو اُس انداز سے بیان کیا ہے کہ دیکھنے سے لطف دو چند آتا ہے۔ ولی اورنگ آبادی کے بعد شعر ریختہ کا بازار آپ ہی کی بدولت گرم ہوا۔ اور شعر و سخن کا افسردہ چمن تازہ دم ہوا آپ کی سخن کا آوازہ اطراف دکن میں عالم بالا کو پہنچا۔ اور کلام کی قبولیت نے وہ رتبہ پایا کہ خاص و عام کے نزدیک مقبول ہوا۔ اور آپ فارسی شعرگوئی میں بھی شعرا کی مجلس میں روشن چراغ۔ خوش کلام و عالی دماغ تھے۔ فارسی کلام کی بندش با محاورہ اور ہر ایک شعر میں لطف خوبی کا ذخیرہ۔ کلام کی چستی و زبان کی درستی نے وہ رنگ دکھایا کہ اہل زبان بول اٹھے کہ یہ ایرانی الاصل ہے۔ دیکھو کلام بھی زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ یہ بزرگ ہندی الاصل نہیں ہے۔ آپ دونوں زبانوں میں صاحب دیوان ہیں۔ فقیر مصنف کو نہایت تلاش و جستجو سے ہندی دیوان کا ملا ہے۔ افسوس فارسی دیوان نہیں ملا مگر منتخب اشعار ملے ہیں لیکن وہ بھی موسی ندی کی طغیانی میں گل آلودہ ہو گئے ہیں۔ ہم آپکے احوال کے خاتمہ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھیں گے۔

شاعری

آپکا کلام بھی ولی کیطرح ایہام و ذو معانی الفاظ سے پاک و صاف ہے۔ سیدھا سادہ بیان ہے۔ تکلف و بناوٹ کا نشان نہیں۔ اکثر غزلوں میں جذبۂ شوق کے کرشمے و معشوق کے نقشے کھنچے ہیں۔ خط و خال کے سہرے لب رخسار کے مبالغے نہیں۔ دیکھنے سے گلزار کی

طرز کلام

ہیر کا لطف ہوتا ہے۔ اور پڑھنے سے قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ اور بعض اشعار میں توحید و معرفت کا نقشہ اور بعض میں محویت کا تماشا ہے۔ جو عارف ہیں اُن کے مطالعہ سے بیتاب و بیخود ہوتے ہیں۔ ہوش سے بیہوش ہوتے ہیں۔

چمنستان کے مولف نے لکھا کہ سراج دکنی ریختہ گوئی میں ولی کا قائم مقام تھا۔ اس ملک میں استادی کے رتبہ کو پہنچا تھا۔ ولی نے اس چمن میں جو کچھ پودے جمائے تھے اور جو کچھ سبزے لگائے تھے۔ سراج نے اُن کو اپنی توجہ کے پانی سے سیراب و شاداب کیا۔ خوب پھولے اور پھلے۔ اہل دکن نے کمال رغبت سے چنے اور اُن سے مزے اُٹھائے۔

ولی کے بعد دکن میں سراج کا چراغ روشن ہوا۔ اسی کی روشنی نے دکن کو گھیر لیا اور خاص و عام کو چمکا دیا۔ اطراف و اقطار میں انہیں کے اشعار کی چمک دمک تھی اور کوچہ و بازار میں انہی کی خوشبو لپک رہی تھی۔ شہر میں کوئی محفل ایسی نہ تھی جسمیں آپ نہوں۔ ہر ایک محفل میں آپ ہی صدر ہوتے تھے۔ مشائخ و علما آپکی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ چشتیہ طریقہ کے پابند تھے۔ ہفتہ میں ایک روز محفل سماع فرماتے تھے۔ اسمیں شہر کے اکثر عمائد و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ قوال و گوئیے آپکی غزلیں سناتے تھے۔ کبھی سامعین کو رُلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال میں تڑپتا تھا۔ کوئی وحدت کی دریا میں ڈوبتا تھا۔ صوفیائے کرام لطف و مزہ پاتے تھے آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ مجلس میں آپکا وہ رعب و داب تھا کہ سب اہل مجلس با ادب عالم سکوت میں ہوتے تھے۔ سانس لینا بھی خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آپکی نظر و توجہ میں وہ جلال و اثر تھا جس پر توجہ کرتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تھا اور جبہہ بر زمین رکھتے لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا۔ بڑے صاحب کمال و صاحب اقوال تھے

جو کچھ پاس ہوتا تھا یا نذرانہ آتا تھا وہ سب قوالون کے نذر ہوتا تھا۔ زندہ دل
خاک سیرت پاک طینت تھے۔ زندگی توکل و قناعت پر بسر کرتے تھے۔ تا بمرگ
کسی سے سائل نہین ہوئے۔ نہ دنیا و ما فیہا کے طرف مائل ہوئے۔ اکثر امرا آپ کی
خدمت کرتے تھے۔ آپ کو کسی کی پروانہ تھی۔ اسوقت دکن مین آپکے معاصرین مین سے
میر غلام علی آزاد بلگرامی و عبدالوہاب افتخار دولت آبادی و ظفر بیگ ظفر اورنگ آبادی
محمد فقیہ درد منارگیری۔ مرزا محمد باقر شہید و جان مرزا رسا۔ و موسوی خان جرأت
اورنگ آبادی و عبدالنقا ورسا می اورنگ آبادی و عارف الدینخان عاجز۔ و موسوی خان
فطرت خافی خان۔ و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی و میر اولاد محمد ذکا بلگرامی وغیرہ
شعرا و علما و مشائخ تھے۔ خوب مشاعرے و جلسے حریفان ہم مشرب ہوتے تھے۔ آپ
باوجود گوشہ نشینی بزرگون کے اعراس اور شعرا کے مشاعرون مین ضرور شریک ہوتے تھے
اگرچہ درویشی کے بعد شعرگوئی ترک کردی تھی مگر کبھی کبھی یاران ہم جلسہ کے اصرار سے
کہدیتے تھے۔ شعرا کے کلام کو نہایت شوق سے سنتے تھے۔ غور و فکر کی ترازو
مین خوب تولتے تھے۔ نقاد سخن تھے۔ منصف مزاج و حق پسند تھے۔ سخن سنجیدہ
و کلام پسندہ کی داد دیتے تھے۔ شعرا کے دلون کو باغ باغ کردیتے تھے۔ جناب آزاد
بلگرامی و میر اولاد محمد بلگرامی و لچھمی نرائن اورنگ آبادی سے نہایت محبت رکہتے تھے
آپنے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین اساتذہ کے دواوین فارسی کا منتخب بنایا۔ اسمین متقدمین
و معاصرین کا کلام جمع کیا۔ کتاب مین شعرا کے نام حروف تہجی پر لکھے اور ردیف کی
رعایت بھی کی ہے اور مجموعہ کا تاریخی نام (منتخب دیوانہا) رکہا۔ مجموعہ ضخیم ہے
اسمین کئی ہزار اشعار ہین۔ منتخب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقاد سخن تھے

معاصرین سے تعلقات

[illegible]

کھرے اور کھوٹے کو خوب پرکھتے تھے۔ دواوین میں جو اشعار جاندار تھے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تھے چن لئے۔ منتخب میں جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے میں بخ جو اشعار جاندار تھے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تھے چن لئے۔ منتخب میں جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے لِلّٰہِ دُرُّہٗ۔ صاحب چمنستان نے لکھا کہ آپنے ۱۲۷۳ھ ہجری میں ایک مثنوی مسمّی بہ بوستان خیال لکھی اسکی ایکہزار ساٹھہ ابیات میں مثنوی بریختہ زبان میں ہے۔ آپنے اسمین جوش طبیعت و شوق دل سے خوب ہی عرق ریزی کی۔ مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کے جمع کرنے میں نہایت ہی دلسوزی کی۔ گل و بلبل کا فسانہ ہے۔ گل پہ بلبل دیوانہ ہے۔ ان دونون کا قصّہ ہے کہین گل کے نازو انداز ہین کہین بلبل کے سوز و گداز ہین۔ کہین نالہ جان خراش کے جولانیان کہین شب فراق کی طولانیان ہین۔ غرض یہہ قصہ شروع سے آخر تک عاشق و معشوق کے حالات کا نقشا ہے۔ خزان و بہار و لیل و نہار کا تماشا ہے۔

خوش عقیدہ۔ سنن و فرائض کے پابند تھے۔ ائمہ دین کے اقوال و افعال پر کار بند پیر و مرشد سے نہایت ہی خلوص ارادت رکھتے تھے۔ فنافی الشیخ کے مرتبہ مین تھے آپکا شعر شاہد حال ہے

اے سراج اپنی خودی کو بیخودی مین محو کر یار کا دیدار پاکر اے سراج	شغل جاری کہہ سراکیدم مین ہوالرحمان کا شکر رحمان کر کے تو واصل ہوا

آپنے بھی تعلّی و تفاخر مین غزلون کے مقطعون مین شعراء سلف و خلف کی پیروی کی ہے ہم دیوان سے چند فخریہ اشعار لکھتے ہین ھوھذا

نہین ہا سخن آبدار کا موتی	سراج طبع کے سبب جوہران کو دل جیتا

وہ شکّریں لب نے گوش دل سون نام سنکر یہ ریختہ کو
کہا یہ میٹھی بچن سے مجکو سراج شیرین کلام سنا

تجھ بن اے سراج بعد ولی کے
کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا

اے سراج آرزوئے قند نہیں
شعر تیرا ہے جیون نبات لذیذ

شاید کہ بعد مرگ کریں یاد خاص و عام
مشہور ہیں سراج کا شیرین سخن ہنوز

سراج از بس کہ ہے تیرے اشعار رنگین بیان
مثال گل ہر ایک بلبل کو مرغوب تا ہے

ایکروز آپنے پوچھی ازان شفیق اورنگ آبادی سے آزاد بلگرامی کے شعر میں ہے

صید رنگ وحشت است پری از آئینہ
دلہا چرا ارادۂ تسخیر می کند

رم کردن پری از آئینہ کی سند طلب کی۔ شفیق نے خاقانی کی بیت سند پیش کی ہے

ساقی بزم چون پری جام بکف آئینہ
او نرمد جام اگر ز آئینہ می رمد پری

آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا آج ہمکو بہہ فائدہ حاصل ہوا۔

آخر چوتھی تاریخ شوال یوم جمعہ ۱۱۷۷ھ گیارہ سے ستتر ہجری میں آپکی ہستی کا چراغ ہوائے نیستی سے گل ہوا۔ اور چمن بہشت کا رونق افزا ہوا۔ آپکی تجہیز و تکفین کے لئے شہر کے عمائد و مشائخ آئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مبارک کو اُٹھائے بعظمت و شان سے چوک کی مسجد میں لائے۔ جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ جنازہ کی نماز میں دو ڈہائی ہزار آدمی تھے۔ مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ شعرا و معاصرین نے آپ کی رحلت کی تاریخیں لکھی ہیں۔ ازانجملہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکہی ہے

شمع شعرا سراج خوش فکر
در ماتم او سخن سیہ پوش

تاریخ وفات او خرد گفت
ہے ہے مصباح بند خاموش

میر اولاد محمد ذکا بلگرامی نزیل اورنگ آبادی نے کہی ہے

وله
اے آنکه بخویشتن گرفتاری تو
بیجاست که در تلاش بیداری تو
کے جلوهٔ مهر بر تو پرتو فکند
تا در کف سایهٔ دیواری تو

وله
تا بوالهوس از عشق پریشان شده است
از کردهٔ خویشتن پشیمان شده است
آن شوخ بجز چهرهٔ جمعه بر نخرید
بی سوده لخت دل چه ارزان شده است

وله
مردم و در دل تمنای گل شمشاد بماند
تا قیامت ستم بر گردن صیاد بماند

وله
جوهری دانسته بودم قدر دل نشناختی
آخر لعل گران قیمت بخاک انداختی

وله
ترا که آئینه از هر جلوه در کار است
دلم بر آئینه مشکن زیان بسیار است
دلم که تازه اسیر غم تو شد رحمی
جوان قابل احسانش شهید بیمار است

من اشعاره الهندی

وله
یاد رکھیو دل خون گشتہ کہ جیون تکمۂ لعل
جامہ زیبون کے گریبان کا گلوگیر ہو

وله
ہوا ہے دست بیعت خان وادی مین اثر غم کے
رہیگا سلسلا آنسو کا جاری رونے تجھ تک

وله
مجھ کین داغ دل پہ نقش ہے حرف وفا
عشق کے امت مین مجھ ہونے کی قسم

وله
بہار ساقی ہے نہ ہم گلشن مین عطر یاسمن با
پیالہ کا ہے نہ شیشہ شراب اور گل گلابی

وله
شعر رنگین ہے تجھے غزلون کو کیا حسن مزاج
رشتۂ دام ہے تار نگہ چشم خیال

وله
کافر ہوا ہون رشتۂ زنار کی قسم
تجھ زلف حلقہ وا کے ہر تار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کو بن وصل نہین علاج
اسکی ادا کی تیر بیمار کی قسم
اس گلبدن کی کاکل پر پیچ کا جمال
زنار تجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم
تیرے لبون کی باتین شکر کیا ہین دل کی
ہے ذوالفقار حیدر کرار کی قسم
دل ہے مثال بلبل و پروانہ شو تند
اس شمع رنگ چہرہ گلنار کی قسم

گل بسر دارد واز سیر چمن می آید	وله	چشم بد دور که امروز گلستان شده است
از ابروی کج تو دلم کی رها شود	وله	شنیده ام که گوشت ز ناخن جدا شود
رنگ گل بوی سخن دارد ولیکن شعله خو	وله	لاله سان در سینه دارم داغ نافرمانیش
نور ایمان نیست شیخ معرفت اظهار را		قشقه کفر است داغ سجده بر پیشانیش
سبزه صحن چمن خار کف پای من است	وله	سایه پرور ز خط پشت لب بام توام
بینم شب هجر وصل و صبح خیالم می کند	وله	شکر پیوند نیستم شرمنده رو گشت
طرفه باشد در خزان شور تو امشب خیر باد		دیده در خواب بلبل است گل رفت کسی
سخن کز دهن تنگ تو بیرون آید	وله	نکهت غنچه تصویر عدم میدانم
چون چراغ سحر از جان شده ام سیر سراج		دامن افشاندن او عین کرم میدانم
سینه صافان تو تلاش خم و نمای نیستند	وله	بی غرض در خانه آئینه می آییم ما
دل چون یوسف من تنگ تو می کرد قسم	وله	زیر مشق از ورق دیده تماشا میکرد
ناز عشق او اگر نیست عاشق را	وله	خوشم که دست ز جان شستم و وضو کردم
بیگانه است زین چمن سبزه خزان نما	وله	هر کس چو غنچه پاس دم آشنا است
هر صید دیده اش صیاد دام کند		صیاد را ز صید بطرز رم آشنا است
جان دادن خونین جگران بی سببی نیست	وله	از گوشه ابروی تو ایما شده است
شبها پای من از خط شعاعی روشن	وله	هر سر مو به تنم نامه تصویر که بود
آتشی در دل و در سوختن افتاد سراج	وله	باز سیماب خاکستر آتش بچکید
ای آنکه بهار گلشن امکانی	رباعیه	در پرده نهان بصورت انسانی
با ذات احد تو هم صفات احمد		جان را بدنی و هم بدن را جانی

کہ اگر تمام عالم کے اشعار ایک طرف رکھیں اور سالک کا یہہ شعر مندرجۂ ذیل کو دوسری طرف اور مجکو منتظر قرار دیں تو میں سالک کے شعر کو تمام پر ترجیح دونگا وہ یہہ ہے ؎

زبس بدشت کردہ ام آشفتہ نالہا
چون زلف دلبران شدہ شاخ غزالہا

انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شکست شیشۂ خاطر ز ساغرم پیداست ۔ چو لالہ داغ دل از کاسۂ سرم پیداست
جواب نامۂ من غیر ناامیدی نیست ۔ ز دست سودن یال کبوترم پیداست

در ہوائے عشق پروردم دل دیوانہ را ۔ ولہ ۔ چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
ناخن توفیق بکشاید گرہ از کار ما ۔ ولہ ۔ چون رگ سنگ است محکم بسکہ رشتۂ کار ما
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود ۔ ولہ ۔ کوزۂ نو میکند روزی ہمہ کس ساز آب را

وحشت ..... جنون کوہ بلا را خریدہ ام ۔ ولہ ۔ مہر است بر قبالۂ من داغ لالہا
در دور زرخت زلف بصد قیمت جا نشست ۔ ولہ ۔ دیوانہ زبس پر شدہ زنجیر گران است
زبرق آہ می سوزم سراپا کوہ و صحرا را ۔ ولہ ۔ باشک تلخ می گویم جواب شور دریا را

نوائے نالۂ نے میرسد بغارت ہوش ۔ ولہ ۔ تو برق تازی این نے سوار را دریاب
در خور خرج بود دخل دیوان قضا ۔ ولہ ۔ نرود تا نفسے کے نفسے می آید
زبان ہرزہ درایان توان بہ نرمی بست ۔ ولہ ۔ کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد
از دو عالم گوشۂ چشم بتان ما را بس است ۔ ولہ ۔ تیرہ بختان را چو داغ لالہ یک گل جا بس است
نہ تنہا گرد باد از شوق او بیتاب میگردد ۔ ولہ ۔ کہ مستی می کند بحر و بر گرداب می گردد

خوبرویوں کو نہیں پردے میں ہرگز اعتبار
دُرِ صدف کے قید سے نکلے پہ پاتا ہے وقار

وله

دیکھیے آتا ہے قاتل کس طرح خنجر بکف
ایک میں ہوں سو تو آئے لے رہا ہوں سر بکف

وله

کس بتِ طامع سے اے خورشید سودا ہے تجھے
ہر سحر دیکھا تو آتا ہے لئے تو زر بکف

وله

مجھے تو ہے عبث کیوں نیم بسمل کر دیا قاتل
نہ جیتا ہوں نہ پورا مر چکا یہ کیا کیا قاتل

بچے کس طرح جو دیکھے ابرو کا ہو مارا
کہیں بھی تیغ زہر آلود کا زخمی جیا قاتل

وله

زیب دیتا ہے زری جوڑا سنہری رنگ پر
شعلہ رویوں سے مناسب ہے کہ رکھیے تاس راہ

اس حنائی دست پر دیکھا ہوں الماس رنگ
کر لیا ہے پنجۂ مرجان سے کیا الماس راہ

سالک مرزا سالک یزدی

سالک تخلص۔ مرزا سالک نام۔ یزدی الاصل ہے۔ شاعر خوش مقال و نازک خیال تھا۔ آزادانہ مشرب تھا درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ مدت تک عراق و فارس میں سفر کرتا رہا۔ اور وہاں سے ہند میں وارد ہوا۔ حیدرآباد دکن میں عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ قطب شاہ نے سالک کی بڑی عزت کی اور منصب مناسب مقرر کر دیا چند مدت تک خوش خرم رہا۔ جب قوم مغل بوجہ فساد حیدرآباد سے نکالی گئی۔ اس وقت بیچارہ سالک بھی مع متعلقین اپنی قوم کے ساتھ نکالا گیا۔ وہاں سے نکلا۔ دلی میں آیا شاہجہانی ملازمت میں شریک ہوا۔ مدۃ العمر بادشاہ ہند کی مدح کرتا رہا آخر سنہ ۱۰۸۱ ہجری میں آخرت کا سفر اختیار کیا۔ دہلی میں مدفون ہوا۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی سرو آزاد میں لکھتے ہیں کہ سالک کا کلام شستہ و ہموار ہے لطافت و خوبی سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ بھی نقل کیا کہ حکیم رکنا کاشی کہتا تھا

ملازمت مین تہا۔ راجہ اُسکے ساتہہ حسن سلوک کرتا تہا۔ ایکروز سپاہ نے تنخواہ کی بابتہ راجہ سے تکرار کی۔ باہم بحث وتکرار مین تیر وتفنگ کی نوبت پہنچی۔ چنانچہ سبقت کا تیر راجہ کے ہاتہہ پر پہنچا۔ راجہ زخمی ہوا سخت غضبناک ہوا قیامت برپا ہوئی۔ باقی بیگخان افغان مع پچاس سوار سبقت کا رفیق رہا۔ رفاقت کا حق پورا ادا کیا۔ سبقت نے مع رفقا خوب مقابلہ کیا۔ آخر ضرب تیر سے زمین پر گرا۔ اسیر و دستگیر ہوا۔ راجہ گروہر نے اُسکو قتل کیا۔ حکیم چند ندرت نے اوسکی تاریخ ایک سال کے تفاوت سے کہی سنہ

ہادی سکہراج ز ما سبقت کرد

اور منشی لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی نے مصرع تاریخ کو درست کیا۔ برابر عدد برآمد ہوتے ہین سنہ کرد سکہراج ز ما سبقت ہے اُسکا کلیات ضخیم تہا تخمیناً دس ہزار ابیات تہین۔ اسی معرکہ مین تلف ہوگیا۔ تذکرہ خوش گو سے چند ابیات نقل کی جاتی ہین

من اشعارہ از جنگ نامہ

کتابی ست رنگین سواد چمن	که دارد ز نام خدا سر سخن
چه معنی که در نسخه ام حرف نیست	برنگینی حرف شنجرف نیست
کجا شاعری معنی اندیشه	بتلمیذی حق خرد پیشه
خرد پیشه ام حرف حق میزنم	نقابی ز تحقیق شق میزنم

بیان کرم امیر الامرا

درا قلیم و آفاق افتاده شور	که خورشید بر ظلمت آورده زور
سپاه از شمار کواکب فزون	چو مریخ تیغ آب داده بخون
چه گویم که حیرت شبیخون زده است	بصحرا فلک خیمه بیرون زده است

بخالف سے چشم عبرت کشاد — کہ بشتی در عہد دیوار قلعہ فتاد
توگفتی کہ معراج حق رونمود — در آسمان بر پیمبر کشود

چونکہ اُس کے نوکر کا نام اسد اللہ تھا۔ بحر مین نہیں آسکتا تھا۔ مگر بسکتہ اس حسن اسلوب سے ادا کیا ہے

بنامش کہ شمشیر حق از آلہی است — ادب سکتہ معذور اسد اللہی است
چو نوبت بعالم علیجان رسید — ظفر آفرین آفرین خوان رسید
ببالاے فیل آن جوان غیور — نمایان چو رمز تجلی زطور

از غزلیات

مدہ تکلیف حتی آن دلیر گیسو مسلسل را — کہ ہیم درد سر شد بر جبین خویش صندل را
بیاد نت از کتاب دل کجا حرفے بود ظالم — لطیفے خواندہ بودی بین گلستان باب اول را
بفقر آمادگان ہرگز نسازد ننگ سوالی — بگو با تاج تا پوشد ہمان از جیب زر گل را
کلفت انجامیم ویرانی چہ و تعمیر چیست — ولہ گر ز ہستی گر نباشد خاک را منگیر چیست
عبرتے آخر ز طفلی جز گناہت کار نیست — خون مادر خوردہ اے غافل ازین تقصیر چیست
چہ خون در دل قمری نکردہ ظالم — ولہ بباغ رفتی و شمشاد و سرو قد برخاست
ہر کہ نظارہ بران مصحف خسارہ کند — ولہ یا دگیرد سبق بوسہ و تکرار کند
او بفکر من ہست و من فارغ — ولہ بندگی ہم خداے می دارد
چو نقش پا بسر کوی انتظار کسے — ولہ نشستہ ام کہ شوم خاک رہگذار کسے
مرا چو رشتہ رگ جان بخویش می پیچد — خدا نکردہ کہ افتد گرہ بکار کسے
شد از خطوط شعاع این سخن بمن روشن — کہ ہست در دل خورشید خار خار کسے

زرنگ با خفتن یار سخت حیرانم
برنگ آئینه شد نگرد و چار کسے

خدنگ او بدلم تا نشسته بیرون رفت
سہی قدان بنشیند در کنار کسے

ببزم وصل بتان به که شمع سان سبقت
کنیم نقد دل و جان خود نثار کسے

بسکه محو منعی بیجا حاصل بود اندیشه ام
در دو بدن شد برنگ موج قطع ریشه ام

چون تصویر از بساط وہم چیدم بزم بیرنگی
فشاندم دامن ہستی بقدر گردش رنگی

خموشی ساز آرام است تا کسے ہرزه نالیہا
شنیده ام بقدر از پرده گوش کر آہنگی

ہدایت یکطرف ترسم که صحبت ہا اثر دارد
بود شیخ عصا در دست من سبقت کہن لنگی

اے از نگه کرم تو بینا سے واغ
دید تو زکوری لت داد سراغ

تو چشم زخس پوشی و خس ہم اینجا
میلے ست که شد سرمه کش چشم چراغ

سجاد ۔ میر سجاد علیخان بہادر حیدرآبادی

سجاد تخلص ۔ میر سجاد علیخان بہادر نام ۔ آپ مشاہیر امرا حیدرآباد سے تھے ۔
شاہیار الملک سے آپکی قرابت قریبہ ہے ۔ آپ بیگن پلی کے جاگیرداروں میں سے ہیں
آپنے فارسی میں عمدہ لیاقت و استعداد حاصل کی تھی انشاپردازی و سخن طرازی
میں بے مثل تھے شعر خوب کہتے تھے ۔ کلام صاف و شستہ ہوتا تھا ۔ مہاراجہ بہادر
چندولعل نے آپکو بندگانعالی سے سو روپیہ ماہوار مقرر کرایا ۔ خانی و بہادری کا خطاب
دلوایا ۔ آپ خوش طبع و خوش فکر تھے ۔ صاحب ہمت و سخاوت تھے ۔ مہمان نواز
و آشنا پرور تھے ۔ آخر آپ سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں بہشت بریں کو روانہ ہوئے ۔ آپ
میر عباس علیخان بہادر متخلص کافی کے بہائی حقیقی تھے ۔

من اشعارہ الہندی

دعوے کرے جو خال لب یار سے مشک
تا حشر منفعل رہے اپنی خطا سے مشک

آوے اگر اُسکے کوچۂ گیسوئے باغ مین
ٹپکے بجائے دانۂ شبنم قبا سے مشک

ہے جو مریض خال و خط یار اے مسیح
بہتر ہے اوسکے حق مین تمہاری دوا سے مشک

ولہ

فقط سرو چمن شکل سنان ہے مجھکو
اژدہا بن ترے ہر نہر روان ہے مجھکو

گر نہوئے تو بہار چمن خزان ہے مجھکو
نکہت تختۂ گل موج دخان ہے مجھکو

ساکن کوچۂ جانان کو چمن سے کیا کام
باب جنت دہن شیر ژیان ہے مجھکو

ناصحا مغز خراشی تو عبث کرتا ہے
پند سننے کی ترے تاب کہان ہے مجھکو

سوز۔ میان عالم خان

سوز تخلص۔ میان عالم خان نام۔ واقع مین آپکی نسب کا سلسلہ شہزادہ سے منتہی ہوتا ہے۔ لیکن مصلحۃً آپ اس نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اور خود کو سوز ہی مشہور کیا۔ عالمگیری زمانہ مین منصب مناسب پر مقرر ہوئے۔ چند مدت کے بعد تارک الدنیا ہو گئے۔ بلدۂ اورنگ آباد مین گوشہ نشینی اختیار کی۔ مدت العمر عبادت الٰہی مین ہمہ تن مصروف رہے۔ گوشہ نشینی کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے۔ امرا و سلاطین کی صحبت مین قبولیت کا مرتبہ پایا۔ بہادری دلیری مین مشہور تھے۔ تلاش معاش سے دستبردار ہو کے کسی امیر یا فقیر کے پاس نہین جاتے تھے۔ جب تک زندہ رہے آفتاب عزت و آبرو کے ساتھ رہے۔ چونکہ طبیعت مین شعر و شاعری کا شوق جولانی کر رہا تھا کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے۔ آپکا انتقال سنہ ۱۱۰۹ ہجری مین ہوا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

شہر اورنگ آباد کے مقبرہ مین مدفون ہوئے۔ من اشعارہ

مرا گنجفہ بازی بود نظر بازی — کہ میکند ورق آفتاب آئینہ را

سخن۔ سید محمد خان بہادر اصفہانی

سخن تخلص۔ سید محمد خان نام۔ اصفہانی المولد ہے۔ شاعر خوش کلام و شیرین بیان تھا۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تھا۔ خلیق و لئیق تھا۔ یاران ہم مشرب کے ساتھ خوش صحبت تھا۔ اصفہان سے شہر مچھلی بندر مین پہنچا۔ تجارت کرنے لگا۔ شہر مذکور سے مدراس مین آیا نواب امیر الامرا بہادر والی مدراس کی ملازمت مین مشرف ہوا اور خطاب خانی سے ممتاز۔ پھر چند روز کے بعد والاجاہی زمانہ مین دیوانخانہ کا داروغہ ہوا۔ اور بہادری کے خطاب سے سرفراز۔ حیدر آباد دکن مین بطریق سیر آیا ہے۔ صاحب دیوان ہے دیوان مختصر ہے اسمین چند قصائد و غزلین ہین۔ آخر ۱۲۱۱ہجری مین سخن گوئی سے خاموش ہوا یعنی فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

بدل خارے ز عشق گلعذار کردہ ام پیدا — ازین خواری بعالم اعتباری کردہ ام پیدا

اشک خونین ز سرا پردۂ دل — میرسد موسم گلکاریہاست

در شب ہجر خیال رخ دوست — سرمۂ دیدۂ بیداریہاست

آسمان ہرگز دل اہل وفا را خوش نکرد — کار او در بیوفائی چون دل آزاریست

ساقیا فصل گل است بعشق بستان خوش است — نی کشا نیز اروئی گل با نغمۂ مستان خوش است

حسرت دوریت از دیدۂ من خواب ربود — اینقدر رشد کہ بخمیازہ ہم آغوشم کرد

بلبل آنکه ترا نغمه سرا کرد مرا
در چمن قمری آن سرو قبا پوشم کرد
ناز از رخصت بیدا و مده اے طناز
کر دل سوختہ آہنگ میدن دارد
شکوہ از دست تو ہر جا نتوانم کرد
زاری من بسر کو شنودیدن دارد

سعدی

سعدی تخلص۔ شعراء دکن سے مشہور ہے۔ اسکی زبان روزمرۂ دکن سے آشنا۔ رکہنی
لب لہجہ اسکے کلام سے ظاہر ہے۔ اسکا مزید خاندیس مین برہانپور کے قرب جوار مین
مشہور ہے۔ صاحب نکات الشعراء نے اسکے دو تین اشعار لکہے ہین۔ انکے سوائے
کوئی اور نہین ملے۔ ہم بہی نکات الشعراء سے انہین اشعار کو نقل کرتے ہین۔ بعض
تذکرہ نویسون نے سعدی دکنی کو سعدی شیرازی لکہدیا۔ انہون نے بڑی غلطی کیا

من اشعارہ الہندی

ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا ہور دکھ دیا
تم یہ کیا ہم وہ کیا ایسی بہلی ریت ہے
دو دین گے گہر مین بہرن رو رو بجو دلکو بہرون
پیش سگ کوئے شرن بیا نجا دکسیت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

سید سید علیخان

سید تخلص۔ سید علیخان نام۔ جواہر محمد خان خطاب۔ سید صحیح النسب ایرانی الاصل تہا
فضائل و کمالات سے آراستہ انشا پردازی و نظم و نثر مین بلند پرواز تہا۔ سخن سنجی و شعر گوئی
مین نہایت ہی ہوشیار و چالاک تہا۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت سے خالی نہین ہوتا تہا

خوشنویسی مین اُستاد تہا اکثر خطوط حسن و خوبی کے ساتہہ لکہتا تہا۔ عالمگیر کے زمانہ مین ولایت سے ہند مین وارد ہوا بادشاہ نے کتب خانہ کی داروغگی سے سرفراز فرمایا۔ اکثر مضامین شاہی اسی بزرگ کے قلم سے لکہائے جاتے تہے۔ بادشاہ نے خوشخطی کیوجہ سے ہر رقم خان کے خطاب سے ممتاز فرمایا تہا۔ اکثر اوقات بادشاہی مسوّدات کو بیضہ کرتا تہا سنہ ۶۸ ہجری مین فوت ہوا۔ اورنگ آباد دکن مین دفن ہوا۔ **من اشعارہ**

من آن مرغم کہ نومید از قفس دارم ۔۔۔ صفیری می کشم تا نعرہ دارئی نفس دارم

سرخوش۔ محمد علیم الزمان

سرخوش تخلص۔ محمد علیم الزمان نام۔ آپ مولوی شیخ وجیہ الزمان مرحوم کے خلف الصدق ہین۔ فارسی عربی مین مستعد طالب العلم مین تکمیل کی فکر کرتے تہے کہ شعرگوئی کا شوق پیدا ہوا تکمیل کتب کی فکر جاتی رہی۔ بندش و تلاش معانی کی فکر کرنے لگے۔ آپ امیر احمد امیر لکہنوی سے مشق کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ آپکا کلام پاکیزہ و شستہ ہونے لگا۔ آپ جو کچہہ کہتے ہین اُسمین شستگی و پختگی نظر آتی ہے سنہ ۳۱۳ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تہے۔ چند مدت تلاش معاش مین متردد رہے آخر عدالت مالگذاری مین صیغہ دار ہوگئے تہے۔ چند مدت کے بعد عازم ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

من اشعارہ الہندی

قضا ہی ہوگئی مقتل مین مضطر ہو کے سرخوش ۔۔۔ اگر نہ تہا تو تمہین کو کچہہ اضطراب نہ تہا

ایک پہلو مین پری ایک حور رہے ۔۔۔ ایک طرف نار رہے ایکطرف نور رہے

کریں گے دہر ہی میں صنم کو تلاش ہم	لیں گے نہ جا کے کعبہ میں احسان خلیل کا

سخی - میر خیرات علیخان حیدر آبادی

سخی تخلص - میر خیرات علیخان نام - آپ میر ہر علیخان حیدر آبادی کے فرزند ہیں آپکے بزرگ عمرا حیدر آباد سے ہیں - نواب روشن الدولہ بہادر مغفور نے آپکو اپنا متبنی کیا تھا - آپ حضور بندگان عالی کے منصبداروں میں شریک ہیں تھوڑی ماہوار یا بجتاج پاتے ہیں - فارغ البال خوش حال ہیں - آپکی عمر پچاس برس کی ہوگی مرزا مستقیم بیگ منتہی کے شعر گوئی میں شاگرد ہیں - خوش طرح و خوش کلام ہیں -

من اشعارہ الہندی

رہے چمن میں نہ بلبل کا نام تک باقی	دیا ہے حکم یہ گلچیں نے باغبانوں کو
یہہ آہ وہ ہے نہ رکے گی کبھی روکے سے	یہہ تیر وہ ہے کہ توڑے گا آسمانوں کو
اب آرزوے رہائی نہیں رہی صیاد	قفس میں بھول گئے اپنے آشیانوں کو
اگر وصال نہیں تو خط و پیام سہی	برائے صبر دل بیقرار کچھہ تو ہو
مجھے ہے فکر سخن اسلئے سخی دل سے	جہان میں بعد فنا یادگار کچھہ تو ہو

سامی - سید عبدالقادر اورنگ آبادی

سامی تخلص - شاہ غلام قادر نام ہے - اورنگ آباد وطن ہے - سادات صحیح النسب تھے - آپ کے جد بزرگوار سید فیض اللہ المخاطب بسید ہدایت اللہ خان شاہجہان کے عہد میں جلیل القدر خدمات پر مامور تھے - اور عالمگیری زمانہ میں آخر عمر میں

اورنگ آباد دکن مین بادشاہی لشکر کے ہمرکاب آئے۔ محمد اعظم شاہ کی سرکار مین کتب خانہ
و جواہرخانہ و خوشبو خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔ آپکے والد ماجد بھی اعظم شاہ کے بعد
نوکری چھوڑکر فقیر ہوگئے۔ نواب مغفرت مآب کے زمانہ مین ہفصدی منصب پر سرفراز تھے
آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابھی آپ آغوش مادر مین تھے کہ والد بزرگوار نے
رحلت کی۔ آپکا نشو و نما جد بزرگوار کے سایہ محبت مین ہوا۔ اور آپنے بقدر ضرورت
تربیت و تعلیم بھی پائی۔ پھر جد بزرگوار بھی بہشت برین کو روانہ ہوئے۔ آپ عالم تنہائی
مین بے افسوس و حسرت کے سوائے کوئی یار و غمگسار نہ تھا۔ خانہ داری و خاندان پرورش کا
بار آپکے سر پر پڑا۔ بامر مجبوری سر پر لیا جسقدر آفتین اور مصیبتین پیش آئین سہتے رہے
زمانہ کی گردشون کو جھیلتے رہے۔ مگر باوجود ان مصائب و تکالیف آپکو علم کی تحصیل کا شوق
تھا۔ دلمین ولولہ و جوش تھا۔ ہونہار تھے۔ جب گھر کے اہتمام سے فرصت ملتی تب
علما کی مجلس مین جاتے جہانتک ہو سکتا استفادہ حاصل کرتے۔ اسیطرح ایک زمانہ تک
ملازمت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ تحصیل کتب سے فارغ ہوکر علما کے سلسلہ مین داخل ہوے
سرکاری منصب دار تھے گذر اوقات کے لئے کافی ماہوار پاتے تھے۔ زیادہ کی ہوس نہین
کی۔ قناعت گزین ہوئے۔ ماحصل پر شاکر و صابر رہے۔ موزون الطبع تھے جولانی
طبیعت سے شعرگوئی کے میدان مین پیش قدمی کی اس میدان مین ایسی جستی و چالاکی
سے قدم ڈالے کہ متقدمین سے کئی قدم آگے بڑھ گئے۔ اور شاعری کو ایسی زینت
دی کہ ہر ایک مجلس مین آپکی شاعری جلوہ افروز تھی۔ اور آپکے کلام کے چرچے گھر گھر
ہونے لگے۔ نقادان سخن غور و فکر سے پرکھنے لگے۔ سب نے آپکو کھرا پایا۔ آپکی لیاقت
و استعداد کو مان لیا۔ موجودہ شعرا مین ایسی شہرت پائی کہ استادی کے درجہ کو

پہنچے۔ اکثر طلبہ آپکی شاگردی کے سلسلہ مین آئے اور درجہ کمال کو پاے۔
آپ شاعر پرگو خوش مزاج ظریف الطبع سلیم الوضع تھے۔ صاحب خلق خندان جبین
وشگفتہ رو تھے۔ صلح کل صاحب توکل مستغنی از جز تا بکل تھے۔ درویش دوست
غریب آشنا حق شناس و حق نما تھے۔ آپکو قادریہ طریقہ مین بیعت و اجازت حاصل تھی
پیری مریدی کا طریقہ جاری تھا۔ آپ بافیض تھے۔ خلائق آپکی فیض صحبت سے فیضیاب
ہوتی تھی۔ ایک جہان آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتی تھی۔ آپکی خانقاہ کیا امیر و فقیر کیا
شاہ و فقیر سب کا مرجع تھی۔ حصول آرب مقاصد کا مجمع تھے۔ آپ صوفی باصفا تھے
راضی برضا تھے۔ جامع کرامات و حاوی خرق عادات تھے۔ عاشق رسول اللہ صلعم
شائق فنا فی اللہ تھے۔ اہل بیت و اہل اللہ کے مداح تھے۔ خدا کی راہ مین جان نثار اور
اُسکی محبت و عشق مین زار و نزار تھے۔ آپکی ہمدردی و رفاہ عام کا عام مین نام تھا۔
خلائق کی حاجت روائی آپکا کام تھا۔ اکثر شہر کے عمائد و امرا آپ کے مرید و معتقد تھے
جو کچھہ آپکی نظر مین آتا تھا سب فقرا و غربا پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ شہر مین آپکی خانقاہ
اور شاہ مسافر کا تکیہ مسافرون کی فرودگاہ تھی۔ دونون مقام مین مسافرون کو گھر سے
زیادہ آرام ملتا تھا۔ آپ مہمان نواز و غریب پرور تھے۔ مہمان کی دلداری و غمخواری
کرتے تھے۔ جو مسافر طالب دنیا ہوتا اُسکی سعی سفارش کرکے ملازم کراتے تھے۔ جو طالب
خدا ہوتا تھا اُسکو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔ نقل مشہور ہے کہ آپ ہمیشہ سفارش کرتے
تھے۔ اور یہی آپکی عادت مستمرہ تھی۔ ایک روز ایک امیر سے کسی مسافر غریب کی سفارش
کی امیر نے اس لحاظ سے کہ آپ آیندہ کسی کی سفارش نکرین عرض کیا کہ حضرت اسوقت
جسقدر سفارش کرنا ہو کیجئے۔ اور اقرار کیجئے کہ آیندہ کسیکے بارہ مین نہین کہون گا

اخلاق و عادات

اقرار مع الشرط ہونا چاہیئے۔ آپنے قبول کیا۔ اور یہ شرط ٹھہری کہ آئندہ جب سفارش
کرون تو مجکو شہر بدر کر دینا۔ امیر بھی راضی ہوا۔ دس پانچ جو مسافر تھے اُن کی سفارش
کی۔ وہ سب آپکی بدولت نوکر ہوگئے۔ پھر چند روز تک خاموش رہے۔ اسی عرصہ مین
چند بزرگ آپکی خدمت مین آئے اور گذارش کی کہ حضرت ہمارے لئے کچھ تدبیر کیجئے۔ خدا
و رسول کے لئے سفارش کیجئے ہم غریبونکا کام آپکی عنایت سے حاصل ہوگا۔ آپنے فرمایا
اچھا چلو۔ سب کو ساتھ لئے اپنا بستر و بدنا بھی باندہ لئے۔ امیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ مین
اپنے اقرار پر قائم ہون مجھے اُس سے انکار نہین۔ ان غریبون کا نام تنخواہ مین لکھ لیجئے
اور فقیر کو رخصت کیجئے۔ فقیر سفر کے لئے مستعد و تیار ہے۔ بستر و بدنا دکھادیا۔ امیر قدمون پر
گر پڑا۔ اول سے زیادہ معتقد ہوا۔ اور فرمایا۔ آپ یہین رہئے۔ آج سے آپکو اجازت عام ہے
ہر کس و ناکس کی سفارش کرتے رہئے۔ واہ رے امیر و ایسے فقیر دونون آفرین کے
لائق ہین۔ اکثر عوام الناس ایسے موقع و محل مین کہتے ہین کہ اول کا زمانہ متبرک تھا۔ اور
اہل زمانہ بھی بزرگ تھے۔ عوام کا یہہ قول غلط خیال ہے کیونکہ زمانہ ایک ہی ہے مگر نیکی
و بدی سے بلحاظ اہل زمانہ موصوف ہوتا ہے۔ زمانہ ٹھیک و درست ہے۔ اہل زمانہ بھی
اچھے ہین ہان اتنا فرق ہے اسوقت کے لوگ نہایت عمدہ و درست تھے۔ اکثر کیا علما
و کیا مشائخ نیک طینت ہوتے تھے۔ اب بھی کمتر مرد نیکو و خوشخو ہین۔ آجکل امرا مین
بہ نسبت فقرا ملائکہ خصائل زیادہ نکلین گے۔ ہم اس موقع پر جو ایک واقعہ ہمارے وزیر با تدبیر
امیر الامرا نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ مدار المہام سرکار عالی کے پاس گذرا۔ وہ لکھتے ہین
کہ تھوڑے دن گذرے کہ حیدرآباد مین مشہور ہوا کہ وزارت بدلنے ہی کو ہے دوسرا وزیر مقرر ہونے والا ہے
اس موہومی خبر سے عام کے دلون مین تردد واقع ہوا۔ شہر کے کسی امیر نے نام [illegible]

بچون کی منصب کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین پیش کی۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ
آپ جلد منظور کیجیے۔ نواب صاحب نے درخواست رکھ لی۔ پھر صاحب درخواست نے
عرض کی۔ آپ نے کہا اچھا پھر عرض کی نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ جلدی کیجیے مین کرونگا
آخر بمصداق صاحب الغرض مجنون پھر عرض کیا جلدی نکرون تو کیا کرون نہین معلوم
کل کیا ہوتا ہے۔ شاید آپ نہ رہین۔ نواب صاحب خاموش ہوگئے۔ اس امیر کو کچھ جواب نہین دیا
جو کچھ کام تھا پورا کر دیا۔ دیکھئے نواب صاحب کا کیا حلم و کیا رحم ہے کہ کچھ نہین کہا اور
اُس غریب کا کام کر دیا۔ فی زماننا بھی ہمارے شہر مین اسی طرح کے بہت سے امرائے قدیم
موجود ہین جنکا خمیر ہمدردی غربا و فقرا سے ہے۔ مولف نے ہر ایک کے حالات عادات مع تحسین
تذکرہ امرا و زرائے دکن مین لکھے ہین۔ ابھی یہ تذکرہ طبع نہین ہوا ہے تذکرہ ہذا کے بعد
طبع ہوگا۔ چمنستان شعرا مین مرقوم ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۹۶ھ ہجری مین واقع ہوئی
اور نگ آباد مین مدفون ہوئے۔ آپ صاحب دیوان تھے۔ اور آپ نے ایک قصہ سرو شمشاد
کے بیان مین لکھا۔ اسکے اشعار چند ہزار تھے۔ اب وہ قصہ نادر الوجود ہے۔ پھر اس سے نو
گیارہ سو چھپن ہجری مین اُسکو تیار فرمایا۔ ہم اُسمین سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرینگے
آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے آپ نے ایک سرو شمشاد کا قصہ لکھا۔ مثنوی کی
طرز پر تھا۔ کئی ہزار اسکے اشعار تھے۔ اتفاق وقت سوء اتفاق سے قصہ مفقود ہوگیا۔
آپ کو اُسکے تلف ہونیکا بہت رنج ہوا۔ پھر آپ نے ۱۱۷۵ھ ہجری مین از سر نو قصہ کو تصنیف
فرمایا۔ آپکا کلام نہایت رنگین ہے۔ ایہام و تکلف سے پاک و صاف ہے استعارہ و کنایہ سے
مملو ہے۔ الفاظ شستہ با معانی برجستہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب پائے
مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔ اسیطرح آپکا دیوان بھی مضامین شیرین و معانی رنگین کا

چشمہ ہے۔ غزلہائے نمکین و کتبہائے دلنشین و مخمسات و مستزاد و رباعیات و قطعات و قصائد لائق تحسین و آفرین کا کشکول ہے۔ آپکے اکثر قصائد خدا و رسول صلعم و اہل اللہ کے فضائل و مدایح مین ہین۔ چمنستان شعرا مین شفیق اورنگ آبادی لکھتے ہین کہ دکن مین اکثر اہل دکن آپکے معتقدین سے تھے۔ آپ اورنگ آباد و حیدرآباد و بیدر و ارکاٹ و سور و کوکن و برار مین دورہ فرماتے تھے۔ اور فقیر سے محبت دلی رکھتے ہین۔ فیما بین مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ باہم جاری ہے۔ فی الحال یعنی ١٣٢٥ ہجری اورنگ آباد مین رونق افزا ہین۔ مین اکثر اوقات آپکی خدمت مین آمد و رفت کرتا ہون۔ اور آپ بھی کبھی کبھی میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے ہین۔ انتہی کلامہ

آپ پاکیزہ رو و پاکیزہ دل تھے۔ روشن ضمیر و دستگیر تھے۔ اعانت و ہمدردی مین قصور نہین فرماتے تھے۔ آپکی عنایت بادشاہ و فقیر پر مساوی تھی۔ ہندو و مسلمان سے موافق تھے۔ صلح کل کا طریقہ مرغوب تھا۔ ہر ایک کو خوش رکھنا مطلوب تھا۔ دلجوئی و دلداری آپکا کام تھا۔ دکن کے ہر کوچہ و بازار مین آپکا نام مشہور و معروف ہے۔

گزارش فقیر مولف

مین ناظرین کی خدمت مین نہایت افسوس کے ساتھہ گزارش کرتا ہون کہ آپ کا دیوان و قصہ مہر و شمشاد میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تھا۔ میرا کتبخانہ ١٣٢٦ ہجری مین موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگیا۔ صاحب ترجمہ کا دیوان و قصہ مہر و شمشاد بھی کتبخانہ کے ساتھہ آب تلف ہو گئے۔ چونکہ مین نے آپکی سوانح عمری کے خاتمہ پر آپکے اشعار انتخابی نہین لکھے تھے۔ اسوقت اشعار کی بابت

بہت کچھہ پریشان ہوکے کتبخانہ آصفیہ و کتبخانہ مختاریہ مین دیوان و قصہ کو تلاش کیا۔ نہین پایا۔ بامر لاچاری اشعار کے لکھنے سے معذور رہا۔ لیکن دیوان و قصہ کی تلاش مین ہمہ تن مصروف ہون۔ اگر ملجائینگے تو اسمین سے آپکے نتائج طبع کو ضمیمہ مین لکھہ دونگا۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

سالک۔ مرزا قربان علی بیگ

سالک تخلص۔ مرزا قربان علی بیگ نام۔ آپ نواب مرزا عالم بیگ کے خلف الصدق ہین۔ آپ مولداً حیدرآبادی مسکناً دہلوی تہے۔ لیکن آپکی تربیت و تعلیم دہلی مین ہوئی۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہونیکے بعد مہاراجہ الور کی ریاست مین خدمت وکالت پر متقرر تہے۔ چند مدت کے بعد الور سے قطع تعلق کرکے حیدرآباد دکن مین آئے صیغہ تعلیمات مین سررشتہ داری کی خدمت پر متعین ہوئے۔

آپکو اولاً تلمذ مومن خان دہلوی کی خدمت مین تہا۔ ثانیاً مرزا غالب کی خدمت مین مستفید ہوئے۔ ابتدا مین بمناسبت نام قربان تخلص کرتے تہے۔ آخر مرزا کی شاگردی مین سالک تخلص اختیار کیا۔ ذکی الطبع و سخن سنج و سخن فہم تہے۔ خوش مزاج و شگفتہ جبین شعر و شاعری کے فنون سے ماہر۔ و محاورات فارسی و ہندی سے واقف۔ فلسفی مشرب۔ ہمدردی و بہتری قوم کے خواہان ہوتے تہے۔ مخزن الفوائد نام کا ایک رسالہ حیدرآباد مین شایع کیا۔ اسمین اکثر مضامین مفید چہپتے تہے۔ اصل مین رسالہ کے موجد و سرپرست مخدومی جناب مولوی سید حسین صاحب المخاطب بہ نواب عماد الملک بہادر ناظم تعلیمات سابق تہے۔ اور ہمارے سالک صاحب مہتمم

اس کے طبع و ترتیب کا اہتمام کرتے تہے ۔ رسالہ مین اکثر مضامین مفیدہ مطبوع ہوتے تہے ۔ اگر وہ رسالہ ابتک جاری رہتا تو ایک عمدہ ذخیرہ تاریخی ہو جاتا افسوس ہماری مصلحین قوم نے اسکے بقا کا لحاظ نہین کیا حیدرآباد مین ہر ایک چیز کے ایجاد کرتے وقت نہایت جوش کے ساتہہ اہتمام ہوتا ہے لیکن آخر چند ہی روز مین اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔ فقیر مولف کو بجز اسبات کے کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی ہے ۔ موجدین کی غرض ایجاد سے نمائش ہوتی ہے ۔ اگر واقع مین نمائش ہے تو اسکا وجود و عدم مساوی ہے ہان موجد کی کسیقدر نمائش و شہرت تو ہو جاتی ہے واقعی ہمدردی جوانمردی وہ ہے جس کام کی ابتدا کرین اسکو خوبی کے ساتہہ درجہ کمال کو پہنچائین ۔ تاکہ قوم کے خاص عام اس سے مستفید ہو جائین ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہے ۔ آپکی رحلت ۱۲۹۱ھ ہجری مین واقع ہوئی ۔ آپکی عمر تخمیناً ساٹہہ ہفسٹہہ برس کی تہی ۔ باوجود ضعیفی مزاج مین چستی و چالاکی تہی ۔ جس کام کا ارادہ فرماتے تہے اسکو پورا کرتے تہے ۔ خوش اخلاق و بامروت ہر ایک سے خندہ پیشانی و شگفتہ روئی کے ساتہہ ملتے تہے ۔ خاص حیدرآباد مین آپکے اکثر تلامذہ موجود ہین ۔ آپکا ایک فرزند محمد مرزا متخلص بہ عابد وظیفہ خوار سرکار عالی نظام موجود ہے ۔

من اشعارہ الہندی

بتون کی بزم کہ کوئی نہین جہان اپنا	خدا کو کرکے چلا تا ہون نگاہبان اپنا
تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان مین	گویا ہمارے واسطے کچہہ بہی بنا تہا
رہے آشنائی فقط نام کی	وہ نام آشنائی زبان رہگیا

میرا ہوا آشیانہ اور آدہا جلا ہوا
ولہ
بجہہ ہی گئی تہی آگ تو بجلی کو کیا ہوا

مین نکلتا تری محفل سے اکیلا اے کاش
ولہ
غم یہہ ہے ساتہہ میرے غیر کا ارمان نکلا

سالک جو کوئی عشق مین مجکو برا کہے
ولہ
نکلتا ہون منہ کو اور یہہ کہتا ہون ہان درست

مایوس ناامید ہین کیا مدعا سے ہم
ولہ
کہتے ہین اور کہتے ہین کس التجا سے ہم

کاش اے سپہر تجہہ سے ہی کہتے تو سہل تہین
وہ خواہشین کہ کہتے ہین اُس بیوفا سے ہم

فرط نشاط وصل سے ہے ذکر غم بجا مین
ذکر غم فراق ہے چہیڑین بلا سے ہم

تیرے کوچہ کی مجہپر راہ ہے تنگ
ولہ
کہ آتا ہے نگاہ پاسبان مین

طالب وصل پہ کہتے ہو یہ تکرار نہین
ولہ
خوش ہون ان دو لفظون مین اثبات ہی انکار نہین

شکر کیجے مگر افسردہ ہے ہو کر کیجے
ولہ
تا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

لاغری سے نظر آتا کہین نخچیر نہین
ولہ
تیر بہکے تو کمان دار کی تقصیر نہین

اغیار نگہ ناز سے کیا کیا اون کو
قتل کو آتے ہین اور ہاتہہ مین شمشیر نہین

وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو
ولہ
اجل بنکر ہی کوئی مہربان ہو

شکر کیجے کہ نہین تاب نکلے تجہکو
ولہ
ورنہ اسطرح ہی جو چاہو کہو تم مجہکو

اسکو دیکہو کہ وہ ہے مجہ سے سوا گر دشمن
آسمان سے کہے ستانا نہ کہین تم مجہکو

کوئی تو بات ہنسی کی نکلے
خندۂ صبح قیامت ہی سہی

جان ہی دیکے عشق مین تازی خبر
آگیا کچہہ لیا دیا آ کے

ہون مین وہ صید کہ رہ پاکے دم صیاد مجہے
ہون مین وہ کشتہ کہ پیٹا کرے جلاد مجہے

آمادۂ ستم فلک و یار کینہ جو
پیغام موت کا مجہے اب جا بجا سے ہے

گجرات احمدآباد سے اورنگ آباد مین آیا۔ اور یہان متوطن ہوا۔ آخر دوم تاریخ جمادی الاولی روز جمعہ قبل مغرب سنہ ۱۲۶۷ ہجری مین فوت ہوا۔ بروز شنبہ قریب مسجد و خانقاہ مین جو آپکی تعمیر کی ہوئی ہے دفن ہوئے۔ چنانچہ مولف تذکرہ نے مرحوم کی تاریخ کہی ھو ھذہ

سیدی حضرت غلام حسن
بست رخت سفر ازین عالم
وقت تحریر خط مجرد وکلان
زین سبب سال او شفیق نوشت

در شہود اله مستغرق
داد بزم بہشت را رونق
بر سر نامه می نوشت سہر حق
عاشق حق بحق شده ملحق

من اشعاره الفارسی

نثار پرواز و ماتم شب که سیراب بود — باد بان کشتی می چادر مہتاب بود
گردش چشم تو از بس بیقرارم کرده است — پنبه بالین خوابم شعله سیماب بود
نمی روانم که این ماه درآمد در آغوشم — که چون هاله سراپا حلقه می گردد بر دوشم
کمان ابروی رنگین او است تا به برآید — تمنا جوشد چون قوس قزح یک عالم آغوشم
بسکه یاد قدش رعنائی کرده ام — مصرع هر سرو گلشن شعر خالی کرده ام
پیش این بود صفا و تازگی برحسن — شب به پشت پایش نقش قالی کرده ام
سست شد بر دو بالا نشئه جام لب — بوده ام از بوسه کرپا اعتدالی کرده ام
است بیا آرام جان جای تو را مانند خواب — با وجود مردمک دیده خالی کرده ام
خورده ام سالک فریب غمزه ورقا تو وصل — پخته کار عشق بوده ام خود وصالی کرده ام
است لاله زار از گل داغ تو سینها — رنگین پر از بهار ز وصفت سفینها

یکرنگی تو ناشدہ برق دوئی گداز نگرفتہ رنگ عکس شخص آبگینہ ہا

سپہری نظام شاہ ہجری

تذکرہ مجمع الفصحا مین لکہا۔ نظام شاہ نام۔ سپہری تخلص۔ منہ

خالت خلیل چہرہ گلستان آتش است خطت سیاہیست کہ با مان آتش است
پیش رخ تو دیدہ سپہرے بہم نزد آتش پرست ہین کہ حیران آتش است

باب الشین معجمہ

شوریدہ شیخ سلطان الدین برہانپوری

شوریدہ تخلص۔ شیخ سلطان الدین نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ صاحب لیاقت و ذی استعداد تہا۔ خوشنویسی مین استاد خط نستعلیق نہایت ہی خوش لکہتا تہا۔ شعرگوئی و شعرفہمی مین مشہور تہا۔ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین برہانپور سے اورنگ آباد مین آیا۔ چند مدت رہکر پہر وطن مالوفہ کو واپس گیا۔ لچہمی نرائن شفیق شعرا کا معاصر تہا اولا سلطان تخلص کرتا تہا۔ پہر شہید قرار دیا تہا آخر لچہمی نرائن اورنگ آبادی کے کہنے سے شوریدہ اختیار کیا۔ سنہ ۱۱۹۵ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

تذکرہ خزان و بہار کے مولف نے لکہا کہ آپکی مزاج مین ہمدردی قوم مرکوز تہی۔ اکثر کتب احادیث و صحائف لکہکے مساجد و خوانق مین وقف کرکے رکہتے تہے۔ اور علما و طلبا کی خدمت کو فرض سمجہتے تہے۔ مہمان نوازی مین مشہور تہے۔ نقل ہے کہ ایکروز آپکے گہر ایک مہمان آیا۔ آپنے اُسکی مہمانداری کا اہتمام کیا۔ مہمان ایک رات نماز مغرب کے بعد بغیر اطلاع کسی دوست کے ملنے کو گیا۔ دوست نے خاطرداری مدارات کی

تمام رات دوست کے گھر پر بسر کیا۔ حضرت شوریدہ صاحب ترجمہ حسب عادت عشا کے بعد دسترخوان بچھا کے کھانے کے خوان چنے ہوئے مہمان کے انتظار مین بیٹھے۔ اور گھر کے تمام متعلقین بھی حضرت کے ساتھ تھے۔ اکثر بھوکے پیاسے سو گئے۔ تمام رات گذر گئی۔ صبح مہمان آ یا۔ آپنے کشادہ روئی سے فرمایا۔ آپ شب کہان تھے ہم تمام آپکے انتظار مین دسترخوان بچھائے ہوئے رہے مہمان آپکے قدمون پر گر پڑا اور معافی چاہی حضرت مسکرائے۔ اور مہمان کی تالیف قلوب کر کے فرمایا پروا نہین۔ بزرگان سلف کی تہذیب و سعادت آفرین ہزار آفرین کے لائق ہے۔ ہمکو سلف کے اخلاق و عادات سے سبق لینا چاہیے۔ فی زمانا اس قسم کے خلاق و عادات عنقا صفت ہین۔ خدا تعالے ہمکو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کی پیروی کرین

من اشعارہ الہندی

یک رنگ مین کئی رنگ بناتا ہے رنگیلا	ہر طرح من کی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
تجھ زلف کے دیکھے ستی سنبل کو گیا بھول	مین خود ہی سے بیخود ہو اپس ا کو گیا بھول
رنگین ادا سے جب تو گیا باغ مین سجن	ہر نقش پا زمین پہ بنتے گل کے دستے تھے
چشم دریا سے کیون نہو وے طوفانی	اشک باران ہنوز جاری ہے

شورش۔ مرزا محمد منعم نذرباری

شورش تخلص۔ مرزا محمد منعم نام۔ آپ بدخشانی الاصل ہین۔ مرزا محمد اکبر طپش کے برادرزادہ ہین۔ حضرت شاہ یٰسین صاحب نذرباری قادری کے مرید و متبنی تھے۔ زندگی مجردانہ بسر کرتے رہے دنیا و مافیہا سے کچھہ تعلق نہین رکھتے تھے مزاج مین

عجز و انکساری تھی۔ علم موسیقی مین خوب ماہر تھے۔ اس فن مین متقدمین سلف سے بڑھ گئے تھے۔ سنجیدہ طبع و پسندیدہ فکر شعرگوئی پر فریفتہ عم بزرگوار طپش سے مشق کرتے تھے۔ چندہی روز مین اُستاد سے ایسے بڑھ گئے کہ آخر طپش اپنا کلام شورش کو دکھلاتے تھے۔ آپ درست کردار و وضعدار تھے۔ سن شعور سے تا مرگ لباس سرمئی زیب بدن فرماتے رہے۔ کبھی دوسرے قسم کے لباس کی خواہش نہین کی۔ آپکا کلام نادرالوجود ہے اُسکی وجہ یہہ ہے کہ آپ جو کچھہ کہتے تھے۔ اُن سب اشعار کو چراغ کی نذر کر دیتے تھے۔ طپش نے جو چند اشعار مخفی رکھہ لئے تھے وہی ہے۔ باقی کا پتا نہین ملا۔ اکثر تذکرون مین یہی چند شعر دائر و سائر ہین۔ ہم بھی انھین تذکرون سے نقل کرتے ہین آخر آپ سنہ ۱۲۰۷ ہجری مین فوت ہوئے۔ لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

ع شاعر خوب مرزا منعم	سمت جنت کے جب گیا وہ ہم
دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے	مرگیا آہ شورش ہمدم ۱۲۰۷ھ

من اشعارہ الہندی

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا	بھروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا
جب ستی پہرا ہے بر مین جامہ اُجلا و سبز	تب سے پایا گلشن مین سرو نے ایجاد سبز

شرافت۔ سید شریف الدینخان اورنگ آبادی

شرافت تخلص۔ سید شریف الدینخان نام۔ آپ کے اجداد سادات موسویہ نیشاپور سے ہین۔ آپکے اجداد مین سے ایک بزرگ ہند مین آئے قصبہ کنتور ملک اودہ مین متوطن ہوئے۔ قاضی محمود کنتوری خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار آپکے

اجداد مین تھے۔ آپ نشش آب ودانہ اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے۔ عالم فاضل وادیب کامل تھے۔ شہر کی خدمت احتساب پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت شاہ نظام الدین نگرامی جو دکن کے مشاہیر مشائخ سے تھے۔ اُن کی دختر نیک اختر سے شادی کی۔ اور اس شہر کو اپنا وطن قرار دیا۔ نہایت خوشی و خرمی سے رہنے لگے۔ سرکاری خدمت احتساب کا انتظام عمدہ طرح سے مدت تک کرتے رہے۔ شہر کے مشائخ وامرا آپ سے نہایت ہی رضامند و شکرگزار تھے۔ آپ شریف النفس و کریم الطبع تھے۔ حسن اتفاق مین بیمثل۔ مروت و سخاوت مین بیبدل تھے۔ فقرا دوست و غربا پرور تھے شعر فہمی و انشا پردازی مین یگانہ۔ کبھی کبھی شعر بھی موزون فرماتے تھے۔ ایک کتاب غوث الصمدانی محبوب سبحانی کے مناقب مین لکھی۔ آپ ۱۱۷۵ھ ہجری مین زندہ تھے۔ قریب سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری بہشت برین کو روانہ ہوئے۔

مِن اشعارہ الہندی

مین روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا ... کہ ہے مد نظر ہر کسکو آخر کام کاج اپنا

بگولے کو نہین ہے سربلندی خاک بن گر کر ... سر پر سلطنت کیا چاہیئے ہم خاکساروں کو

ہو گئی آنے سے تیری لگی میخانہ مین ہم ... چشم مین مچتی ہے جیسی کیف کے آئینہ مین ہم

وصل مین بھی نہین ہے ہرگز چین بتیابوں کو مین ... عشق سے ڈالا ہے دیکھو شمع پروانہ مین ہم

ایک تیرے جلوہ حسن آراستی ... شور کعبہ مین پڑا ہے ور بتخانہ مین ہم

شہید۔ ملا باقر

شہید تخلص۔ ملا باقر نام۔ بقول مولف گل رعنا آپ طہرانی الاصل قوم ترک سے تھے

وبقول مولف گل عجائب صفہانی الاصل آپکے جد بزرگوار طہران یا اصفہان سے ہندمین وارد ہوکر احمد آباد گجرات مین متوطن ہوئے۔ شہید کی ولادت احمد آباد مین ہوی۔ عالم شباب مین ضروری لیاقت و استعداد حاصل کرنیکے بعد نوکری اختیار کی چند مدت تک سلسلہ ملازمت مین رہا آخر نوکری ترک کرکے شہر اورنگ آباد مین آیا اور گوشہ نشینی اختیار کی چند روز کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اورنگ آباد سے روانہ ہوا۔ اسی سفر مین بندر تہتہ سندہ مین شیخ محمد علی حزین سے ملا شعرگوئی مین شیخ سے تلمذ حاصل کیا۔ پہر حرمین شریفین کی زیارت و حج سے فارغ ہوکر اورنگ آباد مین واپس آیا بدستور خانہ نشین رہا۔ گہر سے کبہی باہر نہین آتا تہا۔

صاحب مردم دیدہ لکہتے ہین فی الواقع مین نے اُسکو فقیر پایا۔ ہرچند کہ شیخ محمد علی حزین سے طرز روشنی اختیار کیا تہا۔ لیکن شیخ سے کچہہ نسبت نہین رکہتا ہے۔ بزرگ ساختہ نظر آیا۔ عند الملاقات بہت سے اشعار سنائے۔ اور اکثر ایام کہین ہین اُن کی خدمت مین صرف ایک ساعت بیٹہکر رخصت ہوا۔ انتہی کلامہ۔

لچہمی نرائن گلزار عنا مین لکہتے ہین کہ شہید سخن مین شیخ علی حزین کا شاگرد تہا۔ اور طریقہ سلوک شیخ سے اخذ کیا۔ چنانچہ ایک غزل مین کہتا ہے ؎

در سخن حزین سوختہ   آب و رنگ معنی تصویر ماست

خط نسخ خوب لکہتا تہا۔ اورنگ آباد مین خانہ نشین تہا کبہی گہر سے نہین نکلتا تہا۔ آزاد بلگرامی سے محبت کہتا تہا۔ آزاد شاہ محمود کے تکیہ مین رہتے تہے۔ اُسوقت شہید نے ایک رقعہ لکہا۔ سر رقعہ یہہ بیت تہی ؎

اے صبا بہر خدا کن گوش فریاد مرا   یعنی از من بندگی گو سرو آزاد مرا

بعد ازان زمانہ دراز گذرا کہ اتفاق ملاقات ہوا۔ پھر یہ بیت آزاد کی خدمت میں بھیجی

سے میان اہل سخن سد آمد و رفت است ۔ مگر سخن برود پھر باز دید سخن

پھر جناب آزاد شہید کے پاس گئے اور ملے اور باہم خوش ہوئے۔ اور مین بھی ایکوقت شہید کی ملازمت سے مشرف ہوا انتہی کلامہ

شہید سخنور صاحبدل و درویش کامل تھا۔ تارک الدنیا۔ طالب فقر و فنا تھا۔ خوش گفتار و خوش کردار تھا۔ آخر الا تاریخ رجب ۱۱۷۸ھ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوا۔ اپنے مکان کے صحن مین دفن کیا گیا۔ جناب آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت کہی

سے کرد رحلت مقیم گوشۂ فقر ۔ تیز در فن شاعری ماہر

گفت تاریخ فوت او آزاد ۔ گشت نابود مولوی باقر

شہید مغفور صاحب دیوان ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ تجہی نے ان گل رعنا مین لکھتے ہین کہ آپکے اکثر اشعار اصلاح طلب تھے۔ جناب آزاد نے درست کئے۔ لیکن فقیر مولف نے طوالت کی وجہ سے اشعار اصلاح شدہ و اصلاح طلب کو قلم انداز کیا۔ اگرچہ مولف گل رعنا نے تمثیلاً چند اشعار اصلاح طلب و اصلاح شدہ بھی نقل کئے۔ انتہی کلامہ۔

من اشعاره الفارسی

الہی استقامت در شہادت دہ دل ما را ۔ ہمیشہ سرخرو از خون ناکن قاتل ما را

وله

جز صبا نیست درین گلشن ایجاد شہید ۔ کہ بیاید نفسے بہر ہوا خواہی ما

وله

مرا صحبت مدام آن نرگس بیمار می بخشد ۔ چو مژگان بر نگردانم ز بیں پاسے شفا خود را

سر تمکین او گردم نمی بیند بجز من ۔ مگر گرچہ می بندم بپایش چون حنا خود را

ندارم بہتر از تسبیح دست آویز محشر ۔ بصد رہ میرسانم تا شہید کربلا خود را

ای ماه تابان یک شبی مهمان کن مرا ... چون هاله گردم گرد تو بر خویش قربان کن مرا
گویی شهید تو منم با ناله و آه حزین ... گر از شهیدان نیستم خاک شهیدان کن مرا
جان محبوس تن بس که تنگ است اینجا ... نمی توان گفت که در قید فرنگ است اینجا

وله
از تو تا دور کرده اند مرا ... زنده در گور کرده اند مرا
با دل سرد گرم می سوزم ... شمع کافور کرده اند مرا
من کجا شوکت سلیمان کو ... کمتر از مور کرده اند مرا

وله
جدا از آتش لعل تو شد کباب شراب ... بیا که چشم براه است از حباب شراب
خم سپهر تهی نیست از می حسرت ... هنوز می چکد از چشم آفتاب شراب

وله
فهمیده راه رهگذر یار نازک است ... آهسته پا گذار سر راه نازک است
وا رحم کسی که خود بخود آزرده می شود ... مانند طبع یار چه بسیار نازک است
پژمرده می شود ز نسیم سخن شهید ... از گل زیاده لعل لب یار نازک است

وله
کار دنیا همه نا ساخته می باید رفت ... همچو اشک از نظر انداخته می باید رفت
حسرتی بدتر ازین باز چه خواهد بودن ... که ره کوی تو نشناخته می باید رفت

وله
هستی و بخت مرا کاکل قضا تو ام ریخت ... به لب یار رسیدیم سیاهی باقیست
نه اشک بر رخ و نی آه در جگر باقیست ... شده است زاد سفر آخر و سفر باقیست

وله
بیهوده بسته بر سر خود عمر تار دم ... کاری ز من نیامد و شستم ز کار ماند

وله
در خیالش رفته ام از خود خبر دارش کنید ... بخت من عمریست تا خوابیده بیدارش کنید

وله
از شکست دل صدا بیرون نیاید جز خدا ... تا بود ممکن ز خود هرگز دلی را نشکند

وله
حاصل زندگانیم نیست بجز انفعال ... همچو حباب میروم کیسه تهی و چشم تر

دیوانی تہی۔ آپ کو تالیف کا شوق تہا۔ آپ کی تالیف سے ایک کتاب مسمی عشرت کدہ آفاق ہے آپنے کتاب مین اپنے خاندان و ملازمت کا حال لکہا ہے۔ اور چند حکایتین مختلف المضامین بطور پند و نصایح لکہے ہین۔ اور ہر ایک حکایت کے آخر ایک شعر لکہے ہین جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب مطبوع ہو چکی ہے۔

فقیر مولف نے آپکے حالات کتاب مذکور و دیگر تذکرون و تواریخ سے لکہے ہین۔

آپکے دربار مین مشاہیر شعرا مندرجہ ذیل تہے

شیخ حفیظ دہلوی۔ مولوی ابو تراب مولوی محمد حسین۔ و مولوی غلام حسین۔ و ملا محمد فائض و حاجی محمد علی ساغر و میرزا محمد طاہر نثری۔ و حسین علیخان ایما۔ و حافظ تاج الدین مشتاق۔ و ذوالفقار علیخان صفا و میر عنایت علی و خواجہ ہمت علیخان ہمت و میرزا عابد بیگ خان ظہور۔ و غلام ضامن کرم۔ و میر مفتون وغیرہم تہے۔ گلزار معاصرین مین راجہ بالا پرشاد مخاطب بہ دہراج بن مہاراجہ نے اکثر شعرائے مشاہیر کا تذکرہ لکہا ہے۔ چونکہ فقیر مولف ہر ایک شاعر کا حال کلام اس تذکرہ مین گزارش کرتا ہے لہذا یہان اسما پر اکتفا کیا۔

مہاراجہ بہادر کی تقسیم اوقات مرتبہ ۱۲۳۴ ہجری

قریب چار بجے خواب راحت سے بیدار ہوکے عبادت الٰہی تا طلوع آفتاب	عبادت سے فارغ ہونیکے بعد فقرا کو طعام دوام تقسیم فرماتے تہے۔
خیرات سے فارغ ہوکے دربار مین حاضر ہوتے تہے۔	دربار سے مراجعت کرکے ملکی انتظام مین مشغول ہوتے تہے اسیوقت امرا و سپاہ کا سلام و مجرا بہی ہوتا تہا۔

قیلولہ ایک گھنٹہ فرماتے تھے	قیلولہ سے فارغ ہو کے نماز مغرب تک حاجتمندان خاص و عام کی حاجت روائی فرماتے تھے۔
شام کے وقت ورد و وظائف پڑھ کے نصف شب تک سرکاری امور میں مصروف رہتے تھے۔	نصف شب سے آخر شب تک مشاعرہ و مذاکرہ علوم و فنون و حل عقدہ مسائل مشکلہ و سماع و سرود

آخر شب سے صبح کاذب تک آرام فرماتے تھے۔

سر ہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد جو سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ تک شہر میں تھے

سر ہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد دکن نے اپنے سکونت کے زمانہ (سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ ہجری تک) میں مہاراجہ کی لائف لکھی ہے۔ فقیر اس سے مختصراً گزارش کرتا ہے ھو ھذا

صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ مہاراجہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ذہین فہیم تھے نہایت ہی مستعد و تجربہ کار و ہوشیار تھے۔ سرکاری کام میں چست و چالاک تھے۔ محنتی جفاکش تھے۔ ہر ایک کام کو بذات خود انجام دیتے تھے۔ صبح سے بارہ بجے رات تک مہمات سلطنت کے انتظام میں مصروف رہتے تھے۔ بارہ بجے رات کو مہمات سے فارغ ہو کے شعرا و علما کے ساتھ مشاعرہ و مذاکرہ فرماتے تھے۔ شعرا اشعار شیریں و علما مضامین رنگین سناتے تھے آپ رغبت سے سنتے تھے ہر ایک کی داد دیتے تھے۔ اسی گفتگو میں دو ڈھائی بج جاتے تھے پھر آپ جلسہ برخاست کر کے خوابگاہ میں آرام فرماتے تھے۔ آپ سرکارین یعنے سرکار عالی نظام و سرکار انگلشیہ کے خیر خواہ تھے۔ اور سچے وفادار۔ آپ نے ملکی انتظامات میں اپنے عمر کا بڑا حصہ یعنے تیس برس صرف کئے۔ آپ ہی کے زمانہ میں اہم مہمات کا تصفیہ ہوا مثلاً آپ ہی کے

عہد مین مرہٹے پامال ہوئے۔ اور برار رگھوجی بہونسلے سے لیا گیا۔ پنڈہارونکا فتنہ فرو کیا گیا آپ ہمیشہ اسبات کی کوشش کرتے رہے کہ سرکار انگریزی و سرکار عالی نظام مین باہم اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم و مستحکم رہے اور حکام انگریزی و اہل دکن نے آپکو لائق تحسین مانا انتہی کلامہ۔ واقعی مہاراجہ بہادر کی تعریف جسقدر کی جائے کم ہے۔ مہاراجہ کی ذات جامع الصفات تہی اعظم الصفات یہہ تہی کہ سخی المزاج و فراخ دست تہے آپکی داد و دہش سے فقرا مالا مال تہے۔ اسی صفت کی وجہ سے مہاراجہ بہادر کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ بعض حکما نے اس صفت مین مبالغتاً کہا ہے کہ یہہ صفت انسان کے لئے ستار العیوب غفار الذنوب ہے۔ اب مین آپکے دیوان فارسی و ہندی سے اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ آپکے دونون دیوان مطبوع ہو چکے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

نہ چون بیاد گرے داد بود پیشۂ ما … کہ پی دفع ستم کار کند تیشۂ ما
بسکہ در ناز و نعم جان و دلم پرورد است … تاب ہر رنگ ندارد کہ برد شیشۂ ما
ما کہ در ذکر تو باشیم ہمین صبح اہیم … غیر یادت نبود در آندیشۂ ما
قول سعدی است کہ در بیشہ گمان خالی … نبری شیر بود خفتہ درین بیشۂ ما
شکر شادان بسچہ عنوان بقلم نظم کند … دائم از لطف تو ملوست رگ و ریشۂ ما

وله

درکوئے تو یکدم گذر افتد مارا … بزیر پائے گزارم حصول دنیا را
تمام دولت دنیا نثار روے سازم … اگر بدام من آرد غزال رعنا را
شبے ز لطف ہم آغوشم از شود دلبر … شب برات نمایم تمام صحرا را
ز عشق ولولہ دارم بپاے می پویم … کہ کے بدست آرم وصال لیلیٰ را

ز لطف دولت جاوید عمر شادان — کجا خیال که نامه برم مسیحا را

وله

قاصد بپرس تا بکجا می فرستمت — در کوی یار بهر دعا می فرستمت
ابرست و سبزه زار و درین موسم بهار — ای یار گلعذار قبا می فرستمت
من شرح راز عشق چگونه بیان کنم — ای پیک خوشخرام پیامی فرستمت
دست تو نازکست و دلم جوش میزند — بهر نگار دست حنا می فرستمت

وله

چو بهر دل ربودن راه خود سوی وطن گیرد — مشام عالمی از زلف و بوی ختن گیرد
بزلف تو گرفتارم نمی خواهم رها گشتن — رقیبم را بهوس باشد که خود راه من گیرد
ز لطف بی نهایت آنقدر مسرور و شادانم — سبوس از فرحت من خاطر شاد زمن گیرد

وله

آنانکه راه دوست بما آشنا کنند — صد لطف و صد کرامت و احسان بما کنند
در راه دوست جان و دل خود فدا کنند — آنها ز فخر خاک رهش توتیا کنند
سیر چمن نمودم و چون غنچه گل شدم — هر برگ بهر دست تو رنگ حنا کنند
شادان مدام شاد بود در ثنای او — امیدوار اینکه مرادم عطا کنند

وله

در چمن دست حریفانه که سنبل زد و برد — هوش مینا ز طریفان شه قلقل زد و برد
این نسیم از چمن رفت بمن کرد گذر — پیرهن چاک بدست دگر گل زد و برد

وله

دلبرم دارم زهی مستو بر — زانرو جانم گداز دارد
دارم هردم خط غلامی — دانی که دگر ایاز دارد

وله

صنمی اگر بیاید به بهار خواهی آمد — قدمت اگر گذارد بشما خواهی آمد
نه قرار با تو باشد نه شکیب بی تو یکدم — اگر از کشش نیائی بچکار خواهی آمد

وله

قطره دریاست ولی دور افتاده است — ز ابجو گرداب تمنای دریا می گرد

موسم بهار است مرا میل بها — دل درین وقت خیال مئی مینا می کرد
فضل نور سبز شود یا که بهر سو نهم — شکر بیجا آورم گوهر دل را نثار
وی که شادان شو از غیب بشارت آمد — فی الحقیقت کرمش بود که یما می کرد

وله

دستم که رسد بگردن یار — در چشم رقیب می خلد خار
پروانه که گرد شمع گردد — جانم شده مبتلای دلدار

وله

دانی چه گویم من ترا بیجان جانان در بغل — باشی مدام اندر برم چون پاسبانان در بغل
قربان احسانت شوم کی می توانم شکر تو — شاهد بران دارم عیان صدگونه احسان در بغل

وله

بیا در محفل ما جانان که در زیر پایت سر اندازیم — اگر آئی پی جلوه براهت گوهر اندازیم
مکان لامکانی را بجز دل جا کجا آرم — ندا از غیب می آید که اینجا لنگر اندازیم

وله

آن ماه شد میسر و سینه بهار هم — ساقی پیاله آر و مئی غمگسار هم
دل را قرار نیست چو سیماب روز و شب — یارب پیاله ده بمن و گلعذار هم

وله

سر من زیر پایت او فتاده — دلم در ظل رایت ایستاده
زبان را کی بود یارای وصفت — نگوشتادان زیاده بر زیاده

وله

من نخواهم که تو با یاد من ازیاد روی — بر دلم جور روا داری و آزاد روی
ولوله شوق تو از جاده برون می آرد — نگهی دار نوا ایجاد تو ایجاد روی

من اشعاره الهندی

بنده هون دل و جان سی مین اپنی صنم کا — سایه هی مری سر پر تو اسکی هی قدم کا
خورشید مین هی نور تری مهر و عطا سی — یه وجه هی هر ذره جو خورشید سی چمکا
شادان هون اسی واسطی مین صبح سی تا شام — بندی کو بهروسه هی تری فضل و کرم کا

جب غنچے نے سر اپنا گریبان سے نکالا
صانع نے خط لب جو زمرد سا کیا سبز
صوفی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی
چہرہ اسکا کیا کہون ہے وہ شعلہ نور کا
نور تہا یا شعلہ تہا یا برق یا خورشید تہا
صبح کو جو کچھہ وہ کہتا تہا سراسر لاف تہا
ہر کسی کو کسطرح معلوم ہو کہوٹا کہرا
حسن قامت کا بیان ہو کہ نزاکت اسکی
نہین دیکھا ہے کہین اور نہ سنا ہے ہمنے
آفرین اسکو صحبت کی جس سے ہوئی
یاد اللہ کی کرتا ہے جہان مین شادان
آتا ہے کس دل سے بت نازنین مرا
اے دوستو مین کیا کہون کسکی تلاش ہے
مثال لالہ پیروسے اگر دلدار ہو پیدا
اگر غواص ساحل پر رہے تو ہاتہہ کیا آئے
سخن کی منزلت وہ ہے ملے ہی مرتبہ جس سے
کہتے ہین کرے ہے ذکر دل سے
ہوتا ہے سرور سو طرح کا
شادان تو سنا یار کو اک مطلع رنگین

بلبل نے قدم پہر نہ گلستان سے نکالا
کیا رنگ نیا لعل بدخشان سے نکالا
نخوت کو اسی نے سر زندان سے نکالا

ولہ
مین تو ہون عاشق اسی معشوق رشک حور کا
کچھہ تو اے موسی کہو کیا تہا وہ جلوہ طور کا

ولہ
کیون نہ آیا رات کو گر دلمین ہم سے صاف تہا
جس نے پرکہا نقرۂ خالص کو وہ صراف تہا

ولہ
ہے گلستان مین بہلا سرو خرامان ایسا
کیون نہ حیران رہین دیکھہ کے جانان ایسا

ولہ
کیا پسندیدہ زمانے مین یہ اسلوب ہوا
صوفیون مین وہ اسیواسطے محبوب ہوا

ولہ
کرتا ہے مہر و ماہ کو خجل مہ جبین مرا
مین ڈہونڈتا ہون یار ملے یان کہین مرا

ولہ
زمین و آسمان سے روشنی اکبار ہو پیدا
ہزارون کہائے غوطے جب شناور تب ہوا پیدا

ولہ
مزہ جو کچھہ تہا لے شادان وہ مینے در سخن کہا

ولہ
ہر برگ درخت پر ملے جب
طے ہوتے مین سارے مرحلے جب
گر آج کرے تجہسے وہ گفتار محبت

ہے کام یہاں عاشق صادق کا وگرنہ
اٹھتا ہے کسی سے یہہ بہلا بار محبت

وله

کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث
ایمان ملا اُسکو یہ قرآن کی باعث

ایمان دیا جان بہی دی کیونکہ نہون ممنون
انسان ہوے ہم ترے احسان کے باعث

وله

اگر ہو دیدۂ بینا تو ہر طرف دیکھے
اُسی کا نور چمکتا ہے بحر و بر مین آج

میان عاشق و معشوق کہہ گیا شادان
پڑا ہے رشتۂ محبت کا جون گہر مین آج

وله

دل کو فرصت ہو رنج و غم سے آج
یہ خوشی ہے ملے وہ ہم سے آج

کر رہا ہے جو بات ہم سے آج
دل ہے خوش اُسکے اس کرم سے آج

باغبان خود لٹا رہا ہے دیکھہ
بھرے جھولی کو تو ثمر سے آج

وله

جامۂ یار کو کیا جامۂ گل سمجھا ہے
خار کی طرح سے دامن دلدار نہ کھینچ

ہے یہی بات نصیحت کی اگر گوش کرے
رنج تو کھینچ مگر منت اغیار نہ کھینچ

وله

جگا دیتی ہے یکسر غافلون کو
بڑا احسان کرتی ہے مگر صبح

نہ دل سے ہو تو صرف مناجات
دعا ہوتی ہے اکثر با اثر صبح

وله

کہا ہے مرشد کامل نے گوش دل مین مرے
تو ڈہونڈتا ہے کہان سن مگر مین ہے وہ شوخ

بغل مین بچہ ہے اور شہر مین ڈہنڈورا ہے
نہ ڈہونڈ اُسکو کہ تیرے ہی بر مین ہے وہ شوخ

وله

اسے مرے بادشاہ اسکندر
تیری دولت سدا رہے آباد

کیون نہ مداح ہو ترا دل سے
کہ بدولت تری ہے شادان شاد

اُس نے بہیجا ہے مجکو اب کاغذ
لطف سے اپنے بے طلب کاغذ

دلکو جب تک نہ کچھہ علاقہ ہو
کوئی لکھتا ہے بے سبب کاغذ

وله

یا آلہی یہ دعا شادان کی ہے شام و سحر
شاہ اسکندر رہے آباد تا دور قمر

بات مین دنی کو وہ اعلیٰ بنائے ہین ماب — ہے شہنشاہ دکن کی بات مین ایسا اثر

وله

بہہ گنہگار سنا نام ترا ہے غفار — حشر مین فاش نہ پردہ ہو کہ تو ہے ستار

وله

سخن اقرب ہے یہ سمجھے کہ عجب بھول پڑی — دلمین تو بنتا ہے پر تجکو نہ دیکھا دلدار
تو ہر اک شے مین ہے اور پھر ہے منزہ سب سے — کبھو شاد ان کو دکھاویگا تو اپنا دیدار

وله

منتظر ہون نہین آیا ہے مرا یار ہنوز — کیون نہ خورشید ہوا آج نمودار ہنوز
پردہ غفلت کا مگر آنکھہ مین چھایا ہے ابھی — تو جو ہوتا ہی نہین خواب سے ہشیار ہنوز

وله

جیسے کہ ڈھونڈتے ہو تم وہ ہی تمہارے پاس — تمہارے پاس جو ہے ہے وہی ہمارے پاس
ترے بغیر گزرتی نہین ہماری رات — اگر تو جان ہماری ہے آ ہمارے پاس

وله

نہ کرون کیون مین بار بار تلاش — دل کو رہتی ہے تیری یار تلاش
وہ جو پنہان ہے سب کی آنکھون سے — کب ملے ہے کرین ہزار تلاش

وله

کیا کرون ذکر کہ ہے وقت سحر خاص — مگر تجھپر پڑے اُسکی نظر خاص

وله

رکہنا نہ زینہار تو اغیار سے غرض — کیا کام دوسرے سے جو ہو یار سے غرض
غفلت نہ دور ہے کام رکھے جہان مین — رکھے غرض نہ غافل و ہشیار سے غرض

وله

کبھو نکر ہے نہ اُسکو انسان کی احتیاط — رہتی ہے باغبان کو گلستان کی احتیاط
لازم ہے اُسکو ہووے جو دنیا مین ہوشمند — رکھے ہر ایک خار سے دامان کی احتیاط

وله

کیون نہون سنکے ترے نام کو ہر دم محظوظ — ایک مین ہی نہین محظوظ ہے عالم محظوظ
آرزو بس یہی شاد ان کی ہے کچھہ اور نہین — ہم ہے محظوظ ہو تو تجھسے ہین ہم محظوظ

وله

دلکو سمجہا ہون مین دلدار کی متاع — اپنی جو ہے متاع وہ شے ہے یار کی متاع
حنظل کا جسطرح سے ثمر کام کا نہین — جائے ہے رائگان جو ہے بیکار کی متاع

ولہ

دیکھئے ہین گرچہ ہے خوشتر اجی روئے چراغ
مغز کرتی ہے پریشان یار من بوئے چراغ

خوبرو معشوق پر شادان کا یون آتا ہی دل
جسطرح جائیگا دوڑ کر سوئے چراغ

ولہ

شیرین کی طبع آئی جو بیداد کی طرف
خسرو عشق تھا نہ کوئی بہی فرہاد کی طرف

شادان وہان بہی گیا ہے جیسے نکلی انجمن
جاتے ہین لوگ کیون عدم آباد کیطرف

ولہ

اس سرے سے باد صبا کہیو سلام عاشق
طول دے دیکے بیان کیجیو پیام عاشق

ولہ

سبکدوش آپکو رکہنا ہے بہتر یار دنیا مین
نہین کوئی اٹھا سکتا جو پہنچا بار گردن تک

ولہ

کس طرح سے فدا نہو یہ دل
دل مرا تجھپہ ہو گیا مائل

کیون بہٹکتا ہے دربدر بیجا
ہو ہدایت اگر ملے کامل

ولہ

ہو کل کی خبر آج کسیکو نہین ممکن
کیا ہو نیکو ہے ہوویگا کیا کچھہ نہین معلوم

نیکی کا کوئی کام بن آیا نہین مجھہ سے
کیا ہوویگا انجام مرا کچھہ نہین معلوم

شادان طلب یار کچھہ آسان نہین ہے
ہم ڈہونڈہین کہان اسکو پتا کچھہ نہین معلوم

ولہ

نہین معلوم مجھکو مین کدہر ہون
تجھے دیکھا ہے جیسے بیخبر ہون

تو ہی غفار ہے مجرم ہون تیرا
خطا کیونکر نہو آخر بشر ہون

اجی بچہ بغلمین اور ڈہنڈورا
تجھے مین ڈہونڈتا ادہر ادہر ہون

ولہ

خداوندا ترا فضل و کرم مجھپر کماہی ہو
مرے دلکا جو مطلب ہے تجلی یا الٰہی ہو

خدانے دی ہے کیا تاثیر وقت صبح صادق کو
اثر رکہتی ہے اکثر جو دعائے صبح صادق ہو

دعا شادان کی ہر دم ہے یہ درگاہ الٰہی مین
کہ زیبندہ مرے آقا کے سر پر تاج شاہی ہو

ولہ

کیون نہ دنرات کرے خلق کی مہمانداری
سب ہین مہمان اسیکے وہ ہے صاحب خانہ

پردۂ چشم اٹھا دیدۂ تحقیق سے دیکھہ
جب یگانہ وہ ہوا کوئی نہین بیگانہ

جدہر دیکھو اُدہر جلوہ ترا ہے — نہین خالی ہراک شے مین بھرا ہے
موحد ہے تو یکتائی سے مت ٹل — نہ کہہ اپنی زبان سے دوسرا ہے
برائی مین نہ رکھہ ہرگز قدم تو — بھلائی کر کہ آخر کو بھلا ہے
ہمین کیا کام ہے دونون جہان سے — ترا ملنا ہمارا مدعا ہے
سکندر شاہ تم دنیا مین دائم — رہو قائم ہماری یہ دعا ہے
ڈرے شادان نہ ڈر ہرگز کسی سے — کسی کا کوئی ہے تیرا خدا ہے

شاد - راجہ کشن پرشاد

شاد تخلص - راجہ کشن پرشاد نام - راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر جی - سی - آئی - ای - یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی خطاب ہے آپ راجہ ہری کشن بہادر کے فرزند اور راجہ نریندر بہادر کے نواسہ ہین - آپکی ولادت سنہ ۱۲۸۱ ہجری مین ہوئی - آپکا مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی تربیت و نشو و نما یہان کی ہی آب و ہوا مین ہوئی - چونکہ راجہ نریندر بہادر لا ولد تھے - آپ ہی گویا ان کے فرزند تھے - جد بزرگوار نے آپکی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام کر دیا - آپنے نانا کی حسن توجہ سے فارسی عربی علمائے ادیب سے پڑہی - دونون زبان مین لائق ہوئے - مدرسہ عالیہ مین انگریزی زبان کی تکمیل کی - علاوہ این مرہٹی و تلنگی مین بہی لیاقت حاصل کی - خوشنویسی مین بہی ماہر ہوئے - جب آپنے عالم شباب مین قدم رکہا اسوقت آپکے دل مین شعرگوئی و سخن سنجی کا ولولہ پیدا ہوا - طبیعت مین موزونی و جولانی مرکوز تہی شعلہ جوالہ کیطرح عروج کرنے لگی - زور طبیعت و جولانی خداداد سے کلام موزون

کرنے لگے - جو کچھہ موزون فرماتے تہے . سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تہا . ابتدا مین آپ راے لعل تمکین سے اصلاح لیتے رہے . کلام مین روز بروز شستگی و پختگی نظر آنے لگی - تہوڑی ہی مدت مین درجہ کمال کو پہنچ گئے . آپ شاعری مین متعدد اساتذہ مشاہیر سے مشورہ فرماتے رہے آخر آپنے اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کی خدمت مین شاگردی کا شرف اور شاعری مین تکمیل کی سند حاصل کرکے سخن سنجی کے انتہائے درجہ پر جلوہ افروز ہوے آپکا کلام صوفیانہ توحید و وحدت الوجود کے بیان مین ہوتا ہے آپکے ہر ایک شعر کے مضمون سے صوفیان کرام و مشائخ عظام وجد و حال مین رقص کرتے ہین اور عالم خودی سے بیخود ہوتے ہین - اور اپنی ہستی کو عین نا ہستی سمجھتے ہین - آپ صلح فی المشرب صلح کل مذہب ہین اہل اللہ و اہل کمال کے طالب و یکتی و خدا طلبی کے راغب ہین - آپکے نزدیک اہل اسلام و اہل اصنام دونون آنکھون کی طرح مساوی ہین - ہر ہر مین مساوات کا لحاظ فرماتے ہین - خوش اخلاقی مین مجسم اخلاق ہین - خوش اخلاقی کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک ادنی و اعلی آپسے براہ راست ملسکتا ہے - ہفتہ مین ایکروز آپکا دربار بارگاہ عام ہے کسیطرح کی روک ٹوک نہین ہے - آپ نہایت اخلاق سے ملتے ہین - حاضرین دربار کی تالیف قلوب فرماتے ہین . جو دردمند ہو اسکو دوا سے جو محتاج ہو اسکو دینار و درم سے سرفراز فرماتے ہین - حاجتمند کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے - بعض شعرا و مولفین آپکے پاس گئے . اور آپسے درخواست کی کہ سرکار آپ ہمارے دیوان یا رسالہ کی تاریخ کہدیجئے یا تقریظ لکھدیجئے - آپ سائل کی درخواست منظور کرکے تاریخ و تقریظ لکھدیتے ہین - عذر و بہانہ نہین فرماتے - اس امر سے آپکی نیک نیتی و ہمدردی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ آپنے تاریخ و تقریظ لکھنے مین دریغ نہین کیا - آپ اس خیال سے

تقریظ و تاریخ لکھدیتے ہین کہ میری تقریظ سے مولف کی تالیف خلائق کی نظر مین
معتبر ہوگی ۔ بیچارہ غریب کو فائدہ ہوگا ۔ آپ علما دوست و فقرا پرست ہین ۔ دونون
فریق کے بزرگون کو مرشد مانتے ہین آپ انگریزی و فارسی عربی مین استعداد کامل
رکھتے ہین ۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر ہین ۔ اہل زبان کے ساتھہ بے تکلف مکالمہ و مکاتبہ
کرتے ہین ۔ فقیر مولف نے آپکی فارسی نظم دیکھی ہے ۔ نہایت ہی درست و بامحاورہ
و رنگین بامزہ ہوتی ہے ۔ عربی مین بھی لکھہ پڑھ سکتے ہین ۔ اردو بھی آپکی اہل زبان کیطرح
صاف و شستہ ہے ۔ آپ صاحب دیوان ہین آپ کے دونون دیوان ایک فارسی و دوسرا
اردو مطبوع ہو چکے ہین ۔ فی الحال دواوین فارسی اردو کے علاوہ آپکا ایک دیوان
مسمی بہ خمکدۂ رحمت مطبوع ہو چکا ہے ۔ یہہ دیوان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی نعت مین ہے ۔ مین نے اسکو شروع سے آخر تک دیکھا ۔ آپکا کلام نعتیہ
دیکھنے اور سننے سے دلمین جوش جمال محمدی صلعم و ولولۂ عشق جلال احمدی موجزن
ہوتا ہے ۔ اور آتش آرزوئے زیارت مدینہ آتشکدۂ دلمین مشتعل ہوتی ہے ۔ بیساختہ
دل یہی چاہتا ہے کہ سفر مدینہ کا احرام باندہنا ۔ اور ناقۂ شوق پر کجاوہ رکھہ کے سفر کرنا
یہہ جوش خروش ثابت کرتا ہے کہ آپکا کلام صدق دل سے ہے ۔ اور آواز انسانی بھی صدائے
قلبی کا موید ہے ۔ ضرور ہے کہ مہاراجہ صاحب دل ہین ۔ اور رموز باطنی کے عالم عامل ہین
ہین ایسی حالت مین مہاراجہ کو موحد کامل سے ملقب کرتا ہون اور مہاراجہ کا شعر تائید
مین لکھتا ہون ؎

کافر کہو شاد کو ہے عارف و صوفی ‖ شیدائے محمد ہے وہ شیدائے مدینہ

میرے نزدیک اگر عارف و صوفی کے مقام مین عارف کامل کہین تو بجا ہوگا ۔

آپکے ہرایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہوتے ہین اور ہرایک فقرہ و لفظ سے
کنوز وحدانیت و معرفت عیان۔ آپکا کلام کیا ہے۔ دریائے معرفت ہے۔ یا بحر مواج
حقیقت ہے۔ آپنے مسائل تصوف و نکات تعرف کو ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے
گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ یا عالم اکبر کو عالم اصغر مین نمود کیا ہے۔ عالم تصوف کا خاکہ
صفحۂ کاغذ پر ایسا کہینچا کہ جام جم کی طرح مسائل و نکات کا نقشہ دکہا دیا۔ ہرایک طالب
مبتدی و منتہی آسانی سے مسائل مشکلہ کو سمجھہ لیتا ہے۔ ہمارے مہاراجہ کے کلام سے
مترشح ہوتا ہے کہ آپ موحد کامل ہین۔ اور نیز صلح کل کے سالک۔ فقرائے
کملا کے پیرو حکمائے فلاسفہ کے قدم بقدم ہین۔ پیر کامل کے جویا۔ کلام حق کے گرویدہ
رہتے ہین۔ جہان پاتے ہین بمصداق خذ ما صفا اخذ فرماتے ہین۔ آپ قائل کو دیکہتے
ہین۔ من قال سے اغماض کرتے ہین۔ آپکے علم و فضل کا دائرہ نہایت وسیع ہے
دائرہ علم مین علوم و فنون کا ذخیرہ بیشمار ہے آپ کو متعدد علوم خاص علم تصوف
و تاریخ و شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ باوجود کثرت مہمات اہل علوم سے مجالست
فرماتے ہین۔ آپکی مجلس مین اکثر علوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ ہرایک صاحب علم و فن
سے اُس کے مذاق کے موافق مکالمہ فرماتے ہین۔ مثلاً طبیب سے اسباب و مرض
و شاعر سے قافیہ و ردیف و عیوب شعریہ و محاورات فارسیہ مین اور صوفی باصفا سے
تصوف و تعرف مین گفتگو کرتے ہین۔ فقرائے کملا خواہ اہل اسلام سے ہون
خواہ اہل اصنام سے ہون ہرایک فریق کے ساتھہ اعتقاد رکہتے ہین۔ اور حسن سلوک
و خدمت مین دریغ نہین کرتے۔ بعض کوتاہ بین متعصب آپ پر نکتہ چینی کرتے ہین
میرے نزدیک آپکی نسبت نکتہ چینی کرنا فضول ہے۔ بیفائدہ تعصب نادانان پر

خاک ڈالنا ہے۔ فقیر مولف جو کچھہ لکھتا ہے مشاہدہ ہے نہ خیالی فسانہ ہے۔ اولاً مشاہدہ
سے کام لیتا ہے ثانیاً قرائن حالات سے معانی کیطرف سبقت کرتا ہون جو کچھہ
خیال ناقص مین صورت متخیلہ کو ظاہری صور متشکلہ سے مقابل کرکے میزان عقل مین
خوب تولتا ہون جب دونون مین مطابقت پاتا ہون تب زبان قلم سے بیان کردیتا ہون
اسیطرح مین نے مہاراجہ کے حالات ظاہری کو آنکھون سے دیکھے اور کانون سے
سنے۔ اور انکی باطنی کیفیات کو کلام بلاغت التیام سے اخذ کیا۔ اور دیدۂ دل
وگوش باطن سے خوب دیکھا وسنا۔ مجھے یقیناً ثابت ہوا کہ مہاراجہ صوفی مشرب
وصلح کل مذہب ہین۔ اکثر کوتاہ بین میری تحریر کو تملق وخوشامد پر محمول کرین گے
اور مجھکو نشانہ ملامت بنائین گے۔ یہہ نہین کرینگے کہ فقیر کی تحریر کے مطابق مہاراج
کے کلام اور ان کے عادات کو منصفانہ دیکھین اگر عقل وشعور سے کام لین تو مجھپر
کبھی اعتراض نہین کرینگے۔ اور نہ مجھکو حقارت سے دیکھین گے۔ مین سچ کہتا ہون
مین تملق وخوشامد سے کوسون دور رہتا ہون۔ گوشہ گمنامی مین بیٹھہ کے دکن کے
بزرگان سلف کو زندہ کرتا رہتا ہون۔ بزرگان کرام وامرائے باخیر کے حالات دیکھہ کے
تازہ دل ہوتا ہون اور ان کے باقیات صالحات کو اسبات کی ترغیب دیتا ہون
کہ بزرگان متقدمین کی پیروی کرین اور ان کے اخلاق وعادات کو اختیار کرین
اگرچہ فقیر مولف نے آپکا تفصیلی حال بابتہ انتظام ملک جلد چہارم محبوب الزمن تذکرہ
امرا ووزرائے دکن مین شرح وبسط کے ساتھہ لکھا ہے۔ لیکن یہان بھی انتظام ملک
کی بابت قدرے از کثیر گزارش کرتا ہون۔ عفو ھذا

آپ حسن تدبیر ورائے صائب سے موصوف ہین۔ ملکی انتظام مین ہوشیار وتجربہ کار ہین

چست و چالاک و کارگزار ہین سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین راجہ بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے
اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین موروثی خدمت پیشکاری پر بمشاہرہ چھہ ہزار روپیہ سکہ محبوب شاہی
ممتاز ہوئے۔ اور وزارت فوج کی خدمت سے بہی معزز ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین
بتقریب جشن سالگرہ مبارک خطابان راجہ و مہاراجہ بہادر۔ ہفت ہزاری منصب پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار۔ و چھہ عدد جواہر سے سربلند ہوئے۔ اور آپکو جاگیرات
مین دیوانی و فوجداری کا کامل اختیار رہا۔ اور نانا کے تمام جاگیرات پر وراثتہً قابض
و متصرف ہوئے۔ نواب سر وقار الامراء مرحوم مدار المہام کے رخصت کے وقت منصرمانہ
آپنے وزارت کا کام عمدہ طرح انجام فرمایا تہا۔ چونکہ آپ کی ذات بابرکات مین مالک کی
اطاعت و تابعداری فطرۃً متمکن ہے کبہی اطاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہین کہا
آپ کی تابعداری و اطاعت اعلیحضرت قادر قدرت خلد اللہ ملکہ کے دل مبارک پر
موثر مثل نقش کالحجر ہوئی۔ جب سنہ ۱۳۱۹ ہجری مین وقار الامراء بہادر مرحوم نے رخصت
لی اعلیحضرت نے آپکو دس تاریخ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین بموجب حکم مندرجہ
ذیل منصرم مدار المہام فرمایا۔ پہر آپ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب الحکم اعلیحضرت مستقل وزیر
ہوئے۔ آپ منصرمی کے زمانہ مین وزارت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے
ملک کی سرسبزی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین۔ آپنے بموجب
حکم اعلیحضرت تابعداری و فرمانبرداری مین سرمو فرق نہین کیا۔ آپ کو مالک کی اطاعت
و رعایا کی رعایت کی برکت سے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور آپکے حسن انتظام
کی شہرت عالمگیر ہو رہی ہے۔ اللہم زد فزد

نقل احکام سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ

چونکہ نواب وقار الامرا بہادر نے چھ ماہ کی رخصت بلا تنخواہ کی درخواست کی ہے اور خدمت مدار المہامی سے اپنی سبکدوشی چاہی ہے۔ لہذا بذریعہ ہذا وہ بعطائے رخصت ششماہہ بلا تنخواہ سبکدوش کئے گئے۔ انکی جگہ پر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر بالفعل با مواد موجودہ امتحاناً تا حکم ثانی پیشکار و منصرم مدار المہام مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ مہاراجہ بہادر پندرہ مہینہ تک خدمت مدار المہامی کو منصرمانہ عمدہ طریقے سے انجام دیتے رہے اور اس منصرمی حالت میں حضرت اقدس و اعلیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت میں ذرہ برابر فرق نہیں کیا۔ اور دادگستری و رعایا پروری میں مستعد و سرگرم رہے۔ وقتاً فوقتاً رعایا کی بہتری و ملک کی آبادی میں دلسوزی و عرق ریزی فرماتے رہے آپ کی عرق ریزی و دلسوزی درجۂ مقبولیت کو پہنچی یعنی آپ ۲۶ رجب سنہ ۱۳۲۰ ہجری میں حسب فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ عہدۂ وزارت پر مستقل ہو گئے۔ چنانچہ اب تک مدار المہامی کی خدمت پر مقرر ہیں۔ مہمات مدار المہامی کو نہایت دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیتے رہے ہیں۔ اعلیحضرت قدر قدرت اسی فرمان استقلال میں فرماتے ہیں۔ "مجھے کامل اطمینان ہو گیا ہے کہ آیندہ بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بہتر اہم فرائض کو ادا کر کے اپنے کو میری خوشنودی کا مورد بناتے رہیں گے لہذا میں آپکو میری ریاست کے عہدۂ مدار المہامی پر باضابطہ طور سے مستقل کیا چاہتا ہوں اور بالکل یقین کے ساتھ امید کرتا ہوں کہ آپ اسکا شکریہ صدق و وفاداری کے ساتھ میری ریاست و رعایا کی ترقی و بہبودی کے کاموں میں مصروف رہکر ہمیشہ عملاً ادا کرتے رہیں گے" انتہیٰ خلاصہ احکامات اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی۔

پہر اعلیحضرت نے آپکو بروز عید الضحی ۱۳۲۰ ہجری مین یمین السلطنتہ خطاب سے سرفراز فرمایا آپ کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے ساتہہ خادمانہ نیازمندی و وفاداری حاصل ہے آپ ہمیشہ دیانت و امانت کیساتہہ خدمت مدار المہامی کا کام ادا کرنا اور ملک و رعایا کی آبادی و بہبودی کا خیال رکہنا مد نظر رکہتے ہین۔ علم دوست و ہنر پرور اور غریب پرست و داد گر ہین۔ اخلاق و سیر مین برامکہ سے کم نہین ہین۔ آبا و اجداد کے طریقہ پر قدم بقدم چلتے ہین۔ آپ مین اکثر صفات مہاراجہ چندو لعل بہادر کے پائے جاتے ہین۔ آپکو دیکہنے سے مہاراجہ مرحوم یاد آہی جاتے ہین۔ کیون نہون اسی درخت کے پودے ہین اور اُسی چراغ کی روشنی ہین۔ شاعری مین اگرچہ مہاراجہ مرحوم کے قائم مقام ہین لیکن آپکے پاس شعرائے مشاہیر کا مجمع نہین ہے۔ مہاراجہ کے دربار مین اکثر شعرائے نامور مصاحبین کے زمرہ مین داخل تہے مہاراجہ بہادر متوفی کی زرپاشی بیحد و بیشمار تہی فی زماننا اس دریا دلی کا عشر عشیر بہی نہین ہے۔ جو کچہہ ہے غنیمت ہے۔ اب مین یہان آپکے بوارق طبع و نتائج فکر بطور نمونہ گزارش کرتا ہون

من اشعارہ الہندی

عرش عظیم پر کہ تہ آسمان نہ تہا
یا رب ترے حبیب کا جلوہ کہان نہ تہا

معراج مین حضور ہوے جبکہ باریاب
بس آپ تہے اکیلے کوئی اور وان نہ تہا

احمد کے در پہ اس لئے ہین جبہہ سا رہا
سجدے کے لائق اور کوئی آستان نہ تہا

معراج مین حضور جو مدعو خدا کے تہے
خلوت تہی کوئی اور وہان میہمان نہ تہا

حضرت کے دم قدم سے یہ رونق بڑہی ہے
اسلام کا جہان مین پہلے نشان نہ تہا

ولہ

سازگار اپنا زمانا ہو گیا | ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا

دفن یثرب میں ہوا الله ہرا | اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا

بت پرستی اب کہاں باقی رہی | اسکو چھوٹے اک زمانا ہو گیا

کفر چھوڑا پی کے مے توحید کی | رنگ شاد اب عاشقانہ ہو گیا

ولہ

جنکو کہتے ہیں محمد وہ ہیں اپنے سلطان | جسکو کہتے ہیں مدینہ وہ ہے کشور اپنا

کیوں نہیں روضۂ اقدس کی زیارت ہوتی | کیوں بگڑ جاتا ہے بن بن کے مقدر اپنا

نعت گوئی کا شرف ہمکو خدا نے بخشا | اوج پر کیوں نہ رہے پھر یہ مقدر اپنا

ولہ

آپ ہی کے نام ہیں شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ | آپ ہی کا ہے لقب خیر البشر یا مصطفےٰ

کچھ تو ہمارا حال دیکھو تسلی دیجئے | خواب ہی میں اپنا چہرہ دکھا یا مصطفےٰ

یا نبی صل علیٰ صل علیٰ صل علیٰ | درد میرا ہے یہی آنکھوں میں پھر یا مصطفےٰ

شاد ہے اک عرصے سے امیدوار پابوس | حال پر اسکے ہو رحمت کی نظر یا مصطفےٰ

ولہ

میں دور ہوں مدینہ سے دیدار یا نصیب | اتنا کہ حضور میں نہ ہوئی یا رب نصیب

تو اور مدینے جانے رہنے کا ہے بلند | مقبول شاد کی بھی ہو فریاد یا نصیب

ولہ

ہیں بڑے عالی مرے مولا کہ سلطان عرب | ہیں مرے محبوب خدا پیارے نبی جان عرب

لاکھوں مبعوث پیمبر ہوا اس عالم میں | کون حضرت سا ہوا شان کہ جان عرب

بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری | اور قائل ہیں فصاحت کے فصیحان عرب

ہند کی روم کی مدن سب ہے شاد | جان و دل سے ہیں مطیع شہ ذیشان عرب

سوئے طیبہ مجھے بلوا لیجئے آپ | یا کبھی خواب ہی میں آئیں آپ

ارنی کہنے کی طاقت ... ہی | اب تو شاد کو نہ ترسائیں آپ

وله

کیا کرے لیکے جو ہو عاشق حضرت جنت
واعظا تیرے لئے ہے یہ غنیمت جنت

کیا کریں لیکے مکاں گر نہ ملے ہمکو مکیں
کہ نہیں طالب مولیٰ کو یہ دولت جنت

جسکو حاصل ہو مدینے کی زیارت اے دل
اسی طاعت کے عوض ہوگی عنایت جنت

بیٹھکر تو شیدا کرو گوشے میں اللہ اللہ
مل ہی جائیگی تمہیں روز قیامت جنت

وله

یا نبیا ہم ہیں تشنہ بہر زیارت الغیاث
مہر اوج معرفت ماہ رسالت الغیاث

آپ ہی کا ہے وسیلہ تہا ہیون کیواسطے
الغیاث اے شافع روز قیامت الغیاث

ق

کہتے ہیں اکثر مسلمان مجہکو کافر یا نبیؐ
مجھپہ تہمت دہرتے ہیں اہل شریعت الغیاث

میرا مسلک اور ہے اور اُنکا مذہب اور ہے
کیا یہ جانیں گے بہلا رمز طریقت الغیاث

وله

کیا تم سے کہوں راز کہ کیا تہا شب معراج
تہا عرش پہ وحدت کا تماشا شب معراج

کہتے ہیں احد کسکو کسے کہتے ہیں احمدؐ
عالم پہ ہوا حل یہ معما شب معراج

خود ذات ہی تہی احمد و محمود و محمدؐ
آئینۂ عرفان میں جو دیکھا شب معراج

اک قرب نوافل ہے دگر قرب فرائض
یہ دونوں کے دونوں ہوے یکجا شب معراج

ارواح کا اجماع تہا افلاک پہ اس شب
وحدت میں تہا کثرت کا تماشا شب معراج

عاشق مجھے احمد کا نہیں کہتے مسلمان
دے آکے گواہی تو خدارا شب معراج

وله

بطحی کو جانیکے لئے ہے تیری کیا صلاح
اے بیقرار دل تو خدارا بتا صلاح

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست
واعظ سے جاکے کیا میں بہلا پوچہتا صلاح

سوئے مدینہ کہینچ رہا ہے یہ جذبۂ شوق
اے دل بتا تو کوئی بہی بہر خدا صلاح

پیر مغاں سے چلکے کرو تا مشورہ
مجکو یقین ہے کہ وہ دیگا بتا صلاح

وله

احمد کا دربار ہے دربار محمدؐ
اعلیٰ سے بہی اعلیٰ ہے سرکار محمد

ہین پہول اسی باغ کے سب گل فرد مومن ۔ یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمد
جو بندے ہین خاص وہی جانتے ہین کچھہ ۔ ہر کوئی نہین جانتا اسرار محمد

ولہ

رضائے خدا ہے رضائے محمد ۔ ثنائے خدا ہے ثنائے محمد
کہلا عقدہ قرب نوافل کا دلپر ۔ صدائے خدا ہے صدائے محمد
وجود ایک ثابت ہوا جب تو پہر کیا ۔ لقائے خدا ہے لقائے محمد

ولہ

یا محمد ہے نسیم الفت لذیذ ۔ تیرے سودائی کو ہے وحشت لذیذ
دیکہنے والے جو ہین صورت تری ۔ انکو ہر دم ہے فقط حیرت لذیذ
چاہنے والون کو تیرے یا حبیب ۔ ہو نہ کیونکر عشق کی دولت لذیذ

ولہ

افسوس یہ فقیر ہو شاہ زمن سے دور ۔ بلبل پہ ہے ستم کہ رہے وہ چمن سے دور
عاشق ہے شمع روئے محمد کا دل مرا ۔ پروانہ ہو کے حیف رہے انجمن سے دور
جب مین نے کہدیا کہ تمہارا غلام ہون ۔ ہو جاؤنگا بہلا مین کب اپنے سخن سے دور
پہنچون گا جب مدینے تو مصرع پڑہونگا یہ ۔ نزدیک شان وطن سے مگر ہون کہن سے دور

ولہ

نبوت کو ہے جنکی حضرت پہ ناز ۔ مجھے آپکی ہے محبت پہ ناز
تجھے چارہ سازی پہ ہے چارہ ساز ۔ مرے دلکو ہے درد الفت پہ ناز

ولہ

جز عشق اور کیا ہے دل مبتلا کے پاس ۔ رہتی ہے اپنی جان رسول خدا کے پاس
کہتا ہے بار بار یہی مجہہ سے شوق دید ۔ اٹھو چلو مدینے کو اب مصطفی کے پاس
عقدہ نہین کہلا شب معراج کا ہمین ۔ فرمایا کیا خدا نے نبی کو بلا کے پاس

ولہ

دلدادہ ہون مین جسکو ہے دلدار کی تلاش ۔ مشتاق کو ہے احمد مختار کی تلاش
پایا ہے جسکو مین نے اسے جانتا ہون شاد ۔ تہی اک زمانے سے اسی سرکار کی تلاش

مرے نالے مین ہو یارب اثر خاص
جہان پہونچے وہین بستر جما یا
خیالِ طیبہ مین خود رفتہ ہو نا
نہ کیون ہون ذکر مین مصروف طائر
دلکو ہے روئے پیمبر سے غرض
دولتِ عشقِ نبی درکار ہے
دل کو اپنے یادِ حضرت سے ہے کام
ہجر مین رکہتا ہے دل روزہا سے ارتباط
گلشنِ طیبہ سے میری روح یون مانوس ہے
یادِ احمد کیون نہ آئے میرے دلمین باربار
پند تیری سنون مین کیا واعظ
ذکرِ حور و قصور تا بکجا
ہے جو مطلوب منزلِ مقصود
کیا کرے لیکے تیری جنت کو
قصدِ طوفِ مزارِ اقدس ہے
شوقِ پابوس یہ کہتا ہے کہ چل یثرب کو
آپ نے سبکو بلایا نہ کیا یاد مجہے
بہلے تجہے مرے اعمال سونا رمجہے
نعت کے باغ لگا تا مین ہزارون آشاد

ولہ
کہ رکہین شاہِ دین مجہپر نظر خاص
فقیرون کا نہین ہے کوئی گہر خاص
یہ ہے عشاقِ احمد کا سفر خاص
کہ سب وقتون مین ہے وقتِ سحر خاص

ولہ
آئینے کو ہے سکندر سے غرض
مال سے کیا کام کیا زر سے غرض
لب کو اپنے ذکرِ سرور سے غرض

ولہ
آنکہہ رونے سے زبان آہ و فغان سے ارتباط
جیسے ہو بلبل کو اپنے آشیان سے ارتباط
جو مکین ہے اسکو لازم ہے مکان سے ارتباط

ولہ
ہے محبت مری غذا واعظ
وصفِ محبوب کچہہ سنا واعظ
لے مدینہ کا راستا واعظ
درِ محبوب کا گدا واعظ
اسمین ہے رائے تیری کیا واعظ

ولہ
کیا کرون بس نہین چلتا کہ ہے قسمت مانع
ہوگی اسمین کوئی اللہ کی حکمت مانع
ہو گئی دور سکے اللہ کی رحمت مانع
مجکو ہوتی نہ اگر تنگئی فرصت مانع

جو حضرت نے محبت کا دیا داغ
خیالِ روئے احمد کا ہے یہ فیض
یہ بو دینے لگا عشق نبی کی
جب آیا ہمکو طیبہ کا چمن یاد

ہے آپکی جو گرمیِ بازار ہر طرف
کوچہ نبی کا یاد جو آتا ہے بار بار
قیدی تو بیشمار ہیں زنجیر ایک ہے
دیوانہ وار پھرتے ہیں عشاق رات دن

کبھی تپاں ہے کبھی اشکبار ہے عاشق
صبا یہ اُس شہ خوبی سے عرض کر دینا
خدا کرے کہ ہو میری طلب نبی سے
وہ شہسوار عرب ہیں وہ تاجدار عجم

ہیچ و غم درد و الم لیکے اٹھا ہیں کتنا
دیکھئے وہ مجھے شکل نبی دکھلا ہیں کتنا
اے فلک رو کہ تو کہ چھڑا اتا ہے ہیں
دیتا جو ہو نہ اک جھپک پردہ نگاہ دلا

اے شہسوار عرصۂ طیبہ ہے صدا
پروا نہیں اگر نہیں کوئی شمر کا خیال
ملتی مجھے جو راہ [illegible] پیدا جو آپکا

ولہ

میں سمجھا ہے چراغ مدعا داغ
چمک کر مہر انور بنگیا داغ
رہے یارب سدا پھولا پھلا داغ
ملا ہے شاہ دو دلکو اک نیا داغ

ولہ

یوسف کے پھرتے ہیں خریدار ہر طرف
پیش نظر ہے خامہ کا گلزار ہر طرف
زلف رسول کے ہیں گرفتار ہر طرف
پھر بالش حمد تخت ہار ہر طرف

ولہ

تمہارے واسطے کیا بیقرار ہے عاشق
نگاہ لطف کا امیدوار ہے عاشق
اسی خیال میں لیل و نہار ہے عاشق
خدنگ ناز کا جسکے شکار ہے عاشق

ولہ

ہجر میں آپکے مشہور ہوا ہیں کتنا
میری بگڑی ہوئی قسمت کو بنا ہیں کتنا
طالب یار ہیں جنت میں بنا ہیں کتنا

ولہ

کرتا خوشی سے میں شہ بطحا پہ نثار دل
تنگ خدنگ ناز کا ہوتا شکار دل
میں تنگ سا دل ہوں مرا اٹھتا رہا دل
ہوتا نہ اسطرح سے بیقرار دل

فرقت کے صدمے ہند مین کتنے اٹھائین ہم
جی مین ٹہنی ہے یہ کہ مدینے کو جائین ہم

اپنی نظر مین جو ہے نعلین ہے شان ہے
کسطرح اپنے اثر کو ظاہر مین لائین ہم

کحل البصر ہے خاک مدینے کی اے صبا
لادے ذرا کہ آنکہون مین اسکو لگائین ہم

ہو بخت سازگار تو پہر دیکھیے گا لطف
چلکر مدینے حال سب اپنا سنائین ہم

ولہ

یا محمد کی ہم اُس در پہ صدا دیتے ہین
حاضری اپنی اُنہین روز سنا دیتے ہین

ہو کے محتاج جو آتا ہے حضور نبوی
دو جہان سے وہ غنی اسکو بنا دیتے ہین

دستگیری وہ کیا کرتے ہین مجھ بیکس کی
میری کشتی کو وہی پار لگا دیتے ہین

بخشواتے ہین گنہگار کو امید سے وہ
شان یون اپنی کریمی کی دکہا دیتے ہین

ولہ

جسکو ہم سب شہ مکی مدنی کہتے ہین
اہل جنت اُسے پہر جہنی کہتے ہین

اسکے دہوکے مین آنا نہ لگانا دل کو
اہل دانش اسے دنیائے دنی کہتے ہین

شاد کو طنز سے کہتے ہین مسلمان کافر
[illegible] شان اسے [illegible] کہتے ہین

ولہ

پہرون مین کوئی ایسا آفتاب نہین
حضور احمد مختار کا جواب نہین

نبی کے عشق مین جس نے کہ موت پائی ہو
لحد مین اُسکے لئے تپش ہے عذاب نہین

ولہ

ہاتہہ آجائے جو محشر مین تمہارا دامن
مجھ سے گنہگار کو ہو جائے سہارا دامن

پہر دیا دامن امید کو میرے شاد
روبرو آپ کے جس وقت پسارا دامن

ولہ

پیش رب جب بہی شفاعت کرینا احمد مجہکو
میرا اللہ کریگا نہ کبہی رد مجہکو

مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا
بعد مدت کے یہ ہاتہہ آیا ہے مقصد مجہکو

ثروت و جاہ و مراتب کی نہ خواہش ہے
بس یہ کافی ہے کہ ہے الفت احمد مجہکو

خادم غوث بہی ہون اور غلام خواجہ
میرے مولا نے دیا رتبہ امجد مجہکو

وله

تری ذات ایک ہے یا خدا تری شان جل جلالہ
نہیں تجھسا ہے کوئی دوسرا تری شان جل جلالہ

تو کریم بھی رحیم بھی تو عزیز ہے تو معز بھی ہے
ترے نام پر دل و جان فدا تری شان جل جلالہ

وله

اس دل میں ہے مدت سے تمنائے مدینہ
یارب کبھی مجھکو بھی نظر آئے مدینہ

زاہد کو ہے جنت کی تمنا تو مبارک
ہمکو بھی ہے حسرت کہ ملجائے مدینہ

پتھر پڑیں اس دل پہ وہ پتھر سے ہے بدتر
جس دل میں نہو شوق و تمنائے مدینہ

کس طرح سے سرسبز نہو مزرع امید
دیکھوں جو کبھی گنبد خضرائے مدینہ

وله

اپنی خودی کو کھو کے اسے پایا آپ میں
یہ سیر کی ہے آکے عدم سے وجود کی

صلی علی نہ کیوں کہیں احمد کے نام پر
پڑھنے کی ہے جگہ تو یہی ہے درود کی

وله

احمد کے سوا عشق کسی سے نہ کرینگے
ہم عاشق صادق ہیں تو ایسا نہ کرینگے

دیتا ہے مزہ عشق محمد میں تڑپنا
اس درد کا زنہار مداوا نہ کرینگے

مومن ہمیں کہتے نہ کہیں لوگ ہیں شاد
کافر بھی کہے کوئی تو پروا نہ کرینگے

وله

مدینہ ہی خدا کا دار حبیب پر نور بستی ہے
جہاں ہر وقت و ہر دم تری رحمت برستی ہے

ترے رتبہ میں کسکو دخل ہے کیا کوئی دم مارے
جو محبوب خدا کا رتبہ پائے کسکی ہستی ہے

وله

تاج لولاک ہے شایان رسول عربی
پرتو شان خدا شان رسول عربی

انبیا جتنے ہیں آپ اُنکے بھی شافع ہونگے
سب کے سب مانینگے احسان رسول عربی

باغ احمد کے ہیں دو پھول حسین اور حسن
یہی دو ہیں گل و ریحان رسول عربی

محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے
ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

خدا ذات میں جسطرح واحد
حبیب خدا بھی تو یکتا ہوا ہے

فقط ذات میں کوئی سمائے شاہ تجلو
یہ عزت ملی ہے یہ رتبا ہوا ہے

شہید ـ مولوی غلام امام

شہید تخلص۔ غلام امام نام۔ آپ شاہ غلام محمد مرحوم کے فرزند ہین آپکے والد ماجد مشاہیر مشائخ سے تھے۔ آپکا وطن اصلی قصبہ امیٹھی ضلع لکھنو ہے۔ آپ سن شعور کے ابتدا مین کسب علوم کیطرف متوجہ ہوئے۔ کتب متداولہ درسیہ مولوی حیدر علیصاحب فیض آبادی مولف منتہی الکلام کی خدمت مین تحصیل کین۔ اور زبان فارسی مین بھی استعداد کامل پیدا کی۔ شعرگوئی مین ابتداءً مرزا قتیل و مصحفی و شیخ غلام مینا ساحر سے اصلاح لیتے رہے آغا سید اسمعیل مازندرانی سے فن شاعری مین تعلیم کامل پائی۔ آپکی طبیعت برق درخشان تھی آغا سید محمد اصفہانی و میرزا ناطق مکرانی کے ہم طرح و ہمسر تھے۔ ہر مشاعرہ مین سخنوران معاصر سے میدان سبقت مین بڑھ جاتے تھے۔ آپ مداح حضرت رسالتماب و حاجی بیت اللہ و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اکثر آپکے قصائد و غزلیات نعت و حمد مین مشہور و معروف ہین۔ اور رسائل میلاد شریف بھی متداول ہین آپکے قصائد نعتیہ مضامین شیرین و معانی رنگین مین ڈوبے ہوئے ہین ہر ایک شعر سے خوبی و خوش اسلوبی مترشح ہوتی ہے اور ہر ایک لفظ و فقرہ سے تازگی و شادابی واضح علاوہ این آپکا کلام نہایت درد آمیز و رقت انگیز ہوتا ہے کہ عاشقان جمال محمدی اسکے سننے سے وجد و حال مین نیم بسمل کیطرح پھڑکتے ہین اور ماہی بے آب کی مثل تڑپتے ہین۔ کلام پرتاثیر شیفتگان محمدی کے قلوب پر موثر ہوتا ہے ہر ایک عالم بیخودی مین بیتابانہ وامحمدا وامحمدا چلاتا ہے۔ مجلس میلاد مین آپکے قصائد خوانی سے وہ اثر ہوتا ہے کہ سامعین دل سے بیدل و خودی سے بیخود ہو جاتے ہین۔ آپ الہ آباد مین عہدہ پیشکاری صدر نظامت پر

امور تھے۔ تقریباً بیس بائیس سال تک خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے ادا کرتے رہے حکام وقت آپ کے کام سے بہت خوش تھے۔ آپکی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آپ حالت ملازمت میں بھی اکثر مجلس میلاد منعقد فرماتے تھے۔ اور مجلس میں عمدہ عمدہ کھانے اور اقسام کے حلوے مہیا کرتے تھے۔ بزرگان کرام و فقرا و غربا و احبا کو مدعو فرماتے تھے۔ اور مجلس میں خود قصائد نعتیہ کو نہایت خوش اندازی سے پڑھتے تھے۔ آپکے پڑھنے سے مجلس میں حیرت کا عالم قائم ہو جاتا تھا۔

نواب محی الدولہ بہادر جو شیدائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپکے رسائل میلاد و کلام نعتیہ کو دیکھکر آپکے دیدار کے مشتاق ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ زاد راہ بھیجکے شہر حیدرآباد دکن میں بلائے۔ آپ حسب طلب نواب صاحب نوکری ترک کرکے شہر میں آئے۔ معزز و مکرم ہوئے۔ سرکار عالی نظام سے چار سو تیس روپیہ ماہانہ بلا شرط خدمت مقرر ہوا۔ شہر میں نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب آپ دکن سے حرمین شریفین گئے۔ اسوقت راجہ گردھاری پرشاد باقی نے زاد راہ اپنے جیب خاص سے عطا فرمایا۔ اور نواب سالار جنگ مرحوم نے بھی پانسو روپیہ اعانت کی آپ حرمین میں پہنچ گئے۔ وہاں مجالس میلاد متعدد مرتبہ مکہ و مدینہ میں منعقد فرمائے۔ لکھنؤ و آگرہ و مراد آباد و رامپور و الہ آباد و حیدرآباد وغیرہ میں آپ کے مرید تقریباً ہزار سے زیادہ تھے۔ نواب سر سالار جنگ مرحوم و نواب کلب علیخان والی رامپور و سعید عالم خان رئیس سورت آپکی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آخر سنہ ہجری میں بہشت بریں روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکے رسائل و دیوان نعتیہ متداول و معروف ہیں۔ میں انہیں رسائل و دیوان سے چند اشعار تبرکاً ہدیہ

ناظرین کرتا ہون ھو ھذا

سخن شکر بکام معانی بیان ما ... گویا زبان تو بود اندر دهان ما

بسکه از نقش دوئی گشته تهی سینهٔ ما ... عکس ما نیز نگنجد در آئینهٔ ما

چون بوی گل بدوش کسی نیست بار ما ... بر دامن صبا نه نشیند غبار ما

وله

نباشد از نزاکت تاب احسان طبع عالی را ... حباب از آب در پا بر نسازد جام خالی را

در آغوش تصور میکشم ساقی ترا هر دم ... فروزان می کنم زین شمع فانوس خیالی را

وله

بغیرت عاشقی ببین رشک گر خدائی را ... سایه نیافریده اند آن قد دلربائی را

خسته دلان تو هر طرف منتظر بصد صف ... رخصت یک نظاره ده نرگس سرمه سائی را

وله

آن شوخ ستمگار بما هست و بما نیست ... چون عکس که در آئینه جدا هست و جدا نیست

گر زنده کند گاه کشد خسته دلان را ... طرز نگهش حکم قضا هست و قضا نیست

وله

دل را بیک کرشمهٔ دلکش گرفت و رفت ... سرگرم عشوه آمد و آتش گرفت و رفت

شمیم زلف تو در آستین صبا وزد ... تبسم دهنت غنچه در قبا وزد

چو نافه بود نهان بوی زلف تو بدلم ... نسیم صبح نمیداند از کجا وزد

حنا بران کف پا بسته بخون جگر ... شهید دست تو مضمون پیش پا وزد

وله

مرا بگوشهٔ ابرو سلام کرد و نکرد ... وزان دو چشم سخنگو کلام کرد و نکرد

مرا بگوشهٔ چشمی ز ناز دید و ندید ... بنیم جرعه سیه مست جام کرد و نکرد

وله

بپرورش دیدم دل خود را بسوی من نیافتم ... بسکه مصروفش بشغل بوسه چیدن یافتم

وقت پیری شد لقای آن بت سرکش نصیب ... چون کمان پابوسی تیر از خمیدن یافتم

جان وقف سر راه کسی کردم رفتم ... همپای بانگ جرسی کردم رفتم

میرفت سحر قافلۂ بوئے بہاران — من نیز چو شبنم ہوسے کردم و رفتم
گلبانگ زدم بر قدم جان چو سپندے — خوش ہمرہے ہم نفسے کردم و رفتم
صد شکر کہ صید ملک الموت نگشتم — جانرا ہدف تیر کسے کردم و رفتم
ہر جا کہ ازان لعل شکر خا سخنے رفت — پرواز ببال مگسے کردم و رفتم

شہید میر احمد علیخان دہلوی

شہید تخلص ۔ میر احمد علیخان نام ۔ آپ سید جعفر علیخان بہادر کے فرزند دلبند ہین ۔ آپ کے والد با جد کے جد بزرگوار سید نوازش علیخان کا حسبی سلسلہ نواب سربلند خان بہادر و لاور جنگ مبارز الدولہ مبارز الملک صوبہ دار گجرات سے منتہی ہوتا ہے محمد شاہی امرا مین تھے ۔ جاگیر و انعام سے سربلند ۔ میر احمد علیخان کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی ۔ اور دہلی کی سرزمین مین تربیت تعلیم پائی ۔ علوم عربیہ مین فراغت حاصل کرکے فن شاعری و انشا پردازی کیطرف متوجہ ہوئے ۔ چند ہی روز مین کامل ہوگئے ۔ آپکو حضرت شاہ نصیر دہلوی مغفور سے تلمذ تھا ۔ علاوہ علوم عربیہ و شاعری و رمل و عملیات مین بھی مہارت کاملہ رکھتے تھے ۔ فارسی مین ناظم و ناثر تھے ۔ آپکی نثر منشیانہ فاضلانہ و نظم شاعرانہ شیرین و رنگین ہوتی تھی ۔ نقادان سخن کو آپکے کلام بلاغت انجام سے لطف و مزہ حاصل ہوتا تھا ۔ اور آپ فارسی و اردو زبان مین بھی کلام موزون فرماتے تھے ۔ آپکے اشعار نہایت ہی سنجیدہ و برجستہ ہوتے ہین ہر ایک کا مضمون نازک خیالی شیرین مقالی سے معلوم ہوتا ہے کوئی شعر نزاکت و لطافت سے خالی نہین ۔ آپکے جملات و فقرات گویا شکر پارے ہین

ناظرین وسامعین کو دیکھنے وسننے سے حلاوت تازہ ولذت بے اندازہ بہمدست ہوتی ہے
آپ وطن میں امثال واقران میں لائق وفائق مانے جاتے تھے۔ آپ بکشش آب وخورش
ہند سے حیدرآباد دکن میں آئے اسوقت نواب سکندر جاہ بہادر کا آخر عہد تھا۔ بارگاہ سکندر جاہی
میں باریاب ہو کے اہل مناصب کے سلسلہ میں منصب مناسب پر مقرر ہوگئے بعد ازان بعہد
نواب ناصر الدولہ بہادر کی خدمت میں متعین ہوئے۔ جب سنہ ۱۲۴۳ ہجری میں سکندر جاہ
بہادر بہشت بریں روانہ ہوئے۔ اور نواب ناصر الدولہ بہادر مسند نشین ہوئے تو
نواب ناصر الدولہ بہادر نے آپکو خلعت وخطاب امیر الشعرا واضافہ منصب سے سرفراز کیا
آپ تا زندگی عہدہ منصبداری پر معزز ومکرم رہے آخر آپنے سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں اس
دار فنا سے عالم بقا کیطرف رحلت کی۔ آپ خوش اخلاق وبزرگان سلف کی طرح وضعداری
وخاکساری کے پابند تھے۔

من اشعاره الفارسی

ساقیا معجزهٔ حضرت موسی داری	ساغر باده بکف چون ید بیضا داری
ای دل اندیشهٔ آن زلف چلیپا داری	در سر خویش ندانم که چه سودا داری
ای دل از داغ چو طاؤس تماشا داری	نه سر باغ نه اندیشهٔ صحرا داری
نعل مه میخ است ز کفش تو هلال انجم	آسمان دگری زیر کف پا داری
غمزه و عشوه و انداز و ادا و آنے	چشم بد دور که در خود همه یکجا داری
دل من شاد که چون تو گل رعنا دارم	وقت تو خوش که چو من بلبل شیدا داری
تا ز لب حرف زنی مرده صد ساله زید	کس مرا زنده که اعجاز مسیحا داری
بسراغ کمرش نیست نشانت بیدل	گوشه گیری بجهان شهرت عنقا داری

لب اظهار تو چون غنچه نه از هم وا شد / ای دل غمزده آخر چه تمنا داری
نظر آنجا که فتد باز نگردد ز رخش / همچو آئینه چه در جیب سراپا داری
کم ز فردای قیامت نبود فردایت / که بفردا متعلق پس فردا داری
دل صدپاره ام البته گلوگیر تو شد / نه حمایل بگلو از گل حمرا داری
بخیه کردی دل مجروح مرا از مژگان / هنرت به که بکف سوزن عیسا داری
روی تو روشن و آویزه ز دُر در گوشت / جا به حسن مه و عقد ثریا داری
ای شهید از می عشق است ترا بیهوشی / نه غم دین و نه اندیشهٔ دنیا داری

من اشعاره الهندی

مانگ کا خورشید رو کے خط جو پیدا ہو گیا / دن رُخے ظلمات کا موجود رستا ہو گیا
کیا کمال انسان میں تھا عشق کی تاثیر سے / سجدہ گاہ عرشیان ہستی کا پتلا ہو گیا

وله

گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب / درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب
مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب / ہمارے درد کو عیسیٰ کی دوا سے کیا مطلب

وله

وصل ہے زلف و رخ یار میں اب / ربط ہے کافر و دیندار میں اب

وله

جو دیر لگتی ہے صاحب تمہارے آنے میں / تو باقی کچھ نہیں رہتا ہے جان جانے میں
تو کس لیے مرے درپے ہوا ہے ای صیاد / حصول کیا تجھے اک مشت پر کے پانے میں

وله

پان کھا کر ہونٹھ دکھلانے لگے / ہیں شہید اور رنگ تم لانے لگے
نہ فکر زر کی نہ پروائے مال و جاہ رہی / فقط نظارۂ یوسف لقا کی چاہ رہی
سیاہ بختی مجنون خوش آئی لیلی کو / بنا کے آپ بھی اک خیمہ سیاہ رہی
شہید فکر کرو ورنہ آگے مشکل ہے / جو ویسا عشق رہا اور ایسی چاہ رہی

شہیر حکیم محمد عبداللہ خان صاحب

شہیر تخلص - محمد عبداللہ خان صاحب نام - آپ حکیم اللہ خان کے خلف الصدق ہیں - آپ کے بزرگ خوانین بھکر سے ہیں ملازمت کی وجہ سے ناگور میں آئے - اور وہاں سکونت پذیر ہوئے - آپکے والد ماجد کی ولادت ناگور میں واقع ہوئی تھی اسوجہ سے ناگوری کہلاتے ہیں - ناگور سے برار میں آئے - اور برار میں متوطن ہوئے - اور اسی ملک میں قضاۃ کے خاندان کی لڑکی سے شادی کر لی - آپکی ولادت برار میں واقع ہوئی اور نشو و نما بھی اسی ملک کی آب و ہوا میں ہوئی - عالم شباب کے قریب آپنے مولانا مولوی عبد الاحد صاحب نبیل امراوتی کی خدمت میں تعلیم پائی - کتب درسیہ متعارفہ کچھ ان سے اور دیگر استادوں سے پڑھیں صاحب فضل و کمال ہوئے انشا پردازی میں بے نظیر نظم و نثر میں آفتاب منیر ہوئے - طبیعت میں جولانی اور دماغ میں نازکخیالی خداداد تھی - دل میں بینائی و دانائی کا دریا موجزن اور دماغ میں ذکاوت و فطانت برق افگن تھی - زور طبیعت سے شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھا اقران و امثال سے کئی قدم آگے بڑھ گئے - اور سبقت میں بازی لے گئے - جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کلام میں شستگی و پختگی نمایاں نازکخیالی و شگفتہ بیانی عیاں ہے - آپ ذو لسانین یعنی فارسی و اردو میں کہتے تھے ہر ایک زبان میں کلام با محاورہ ہوتا تھا - آپکا ہر ایک شعر لطافت و نزاکت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے - فصاحت و بلاغت میں تُلا ہوا ہوتا ہے آپکے کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے

فصاحت و بلاغت میں تُلا ہوا ہوتا ہے آپکی کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے

اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے۔ آپ علم طب مین مہارت کامل رکہتے تہے۔ آپ کی تشخیص نہایت درست تہی۔ مریض کی بیماری مین خوب غور و فکر کرتے تہے اور تمام حالات جزئیات سے واقف ہو کے سونچ سمجہکر نسخہ تجویز کرتے تہے۔ ادویہ اور انکے مزاج کے موافق لکہتے تہے۔ آپکا نسخہ سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا تہا۔ جو بیمار آپکی ہدایت کے موافق ادویہ کو استعمال کرتا دنون مین شفا پاتا تہا۔ آپ اور اطبا کیطرح بغیر سونچے سمجہے نسخہ نہین لکہتے۔ نہ کسیکو دوا دیتے۔ بیمار کے مزاج کا بڑا لحاظ رکہتے تہے۔ آپکے پاس اکثر مریض ایسے آئے مین جنکو ڈاکٹرون اور اطبا نے نا امیدی کا جواب دیا۔ آپنے نبض و قارورہ ملاحظہ کرکے نسخہ دیا۔ عنایات الٰہی سے تہوڑے دنون ہی صحت کے آثار معلوم ہونے لگے۔ چند روز کے معالجہ مین صحت کامل پا جاتے تہے۔ لوگ کہتے تہے کہ آپکے ہاتہہ مین شفا ہے۔ یہ قبولیت عامہ خدا داد تہی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

آپ ملکی انتظام مین عقل کل تہے۔ جب تک سرکاری ملازمت کے صیغہ مین تہے اپنی خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تہے کبہی آپکے کام پر حرف گیرون کو حرف گیری کا موقع نہین ملا۔ ہمیشہ پاک و صاف رہے کسی شے کو کوئی تعلق نہین فرمایا۔ پیشتر نواب میر عالم علیخان بہادر جاگیردار جاموود کے خدمت مین ملازم تہے اور انکی خدمت مین مدت تک رہے۔ آپ سنی اور جاگیردار صاحب امامیہ تہے۔ معاملہ ضدین تہا۔ مگر آپکی لیاقت و قابلیت اس وجہ کی تہی کہ نواب صاحب آپکو عزیزون سے زیادہ عزیز رکہتے تہے۔ نواب کی رحلت کے بعد چند مدت انگریزی عہد مین برار مین عدالت منصفی مین ہیڈ منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ عدالت برخاست ہونیکے بعد انگریزی ملازمت مین داخل ہوئے۔ چند مدت تک روعگی کی خدمت پر مامور رہے

بہیر وارو غگی سے علیحدہ ہوکر نواب کے داماد میر محمد یعلیخان کی خدمت مین بسر کرتے رہے تمام نواب کی جاگیرات آپکی اختیار مین تھین ۔ سفید و سیاہ کے آپ مالک تھے محمد یعلیخان مرحوم کے بعد اُنکی اولاد کے نزدیک بہی رہے ۔ اُن کے فرزندون نے آپکی کچھہ قدر نہین کی اور نہ آپکے کام کی داد دی ۔ آپ استعفا دیکر الگ ہوئے ۔ نواب مختار الملک اول کا زمانہ تہا آپنے نواب سے منصب کی درخواست کی ۔ نوابصاحب نے قدردانی سے ۶۰ روپئے ماہوار مقرر کردئے ۔ آپکی گذراوقات کا مدار اُسی تنخواہ پر تہا ۔

اوائل مین آپکے خیالات فلاسفانہ تھے ۔ صوفیانہ طریق کے جویا تھے ۔ صلح کل کے پیرو تھے کیا ہندو کیا مسلمان سب سے ایک ہی طریق سلوک فرماتے تھے ۔ آپ سے سب خوش تھے آپکا کوئی شاکی نہین تہا ۔ آپ بزرگان دین و صوفیان یقین کے معتقد ہی ۔ اطیعو اللہ واطیعو الرسول کے مقلد ہی ۔ آپ متشرع متدین متقی و پرہیزگار تھے ۔ پاکیزہ دین و پاکیزہ دل صوم صلوۃ کے پابند ۔ قال اللہ و قال الرسول کے کاربند ۔ رات دن عبادت الٰہی مین مصروف تلاوۃ قرآن و وظائف واذکار مین مشغول رہتے تھے ۔

خوش مزاج ۔ و خوش خلق ہر ایک سے نہایت کسر نفسی سے ملتے تھے ۔ نیک سیرت و پاکیزہ صورت تھے ۔ حلیم الطبع و سلیم الوضع استقلال و وضعداری مین بے بدل زمانہ بدلجائے مگر وہ اپنی وضع سے نہین بدلین گے ۔ ہزار آفتین و گردشین سر پر آجائین وہ استقلال سے ذرا نہین ہٹین گے ۔ آپ متوکل و قانع تھے ۔ کسی سے خواہان نہین ہوے ۔ کیا امیر کیا فقیر آپکو کسی سے پروا نہین تھی ۔ عزلت گزین تھے ۔ گھر سے باہر نہین جاتے تھے ۔ فقیر مولف کے اُستاد مین اوائل مین کتب فارسیہ اور ابتدائی عربیہ آپ سے پڑہین اور مجکو آپ ہی کی فیض صحبت کی برکت سے طالب علمی کا شوق ہوا ۔ اولاً آپ ہی کی ترغیب سے بمبئی گیا اور

اور تحصیل علم کیطرف متوجہ ہوا ایک مدت مین تکمیل کتب سے مشرف ہوا۔ مین آپکی توجہ و عنایت کا مشکور ہون۔ آپ حیدرآباد دکن محلہ مستعد پورہ مین سکونت پذیر تھے

آپکی رحلت کی کیفیت

آپکا خاتمہ بخیر ہوا۔ ان کے اعمال و افعال اسبات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بہشت بریں مین داخل ہوئے ہون گے۔ آپکو تین روز تک سکرات کی شدت رہی۔ تیسرے دن عزیز و اقارب آپکے گرد جمع تھے۔ آپنے حاضرین سے پوچھا اسوقت کیا وقت ہے۔ حاضرین نے جوابدیا کہ ظہر کا وقت ہے۔ آپ سنتے ہی اٹھہ کھڑے ہوئے قریب تھا کہ زمین پر گرین حاضرین نے آپکو تھاما۔ اور عرض کیا کہ آپ کہان جاتے ہین۔ فرمایا ظہر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہون بعد ازان آپ فرش پر بیٹھہ گئے۔ تکیہ پر تیمم کیا بسمت قبلہ متوجہ ہوکے تکبیر تحریمہ شروع کی سورۂ فاتحہ و ضم سورہ سے فارغ ہوکے رکوع کرکے سجدہ مین سر زمین پر رکھا۔ فوراً حالت سجدہ مین آپکی روح نے جسم عنصری سے عالم بقا کو پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاضرین نے آہ و زاری کی اور مرحوم کی رحلت پر افسوس و حسرت ظاہر کیا بعد ازان تجہیز و تکفین کرکے آپکے گھر کی گنبد کے قریب ہول پیٹہ مین دفن کیا۔ یہہ واقعہ ۸ ربیع الاول ۱۳۱۸؁ ہجری مین واقع ہوا۔

آپ کی عمر تقریباً اسی سال سے متجاوز تھی۔ آپکی باقیات الصالحات سے تین دختر نیک اختر ہین تینون کی شادیان آپکی زندگی مین ہوگئی تھین۔ سرکار عالی نظام کے انتیازی منصبدارون کے صیغہ مین ملازم تھے۔ ساٹھہ روپئے وظیفہ پاتے تھے۔ مرحوم کی بیوی صاحبہ کوشش کر رہے تھے کہ مرحوم کی تنخواہ اون کے نام پر منتقل ہوجائے اب تک فیصلہ نہین ہوا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے خدا انکو کامیاب کرے۔ آپکا ذاتی مکان مستعد پورہ مین ہے۔

آپکے جسقدر اشعار میرے پاس تھے۔ وہ تمام موسی ندی کی طغیانی مین تلف و برباد ہوگئے۔ اسوجہ سے صرف حال پر اکتفا کیا گیا اگر ملجائینگے تو آیندہ ضمیمہ مین لکھونگا۔

شفیق لچھمی نرائن اورنگ آبادی

شفیق تخلص۔ قوم کہتری کپور سے ہے۔ اورنگ آباد ی المولد۔ آپکے جد بزرگوار بہوانیداس عالمگیری لشکر کے ہمراہ لاہور سے دکن مین آئے۔ اور اورنگ آباد مین متوطن ہوئے۔ نوکر پیشہ تھے۔ زندگی بصیغہ نوکری بسر کرتے تھے۔ صاحب اولاد ہوئے۔ اُنکا متوسط فرزند رای منسارام تہا۔ جب منسارام دس برس کا ہوا جد مذکور فوت ہوا یتیم مذکور لالہ جسونت رای ہم قوم کے سایۂ عنایت مین رہا لالہ کی سرپرستی مین تعلیم و تربیت پائی۔ نواب آصفجاہ غفران پناہ کے زمانہ مین چہہ صوبجات دکن کا پیشکار رہا۔ چالیس برس تک خدمت مفوضہ پر مامور رہا۔ امانت و دیانت سے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جناب آزاد نے نواب صمصام الدولہ بہادر مرحوم سے سفارش کرکے منصب سے سرفراز کرایا۔ اور دکن کے بخشی الممالک کی پیشکاری پر بہی مامور۔ منسارام دونون خدمتون کو عمدہ طرح سے ادا کرتا تہا۔ محنتی و جفاکش تہا۔ مالک کی تابعداری مین سرمو فرق نہین کرتا تہا۔ دربار آصفی نام کا ایک رسالہ مختصر لکہا ہے۔ اسمین مغفرت مآب آصفجاہ اول کی تعریف اور اُن کے عہد کے قوانین لکہے۔ رسالہ مذکور مطبوع ہو چکا ہے۔ اور ایک دکن کا گوشوارہ بہی لکہا ہے۔ پس دوم صفر ۱۱۵۸ھ ہجری مین شفیق صاحب ترجمہ کی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابتدا عمر سے حضرت میر غلام علی آزاد کے خدمت مین تربیت و تعلیم پائی۔ آزاد کی توجہ سے صاحب استعداد ہوا۔ سفید و سیاہ سے واقف نواب

صمصام الدولہ کے زمانہ مین منصب خطاب و ولی چند سے سرفراز ہوا ۔ اور آزاد بلگرامی شفیق کے حال پر نظر شفقت و محبت رکھتے تھے ۔ چنانچہ خود شفیق حضرت آزاد کی شان مین لکھتا ہے ؎

لامکان است مقام آزاد	فوق عرش است خرام آزاد
سبحہ گردان ز کواکب ہر شب	فلک رہبر است بنام آزاد
خرمن ہستی اعدا سوزد	برق رخشان حسام آزاد
در گلستان جہان ہر گل و خار	سو رد رحمت عالم آزاد
جدا و ساقی کوثر باشد	آب خضر است بجام آزاد
گل شنود گوش ہمہ تن چمن	کہ برد باد پیام آزاد
پیش آئینہ ضمیر آن طوطی	ہیکند وصف کلام آزاد
اے خداوند جہان با و مدام	ساغر عیش بکام آزاد
صاحب ہر دو جہان است شفیق	ہر کہ گردید غلام آزاد

ابتدا مین شفیق کم کم کلام موزون کرنے لگا ۔ اور کلام مین تخلص صاحب کرتا تھا ۔ جب آزاد اس تخلص سے واقف ہوئے تو اسکو سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین شفیق تخلص عطا دیا اور آپنے فرمایا کہ میر محمد مسیح صاحب تخلص فارسی مین ایک شاعر گذرا ہے ۔ چونکہ شفیق ہندی و فارسی دونون زبان مین کہتا ہے ۔ زبان ریختہ مین تخلص صاحب بحال رکھا ۔ اور فارسی مین شفیق ۔ تاریخ مرحمت تخلص ؎

حضرت فیض بخش آزاد	کرد ندم را تخلص انعام
گفتم تاریخ این عنایت	امداد شفیق شد مرا نام

شفیق صاحب ترجمہ آزاد کے ارشد تلامذہ سے ہے۔ شاعری و سخن سنجی و تاریخ نویسی و تالیف مین فرد کامل تھا۔ اُسکے نتائج طبع نہایت صاف و شستہ و شفاف و برجستہ ہوتے ہین پُر گو ہے آپکا دیوان فارسی و اردو ضخیم ہین۔ ابھی تک مطبوع نہین ہوئے ہین گل امر مرہون باوقاتہا کے انتظار مین گوشۂ گمنامی مین پڑے ہین۔ فقیر نے اکثر تذکرون مین اُن کے اشعار چیدہ چیدہ دیکھے ہین۔ انہین منتخبہ سے انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون آپ کی تالیفات سے۔ مآثر آصفی۔ و مآثر حیدری۔ و تذکرہ گل رعنا۔ و تذکرہ شام غریبان و بساط الغنائم۔ و مرآت الہند۔ و تخلستان۔ و تذکرہ گرو بابا نانک۔ و چمنستان شعرا وغیرہا مین۔ تذکرہ نویسی مین میر غلام علی آزاد کے قدم بقدم چلتا ہے۔ جو کچھہ لکھتا ہے نہایت تحقیق کے ساتھہ لکھتا ہے جس شخص یا جس چیز کی حالت اگر لکھتا ہے تو پورا پورا اسکا مادہ و ماعلیہ صاف صاف بیان کر دیتا ہے شفیق کو یہہ لیاقت آزاد کی توجہ و عنایت کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ دکن مین اگرچہ آزاد کے اکثر تلامذہ صاحب تالیف ہین لیکن شفیق ارشد تلامذہ سے ہے۔

من اشعارہ الفارسی

مصرع ابروی او بسم الله عنوان ما		مصحف رخسارهٔ او دین ما ایمان ما
بسکه از گفتار ما ریزند یاران رنگها		گرد کدورت گران شد صفحهٔ دیوان ما
بر دل ما التفاتی هست چشم یار را	وله	التفتی بسیار با بینا بود بیمار را
چشم او بر ما نگاهی گر ندارد عیب نیست		می شود پرهیز لازم مردم بیمار را
گر خود آرائی هوس داری شنو عرض شفیق		اندکی تحریک باید چهرهٔ گلنار را
تعالی الله چه دولت شد میسر ناگهان امشب		که آمد بر سر بالین من آن جان جان امشب

ہم آغوش شد بجانان طالع بیدار نازم
گر در خواب نوشین است چشم آسمان امشب

غنچہ ہا اشگفت و طفل گلعذارم برگشت
صد گریبان پارہ شد دامن شہسوارم برگشت

گریہ می آید مرا بر حال خود در فصل گل
گشت آب خنجرم در جو نگارم برگشت

ہر کسے را میرسد نوبت بدور آسیا
بر مراد خاطر من روزگارم برگشت

چہ ستمہا بدل از چشم سیہ مست تو رفت
شیشۂ تحفۂ افسوس کہ از دست تو رفت

شکست توبہ ما را بہار شد باعث
ہزار بار نوائے ہزار شد باعث

خدا گواہ کہ می را طلب نبا بودم
برائے مستی من چشم یار شد باعث

شعلہ۔ میر کاظم علیخان دہلوی

شعلہ تخلص۔ میر کاظم علیخان نام۔ آپ میر احمد علیخان شہید دہلوی کے فرزند رشید ہین۔ آپ کے بزرگان سلف شرفا و امرا کے زمرے سے تھے۔ چنانچہ مؤلف فقیر نے خاندانی شرافت حسبی و نسبی کا ذکر شہید کے ترجمہ مین پورا بیان کر دیا ہے۔ اب یہان اعادہ کی ضرورت نہین۔ صاحب ترجمہ کا ذاتی حال لکھتا ہون۔ آپکی ولادت ۱۸ تاریخ شہر رجب سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین واقع ہوئی۔ مسقط الراس شہر حیدر آباد دکن ہے آپکی نشو و نما بھی یہان کی آب ہوا مین ہوئی۔ مدرسہ دار العلوم مین پانچ چھ سال تک تعلیم پائی۔ کتب درسیہ متداولہ فارسی عربی سے فراغت حاصل کی۔ امتحان دیگر مدرسہ سے لیاقتنامہ و سند کامل ہمدست کی۔ علاوہ فارسی عربی بقدر ضرورت انگریزی بھی پڑھ لی۔ آپکی طبیعت فطرتاً شعلہ جوالہ کی طرح ترقی کے اوج پر عروج کر رہی تھی۔ تحریر و تقریر کے دریا مین موجزن ہو رہی تھی۔ ایسی حالت مین موروثی شعر و شاعری کی طرف مائل ہوئی۔ ذاتی استعداد

ولیاقت خداداد سے کلام موزون کرنے لگے۔ اور والد یا جد سے اصلاح لینے لگے۔ والد کی اصلاح سے روز بروز کلام کی خوبی بڑہنے لگی۔ چندہی ایام کی مشق و اصلاح مین کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوگیا۔ پس آپ شعرا کے مشاعرے مین جانے لگے۔ معاصرین کے ہمطرح و ہم سنگ ہوئے۔ آپکا کلام فصاحت و بلاغت سے مملو ہوتا ہے۔ اور صنایع و بدایع لفظی و معنوی مین ڈوبا ہوا۔ فارسی و اردو دونون زبان مین کلام موزون فرماتے ہین ہر ایک زبان کے محاورات و اصطلاحات سے ماہر و کامل تہے۔ کلام سے اہل زبان کی شان دکہلائی دیتی ہے۔ آپ باوجود ملازمت سرکاری طلبہ کو درس و تدریس سے بہی مستفید فرماتے تہے۔ اکثر طلبہ و نوآموز شعرا آپکی خدمت مین استفادہ کرتے تہے۔ آپ اساتذہ جہابذہ مین شمار کئے جاتے تہے۔ آپ عدالتی امور مین بہی نہایت ہی لائق و فائق تہے۔ متعدد محکمون مین حکام بالادست کی زیردستی مین کام کرتے رہے۔ حکام نے وقتاً فوقتاً آپکے انتظام و خوبی کام کی بابت خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مولوی نصراللہ خان خورجوی ناظم عدالت فوجداری نے اپنے مولفہ تاریخ دکن مین آپکی کارگزاری و تجربہ کاری و ہوشیاری کی بہت تعریف لکہی ہے۔ مدۃ العمر آپ سرکاری خدمات کو امانت و دیانت کے ساتہہ ادا کرتے رہے۔ نیک محضر و خداترس تہے۔ وضعداری و ملنساری کے پابند تہے۔ طلبہ کے ساتہہ ہمدردی سبقاً و طبقاً فرماتے تہے۔ فقیر مولف کو آپ سے شناسائی تہی۔ بعض محافل مین کبہی کبہی باہم ملاقات ہو جاتی تہی۔ آخر آپ نے بتاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاخری سنہ ۱۳۰۸ ہجری مین اس دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے باقیات صالحات سے دو خلف الصدق ہین ایک حکیم سید نوازش علی صاحب متخلص بہ لمعہ دوسرے حکیم سید نادر علی صاحب

المتخلص بہ رعد ہین۔ ماشاء اللہ دونون ہی مصداق الولد سر لابیہ لائق و فائق ناظم و ناثر ہین اللہم سلمہما اللہ بالخیر والعافیہ۔ اب مین شعلہ صاحب جمد کے چند اشعار فارسی و ہندی بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الفارسی

در گلشن عشق است چو بلبل وطن ما / خرم چو بہشت است بہار چمن ما
خون در دل یاقوت بود از لب لعلش / زانست کہ رنگین شدہ شیرین سخن ما
بہار آمد بیا ساقی در میخانہ را بکشا / بزن مستانہ ہا نعرہ بمہر شیشہ ہا بکشا
نہان تا کے بماند شمع اندر پردہ فانوس / نقاب از چہرہ ات اے شعلہ رو بہر خدا بکشا
آنکہ بخشید بتو حسن خود آرائی را / او عطا کرد بمن صبر و شکیبائی را
اسم حق ورد کن اے دل کہ ہمہ ذکر کنند / صبحگاہان بنگر طائر صحرائی را
سید ہاشمی و منبع جود و کرمی / نبی مکی و اُمّی و شفیع الاممی
نظر لطف شہا بر من مسکین فرمائے / کہ منم ذرہ بیتاب تو مہر کرمی
چند اشان براقت کہ ز چرخ گذشت / مرحبا شاہسوار عربی و عجمی
سائلے از حرم پاک تو محروم نگشت / بارک اللہ چہ کریمی و چہ عالی ہممی
زان سبب آمدہ در شان تو لولاک لما / کہ تو بر جملہ رسل اکرمی و محترمی
ہست از پرتو انوار تو عالم روشن / آفتاب رسل و معنی لوح و قلمی
چند اشان رفیعت کہ رسیدی تا عرش / شب معراج ز اعجاز زیادہ تو کہی
سرورا درد دلے دارم و بس رنجورم / دارو ئے درد عطا کن کہ تو باب حکمی
کن عطا خدمت جاروبی آن روضہ پاک / یا حبیب الصمدی انت ولی النعمی

گر وصل بھی ہو جاتا اکبار تو کیا ہوتا
دامن مجھے قاتل کا دامان قضا ہوتا

دامن کش قاتل گر خون شہید ہوتا
یون قتل پر آمادہ ظالم ہوا ہوتا

وہ شوق شہادت ہے سو بار اگر مرتا
قاتل ہی کی جانب کو لاشہ بھی پھرا ہوتا

کیون رشتۂ محبت کا توڑا ہی عبث ظالم
یون قتل کیا ہوتا کچھہ تسمہ لگا ہوتا

پائی نہ شہادت جب عوی ہے دیت کا کب
گر خون بہا ہوتا تب خون بہا ہوتا

اے ابر کرم گر تو رحمت سے برس جاتا
بہشت غبار اپنا پھر گر نہ اڑا ہوتا

گر قلقل مینا کو مجھکو نہ سنایا تھا
تربت پہ مری ظالم اک قفل توڑا ہوتا

اس شکل بدلنے پہ عشق کے آجاتی
تصویر مین بھی رخ سے گر رنگ اڑا ہوتا

سننے کو نہ سنتے وہ کہنا تھا ہمین لازم
آنے کو نہ آتے وہ شکوہ تو کیا ہوتا

اُس شعلہ بھبوکہ کی شبکو جو کھلین زلفین
سورہ کو دخان کی دم البشعلہ کیا ہوتا

شہیدی - مرزا شہید قمی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - آپکا وطن اصلی شہر قم ہے - جامع علوم و فنون تھا - فن شاعری مین استاد کامل - میدان سخن سنجی مین اقران و امثال پر سبقت کرتا تھا - اپنے مقابلہ مین کسی شاعر کو ہم سنگ و ہم پلہ نہین سمجھتا تھا - اپنی شاعری و شگفتگی سے کلام پر نازان رہتا تھا - سلطان یعقوب والی تبریز کا مقرب مصاحب تھا - سلطان اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا - بادشاہ کی قدردانی سے ملک الشعرا خطاب سے مخاطب تھا - معاصرین اُسکے جاہ و جلال و حشمت و اقبال کو دیکھہ کے رشک و حسد کرتے تھے - لیکن بادشاہ کی عنایت و توجہ کے سبب اُسکو کچھہ ضرر

نہین پہنچا سکتے تہے ہمیشہ قابو جو رہتے تہے۔ بادشاہ کے فوت ہوتے ہی حاسدین کے وجہ سے وہان قیام دشوار ہوگیا۔ بامرلاچاری ہند کا سفر اختیار کیا۔ تبریز سے اول گجرات مین آیا۔ چند روز وہان قیام کرکے اسمعیل عادل شاہ کے عہد مین شہر بیجاپور مین پہنچا عادل شاہ نے اسکی نہایت خاطر و مدارات کی اور مقربین کے زمرہ مین شریک فرمایا تا بہ زندگی بیجاپور مین عیش و آرام کے ساتھہ بسر کرتا رہا۔ تقریبًا صد سالہ عمر ہوکے فوت ہوا۔ فرشتہ و گل رعنا کے مولف تمنا کے قول سے ۹۳۶ سنہ ہجری مین فوت ہوئے بیجاپور کی زمین مین مدفون ہوا۔ محمد عارف بقائی نے لکہا کہ اسکی وفات ۹۳۵ سنہ ہجری مین واقع ہوئی۔ اور ملا قاطعی نے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ اسکا مدفن سرکہیج گجرات ہے۔ فقیر مولف کے نزدیک فرشتہ و گل رعنا کا قول و سنہ وفات و مدفن کی بابت صحیح ہے۔ اس لئے کہ دونون مولف دکنی الاصل تہے۔ انکا لکہنا گویا مشاہدہ ہے اور بقائی و قاطعی کا مدار سماعت پر ہے۔ والعلم عند اللہ بحقیقۃ الحال۔ شہیدی صاحب دیوان تہا۔ اسکا دیوان ضخیم ہے کئی ہزار ابیات پر شامل ہے فقیر مولف کے مطالعہ مین گذرا ہے۔ کلام پختہ و برجستہ ہے۔ نزاکت و لطافت سے بہرا ہوا ہے۔ ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے۔ اب صاحب ترجمہ کے دیوان سے چند اشعار گذارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الفارسی

بطوف میکدہ ما روز بے نوائی ما ... سفال چرخ بود کاسۂ گدائی ما

چو تاج بر سر ما کو سبوے بادہ ببین ... کسے کہ طعنہ زند بر برہنہ پائی ما

شہا دست خم زدست بادہ فروش ما ... شکست شیشۂ تقوی و پارسائی ما

بیک قدح کہ کشیدیم صبح مخموری ... ہم از درون و برون شست صفائی ما

با آب تلخ چو ما آشنا مباد کسے   که رو بفقر فنا دارد آشنائی ما
نهفته بزم غم ما ز چشم تیره دلان   توان مشاهده کردن بروشنائی ما
شهیدی ز نظر فروش دور مرو   که او ز قید خودی می دهد رهائی ما

وله

ز اشک لاله گون تا چند در خون افگنم خود را   نمیدانم که چون زین ورطه بیرون کنم خود را
خیال چشم جادویش چنانم ساخت دیوانه   که خواهم از سر کوے بهامون افگنم خود را
اگر بر تربت مجنون مرا روزی گذار افتد   درم پیراهن و بر خاک مجنون افگنم خود را

وله

خوش آن سوار که زو شد بلند پستی ما   بتازیانه افشاند گرد هستی ما
ز دست چرخ ربایم بساغر خورشید   بود بدولت عشق این دراز دستی ما
تهی نگشت دمے کاسه سر ز می عشق   ز سر چگونه رود مستی الستی ما
چنان ز شوق تو سرمست و بیخبر حالیم   که محتسب بغلط می فتد ز مستی ما
یکے مشاهده کن اے شهیدی آن بت را   بشوی صفحهٔ انکار بت پرستی ما

وله

هیچ سر لایق نباشد بند فتراک ترا   چون کسے آلوده سازد دامن پاک ترا
باغبانا نعم مخمور وز خشک سال آزاد باش   می پرستان پرورند از چشم تر تاک را
یار اگر یابد شهیدی بسر خاکت قدم   گو منه شمع و چراغے هیچکس خاک را

وله

بیا اے عشق و آتش زن دل افسرده ما را   بنور خویش روشن کن چراغ مرده ما را
ملولیم از کدورتهاے مخموری بیا ساقی   بجام تازه گردان چهره پژمرده ما را

وله

رفتیم نگشت باغ از آن نازنین جدا   افتاد گل بخنده جدا یاسمین جدا
بے لعل یار تیره شد چشم روشنم   مانند خاتمی که بود از نگین جدا
تیغ فراق بند ز بندم جدا کند   از یار خود مباد کسے اینچنین جدا

پامال رخش کن سرم از خاک بردار — می ترسم ای سوار که گردی ز زین جدا

ننشین جدا ز یار شهیدی چو عاشقی — صدپاره شو به تیغ و دمی آنگه نشین جدا

وله

داغ بتان چو لاله بود در سرشت ما — تا بت پرست در وسیمی سرنوشت ما

ترسم که زیب تربت ارباب بین کنند — خشت منقشی که کنند از کنشت ما

تخم نشاط از دل ما سبز کی شود — زینسان که پامال غمت گشت کشت ما

عالم گرفت شور شهیدی و کو کسی — چون نیست بی نمک نمکینان سرشت ما

وله

رسیدم اینک آنجا که روزی دیده ام او را — درین منزل بسی برگرد سر گردیده ام او را

مرا باور نشود هر دم بیابد گرچه گویندم — که اکنون رفت ازین ره هر کجا پرسیده ام او را

وله

بر لب آمد جان من در جستجوی من بیار را — خون چکان رخساره بنما تشنه دیدار را

صورتی چون روی تو در کارگاه حسن نیست — ای پری چندانکه می بینیم صنع کار را

وله

از تو من رو به دل از تیغ غمت چاک آنجا — بی تو من خون خورم اینجا دل غمناک را

جای پاکان بود آن کوی از آن بیم دارم — چشم پاک و دل چاک نظر پاک آنجا

وله

تا گنه کار روز بازی رسد یاری ما — خلق محشر همه حیران سیه کاری ما

گرچه از جرم گناهیم گرانبار آنجا — کوه بر باد رود چیست گرانباری ما

نا امید از کرم دوست شهیدی نشوی — بشگفاند گل امید جگرخواری ما

وله

عکس رخش در جام می دیدم کشیدم جام را — خوردم به یک دست می از می گرفتم کام را

صد عیب اگر می بود بس باشد همین یک حسن — کو می دهد رنگ تر رخساره گلفام را

وله

هرچند بتوانی چو گل پوشی رخ گلرنگ را — کمتا برون هر کسی آن چشم شوخ شنگ را

از غمزه پیدا شد و ز خنده لب را سبکسری — در یکزبان کس حق زنانهم ملیح را هم جنگ را

وله

دامن پاکت زمی گشتست نمناک از کجا — در گریبان تو افتادست این چاک از کجا

خاک بر سر کرده هر جا او خواهی بنگرم — میرم از غیرت که بر سر کرده این خاک از کجا

وله

در چمن آن دست نازک سوی شاخ گل مبر — ترسم آزاری رسد تا که ز گل چیدن ترا

ریختی خون شهیدی چند مردم میکشی — عاقبت خواهد ز خونی پای نغزیدن ترا

وله

عزت عشق همچون بود خواری خویشتن هم — برده سلطنت گر بندگی ایاز را

نازنین ایجان خریدی پری بر همه کس چه افکنی — سر زد بند شاه من بر همه صید باز را

وله

نهادم سر براه عشق و کردم قطع منزلها — ز سر بگذشتم آسان ساختم بر خویش مشکلها

سر دگر خوشه خوشه شعله آتش برون آید — بخاک کوی خوبان بس که شد دانه دلها

وله

چشمت به تیر غمزه دل و جان من نواخت — خوش با دو وقت مردم مسکین نواز را

خوشخویی شو که بیشتر از خوی نیک بود — چندین قبول خاطر محمود ایاز را

برمن که سجده صنمی میکنم مخند — آگه نه حقیقت عشق مجاز را

درباخت هر چه داشت شهیدی ره عشق — سرمایه درد و داغ تو بس پاکباز را

وله

بشام عید کنم ساغر شراب طلب — طلب کنند همه من آفتاب طلب

هلال عید کنم گنج نامه که بان — کنند گنج می از عالم خراب طلب

وله

کمتر از پروانه نتوان بود در جان باختن — گر هوای آتشین رخساره خود پاک سوخت

فارغست از دوزخ و گرمای روز رستخیز — هر ماهی هر که در میخانه افلاک سوخت

وله

صحرا خوشست و باغ خوشست و چمن خوشست — جامی سه چار خورده ام و وقت من خوشست

بس ناخوشی که عاشق بیچاره خوش کند — دشنام ناخوشست ولی از تو من خوشست

وله

ز خواب ناز چو آن سرو نازنین برخاست — علم کشید بلا فتنه از زمین برخاست

زبزم لاله رخان چند عرق خون خیزم | نشست هر که باین قوم همچنین برخاست

وله

پی برده ام که منزل جانان من کجاست | آرامگاه سرو خرامان من کجاست
ناخوانده در رود همه جا همچو آفتاب | خود رای و سرکش است نظرباز من کجاست

وله

جواب طعنهٔ نااهل چیست خاموشی | فرمان بیهوده کردن دراز کار نیست
میان خلق شهیدی چه میکنی خانه | ترا مقام به از گوشهٔ مزار نیست

وله

ای محتسب مکن به من درد خوار بحث | غوغا میار بر سر ما وگذار بحث
پروای بحث دینی و عقبی نباشدم | آنجا که حیرتست نیاید بکار بحث

وله

گر بوسه خواستم ز تو شیرین دهن مرنج | معذور دار عاشق و مستم ز من مرنج
رنجه ز بار پیرهن ای تازه گل مشو | پوشند غیر چون تنت از پیرهن مرنج

وله

کلبانگ میکده را یافتم بوقت صباح | بر آمد از دل من بیخبر که یا فتاح
قدم نهادم و میخانه را گشادم در | در آمدند پی من هزار اهل صلاح

وله

من دوزخی ز سوز جگر تو بهشتی | مشکل بهم بروی تو مالیم زیاده رخ
از خون دیده روی شهیدی منقش است | با دور مانده از رخت ای سرکشاده رخ

وله

خرم کسی که در چمن لاله میرود | می دیگری گرفت ز دنباله میرود
از مدرسه بمیکده یکشب که میروم | در کار می وظیفه یکساله میرود

وله

فغان که میگذرد سوی ما نمی بیند | کشیده سرمه بکو از حیا نمی بیند
بسر خودی بیگانگان نظر دارد | سیاه روی یک آشنا نمی بیند

وله

ندارم کس که پیش یار حال زار من گوید | غم تنهائی و درد دل افگار من گوید
بتلخی جان شیرین میکنم شیرین زبانی کو | که بی رنجاندن خاطر بشیرین کار من گوید

وله
مهرویی ای شاه خوبان جای شهر زبیر — مسکنی خواه از مرا بی جرم زندان بر فقیر
نیست بازیچه ی همه در عشق بازی با تن — کار سربازان میدان بلا آسان نگیر

وله
ز غم گداخت تنم جان ز غم نرسته هنوز — خدنگ آه کشم بی جسته جسته هنوز
بر آستان تو عمرم بنا مرادی رفت — در مراد بروی شکست بسته هنوز

وله
خوش آن زمان که مرا همنشین تو باشی و بس — رقیب فتنه بکار همین تو باشی و بس
چنانکه هست بر افلاک آفتاب یکی — بر اوج حسن بروی زمین تو باشی و بس

وله
سجاده ریا که بود بار اهل هوش — دلال معصیت نیم انداختم ز دوش
پیمانه که مانند شب از وجه خرقه ام — بهر خمار صبح سپردم بمی فروش

وله
ببال مرغ بستم نامه سر دادم بسوی یارش — گران بارست می ترسم که بکشاید بمنقارش
بیستر گر شود بوسم کف پای گل اندامی — بعالم دیده تر سیلم ز مژه در پا رود خارش

وله
کی از سفال سگانت بما دهند آبی — عوام را نبود بهره ز فیض خواص
تغزل سرائی خاصم قبول خاصانست — خوش است نظم شهیدی که نیست خالی ز اخلاص

وله
خوشا که من بسفال سگت بریزم خون — بمن شراب ستی برون ز خانه عوض
برفت مرغ دل و باز پس نمی آید — در این خرابه از و ماند آشیانه عوض

وله
تا شنیدند از عشقش در زبان ایشان — قطعه خبری از من همه و چون حلقه ناخورده
شد شهیدی سر بلند از دولت نظم بلند — پست کی گردد اگر گوید گهی نظم و سند

وله
سفر گزیدم و گردم بهر که بود وداع — شدم مقید طوق رکاب شاه شجاع
هوای خدمت و گزیدم از سر شوق — چو گرد باد چرا راه میروم بسماع

وله
جور در بانش بلا و طعنه دشمن بلا — میرسد بر من بلا بی اختیار از هر طرف

بی بلا هرگز نیم گر از بلای نیکوان — ور رسد دامن رساند روز از هر طرف

وله

گفتی که بهتر است ترا مرگ یا فراق — کارم اگر به مرگ فتد به که با فراق

شد روشنم که داغ جدائی چه بوده است — تا جان من بسوخت جدا از دل جدا فراق

وله

عاشق روی شمایم همچو زردم ساغر بسنگ — چهره زرد از عشق نیکوتر که از می لاله رنگ

این غزل مطرب بهر مجلس که مستانه خوا — شد شهیدی سرخ روئی دل سیه آید بچنگ

وله

عجب دارم ز استغنای این ترک — که می آید چنین بیخواست در دل

ز غیرت خون آن ساغر خورم من — که عکس آن زخش پیداست در دل

وله

بی تو سر شب چون دل از چشم خونبار آورم — گر بپای تو سر نهم گرد و بدیوار آورم

گر بکویم در زخود با کوه بی آن سنگدل — کوه را از روز دل با خود از شب تار آورم

وله

چو ابر من بهوای تو از جهان رفتم — نگاه نچیدم و گریان ز گلستان رفتم

منم شهیدی و باشم علم بروز جزا — ز چشم خلق چه نقصان اگر نهان رفتم

وله

آزرده از طعنه مردم برای من — خود بی تو مای تو هم شد چه جای من

دامن بکش ز صحبت بیگانگان عشق — تا آشنا کجا تو کجا آشنای من

وله

وحشی غزال من بکسی آشنا مشو — ترسم که صید کس شوی از من جدا مشو

گسل ز ما بغیر مشو رام شرم دار — یکبارگی باهل وفا بی وفا مشو

آراسته ز خانه بیا زار در میا — بالا بلند من همه کس را بلا مشو

تا چند بر شهیدی مسکین جفا کنی — یکره ترحمی همه جور و جفا مشو

وله

غرق عرق شده رخ چون آفتاب تو — طوفان حسن همه عالم خراب تو

پاکان کشند باده حسنت جام جم — آلوده را خبر نبود از شراب تو

پرسی ز من که بیدل و شیدا چرا شدی — اغیار حاضرند چه گویم جواب تو
گر در دل تو عشق شهیدی اثر کند — وقت نظاره چیست همه اضطراب تو

وله

تنی داریم در بار شکسته — دلی در زیر دیوار شکسته
ز بار دل شهیدی او فتاده — رسن بگسسته و دار شکسته

وله

تا کی باشم بلای انتظاری سوخته — مانده چون خاکستری بر رهگذاری سوخته
ای ناموس از کجا و بهره عشق از کجا — عشق هر جا خرمن بی اعتباری سوخته

وله

مرا بغیر دیار حبیب ماوا نه — غریب جائی و آنجا غریب را خانه
براه کعبه وصلت نقطع یک منزل — ز پا فتادم و منزل هنوز پیدا نه

وله

منم رسوای شهری گشته دست از آبرو شسته — یکی ز خرقه رنگ توبه و تقوی فرو شسته
گرفته کشتی و دست غرق دریا گشته — بپای خم فتاده دست از جام و سبو شسته

وله

نگوئی از غرور حسن با من یک سخن روزی — بر در به گرفتارم بپرس احوال من روزی
چو افتد در غریبی نامرادی از دیار من — نگو نشناسم او را چون شود هم در وطن روزی
بکام دل همه جا باده بی حجاب خوری — چه وقت تست که با هر کسی شراب خوری
خمار شرب مبادا که درد سر بدهد — ازین شراب که در عالم شباب خوری
گذر به یاری من آمده خبر میداشتی — جانب افتاده گاهی گذر میداشتی
خوش آن ساعت که میرم بر سر بالین من باشی — زبانم رفته از کار و تو با من در سخن باشی
نگیری پای تابوت مرا خود در نهانی — که من باشم گران از درد تو نازک بدن باشی
مرا در بزم خود ره دادی و بازم بدر کردی — بهر یک جام می صد کاسه خونم در جگر کردی
براهم سر قدم صد خار خجلم ای گل خودروی — چرا از ره مرا بردی با خود هم سفر کردی

من رباعیانه

ای با تو ببست عهد و پیمان دلم	وانگ طلب وصل تو درمان دلم
آسوده چگونه پا بدامن پیچم	آلوده بلای چشم و دامان دلم
عشاق دل از دو کون آزاد کنند	تا آینهٔ رخ یکی ساده کنند
آلوده و مستم از آن سحر و سیم	در ساغر آلوده کجا باده کنند
صحبت و جو کرد سنگ پارهٔ من	یک نکته بلاکت سکند
دست سوی آزار بر دو گر فشت	چیزی است از سنگ پاره محکم تر
مردان چه نور خاک راه افتادند	پا بر سر پایهای خود ننهادن
ملک دو جهان بجنبه نگر نقش	خود را دادن آنچه باید دادن

من مراثیه

صافی دلان که جام محبت کشیده‌اند	زهر فنا چشیده و تلخی ندیده‌اند
چیدند ز باغ میوه که پخته بیافتند	وا مانده باز خامی و آسان رسیده‌اند
نما بجای ما چه تا بنگرم نشان	پنهان ز دیده باشا چون نور دیده‌اند
دشوار نیست مردن ارباب التفات	آسان ز جان بر آمده و ز تن بریده‌اند
گشته بباغ صورت و بیرون نشسته باغ	برگ هوس ز هیچ نهالی نچیده‌اند
جا ساختند ز راه تصرف به پرست	خود گفته‌اند از دل و خود شنیده‌اند
بر اوج عرش بال زند مرغ روح شان	تن مانده بر زمین خود زمین آرمیده‌اند

دریای علم حضرت جامی جهان عشق
تن را گذاشت رفت سوی آشیان عشق

شایان محمد اسلم خان

شایان تخلص۔ محمد اسلم خان نام۔ آپ علی احمد خان ناعط کے فرزند ہین آپ کی
ولادت بلدۂ محمد پور عرف ارکاٹ مین ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے زمانہ مین
کتب درسیۂ فارسیہ اپنے والد ماجد و محمد رضا سے تمام کین۔ فارغ التحصیل ہو کے مدراس مین
وارد ہوئے۔ مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان فخری مولوی محمد باقر آگاہ کی خدمت
مین کتب عربیہ ابتدا سے انتہا تک ختم کین عربی مین بہی کامل ہوئے۔ نواب امیر الامرا
بہادر کے میر منشی ہوئے۔ فارسی مین عبارت چست و درست با محاورہ مثل اہل زبان
لکہتے تہے۔ تحریر مین ظہوری طغرا کا طرز اختیار فرماتے تہے۔ آپکا ہر ایک فقرہ
برجستہ و شائستہ اور ہر ایک جملہ شگفتہ و بائستہ ہوتا تہا۔ امیر الامرا آپکی عبارت
شیرین کو دیکہکے بہت محظوظ ہوتے تہے۔ اور آپکی لیاقت کی تعریف فرماتے تہے
آپ نوابصاحب کی زندگی تک میر منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ نواب کی
رحلت کے بعد مختلف خدمات مثلاً باغات کی داروغگی اور دار الضرب کی اپنی
و جاگیرات نیاز حرمین شریفین کی تحصیلداری پر مامور ہوتے رہے۔ ہر ایک خدمت
مفوضہ کو امانت و دیانت کے ساتہہ انجام دیتے رہے۔ حکام بالا دست آپکے
کام سے بہت خوش ہوتے تہے آپ حکام کی تابعداری سے سرمو فرق نہین کرتے تہے
آپ موزون الطبع تہے۔ شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرتے تہے۔ جو کچہہ موزون
فرماتے تہے خوب مرغوب ہوتا تہا۔ صاحب التالیف و التصنیف بہی تہے۔ متعدد رسائل
لکہے ہین۔ مسائل التعلیم شرح منہج التقویم و شرح فارسی منہاج و مثنوی گداز دل

ومثنوی ظفرنامہ ووقایع حیدری وعین المصادر وگلدستہ مناقب وغیرہا۔ اور آپکا دیوان غزلیات وقصاید پر شامل ہے۔ آخر آپ سنہ ۱۲۴۲ ہجری مین واصل حق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ

آفتابیست کہ از شام قیامت پیداست		یعنی آن عارض تابان بخم گیسو ہا
خونبہای گلشن عشق تو تا افروخت شمع	وله	سوخت یکجا بلبل و یکسو پروانہا
خط موج ست انگشت تحیر بر لب ساغر	وله	بہم انجم گردش چشم کہ حیران میکند دل را
چشم او از بسکہ داد مستی می دادہ است		بجام محو بیخودی و سجدہ مینا کردہ است
خندہ برق جنون را ندید پنہان کسے		فتنہ را ہم پری سایہ مژگان کسے
اشک دریا دل شایان سر طوفان دارد		کمتر چشم ترش منت دامان کسے

شائق۔ غلام محی الدین

شائق تخلص۔ غلام محی الدین نام۔ شائق علیخان خطاب ہے۔ آپ شاہ احمد ابو تراب قادری کے فرزند ہین۔ آپکے نسب کا سلسلہ تین واسطہ سے جناب اوحی محمد حسین شہید المعروف بامام صاحب سے منتہی ہوا ہے۔ آپکے خاندان مین اکثر بزرگان روشن ضمیر گذرے ہین۔ آپکا اصلی وطن بیدر ہے۔ آپکے جد و پدر کا مولد قصبہ گیرہے آپکا بھی مسقط الراس قصبہ مذکور ہے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین واقع ہوئی ایام طفلگی مین والد ماجد کے ہمراہ کالستری مین آئے اور وہان سکونت اختیار کرکے مدراس مین پہنچے۔ علماے عصر کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ ختم کرکے فضیلت کی سند

حاصل کی۔ اور کتب فارسیہ مولوی محمد باقر آگاہ و مولوی سید خیر الدین فائق سے ختم کین۔ اور شعر و شاعری مین مرزا علی بخت اظفری و میر شاہ حسین حقیقت سے مشق کرتے تھے۔ آپکا کلام سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا ہے۔ معاصرین پر بڑھ گئے۔ اور آپ انشا پردازی مین ظہوری و طغرا کے ہم سنگ تھے بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تھے۔ ایکدو ساعت مین قصائد موزون کر دیتے تھے۔ چنانچہ حسب الحکم نواب والا جاہ تیرہ روز مین (۳۷) غزل نعت مین موزون کر دئے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے۔ آپکے کلام کی داد دی بیحد تعریف و تحسین کی۔ آپکو اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت تھی طریقت مین ثابت قدم و راسخ دم تھے سنہ ۱۲۳۳ ہجری مین بتقریب شادی اُدگیر گئے شادی سے فارغ ہوکے مدراس مین واپس آئے۔ اُسوقت نواب کا آخر عہد تھا تا زندگی نواب کے ملازمین مین رہے۔ انعام و خطاب مذکورہ سے سرفراز ہوئے۔ حسب الحکم نواب مدرسہ فارسی سرکاری مین ملازم ہوئے۔ شعر و شاعری مین مستغرق رہتے تھے آپکی تصنیف سے ایک دیوان مسمی مرج البحرین و روضہ قدسیان و مثنوی رشک بہشت وغیرہ ہین۔ فارسی و اردو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے۔ کلام درست و صاف ہوتا ہے حشو و زائد سے پاک۔ آخر آپکی رحلت سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکے بھائی نفف نے رحلت کی تاریخ کہی ھو ھذا

بیدل عصر حضرت شائق	قدس اللہ سرہ السامی
کامدل چون بقرب اللہ	کہ جہان نیست جائے ناکامی

ہاتفم سال رحلتش فرمود
رفتہ ہیہات ہمدم جامی
۱۲۴۹ھ

من کلامه

بوسه قند لب یار بسیر مهتاب ❊ سپید ذوق دگر چون شکر و شیر مرا

وله

صفای جوهر ذاتم ز چشم تو شود پیدا ❊ درین دعوی دلیل روشن از گوهر شود پیدا

وله

عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند ❊ گل گریبان چاک از روا روای عندلیب

وله

طالعم برگشته از سودای زلف پر شکست ❊ سطرهای کے راست آید چون کجی در مسطر است

وله

شاید گرفت ملک عدم تا خدیو عشق ❊ هر نو نهال می نگرد خاک بر سر است

وله

گر ز خاک نشان سواری جو بید ❊ وگرنه چیست مین کنمدن فرس بدو دست

وله

ز سودا چون بهار آتش دل پر داغ خود برهم ❊ نگاه ناکس نگیرد متاع داغدارا اینجا

در حجاب زلف کن اظهار روی یار را ❊ صبح امید ز سودای این شب پیدا است

نمیدانم کدامی شعله رو در سینه جا دارد ❊ که می جوشد شرر از چشم گریانی که من دارم

شمع انجمن کے مولف نے لکہا کہ آپکا حسبی تعلق حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز سے منتہی ہوتا ہے۔ گلزار اعظم کے مولف نے صرف نسبی سلسلہ لکہا۔ اور حسبی سلسلہ سے سکوت کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شوقی مولوی غلام غوث

شوقی تخلص غلام غوث نام۔ وطنا گوپاموی۔ آپکا حسبی سلسلہ قاضی مبارک شارح سلم العلوم سے منتہی ہوتا ہے۔ کتب متداولہ فارسیہ عربیہ میں قدرت کامل رکہتا تہا ادیب فاضل تہا۔ انشاپردازی سخن سازی میں خوشنود کا شاگرد تہا۔ ہندوستان سے سیاحت کرتا ہوا مدراس میں وارد ہوا ضلع کنشور میں افتا کی خدمت پر مقرر ہوا۔

مدت تک افتا کی خدمت کو عمدہ طرح سے انجام دیتا رہا۔ خوش اخلاق و ذی مروت تھا۔ سخن سنج و سخن پرداز تھا۔ رسائی طبیعت سے کلام پسندیدہ موزون کرتا تھا۔ شعرائے عصر آپکے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ انصافانہ داد دیتے تھے۔ قدرت اللہ خان صاحب نتائج الافکار کے دوستون سے تھا۔ خاموصوف نے آپکی رحلت کے بعد ایک مرثیہ آپکے رنج مین لکھا ہے تذکرہ مین مذکور ہے۔ آخر عمر مین آپکو عارضہ لاحق ہوا۔ مرض روز بڑہتا گیا ہرچند کہ معالجہ کرتے تھے۔ لیکن مفید نہین ہوتا تھا۔ معالجہ کے لئے حیدر آباد دکن روانہ ہوئے۔ حیدر آباد کے قریب پہونچکے سنہ ۳۲ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپکو تجہیز و تکفین کرکے شہر مین لائے بہبود علی شاہ عرف بودلے شاہ کے تکیہ مین دفن کئے۔ **ہو ہذا**

سر در برمن آر کہ نازمی ہا ازین ہست | گوییم سخن بوسہ کہ رازے بازین ہست
کارم آخر شدہ از درد و نگشتی آگہ | شیشہ اشکست و بگوش تو صدائے نرسید

شفیع میر محمد شفیع

شفیع تخلص۔ میر محمد شفیع نام۔ آپ میر عسکری باقری ستر آبادی کے فرزند ہین گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپکے اجداد سلف سے میر حسن باقری ستر آبادی سے سلطان عبداللہ قطب شاہ والی تلنگانہ کے عہد مین وارد دکن ہوئے قطب شاہ کے دربار مین باریاب ہوئے۔ قطب شاہ نے بلحاظ سیادت و نجابت تعظیم و تکریم کی۔ اول ہی ملاقات مین انعام و جاگیر و منصب سے سرفراز فرمایا۔ اور جاگیر مری گنٹہ علاقہ حیدر آباد مین بطور التمغا مرحمت کیا۔ مولف مذکور لکھتا ہے کہ اتبک جاگیران کی اولاد پر جاری ہے

بھی کلام ہے۔ شفیع صاحب ترجمہ کے والد ابتدا میں تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور انکا مستقر تجارت مچھلی بندر تھا۔ چند مدت کے بعد ضلع بلوری کے محکمہ میں منشی گری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شفیع کی ولادت ۱۲۳۸ھ ہجری میں ضلع مذکور میں واقع ہوئی سن شعور کے بعد والد ماجد کی خدمت میں کتب متداولہ فارسی عربی ختم کیں۔ اور شعر و شاعری میں آپ کو تلمذ میر محمد حسن غریب تخلص سے تھا۔ جب آپ مدراس میں آئے میرزا عبد الباقی وفا کے بھی شاگرد ہوئے۔ مدت تک وفا کی خدمت میں تحقیق محاورات و اصطلاحات فارسی و اصلاح سخن میں مصروف رہے۔ پھر چند روز سیر و سیاحت میں گزارے آخر والد ماجد کے انتقال کے بعد دیوانی محکمہ میں خدمت سررشتہ داری پر مقرر ہوئے تا بزندگی خدمت مفوضہ پر مامور رہے۔ آپکا سنہ وفات دستیاب نہیں ہوا۔ آپ علاوہ زبان فارسی عربی تلنگی و ہندی میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔ شعر گوئی و سخن سنجی میں مستعد تھے۔ آپکا کلام فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ صاحب التالیف و التصنیف کے سوائے دیوان فارسی کوئی رسالہ یا نسخہ مولفات سے نہیں پایا گیا۔ نہ کسی صاحب تذکرہ نے لکھا شاید گوشہ گمنامی میں ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب   من اشعارہ

خال بر عین چشم بس بہ ہزار اندازست	″	الف کرست اگرچہ بہ الف قامت را
تا بیائید خال رخش سر بلندم	″	اتفاقست با اختر تنہا نشد تنہا شد
مرو کمست تہی شد در لعل شکرست	″	لعل خندان شدہ گوہر دندان بدوی
نرگس و غنچہ و گل چشم و دہان و رخ تست	″	عاشق شد دوم جانب بستان کسے
جہانی شدہ است	″	تا نیز آمدیم خبر دادند کے